لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا

سلک ثانی سلسلۂ دعوة الحق ومنهاج الحق

المسمّٰی بہ

شرعة الحق

(جس میں)

شریعت حقہ صرف قرآن مجید کی صریح آیتون سے بیان کی گئی ہے اور یہ ثابت کر دیا گیا ہی کہ قرآن مجید مکمل اور مفصل ہے اور یہ بھی کہ خدائی کتاب انسانی رائے کی پابند و ماتحت نہین ہے اور یہ بکمال اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا مظہر کامل ہے۔

(مصنفہ)

مولوی حافظ سید محب الحق صاحب عظیم آبادی کان اللہ لہ

مصنف

میلاد النبی۔ الاخلاق۔ پردہ سسٹم۔ رسالۂ ربوا۔ دعوة الحق ومنہاج الحق

باہتمام کمترین بندہ بجرنگ سہائے سنہا مینجر مطبع ہذا۔

سنہ ۱۳۳۹ھ

در مطبع پٹنہ پرنٹنگ ورکس بانکی پور پٹنہ طبع شد

بقلم آل احمد عفی عنہ ساکن محلہ شاہ گنج پٹنہ

قیمت علاوہ محصول ڈاک (۳/)

معذرت

کائنات کا ہر ذرہ اپنی اک ہستی رکھتا ہے جس سے اوس کا وجود قایم ہے۔ اسیطرح لیتھو پریس کی ہستی جسپر اوس کا وجود قایم ہے اوس کا غلطیون سے خالی نہونا ہے۔ ہزار سر مارو مگر کتاب غلطی سے بچ جائے ناممکن۔ محال و ناممکنات کی فہرست مین اول درجہ لیتھو پریس مین صیحح چھپنے کا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میری کوششین ناکام رہین۔ اگر مین غلط نامہ اضافہ کرون تو کوئی غلط نامہ سے کتاب کی صحت کرلے تو پڑھے مین نے نہ دیکھا نہ سنا۔ اسلئے مجھے اسکے سوا چارہ نہین کہ ناظرین کتاب سے اُمید کرون کہ وہ کتاب کو ملاحظہ فرماتے وقت اپنی صحت مذاق سے صیحح فرمالین گے اور میری اس مجبورانہ تکلیف دھی کو معاف فرمائین گے۔

معذرت خواہ

مصنف کتاب

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باریتعالےٰ

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو ٥ لہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ ط ولہ الحکم
والیہ ترجعون ٥ فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ٥ ولہ الحمد
فی السمٰوات والارض وعشیا وحین تظھرون ٥ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو
عالم الغیب والشھادۃ ٥ ھو الرحمٰن الرحیم ٥ ھو اللہ الذی لا الہ ھو الملک
القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ط سبحٰن اللہ عما یشرکون ٥
ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوات والارض
وھو العزیز الحکیم ٥ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ
علی الدین کلہ ط فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام
لا الٰہ الا اللہ

اے خدا! کہاں تو اور کہاں ہم - تو ہے اور ہم نہیں ہیں - ہماری کوئی ہستی بھی ہو تو

اس کا حوصلہ کریں۔ تو اپنی حمد اب تو ہی کر۔ الحمد للہ رب العلمین۔

اے خدا! اگر تیرا شکر کرنیکو کھڑے ہون تو کہان تیری بے تھاہ نعمتیں کہ ان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا اور کہان ہماری ہستی نما نیستی کہ لم یکن شیئاً مذکورا۔ ہستی تیرے لئے ہے، اور نیستی ہمارے لئے۔ سارے صفات تو تیرے ہی، اور ہم تو کہین ہون بھی۔ جیسے عکس یا سایہ، دیکھو تو ہے، اور ڈھونڈھو تو نہین ہے۔ یا جیسے خیالی صورتین، خیال مین تو ہین، اور سمجھو تو نہین ہین۔ جس سمندر کی تھاہ نہین، اوس کے ناپنے کی ہمت اگر ہمارے جیسے وجود کی بساط کے اندر ہو تو کی جائے۔ مگر فنا در فنا کی بساط کیا۔ ہان اے غیب الغیب! قربان تیرے فضل و کرم کے کہ جو کچھ ہے وہ تیرا ہی ہے، ہماری جیسی ہستی ہو تو، ہماری جیسی نیستی ہو تو۔ اور جو کچھ ہمارا کہا جاتا ہے وہ تیرا ہی دیا ہے، ظاہر ہو تو، چھپا ہو تو۔ پھر کیونکر اور کسطرح ہم تیرا شکر کرنیکا حوصلہ کرین اور کن کن نعمتون کا۔

اے خدا! تو ہی نے فرمایا ہے لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا۵ پھر بھی ہم ایسے بچھڑے ہوؤن کو اس عالم مین اپنے کمالِ قرب اور اپنی دید و شنید کیلئے تو نے اپنا کلام منزہ عن الصوت اور مقدس عن الکیف اپنے برگزیدہ اور پیارے رسول عربی کی زبان سے اپنے برگزیدہ رسول کی زبان مین عنایت کیا۔ تو اسکا شکر کس طرح ادا کرین کہ یہ ممکن نہین نظر آتا۔ اللہ اللہ یہ عنایت اور ہم۔ صدقے اس عنایت کے۔ سبحن اللہ وبحمدہ۔ تیرے کلام سے اگر ہم تجھے پانا چاہین تو کلام سے متکلم تک پہونچنے مین کوئی زینہ نہین، دوری نہین، منازل نہین۔ کلام مین ڈوبے اور متکلم تک پہونچے۔ اللہ اللہ تیرا یہ فضل و کرم اور ہم جیسون پر۔

ھو الرحمن الرحیم۔

نعت خاتم المرسلین منزل من رب العلمین

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراہ وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراہ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ فاستجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقاً ہ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً بعیداہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماہ اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولنا محمد النبی الامی وبارک وسلم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قربان اور سو دفعہ قربان اوس رسول عالم، خاتم انبیا، سرچشمہ اولیا، معدن کنوز الوہیت، مظہر و دیعیات انسانیت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنکے وسیلے سے ہمکو خدا کا کلام ملا، خدا کی ہدایت ملی، خدا کا نور ملا، اور خدا کی سیدھی راہ ملی۔ ورنہ ہمارا تو کہین بھی ٹھکانا نہ تھا، اور ہماری تو کہین بھی پناہ نہ تھی۔ جس کے وسیلے سے خدا ملے اور خدا تک رسائی ہو، محبت ملے اور محبوب تک رسائی ہو، اوسکی نعت خدائی زبان سی ہی ادا ہو تو ہو، انسانی زبان اس کا حوصلہ کرے بھی تو کن لفظون مین، اس کی ہمت کری بھی تو کس قوت کے سہارے۔ زبان کو دیکھو تو آنکھ اور کان نہین، آنکھ اور کان کو دیکھو تو زبان نہین۔ پھر دید و شنید کا بار زبان کیا ہلائے اور کیونکر۔ دل محبت کا دیوانہ، دماغ جذبات کا

متوالا - ہوش حواس باختہ، حواس ہوش کھوئے ہوئے آمنا باللہ وانک لرسول اللہ
واللہ یعلم انک لرسولہ ط صلی اللہ علیک وسلم۔

مقدمہ

مین نے مقدمہ کتاب کو چند سرخیون مین بیان کیا ہے۔ اسکے بعد مضامین حل طلب سے
کتاب شروع کی گئی ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ پہلے مقدمہ کتاب پڑھ لین پھر اصل
مضامین کتاب کی طرف توجہ فرمائین۔

عرض حال

اگر کوئی جنگل سے ٹپک پڑے تو یہ دیکھکر کہ دنیا کی ساری آبادی مین ہر کوئی کوئی نہ کوئی مذہب
رکھتا ہے، وہ بھی کوئی نہ کوئی مذہب اختیار کرنا چاہے گا۔ یا کوئی دہریہ دہریت سے تائب ہو
اور کوئی مذہب اختیار کرنا چاہے تو ضرور وہ مذہب حق کا متلاشی اور متجسس ہوگا مگر یہ راہ
اوسے کٹھن دکھائی دیگی۔ وہ دیکھیگا کہ دنیا مین ہزارون ہزار مذاہب ہین مگر ہر ایک
اپنے ہی برسر حق ہونے اور دوسرون کے برسر باطل ہونیکا مدعی ہے۔ وہ گھبرا اوٹھیگا
کہ حق کسے سمجھے اور باطل کسے۔ ہر ایک مذہب کے باطل ہونے پر اوس کے خلاف کی
ساری دنیا گواہی دے رہی ہے تو یہ اتنی بڑی گواہی کیونکر مردود کیجائے اور پھر کوئی
مذہب حق کیونکر تسلیم کیا جائے۔

سارے مذاہب مین سے حق وباطل کو چننا، کھرے کھوٹے کو پرکھنا، جب تک کسی ایسے
معیار پر نہ ہو جسے دنیا تسلیم بھی کرتی ہو وہ قابل تسلیم نہین۔ تو ایسا معیار عقل وفطرت ہی ہوسکتا ہے

جس سے کوئی ذی عقل انحراف کرہی نہیں سکتا۔ یہی عقلی براہین، فلسفی دلائل، اور فطرتی مشاہدات
سے اسلام کی حقانیت بمقابلہ دیگرادیان کے دعوۃ الحق مین ثابت کی گئی ہے۔ جو کتاب
شایع ہو چکی ہے اور طالب حق کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ طالب حق نے اسلام کی حقانیت
تسلیم بھی کی، اسلام کے آگے سر بھی جھکایا، اور مسلمان بھی ہوا۔ پھر بھی تحقیقات اور چھان بنان کی
جن جان جوکھون مصیبتون کو جھیل کر اوس غریب نے اسلام قبول کیا تھا اون مصیبتون سے
وہ نکلا نہین۔ اوسی آفت مین وہ پھنسا رہا جس آفت کا وہ مارا ہوا تھا۔ مسلمان ہونے
پر بھی وہ مسلمان نہ ہوا۔ کیونکہ جس طرح دنیا مین سیکڑون مذاہب ہین اوسی طرح اسلام مین بھی
جس طرح سارے مذاہب شاخ درشاخ ہوگئے اوسی طرح اسلام بھی۔ جس طرح ہر مذہب کی
ہر ایک شاخ اس کی مدعی ہے کہ ہم ہی برسر حق ہین اور ہمارے سوا سارے برسر باطل۔
اوسی طرح اسلامی فرقے بھی اسی کے مدعی ہین کہ تہتر مین ایک ہم جنتی ہین اور بہتر جہنمی۔
ہر گروہ اپنی خاندانی روش کا مغرور ہے لکل وجھۃ ھو مولیھا (بقرہ ۱۴۸) اور
ہر فرقہ اپنے حال مین مست ہے کل حزب بما لدیھم فرحون (روم ۳۲) ہر کوئی اپنے ہی
اعمال کا دلدادہ اور اپنے ہی رفتار کو مقبول بھی سمجھے ہوئے ہے اور معقول بھی کذالک
زینا لکل امۃ عملھم (انعام ۱۰۸) افسوس۔ وہ اسلام جس نے سارے مذاہب کو
اپنے وحدانیت کے رنگ مین رنگا تھا کہ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (بقرہ)
یعنی خدائی رنگ، وہ بھی دیگر مذہبون کے رنگ مین رنگ گیا۔ اب جو دیکھو تو اسلام بھی
وہ اسلام نہ رہا جسے اسلام کہا جائے۔ اسلام آیا تھا منتشر رشتون کو جوڑنے، وہ بھی
ٹوٹ پھوٹ کر ٹولیون مین تقسیم ہو گیا۔ جس ملک مین جاؤ، یورپ ہو یا ایشیا، افریقہ ہو
یا امریکہ، جہان جاؤ براعظم ہو یا جزیرے، جنگل ہو یا آبادیان، جس بلندی پر جاؤ،

جس بستی مین جاؤ، گلستان ہو یا خارستان، بوستان ہو یا ریگستان، تمام مسلمان پاؤ گے، مسلمانون کی جماعتین پاؤ گے، مگر کس حال مین، منتشر، متفرق، گروہ در گروہ، جماعت در جماعت- اور سب ایک دوسرے کو کافر مرتد، بدعتی اور جہنمی کہنے والے- آخر اسکی وجہ کیا؟ خدائے واحد کی وحدانیت پر سب کا ایمان- سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر سب کا ایمان- اور قرآن مجید کی حقانیت پر بھی سب کا ایمان- پھر اختلاف کی اتنی شاخین کہان سے پھوٹین کہ لگے مسلمان ہی مسلمان کو کافر و مرتد بنانے اور مسلمانون ہی سے جہنم گرمانے-

اس سوال کے حل کرنیکے لئے ضرورت ہے کہ قوم کے مسلکون کی طرف توجہ کی جائے تاکہ آشکارا ہو کہ کہان سے مسلک بدلا ہے، جس نے مذہب کو بدل دیا، اور شاخ در شاخ کر دیا- تو مسلمانون کا مسلک قرآن و حدیث و فقہ ہے- اس لئے مجھے چاہئے کہ مین ان تینون کی حقیقتون کو جیسا کہ قوم سمجھتی ہے بیان کر دون-

قرآن مجید

خود قرآن مجید مین قرآن مجید کے متعلق خداوند تعالی و تبارک نے بہتیری آیتین فرمائی ہین اگر مین سب آیتون کو بیان کرون تو کتاب ضخیم ہو جائیگی- مگر کچھ نہ کچھ تو بیان کرنا ضرور ہے تاکہ معلوم ہو کہ قرآن مجید اپنی حقانیت اور کلام الہی ہونیکا ڈنکے چوٹ مدعی ہے- اور اب دنیا مین کوئی کتاب نہین رہی جس کا خود یہ دعوی ہو کہ ہم کلام الہی منزل من اللہ ہین تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا (فرقان ۱ع) قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ

ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا (بنی اسرائیل ۸۸) لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته

خاشعا متصدعا من خشیة الله (حشر ۲۱) انه لتنزیل رب العلمین ٥ نزل

به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین ٥ بلسان عربی مبین ٥

وانه لفی زبر الاولین (شعراء ۱۹۶) تنزیل الکتاب لا ریب فیه من رب العلمین (سجده ۱)

ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم (بنی اسرائیل ۹) قل انما اتبع ما یوحی

الیّ من ربی هذا بصائر من ربکم وهدًی ورحمة لقوم یومنون ٥ (اعراف ۲۰۳)

هذا کتاب انزلناه مبرك فاتبعوه واتقوا لعلکم ترحمون (انعام ۱۵۵) انه لقرآن

کریم فی کتاب مکنون لا یمسه الا المطهرون ٥ تنزیل من رب العلمین ٥

افبهذا الحدیث انتم مدهنون (واقعة ۸۱) واذا قرئ القرآن فاستمعوا له

وانصتوا لعلکم ترحمون (اعراف ۲۰۴) من اظلم ممن ذکر بآیات ربه ثم اعرض

عنها انا من المجرمین منتقمون (السجده ۲۲) سنجزی الذین یصدفون

عن آیتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون (انعام ۱۵۷) قد جاءکم بصائر من ربکم

فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها (انعام ۱۰۴) من اعرض عن ذکری

فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیمه اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی

وقد کنت بصیرا قال کذلك اتتك آیتنا فنسیتها وکذلك الیوم تنسی (طٰهٰ ۱۲۶)

قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل

السلام ویخرجهم من الظلمت الی النور باذنه ویهدیهم الی صراط مستقیم

(المائده ۱۶) قل هو للذین آمنوا هدًی وشفاء (حم السجده ۴۴) یا ایها الناس

قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وهدی ورحمة للمؤمنین ٥

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ہ (یونس ۶)

والذین یمسکون بالکتاب واقاموا الصلوٰۃ انا لا نضیع اجر المصلحین ہ (اعراف ۱۱)

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (حم السجدہ ۵) انا لہ لحافظون

ترجمہ

خدا ایسا برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ سارے جہان کیلئے ڈرانیوالا ہو + اے محمد کہدو کہ اگر سارے انس وجن اس بات پر متفق ہون کہ اس قرآن جیسا اک قرآن بنا لائین جب بھی وہ ایسا قرآن نہ لا سکین گے گرچہ وہ آپس مین ایک دوسرے کے مددگار بھی ہون + یہ قرآن اگر ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو ضرور تم دیکھ لیتے کہ خدا کے خوف سے وہ دب جاتا پھٹ جاتا + بے شک یہ قرآن خدا کا نازل فرمودہ ہے + اسے روح الامین سلیس عربی زبان مین تمہارے قلب پر لیکر اوترا تاکہ تم ڈرانیوالون مین ہو اور بیشک یہی قرآن مجید اگلی کتابون مین ہے + اس قرآن کا نزول بے شبہ از جانب پروردگار عالم ہے + بے شک یہ قرآن ایسا راستہ دکھاتا ہے جو بہت سیدھا ہے + اے رسول لوگون سے کہدو کہ مین تو اوسی پر چلتا ہون جو میرے پروردگار کی طرف سے میری جانب وحی کیجاتی ہے۔ یہ خدا کی طرف سے تمہارے لئے بصیرت ہے اور مومنون کے لئے ہدایت ورحمت + یہ اک برکت والی کتاب ہے ہماری نازل کردہ تو اسپر چلے چلو اور پرہیزگار رہو تاکہ تم پر رحم ہو + بے شک یہ قرآن عزت والا قرآن ہے جو پوشیدہ کتاب مین لکھا ہوا ہے اوسے پاک لوگون کے سوا کوئی مس نہ کرے یہ منزل من اللہ ہے تو کیا تم لوگ اس کلام کے منکر ہو + جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اوسکو کان لگا کر سنا کرو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم ہو + اوس سے ظالم تر کون ہے جس کو پروردگار عالم کی آیتون سے نصیحت کی گئی

تو اوس نے اوس سے مُنہ موڑ لیا۔ بے شک ہم گنہگارون سے بدلا لین گے + وہ جو ہماری
آیتون سے کتراتے ہین اون کے کترانے کے سبب ہم اون کو برے عذاب کی سزا دین گے +
تمہارے پاس تمہارے خدا کی طرف سے بصیرتین آچکین تو جس نے دیکھ پایا تو اوسکا فائدہ
اوسی کو اور جو اندھا رہا تو اوس کا وبال اوسی پر + جس نے میرے قرآن سے مُنہ موڑا تو ضرور
اوس کے لئے تنگی کی گذران ہے اور قیامت کے دن ہم اوسکو اندھا اوٹھائین گے وہ کہیگا
کہ اے خدا تو نے ہمین اندھا کیون اوٹھایا ہم تو دنیا مین آنکھ رکھتے تھے خدا فرمائیگا کہ جس طرح
ہماری آیتین تمہارے پاس پہونچین تمنے اونھین بھولا دیا اوسی طرح آج تم بھولا دئے جاؤ گے +
بے شک خدا کی طرف سے روشنی یعنی روشن کتاب تمہارے پاس آچکی جسکے ذریعہ سے خدا
اونکو جو اوسکی رضا کے طالب ہوئے راہ نجات کی ہدایت کرتا ہے اور اونکو تاریکی سے روشنی
کیطرف لیجاتا اور صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے + کہدو کہ ایمان والون کیلئے یہ ہدایت و رحمت
ہے + لوگو! خدا کیطرف سے نصیحت اور دل کی بیماریون کی شفا اور مومنون کیلئے ہدایت و رحمت
تمہارے پاس آچکی تو اے رسول اونکو سنا دو کہ خدا کے فضل و رحمت یعنی قرآن ہی پر چاہئے
کہ لوگ خوشیان منائین یہ اون سب چیزون سے بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہین + جو لوگ
قرآن مجید کو مضبوطی سے دھرے ہوئے ہین یعنی قرآن ہی سے تمسک پکڑتے ہین اور نمازین
پڑھتے ہین تو وہ نیکو کار ہین ہم نیکو کارون کا ثواب ہرگز ضایع نہ کرین گے + قرآن مجید مین
باطل کسی طرح آمیزش نہین پا سکتا + ہم اوسکی حفاظت کرنے والے ہین + ++

اس مین تو شک نہین کہ قرآن مجید خداوند عالم کا نازل فرمودہ ہے۔ مگر خداوند عالم نے اسکی
حفاظت کیونکر کی، اور یہ ہم تک پہونچا کیونکر، وہ حسب ذیل صورت سے۔
جب خداوند عالم کو کوئی سورت یا کوئی آیت نازل کرنی ہوتی تھی تو حضرت جبرئیل اوسے لیکر

آپؐ کے قلب مبارک پر نازل کرتے تھے۔ آپؐ اون آیتون کو یاد فرما لیتے، اور وہ یاد ہو جایا کرتین۔ اوسکے بعد حضرت اُبی بن کعب۔ ابو الدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ اور ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو کاتبان وحی تھے طلب کئے جاتے اور حسب ارشاد نبوی چمڑون، ہڈیون، یا کھجور کی چھال پر وہ لکھ لیا کرتے تھے، بجنسہ اونھین الفاظ کے ساتھ جو بذریعہ وحی نازل ہوتے تھے، تاکہ لوگ اونکو بخوبی یاد کرلین اور محفوظ رکھین۔ یہ منزلہ آیتین اوائل ایام نزول وحی سے لکھ لی جایا کرتی تھین۔ حضرت عمرؓ کے خاندان مین اونکو مسلمان ہونے کے پیشتر آیات منزلہ کی نقل اونکی بہن کے پاس موجود تھی۔

قرآن کی آیتون کی ترتیب بھی خود حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات باسعادت مین آپکی ہدایت اور حکم کے مطابق عمل مین آئی تھی۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ خود فرما دیتے کہ اسکو فلان مقام پر لکھو۔ جب کوئی سورہ شروع ہوتی تو آپ شروع مین بسم اللہ لکھوا دیتے۔ سورہ توبہ مین آپ نے بسم اللہ لکھوائی نہین تو بسم اللہ ہے بھی نہین۔

جس طرح آپ لکھوا دیتے اوسی طرح آپکو یاد ہوتا، اور اوسی طرح اونھین حفاظ یاد کرلیتے۔ جنگ یمامہ مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑے ہی دنون بعد واقع ہوئی تھی ستر حفاظ شہید ہوئے تھے۔ بلاشبہ حفاظ کو اونھین ترتیب سے قرآن مجید یاد تھا جو ترتیب خود حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم ہوئی تھی۔ آیتون کی ترتیب کے ساتھ پوری پوری سورتین بھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید یاد تھا۔ آپ نمازمین چھوٹی چھوٹی سورتون کے سوا بڑی بڑی سورتین بھی پڑھتے تھے، اور پوری پوری بھی پڑھتے تھے۔ اور زبانی تلاوت بھی فرماتے تھے چونکہ حکم تھا اُتل ما اوحی الیک من کتاب ربک

لا مبدل لکلمتہ ولن تجد من دونہ ملتحدا (الکہف ۲۷) قرآن مجید کی
تلاوت کیا کرو اسکے کلمات کو کوئی بدل نہین سکتا۔ خدا کے سوا کہین تم جائے پناہ بھی نپاؤ گے۔
جو آیتین الگ الگ ٹکڑون پر لکھی گئی تھین اونکو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
جمع کیا اور حفاظ سے مقابلہ کرایا، اور اسی جمع شدہ کی حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ
عنہ نے نقلین شایع فرمائین۔ وہی قرآن مجید بلا اختلاف جون کا تون آجتک موجود ہے،
جسپر آجتک منکرین و مخالفین مذہب نے بھی کلام نہین کیا۔ کیونکہ تمام دنیا کے شایع شدہ
قرآن اور تمام دنیا کے حفاظ مین کسی دور اور کسی زمانہ مین اختلاف من حیث لفظ، من حیث
کتابت، من حیث حفظ، یا کسی حیثیت سے پایا نہین جاتا۔ اور یون وانا لہ لحافظون
کی تجلی آشکارا کی گئی ہے۔ اختلاف قرأت یا قرآن مجید کی کسی آیت کا متروک ہونا جو کہا جاتا ہے
وہ ضعیف روایتون کی بنا پر علما کے شاخسانے ہین۔ غرض قرآن مجید کا دو سلسلہ نظر آتا ہے،
ایک بذریعہ حفاظ، دوسرا بذریعہ کتابت۔ جس طرح بذریعہ حفاظ سینہ بسینہ تواترا آجتک
قرآن مجید بلا اختلاف جون کا تون تمام دنیا مین شایع ہو رہا ہے، اوسی طرح بذریعہ کتابت
بھی۔ دونون سلسلون مین نقطہ تک کا فرق نہین۔ کیا یہ کافی اور قطعی شہادت نہین ہے
کہ وہ قرآن جو ٹکڑون پر لکھا گیا تھا۔ وہ قرآن جسکو حفاظ حسب ہدایت نبوی یاد کر لیتے تھے۔
وہ قرآن جو خود رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد تھا۔ وہ قرآن جسکو حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ نے ٹکڑون سے جمع کیا تھا۔ وہ قرآن جسکو حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ
نے شایع کیا تھا وہی قرآن ہے۔ بے شک وہی قرآن ہے جو کتابت اور حفظ کے ذریعہ سے
تواترا بعد تواتر بلا اختلاف شایع ہوتے اور پھیلتے پھیلتے آج تک تمام دنیا مین، ہر ملک
اور ہر آبادی مین، ہر جنگل اور ہر بیابان مین شایع ہے۔ اور جب تک دنیا ہی بحفاظت

خداوندی شایع رہیگا - پھر اس مین شک کرنا قطعیات اور بدیہیات مین شک کرنا ہے -
مین نے قرآن مجید اور واقعات سے کسیقدر بیان کیا جو اس مختصر مین بیان کیا جاسکتا تھا - لیکن ساتھ اسکے مین چند عقلی دلائل بھی حقانیت قرآن مجید کے متعلق پیش کردینا چاہتا ہون - کیونکہ آجکل عقلی ہی دلائل کے آگے لوگ سر جھکاتے ہین -
خلاق مطلق نے جتنی مخلوق پیدا کی تو اوسے اوسکے مایحتاج کے ساتھ پیدا کیا - مگر حضرت انسان ضعیف البنیان کو ہر طرح مجبور ننگا مادرزاد پیدا کیا ، ہر ایک کا محتاج - ایسا کیا تو شعور آنے پر اوسے خاص شاہی چیز کا ایک حصہ یعنی کسیقدر محدود اختیار دیکر اوسے خلیفۃ اللہ بنایا ، اور عقل کو اوسکی وزارت کی کنجی دی کہ وہ دنیا مین سب چیزون پر بہ ہدایت اور بہ اجازت خدا حکومت کرے ، اور اپنا مایحتاج اور اپنی ضرورتین بحسن خوبی آپ پوری کرے - جب تک توانائی اور عقل نہ ملی تو والدین مین شفقت ڈالدی کہ وہ عقل آنے تک اسکے لئے اوسکے کفیل ہون - اگر وہ پیدا ہوتے ہی اور مخلوق کی طرح چھوڑدیا جاتا کہ اپنی غذا آپ پیدا کرے تو نیست ونابود ہوجاتا ، عقل آنے پر بھی وہ مطلق العنان کردیا جاتا جب بھی نقص عقل اور غلبۂ نفس سے وہ ٹھوکرین کھاتا پھرتا ، اور تباہ وبرباد ہوجاتا - اسلئے اوس نے جب عقل دی ، اور محدود عقل دی ، تو اوسے قوانین فطرت کا ماتحت اور پابند بھی کیا - اوس نے نفس دیا جس مین سرکشی بھی ہے ، تو اوسے بھی قوانین فطرت سے مجبور کیا کہ حد سے باہر قدم نہ رکھے - قوانین فطرت جو ہر شئے کی حدبندی کرنیوالے ہین عقل و نفس کو بھی اونکی حد سے باہر جانے نہین دیتے - عقل اگر نفس کی آمیزش سے سرکش نہین ہوگئی ہے ، اور سلیم ہے ، تو اوسکو چاہیئے بلکہ اوسکو لازم ہے کہ وہ اپنی حدبندی کو پہچانے ، اور حدود اللہ کو نہ توڑے - فطرتی حدود کو تو وہ توڑ بھی نہین سکتی -

اس توڑجوڑ مین وہ آپ اپنا ہی گھاٹا اوٹھائیگی۔ اسکے لئے ضرور ہے کہ عقل قوانین فطرت کو ملاحظہ کرے، اور پھر غور و فکر کرے، اور اوس سے انسانی دفعات مستخرج کرنے مین جد و جہد کرے۔ مگر قوانین فطرت جس مین قوانین ارضی ہین تو قوانین سماوی بھی ہین۔ قوانین بری و بحری ہین تو قوانین سیارے و ثوابت بھی ہین، علیٰ ہذا سارے ہی مخلوق کے سارے ہی قوانین اوس مین مندرج ہین، تو یہ مشکل ہی نہین بلکہ محال ہے کہ عقل بہ این کم مایگی اتنے بڑے ضخیم قانون مین سے انسانی قانون مستخرج کر سکے۔ اسلئے خالق انسان کو (جیسا کہ وہ رحیم ہے تو عادل بھی ہے) ضرور تھا کہ وہ انسانی قانون صاف اور واضح اوسے عنایت کرے، جب اوس کا حکم روان، اور اوسکا مکلف کرنا قرین انصاف ہوگا۔ الحمد اللہ ونشکرہٗ کہ وہ اوس نے عنایت کیا۔ قانون انسانی وہی کتاب اللہ ہے جو خلاق فطرت کیطرف سے عنایت ہوئی ہے۔ تو ضرور ہے کہ وہ فطرت کے مطابق بھی ہو، تا کہ اوس کتاب کو اوسیکی کتاب کہنا زیبا ہو جس نے فطرت بنائی۔ اور اوس کتاب کا یہ دعوی کہ ہم کتاب الٰہی ہین صحیح اور قابل تسلیم ہو۔ کتب الٰہیہ تو بہتیری تھین، اور سب ہی مطابق فطرت تھین، مگر بہتیری کھوئی گئین، اور بہتیری بدل گئین، جنکی حقیقت آئندہ ظاہر کیجائیگی۔ اور اب تو قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب اللہ رہی نہین۔ اسی لئے قرآن مجید کے سوا کسی کتاب کا یہ دعوی بھی نہین کہ ہم کتاب الٰہی ہین۔ نہ اسکے سوا کوئی کتاب مطابق فطرت ہے بھی۔ تنزیل من رب العلمین (حم السجدہ ع ۱)

کتاب اللہ کی ضرورت مین نے بیان کی، تو انسان کے ہوتے کسی نہ کسی کتاب اللہ کا ہونا بھی ضرور ہے۔ ورنہ اگر کوئی کتاب اللہ نہ تسلیم کیجائے تو انسانی دنیا کی خدائی سلطنت قانون فطرت کے مغلق اور لاینحل قانون پر رہجائیگی، جسکو کما حقہ سمجھ لینا انسانی فطرت سے

پرے ہے۔ اس سے خدا پر الزام آئیگا، اور خدا پر الزام نہین آسکتا۔ اس لئے جو کتاب کتاب الہی ہونیکا دعوی کرے اور فطرت کے مطابق بھی ہو، اور وہ انسان کو انسان کامل بنانیوالی بھی ہو، تو کوئی وجہ اوس کے جھٹلانیکی نہین، ایسی کتاب ضرور خدائی کتاب تسلیم کیجائیگی۔ اور ایسی کوئی کتاب قران مجید کے سوا اس دنیا مین تو نہین ہے۔ نہ کوئی کتاب قرآن مجید کے سوا ایسی پائی جاتی ہے جس مین خدا کا تخاطب بندون کے ساتھ پایا جاتا ہو جو شایان کتاب الہی ہے۔ اسلئے بھی خدا کے کلام ہونیکا استحقاق قرآن مجید کو ہی ہے۔ اور یہ دعوی اوسیکے شایان ہے اذ ذلک الکتاب لاریب فیہ من رب العلمین (السجدہ ۱) یہ وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے مین کچھ شک و شبہ نہین۔

دنیا مین قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب ایسی نہین جو من حیث عبارت، من حیث فصاحت و بلاغت، من حیث اخلاق جسمانی، من حیث اخلاق روحانی، من حیث حکمت، من حیث ہدایت، من حیث پاکی مذہب، من حیث صفائے مشرب، بلکہ ہر ایک حیثیتون سے فاتوا بسورۃ من مثلہ (ایک سورہ بھی تو ایسی کہہ لاؤ۔ بقرہ ۳) کا غلغلہ بلند کیا ہو، اور اوسکو مدعیون اور مخالفون کے مقابلہ مین ڈالا ہو، اور اپنے فضل و کمال پر نازان گروہ کو بھی ڈنکے چوٹ عاجز کیا ہو، اور دعوی کے ساتھ یہ ثابت کر دکھایا ہو کہ جس طرح خدا کی فطرت کی جاندار نقل نہین اوتر سکتی اوسی طرح اوس کے کلام کی بھی فیض بخش نقل نہین اوتر سکتی، اور کسی طرح خدا کا کلام انسانی کلام یا انسان کا کلام الہی کلام نہین ہوسکتا۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن ط لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ٥ اے رسول منادی کردو کہ اگر انسان اور جن بھی سارے کے سارے اس بات پر اکٹھے ہون کہ اس قرآن جیسی

کوئی کتاب بنا لائین جب بھی وہ ایسی کوئی کتاب بنا نہ لاسکین گے گرچہ وہ ایک دوسرے کے معین و مددگار بھی ہون (بنی اسرائیل ۱۰)

مین نے اوپر بیان کیا ہے کہ دنیا کی کل کتابون مین ایک قرآن مجید ہی فطرت کے مطابق ہے، اور اسلئے یہی خلاق فطرت کی کتاب ہے، اور کوئی دوسری نہین۔ تو اگر مین اس مطابقت کو بہ وضاحت اور بہ تفصیل بیان کرون تو اس مختصر مین اس کی گنجایش نہین۔ اور کچھ نہ بیان کرون تو دعوی بے دلیل رہ جاتا ہے گرچہ بداہت محتاج دلیل نہین۔ یہ بدیہی ہے کہ قرآن مجید کا ہر حکم اور ہر ہدایت بالکل قانون فطرت کے مطابق ہے۔ مین مثال کے طور پر اک جامعہ اور وہ اعتراض کہ جسکا اپنی دلیل اور ثبوت دعوی بنا کر بیان کرتا چاہتا ہون تا کہ آشکارا ہو کہ قرآن مجید کہانتک مطابق فطرت الہیہ ہے۔ مثلاً۔ سلسلۂ آیات کو ہی دیکھو جو بد بینون کا معترض علیہ ہے۔ تو سلسلۂ آیات قرآنی مین بھی وہی سلسلہ پایا جاتا ہے جو کل فطرتی چیزون مین ہے، اور کل ان چیزون مین ہے جو فطرتی حالت مین ہین، اور جن کا سلسلہ کما حقہ دریافت کر لینا انسانی دسترس سے باہر ہے۔ جو سلسلۂ نظم زمین مین ہے، آسمان مین ہے، پستی مین ہے، بلندی مین ہے، وہی سلسلۂ نظم تارون مین ہے، ثوابت و سیارون مین ہے، اونکی کششون اور اونکی گردشون مین ہے، وہی سلسلۂ نظم انقلاب موسم مین ہے، انقلاب لیل و نہار مین ہے، بلکہ ہر اجسام و روحانیات مین ہے، یعنی وہی سلسلۂ نظم جو فطرت مین ہے، وہی کلام ربانی مین ہے، سورتون مین بھی اور آیتون مین بھی، بظاہر نہ وہان نظم ہے نہ یہان، اور حقیقت مین وہ بھی مضبوط نظم سے منتظم ہے اور یہ بھی۔ فطرت کیلئے ہے لا تبدیل لخلق اللہ، تو کلام ربانی کے لئے ہے لا تبدیل لکلمات اللہ۔ نظم عالم کو کوئی توڑ نہین سکتا تو کلام

ربانی کو بھی جو بالکل فطرت کے مطابق ہے کوئی بدل نہین سکتا - دیکھو کہ جو قوتین اک خاص نظم کے ساتھ انسان مین فطرتاً پائی جاتی ہین اونھین قوتون کو حدود فطری اور اقتضائے فطری کے ساتھ کام مین لانے کے لئے ہدایتین نازل ہوئی ہین - قوت باصرہ، قوت سامعہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ، قوت لامسہ، قوت خیال وادراک، قوت شہوت وخواہش، قوت غضب وجلال، قوت انضباط واتقا، اور علی ہذا ساری قوتین، اور سارے نعمائے الہیہ، جس نظم وانتظام کے ساتھ انسان کو ملے ہین، اوسی نظم کے ساتھ اون کے احکام وہدایات ہین اگرچہ بظاہر ہر کسی کو نظر نہین آتا، مگر وہ نہایت مضبوط نظم کے ساتھ منتظم ہین - کیا کائنات کا کوئی ذرہ بھی قانون نظم سے باہر ہے؟ ہرگز نہین، ہو نہین سکتا - یہ نظم فطرت یہ سلسلہ انتظام قرآن مجید کے سوا اور کہین پایا نہین جاتا - حق بین آنکھین اس مطابقت سے کھل جاتی ہین، اور بدبین کو یہ سلسلہ بے سلسلہ ہی دکھائی دیتا ہے - وہ کلام الٰہی مین شکسپیر کا ڈراما اور سر والٹر اسکاٹ کے ناولون کا انسانی سلسلہ ڈھونڈھتے ہین، جسے نہ پاکر وہ اور حق سے دور جا پڑتے ہین یہ بھی اپنی فطرت کی الٹوانسی، اپنی اوطان کی ناسازی، اور اپنی غلط صحبتون کی بدجوانی سے مجبور ہین - یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا - بہتیرے اس سے گمراہ ہوتے اور بہتیرے اس سے ہدایت پاتے ہین - (البقر ۳) خدا کے قول وفعل مین ایسی ہین مطابقت بین دلیل اور کھلی شہادت ہے کہ انہ لتنزیل رب العلمین

(بے شبہ یہ قرآن مجید خداوند عالم کا نازل فرمودہ ہے - شعرا ۲۰)

غور و فکر کرنے والو! کائنات پر غور و فکر کرو تو کائنات تمھین ظہور صفات ہی نظر آئیگی اور صفات بھی مسبب بہ اسباب - ظہور صفات یہ کائنات ہے اور اوسکے مسبب یہ اسباب

ہونے کا قانون قانون فطرت۔ مگر سبب ظاہری سبب حقیقی نہین ہے۔ سبب ظاہر تو یہ ہے کہ مان باپ نے پیدا کیا مگر خالق حقیقی خدا ہے۔ بظاہر رزق تو زمین سے اوگی اور مختلف ذرایع واسباب سے ہم تک پہونچی مگر رزاق مطلق خدا ہی ہے۔ اسیطرح کلام الٰہی نے بھی زبان پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ اختیار کیا مگر اس سے وہ کلام رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ہوجائیگا، بلکہ اوس کلام پاک کا متکلم حقیقی بھی اور صفات کی طرح خدا ہی ہے خدا ہی بے شبہ قرآن مجید خدائے عالم ودانا کا نازل فرمودہ ہے تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم (جاثیہ ۱)

قرآن مجید کی حقانیت کے متعلق اور کچھ دیکھنا چاہو تو وہ دعوۃ الحق مین دیکھو جو منکرون کے مقابلہ مین لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا تخاطب چونکہ مسلمانون کی طرف ہے، اور مسلمانون کا ہر ایک فرقہ قرآن مجید کی حقانیت پر متفق ہے اسلئے اس کی حقانیت کی نسبت مجھے کچھ زیادہ لکھنا نہین ہے۔ یہ اتنا کچھ بھی اسلئے لکھا گیا کہ جو لوگ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہین وہ نقلی اور عقلی دلائل کو سنکر قرآن مجید کی عظمت وجلالت پہچانین، اور اپنے ایمان مین مستقل اور مستقیم ہون۔ اور وہ یہ نہ سمجھین کہ قرآن مجید کلام الٰہی کا درجہ کسی حیثیت سے حدیث وفقہ کے برابر ہے۔

استناد احکام کے لئے اول تو قرآن مجید تھا جسکی حقانیت وحقیقت کسیقدر مین نے بیان کردی کہ یہ کس درجہ قطعی ہے۔ دوسری چیز استناد احکام کے لئے حدیث ہے۔

حدیث

سیدنا ونبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پیغمبری مین جو اہل حضور تھے

وہ خوش نصیب تھے، خوش زیست تھے مانذ کرون کے محتاج نہ تھے، دل تڑپا اور پہونچے، آنکھیں بھی سینکیں، دل بھی ٹھنڈا کیا- بعد کے دور والے جو بچھڑے ہوئے تھے، اون کے دل محبوب کے تذکرون ہی مین بستے تھے، کیونکہ ان کے لئے پانیکی راہ نہ دیکھنے کا راستہ- اس طرح آپ کے تذکرے اور آپکی حدیثین یہان وہان شایع ہوتی رہتی تھین- تو جیسا تذکرون کا دستور ہے کہ جتنے منہ اوتنی باتین، اوسپر مبالغہ، جدت، رنگ آمیزیان حسب دستور زمانہ لازم- یہ باعث ہوا موضوعی حدیثون کے ذخیرون کا- محبت کی آنکھ رد و قدح کرتی ہی نہین، کیونکہ جوش محبت مین نہ درایت کی گنجایش ہوتی ہے- نہ ترازوے تحقیق پر تولنے کی ضرورت- محبت کا متوالا ہر باتکو تسلیم کرنیکو تیار رہتا ہے- یون غلط روایتون نے فتحیابی حاصل کی- مگر ان جو شراب محبت پیتے گئے، اور بدمست نہ ہوئے، جنہون نے آفتاب سے نظارہ بازی کی، اگر بجائے چکا چوند مین پڑنے کے اون کی آنکھین اور بھی روشن ہوگئین، وہ حقیقت کی تجلیون سے فیضیاب ہوئے-

تذکرون کا زمانہ جب غبار آلود ہوا، اور رطب و یابس کے انبار لگے، تو حق بینون کی آنکھین کھلین- پھر جو منظر سامنے آیا اوس سے اون کا ایمان کانپ گیا، اور دل لرز گیا، کہ یا اللہ یہ تو بری بنی، وہ جہان بتان مین لگے- اور حدیث کے جانچنے کے شرایط مقرر کئے، اور اون شرایط پر جانچنا شروع کیا- اون کی یہ غرض نہ تھی کہ نیا دین قایم کرین- قران مجید کی تفسیر لکھین- دین مین قران مجید سے فاضل کسی کتاب کا اضافہ کرین- یا اسلام مین فرقہ بندی قایم کرین- بلکہ اون کی غرض خالص یہ تھی کہ حدیثون مین تمیز پیدا ہو، موضوعی حدیثین جہانتک امکان کے اندر ہے چھٹ جائین، اور آئندہ وضع حدیث کا دروازہ بند ہو- جو کوششین اس کے متعلق اوہون نے کین، اس کی مثال دنیا مین کہین نہین مل سکتی- اونکی کوششین

تمام تر مشکور ہوئین ، اور وہ بوجہ خلوص نیت جس طرح عند اللہ ماجور ہوئے عند الخلایق بھی ویسے ہی محمود و مقبول ہوئے۔ پھر اس چھان بنان کے متعلق جو کچھ کیا گیا اور اسکے لئے جو اصطلاحین قایم کی گیئن وہ حسب ذیل ہین۔

حدیث کی تقسیم دو طرح پر کی گئی ہے۔ من حیث روایت، اور من حیث راوی۔

من حیث روایت تقسیم حسب ذیل ہے۔

اول۔ مرفوع۔ وہ حدیث ہے جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو، یا آپ کے روبرو دوسرون کا فعل جسکو آپنے منع نفرمایا ہو۔

اب اگر راویون کے نام مذکور ہون تو مسند ہے۔ اگر راویون کا سلسلہ لگاتار پہونچتا ہو تو متصل ہے۔ سلسلہ نہین پہونچتا تو منقطع ہے۔

دوم۔ موقوف۔ وہ قول و فعل ہے جو کسی صحابہ سے روایت کیا جائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہ ہو۔

من حیث سلسلہ یہ بھی مسند۔ متصل۔ اور منقطع کی قسمون مین منقسم ہے۔

سویم۔ مرسل۔ وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور ذکر صحابہ کا نہ کرے۔

من حیث سلسلہ یہ بھی مسند۔ متصل۔ اور منقطع کی قسمون مین منقسم ہے۔

موقوف اور مرسل مین علما کا اختلاف ہے کہ یہ معتبر اور قابل استدلال ہین یا نہین۔

چہارم۔ معلل۔ وہ حدیث ہے جو ظاہر مین تو عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو، مگر اسمین پوشیدہ سبب طعن پائے جاتے ہون۔

پنجم۔ مدرج۔ وہ حدیث ہے جس مین کسی راوی کا کلام درج ہو جائے، اور گمان یہ ہو کہ

یہ کلام بھی حدیث ہی ہے - یا دو متن دو اسناد سے مروی ہوں اور انکو ایک سند سے روایت کیا جائے -

ششم - روایت - وہ حدیث ہے جو یوں شروع کیجاتی ہے "یہ بیان کیا گیا ہے یا فلاں شخص نے یوں روایت کی ہے" -

ہفتم - موضوع - وہ حدیث ہے جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہو -

من حیث راوی حدیث کی تقسیم حسب ذیل ہے -

اول - صحیح - یہ وہ حدیث ہے جسکے راوی اول سے آخر تک پکے، دیندار، اور متقی ہوں - اور کبھی کسی قسم کی برائی کے ساتھ متہم نہ ہوئے ہوں - بلکہ تدین اور صدق مقال کے لئے مسلم اور مشہور رہے ہوں -

دوم - حسن - یہ وہ حدیث ہے جسکے راوی بلحاظ اوصاف حمیدہ اوس درجہ کے تو نہوں جو حدیث صحیح کے راوی ہیں، مگر باایں ہمہ وہ پرہیزگار و ثقہ ہوں - اور اوس حدیث کی اصلیت بھی غیر مشتبہ ہو -

سویم - ضعیف - یہ وہ حدیث ہے جسکے راوی بلحاظ اوصاف صحیح اور حسن دونوں سے گرے ہوئے ہوں -

چہارم - غریب - یہ وہ حدیث ہے جسکے راویوں میں سے کسی نے بھی بجز اس ایک حدیث کے اور کوئی حدیث روایت نہ کی ہو - جس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ فن حدیث میں کچھ بھی خبر نہیں رکھتا -

پنجم - مضطرب - وہ حدیث ہے جس میں روایت مختلف ہو - کوئی اس طرح روایت کرے کوئی اوس طرح -

ششم - منکر - اوس حدیث کو کہتے ہین جو کوئی ثقہ اور معتبر شخص لوگون کی روایت کے خلاف بیان کرے - اسیکو شاذ بھی کہتے ہین -

ہفتم - معلق - وہ حدیث ہے جسکے اسناد کے شروع مین سے ایک یا دو راوی چھوڑ دیئے جائین اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہین -

تدلیس حدیث مین اوس فعل کو کہتے ہین کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اوس سے ملاقات کی ہو یا اوس کا ہمعصر ہو مگر اوس سے اوس روایت کو سنا نہ ہو اور ایسے لفظون سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سنا ہوا کہتا ہے -

کوئی حدیث جسکی صحت اوس طرح ثابت کیجائے جس طرح اوپر بیان ہوا تاہم اوس مین یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کی روایت مفید یقین نہین ہو سکتی بلکہ افادۂ ظن کرتی ہے - اس شبہ کے سبب سے احادیث مستندہ کے بھی تین درجے قائم کئے گئے ہین - متواتر - مشہور - خبر احاد -

اول - متواتر - وہ حدیثین ہین جنکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر تمام صحابہ کبار اور علماء دین نے ہر ایک زمانہ مین پے در پے بالاتفاق صحیح و مستند تسلیم کر لیا ہو اور اون مین سے کسی نے بھی جرح و قدح نہ کی ہو - ہر زمانہ کے علما کا قول ہے کہ قرآن مجید ہی حد تواتر کو پہونچا ہوا ہے مگر بعض حدیثین بھی متواتر ہین اور اونکی تعداد پانچ سے متجاوز نہین -

دویم - مشہور - وہ حدیثین ہین جو متواتر کے درجہ تک تو نہ ہون مگر علما نے اون کو صحیح تسلیم کر لیا ہو اس باعث سے اونکی صحت بالعموم مسلم ہے اور بعض عقائد مذہبی بھی اون پر مبنی ہین اگرچہ روایتاً تنقیح و تنقید کے امتحان سے وہ بری نہین ہین -

سوم - خبر احاد - وہ حدیثین ہین جو مذکورہ بالا حدیثون سے کمتر درجہ کی ہین - علماء اسلام اس باب مین کہ ان پچھلی حدیثون پر عقیدہ مذہبی مبنی ہو سکتا ہے یا نہین مختلف الرائے ہین -

بہ اعتبار تفقہ فی الدین کے راویون کے مدارج یون قائم ہوئے

اول - جو بلحاظ علم و تفقہ زیادہ ممتاز اور قوی الحافظہ تھے وہ ائمہ حدیث کہلائے -

دویم - جو ان سے کمتر درجہ کے تھے اور جن سے شاذ و نادر غلطی کے سرزد ہونیکا احتمال تھا -

سویم - جنکے تدین اور صدق مقال مین کسی طرح کا شک و شبہ نہ تھا مگر اونہون نے مسائل مذہبی مین اختلاف کیا تھا ، اور وہ اتنے متعصب بھی نہ تھے کہ اعتدال سے منحرف ہون -

چہارم - جنکے حالات سے اچھی طرح آگاہی نہین -

پنجم - وہ جنہون نے مسائل مذہبی مین اختلاف کیا تھا -

ششم - وہ جنکا حافظہ قابل اعتبار نہ تھا - اور جنکی طبیعت مین شک و شبہ بڑہا ہوا تھا -

ہفتم - وہ جو جھوٹی حدیثین بنانے مین مشہور تھے -

علما نے آخر تین درجہ کے راویون کو مردود کیا ہے -

چونکہ حدیثین زمانۂ رسالت کے ڈیڑہ دو سو برس کے بعد جمع کی گئین ، اور اوسوقت جمع کی گئین جب ہزارون موضوعی حدیثین دودہ پانی کی طرح مل چکی تھین ، دودہ کو پانی سے جدا کرنیکی کوششین ، اور اس بار عظیم کے اوٹھانیکی خدمتین علماء متقدمین نے خالصاً لوجہ اللہ کی تھین ، اس لئے وہ مقبول ہوئین ، اور قوم نے اونکی کوششون کی ایسی قدر کی جسکی مثال ملنی دشوار ہے - خدا اونھین اونکی نیتون کا اجر دے ، اور اونکی خدمتون کو قبول فرمائے - مگر پھر بھی اختلافات احادیث کا جھگڑا نہ چکا - تو آخر مین علماء متاخرین نے اپنی ذہانت اور طباعی سے تطابق احادیث کی راہین نکالین ، اور امکانی شقوق سے کسی قدر کامیابی بھی حاصل کی - اونکی یہ کوششین بھی لوجہ اللہ تھین ، اور خلوص نیت کا اجر ضایع نہین جاتا ہمکو علی قدر مراتب دونون کا شکر گذار اور احسان مند ہونا چاہیئے جو دونون کا حق ہے -

جو کچھ حدیث کے متعلق کیا گیا مین نے اوسکو بیان کر دیا۔ اب جو کچھ حدیث کی تحقیق کے متعلق بیان کرنا ہے وہ اصل کتاب کے کسی نمبر مین بیان کیا جائیگا۔

تیسری چیز جو دین کا مسلک قرار دی گئی ہے وہ فقہ ہے۔

فقہ

جب اسلام پھیل گیا، اور اسلامی فتوحات پھیل گئے، تو ضرورت ہوئی ملکی قوانین کی، جسکے رو سے مقدمات فیصل کئے جائین۔ علمار اسلام نے کمال درجہ کوششین کین کہ ملکی فیصلے کہین دین کے خلاف نہ ہو جائین، بلکہ قرآن وحدیث کی کسی طرح کی نسبت کے ساتھ دئے جایا کرین۔ اس نے راہ کھولی اجماع وقیاس کی۔ یعنی ملکی فیصلون مین بہ استحفاظ دین وبہ استحفاظ حدود وا للہ عقل کی حمایت حاصل کرینگی۔ اس نے ایسی وسعت پیدا کی کہ چھوٹے بڑے سب کام اس مین سما جا سکین۔ خدا نے انکی کوششون کو بھی جو خالصاً لوجہ اللہ تھین مشکور کیا، قبول کیا۔ اور ان مقدس حضرات نے اک بڑے درجہ تک کامیابی حاصل کی۔ استخراج مسائل کے لئے اصول قائم کئے، جسے اصول فقہ کہا جاتا ہے۔ گویا احکام ملکی جو قرآن وحدیث سے حل سکے تو وہ تو نص ہی ہے۔ اس سے فاضل جو احکام دینے پڑے تو اونھین اجماع وقیاس کی ترازو پر تول کر، اور قواعد منطق کی پابندیون، اور فلسفہ کی غائر باریک بینیون کے ساتھ فقہ کو اس طرح مرتب کیا، جس کی مثال بھی ڈھونڈھے نہین ملنے کی۔ جن بزرگون نے یہ خدمت انجام دی وہ امام کہلائے۔ مسلمانون کو ان بزرگون کا بھی حد سے زیادہ شکر گذار ہونا چاہئے کہ ان کی خدمت بغایت اہم تھی۔ اور انہون نے اس خدمت کو خالصاً لوجہ اللہ انجام دیا۔ اور اس مین تا حد امکان کوششین کین۔ خدا انکی سعی کو ماجور ومشکور فرمائے۔

ہان یہ افسوس اور تعجب کی جگہ تو ہے کہ اختلافات جو ہوئے وہ تو ہونے تھے، مگر اختلافات نے فرقے بنا ڈالے۔ تو یہ بھی ہونے ہی تھے۔ کیونکہ ان بزرگون کے آگے اگر صرف قرآن مجید ہوتا جیسا کہ قرن اول مین تھا تو اختلافات اختلافات ہی رہتے، جیسا کہ قرن اول مین رہے۔ مگر یہ اوسوقت کھڑے ہوئے، جب حدیث کا ذخیرہ قریب قریب جمع ہو چکا تھا۔ پھر حدیثون کے اختلافات مدارج کے سبب ان کی خدمت اور اہم ہوگئی، اور موضوعی حدیثون کی کثرت اشاعت کے سبب اور اہم تر ہوگئی۔ جس کی کسیقدر حقیقت مقدمہ کے بعد اصل کتاب مین بیان ہوگی ان بزرگون نے اول قرآن مجید کو، پھر حدیث کو جس کا سلسلہ آنحضرت تک پہونچا تھا، پھر صحابہ کے اقوال و افعال کو جو کتابت مین آئے تھے، پھر تابعین کے اقوال افعال کو بھی جو کتابت مین آکر حدیث کے لقب سے ملقب ہوئے تھے، استنباط مسائل کے لئے ماخذ قرار دیا۔ اور جہان صریحًا اس سے عجز ہوا تو اجماع و قیاس سے کام لیا۔

فقہا و مجتہدین جنہون نے تفقہ کی راہ کھولی اور دین مین ظاہرًا یا باطنًا سمجھ پیدا کی، اور اوسکے ودلعیات سے قوم کو مستفیض کیا۔ اونھون نے ہدایت ربانی کی اس ایت کی تعمیل کی فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ط کیون نہ نکلا اون کے ہر فرقہ مین سے اک طائفہ کہ دین مین سمجھ پیدا کرے، اور وہ قوم کو ڈرائے جب ادھر متوجہ ہو تا کہ لوگ برائیون سے بچین۔ (توبہ ۱۵) انھون نے دین مین سمجھ پیدا کی، اور لوگون کو سمجھایا، دینی احکام بتائے یا ملکی احکام بتائے اور وہ قرآن مجید نہ سمجھنے والون کیلئے ہدایت کا باعث ہوئے، اور حصول دین کے لئے سہولت کا باعث۔ مگر افسوس ہے کہ دین کا دو ٹکڑہ کیا گیا حصہ باطنی صوفیون کے حوالہ ہوا۔ اور ظاہری فقہا کے۔

فقہا اپنے خلوص خدمت کے سبب خدائے ذوالجلال کے یہان ماجور ہین، اور انکی سعی مشکور ہے، ہمکو انکا شکر گذار ہونا چاہیئے جو انکی منزلت کے سزاوار ہے۔ اور انکی تعظیم و توقیر کرنی چاہیئے جو انکی شان کے شایان ہے

استناد احکام کیلئے قرآن و حدیث و فقہ جو تین چیزین تھین اونکی حقیقت مین نے بیان کر دی۔ جس سے ظاہر ہوگیا کہ باوجود کلمۂ ایمان مین ہر فرقہ کے متفق ہونیکے بھی اختلاف کی شاخین کہان سے پھوٹین، اور فرقہ بندی کی بنا کہان سے پڑی۔ حدیث سے اختلاف کی بنا پڑی، سنیونکی حدیث جدا، شیعون کی جدا ہوئی۔ پھر اختلافات احادیث نے سونے مین سہاگہ کا کام کیا۔ یہ اختلاف رفتہ رفتہ جھگڑے کے درجہ تک پہونچا۔ اس نے ہر فرقہ مین بھی فرقہ بندی قائم کی۔ فرقہ بندی کے تعصبات نے کتب خانے کھڑے کئے۔ اور قوم انہین جھگڑون مین اولجھ گئی۔ جب حدیث نے فرقہ بندی قائم کی، تو قرآن ماؤل بن گیا، اور فقہ جو تمام تر حدیث ہی کی شاخ ہے اوسنے ہر فرقہ کو خفیف خفیف اختلافون پر شاخ در شاخ کر دیا۔ اور قرآن مجید مجمل قرار پا کر کتاب اللہ وراء ظہورہم نظر انداز کیا گیا اور قوم اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم کی مورد بنی۔

اس فرقہ بندی کے تعصبات نے عمل متواتر کی قوت سے چشم پوشی کی جس کی منزلت اور قطعیت قرآن مجید کے بعد ہے۔ مین ایسی مہتم بالشان چیز کو جو استناد احکام کیلئے قرآن مجید کے بعد قوی تر دلیل و ثبوت ہے نظر انداز نہین کر سکتا۔

عمل متواتر

قرآن شریف جو کلام الہی اور وحی ما انزل ہے جسکی کچھ حقیقت بیان ہو چکی اور کچھ مسائل

حل طلب کے لئے ۳ مین بیان ہوگئی، اوسے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا، یاد کرادیا، لکھوادیا، تبلیغ کردیا، اور بحفاظت خداوندی ہماری ہدایت کے لئے چھوڑ گئے۔ خود آپ بھی بحکم لم یزل ولایزال اتباع قرآن مجید کے محکوم تھے تو کامل اتباع کی بھی۔ ایسی اتباع جسمین ذرہ برابر بھی نہ کہین فرق ہوا نہ اختلاف، نہ کمی نہ بیشی، پھر جس طرح آپ نے کیا، قوم اوسی طرح کرنے لگی، اور کرتی چلی آئی۔ جس عمل کا مختلف طرح پر کرنا جائز تھا، اور اوس کا انسان ہر طرح مجاز کیا گیا تھا، آپنے اوسے مختلف طرح پر کیا، اور آپکا ہر ایک طرح پر کرنا حق تھا۔ قوم بھی مختلف طرح پر کرتی چلی آئی، اگرچہ رفتہ رفتہ نفسانیت کے جھپیٹ مین آکر ایک ہی روش کی پابند، اپنی ہی روش کی دلدادہ، اور دوسرون پر معترض ہو بیٹھی۔ اس نے فرقہ بندی کا بازار گرم کیا۔ مگر قوم کا تیرہ سو برس سے مختلف طرز عمل مین شہادت آپ کے مجاز صورت کے طرز عمل کی ہر اطاعتاً اعمال قوم عمل متواتر ہے، جسکا درجہ قرآن مجید کے بعد ہے، جس کی عظمت کو اختلاف وتعصب کے سبب قوم نے نظرانداز کیا ہے۔ عمل متواتر قوال غیر متواتر سے ضرور قوی تر ہے قول صحت روایت، صحت راوی، اور درایت کا محتاج ہے، اور عمل بدرہت کا۔ مگر افسوس ہے کہ عمل متواتر کی قدر ومنزلت نہ کی گئی جو اوسکا حق تھا۔ میری مراد عمل دینی سے ہے جسکا تعلق قرآن مجید سے ہے۔ نہ رسومات وبدعات سے۔

یہان پر ایک خدشہ ہوتا ہے جس کا رفع کردینا ضرور ہے۔ وہ یہ کہ عمل متواتر جسے کہا جاتا ہے، یہ خود حدیث سے مستنبط ہے۔ اعمال قوم کی بنا حدیث ہے۔ اہل حدیث کا حدیث پر عمل ہے۔ اور اہل فقہ کا فقہ پر۔ مگر فقہ خود حدیث سے مستخرج ہے، اسلئے کل اہل اسلام چاہے کسی فرقے کے ہون، سب کا طرز عمل اپنی اپنی حدیث سے مستخرج ہے۔ اسلئے عمل متواتر باہمہ اختلاف جو پایا جاتا ہے یہ بہ اختلاف حدیث حدیث سے مستخرج ہے۔ اس لئے

عمل متواتر کوئی نئی چیز حدیث سے باہر نہ ہوئی، اور اس لئے حدیث کے ہوتے اور کسی چیز کی سند نہین

یہ خورشید اک دعوی کا ہے امیرے نزدیک ایسا نہین ہے کہ اعمال قوم حدیث سے مستخرج ہین اگرچہ اعمال قوم کی سند مین وہ پیش بھی کی جائین - کیونکہ قوم کے اعمال دین اجتماع حدیث سے ڈیڑھ دو صدی پیشتر سے تھے - حدیث اک مدت کے بعد جمع ہوئی - ان مین بھی جو منسوب بہ رسول نہین صلی اللہ علیہ وسلم وہ اعمال صحابہ اور اعمال قوم کی بہ سند و نسبت رسالت تاریخ ہے - اعمال و اقوال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا اعمال و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سنکر یا دیکھکر یا پوچھکر جمع کرنے والون نے جمع کردیا، اور اپنے اپنے شرایط کے ساتھ تنقیح و تنقید کرکے اونھین لکھ ڈالا مگر عملاً قوم جس جس طرح کرتی چلی آتی تھی چلی آتی ہے - امتداد زمانہ کی تاثیر سے کہین کہین مخالف ہوجانا یہانتک کہ قرآن مجید کے بھی مخالف ہوجانا فطرتی رفتار ہے جو ہونا ضرور ہے - فقہائے شریعت نے ملکی اور تمدنی فیصلہ کیلئے جو دین یعنی قرآن مجید سے فاصل دینے پڑے اخبار و تاریخ کو سند قرار دیکر فقہ کی بنا قائم کی - متاخرین نے اخبار و فقہ کو ہی دین قرار دیدیا - بلکہ قرآن مجید کا نعم البدل کیونکہ یہ ناکافی و مجمل ٹھہرا، اور وہ کافی اور مفصل - ایسا تو کبھی نہین ہوا کہ کسی نے نماز و روزہ یا اور ارکان قرآنی اپنے اعمال باطل کرکے حدیث و فقہ سے قائم کیا ہو، اور اوسکی منادی کرادی ہو - بلکہ اعمال قوم مین قائم تھے، اور دین کے سارے اعمال جاری تھے عملاً متواتراً - اعمال قوم اجتماع حدیث سے قدیم ہین، اس لئے حدیث اون اعمال سے قایم کی گئی، نہ اعمال قوم کتب احادیث سے قایم ہوئے - حدیث اعمالی قوم کی از روئے تاریخ مشاہد ہے کہ حدیث جمع کرتے وقت قوم کا طرز عمل کس کس طرح پر تھا - اسکی کوئی شہادت نہین کہ قوم نے عمل متواتر باطل کرکے حدیث کے مطابق عمل قائم کیا ہو - اسلئے جو اعمال دینی یا قرآنی تمام

دنیا مین پائے جاتے ہین باہمہ اختلافات خفیفہ روایتون سے مقدم ہین۔ یہ عمل متواتر قول غیر متواتر سے جس کا خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی اہتمام نہ فرمایا، اور گویا نظرانداز کیا ضرور ارفع ہے۔

حدیث کی بنا بھی سمجھو تو یہی عمل متواتر ہے۔ کیونکہ مرفوع حدیثین مسند ہون یا متصل بس یہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلسلۂ نسبت رکھتی ہین تو اصل حدیث یہی، بشرطیکہ صحیح و حسن بھی ہو۔ باقی حدیثین اُحاد ہین تو اشتباہی حالت مین ہین۔ متواتر ہین تو الشاذ کالمعدوم ہان مشہور حدیثین ہین جو عمل متواتر ہی کی کتابت ہے۔ مگر عمل متواتر سے فروتر۔ سلئے، کہ کتابت کی وجہ سے، اور کتابت کے بہت زمانہ بعد ہونیکی وجہ سے، یہ محتاج ہوگئین روایت اور راوی کی صحت کی جانچ کی۔

میری سند عمل متواتر کی نسبت قرآن مجید سے یہ ہے۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم جو کوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اسکے بعد کہ اوسکو قرآن مجید مل چکا ہو مخالفت کرے، اور وہ مسلمانون کی راہ کے سوا دوسری راہ پر چلے، تو جس راہ وہ چلا اوسی راہ پر ہم اوسکو لیجائینگے اور اوسے جہنم مین ڈھکیل دینگے۔ (النساء ۱۱۵) یہی سبیل المومنین کو مین نے عمل متواتر کہا ہے۔ مومنین کا لفظ عام ہے تو اسکو خاص کیون کرو۔ کسی زمانہ سے یہ مقید نہین تو اسے مقید کیون کرو۔ اگر مومنین کے طریقون مین اختلاف ہو تو چونکہ وہ اختلاف مجاز مین ہے، اسلئے باہمہ اختلاف وہ سبیل المومنین ہے۔ اور یہ سبیل المومنین یعنی عمل متواتر جو آجتک عمل متواتر ہے اجتماع حدیث سے پہلے ہے۔ قرآن مجید نازل ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے برت کر دکھا دیا، اوسی طرح مومنون نے بھی عمل کیا اور وہی عمل

آجتک لوگ کرتے چلے آرہے ہین بس وہی عمل متواتر ہے۔

مین نے یہ دکھایا کہ باوجودیکہ مسلمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور متفق تھے، پھر بھی فرقہ بندی کس طرح قائم ہوئی اور وحدت کیش اسلام ٹولیون مین کس طرح تقسیم ہوگیا۔ مگر اس فرقہ بندی کے وجوہات کچھ ہی ہون فیصلہ طلب یہ ہے کہ اتنے اختلافات کا جھگڑا جس مین نفسانیت اور تعصب نے بھی پورا پورا حصہ لیا ہو کیونکر چکایا جائے۔ اور اس کا استحقاق کسکو ہے کہ ان جھگڑون مین حَکَم ہو۔

حَکَم

مین کچھ بھی تقریر کرون، تو وہ یا تو کسی کے موافق ہوگی یا مخالف۔ وہ حق ہوگی یا ناحق۔ پھر حق و ناحق کا فیصلہ کون کرے؟ تو اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید۔

ایسی صورت مین کہ قرآن مجید کی حقانیت اور قطعیت عقیدتاً اور عقلاً ثابت ہوچکی، اور یہ سارے فرق اسلامیہ مین مسلم ہے۔ ایسی صورت مین کہ وہ طالب حق جسے **دعوۃ الحق** مین اسلام کی دعوت دی گئی اور وہ ادیان مشہورہ مین سے اسلام کے آگے سر جھکا کر مسلمان ہوچکا ہے، اور قرآن مجید پر وہ بھی ایمان لایا ہے۔ ایسی صورت مین کہ قرآن مجید کلام الہی ہے، جس پر مسلمانون کے ہر فرقہ کا ایمان ہے۔ قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب کوئی قانون یہ حیثیت نہین رکھتا کہ میری تقریر کے لئے کیا بلکہ اسلامی مذاہب کے جھگڑون مین حَکَم ہو۔ قرآن مجید ہی سارے فرقون کا متفق علیہ ہے، قرآن مجید ہی پر ایمان کا دارومدار ہے، قرآن مجید ہی حق و باطل کی ترازو خدا کیطرف سے بندون کو عنایت ہوئی ہے، قرآن مجید ہی عقل سلیم کیلئے بھی کسوٹی ہے اور فہم رسا کیلئے بھی معیار۔ بس اسی کسوٹی پر میری تقریر کو

کسو، اور اسی ترازو پر سارے اسلامی فرقون کو تولو۔ قرآن مجید ہی کا فیصلہ خدائی فیصلہ ہوگا۔ اسلئے اسی ترازو پر موجودہ اسلام کو مجھے تولنا ہے، اور اسی لئے اس کتاب کی بنا قرآن مجید کے سوا اور کسی کتاب پر نہ ہوگی۔

بدبین کو بہتان باندھنے، غلط کہدینے، بمقابلہ قرآن مجید علما کی رائین پیش کر دینے، یا اون کی سطوت وجلالت دکھلانے، یا بیہودہ علم وجہالت کے جائزہ لینے کا حق حاصل نہین ہے، یہ ناحق ہوگا۔ ہان اوس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ صریح قرآن مجید کے خلاف بتادے، دکھادے، یا ثابت کردے، یا وہ یہ دکھادے کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہی نہین، یا اوس آیت کے یہ معنی ہی نہین، اگر قرآن مجید کے خلاف چوک یا جہالت سے قرآن کے معنی بیان کرنے مین مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، تو مین متنبہ ہون گا، تائب ہون گا، اور اس صورت مین قرآن مجید کا فیصلہ میرے خلاف ہوگا۔ مگر قرآن مجید کو مرادی معنون سے اور لوگونکی رایون سے جکڑو نہین کہ اوسکی قطعیت ہی کھو جاے۔ اور اگر مین نے غلطی نہین کی ہے جسکی مجھے خدا کی مہربانی سے کامل امید ہے، تو یہ خدائی پکار ہے جو آج یا کل گونج کر رہیگی۔

اے خدا! تو علیم ہے کہ تیرے اسلام کی خدمت کے لئے، تیری رضاجوئی کی نیت سے، تیری ہدایت کے مطابق، اپنی بساط سے باہر کھڑا ہوا ہون، اور نفس وشیطان سے پناہ مانگتا ہون، تیرے حضور مین پناہ لینے آیا ہون، اور تیری کتاب کے دامن مین آکے چھپا ہون، تو اپنی پناہ دے، رہنمائی کر، اعانت کر، ہمت دے، اخلاص دے، اور اپنی مرضی پوری کر، تیری مرضی پوری ہو، مجھپر اعتراض ہوا کرے۔ اے خدا! دنیا مین اپنا دین خالص پھیلادے کہ الا للہ الدین الخالص جس مین شرکت کی ذری باس نہ ہو اور مسلمانون کو واخلصوا دینھم للہ کا پیرو بنادے آمین آمین آمین

چونکہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ قران مجید ہی کیون محکم ہو، اور کتب سماوی بھی تو ایمان مین داخل ہین وہ بھی کیون محکم نہ ہون۔ اسلئے ضرورت ہے کہ مین کتب سماوی کی نسبت بھی گرچہ یہ میرے موضوع سے الگ ہو جاتا ہے کچھ نہ کچھ ضرور بیان کرون۔

تاریخانہ تحقیقت کتب سماوی

کتب سماوی مین قرآن مجید بھی داخل ہے، تو قران مجید کے متعلق متفرق حیثیتون سے بیان بھی کیا گیا ہے، اور بیان کیا جائیگا بھی۔ قران مجید کے سوا اور کتب سماوی پر مین از روے تاریخ توجہ کرنی چاہتا ہون، کہ ہر قوم اپنے مذہب کیلئے جس آسمانی کتاب کی مدعی ہے، اوس کی وہ خود تاریخانہ کیا سند رکھتی ہے۔

دنیا مین جتنی قومین ہین، رسول سب مین آئے، کتابین بھی سب مین آئین۔ اسی لئے ہر قوم اپنے یہان کتاب الہی کی مدعی ہے۔ مگر ساری قومون کی کتابون کی تحقیق، وہ بھی مورخانہ تحقیق، دشوار کیا محالات سے ہے۔ اسلئے مین انبیا بنی اسرائیل کی کتابون کی متعلق جتنا کچھ تاریخانہ بیان ملسکتا ہے لکھون گا، اور اسکے بعد قرآن مجید سے دکھاؤنگا کہ موجودہ کتب بنی اسرائیل کے متعلق خدا نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ تاہم کتب بنی اسرائیل کے سوا اور کتابون کی نسبت بھی تاریخانہ نہین تو کسیقدر عقلاً و درایتاً بھی بیان کر دینا ضرور ہے کہ یہ بحث موضوع کے اندر آگیا ہے۔

ساری بڑی بڑی قومین اپنے یہان کتب سماوی کی مدعی ہین۔ ہندو وید کو کتاب الہی کہتے ہین، ازردشت ژندوستے کو، اور صابی سدرہ ربا کو۔ اس مین شک نہین کہ ہر قوم مین رسول آئے تو رسالت بھی پہونچائی، اور کتاب الٰہی بھی ضرور لائے۔ اسلئے ان قوموںمین

کتاب الہی تو ضرور نازل ہوئی، اس مین کلام نہین۔ کلام اس مین ہے کہ یہ کتابین جس کے وہ من اللہ ہونیکے مدعی ہین، وہی منزلہ من اللہ ہین، یا امتداد زمانہ سے وہ کتابین محو ہوتی گئین، اور اون کی جگہ انسانی کتابنے لے لی، کیونکہ اون مین اختلافات ہین، اور سنتہ اللہ یوہی دیکھی جارہی ہے کہ جب کتابین محو ہوئین، تو پھر نئی کتاب اگلی کتابونکی مصداق نازل ہوئی ہے۔ اس کا واضح بیان مقدمہ کے بعد اصل کتاب مین آئیگا۔

تحقیقات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اون کتابون مین سے خود کسی کتاب کا یہ دعوی نہین ہے کہ ہم منزل من اللہ ہین، پھر اون کے ماننے والون کا یہ دعوی خلاف اونکی کتاب کے بھی ہے، اور مدعی سست اور گواہ چست کا مضمون ہے۔ دوسرے ان کتابون مین شرک اور ما سوا کی پوجا کی بھی تعلیم ہے جو کتاب الہی کے شان کے خلاف ہے، اور جس کا نزول تحصیل حاصل ہوجاتا ہے، اور لغو وبیکار۔ بہرحال چونکہ ان کتابون کی نسبت خدا نے ہکو صریحاً نہین بتلایا کہ یہ بھی منزل ہین اس لئے اس بحث مین میرا روئے سخن اون کتابون کی طرف نہین ہے۔ اون کتابون سے اسوقت ہمین کچھہ مطلب نہین، نہ انکی نسبت یہ ثابت کرنیکی ضرورت ہے کہ یہ کتاب اللہ نہین ہین، یا ہین، تو ضایع شدہ، برباد شدہ، اور سراپا محرف ہین، یا کتاب اللہ کی جگہ یہ انسانی کتابین ہین جن مین کچھہ کچھہ خدائی ہدایتین بگڑ بدل کر رہگئی ہین۔

ہان بنی اسرائیل کی نسبت خدا نے بصراحت بتایا ہے کہ انہین کون کون سی کتابین دی گئی تھین۔ مگر آج سب کا وجود بکمالہ پایا نہین جاتا۔ شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ اور نبیون پر جیسا کہ کہا جاتا ہے مضمون نازل ہوتا تھا، اور الفاظ انسانی ہوتے تھے، اگر وہ عبارت اور کلام خدائی ہوتا تو وہ نہ محو ہوتا، نہ اوس مین تبدل اور تحریف ہوتی۔ بہرکیف جن کتابون کے نام بتائے نہ گئے، وہ زیر بحث نہین، اور جن کتابون کے نام بتائے گئے ہین

زیر بحث ہین، یعنی توریت وانجیل۔ توریت مین اور کتابون کے وہ ناتمام ٹکڑے بھی داخل ہین جنکو کتاب الہی یا دین الہی کہنا بھی مشکل ہے۔

توریت وانجیل کی تاریخ کے متعلق خود ان کے ماننے والون کی تحقیق زیادہ معتبر ہوسکتی ہی، جس سے اون کو بھی انکار نہین ہوسکتا۔ مگر اس کا ذخیرہ ہم ہندوستانیون کو ملسکتا ہی تو انگریزی ہی زبان مین، اور مین اوس سے ناواقف ،نہ مین علماء مصر سے ہون جو یورپین زبانین بھی جانتے ہین، نہ میرے پاس سرسید کے سے ذرایع کہ مین انگریزی دانون سے اسکے حاصل کرنیکا سامان بہم پہونچا سکون۔ اسلئے بجز اسکے چارہ نہین کہ مین دوسرون کی تحقیقات پر قناعت کرون، اور اس مضمون کے متعلق اپنی تحقیق کی بنا دوسرون کی تحقیق کے حوالہ کرون۔ اسلئے میری مورخانہ تحقیق کی بنا تبیین الکلام تفسیر تورات وانجیل مصنفہ سرسید پر ہے۔ گرچہ اس تاریخانہ بیان سے سرسید نے جو نتیجہ نکالا ہے، مین نے اوس سے اختلاف کیا ہے کہ وہ صریح تاریخ کے خلاف مبنی بر عقیدت ہے۔ تاریخ موجود ہے جو کسی کے حصہ کی چیز نہین اس تفسیر مین سید نے اوسکی تاریخ کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے، لیکن مین اختصار کو راہ دونگا۔ تفصیل جسے دیکھنی ہو وہ تبیین الکلام دیکھئے۔ اس کتاب مین سرسید نے موجودہ توریت وانجیل کو منزل مانا ہے مگر یہ اون کے بیان کردہ واقعات تاریخی کے خلاف ہے اور قرآن مجید کے بھی خلاف جسے مین واضح کرونگا۔ اور یہ دیکھا دونگا کہ یہ توریت وانجیل وہ منزل توریت وانجیل نہین ہے بلکہ حدیث ہے وہ بھی بے درایت اور بے روایت اور بے تحقیق روایت۔ گویا ملفوظات بزرگان دین۔

توریت

احکام عشرہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو لوح مین مکتوب ملے تھے۔ باقی ساری توریت

وحی و الہام تھی، جسکو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خود لکھا تھا۔ یہ خود توریت سے منکشف ہے (دیکھو کتاب پیدائش) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے توریت لکھکر خدا کے عہد کے صندوق کے پہلو مین تابوت سکینہ کے ساتھ قبۃ الضمان مین رکھی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے جب بیت المقدس تعمیر کیا تو اونھون نے توریت کو معہ اور قدیم کتب سماوی کے، اور معہ اور تبرکات کے، بیت المقدس مین رکھا۔

بخت نصر مذہب یہود کا سخت دشمن تھا۔ اسنے بیت المقدس کو فتح کیا اور اوسکو جلا دیا۔ توریت اور سارے تبرکات بیت المقدس کے ساتھ جلکر برباد ہوگئے۔

پھر حضرت عزیر نے توریت کو بذریعہ الہام لکھا کیونکہ وہ پیغمبر تھے۔

میرے نزدیک یہ تحقیق طلب ہے کہ حضرت عزیر کوئی پیغمبر تھے یا احبار و رہبان مین سے تھے۔ جبتک خود خدا کسیکی پیغمبری کی شہادت نہ دے اوسکی پیغمبری کیونکر مسلم ہوسکتی ہے۔ مذہب تاریخ کے اس بیان کی تردید کرتا ہے، اور اسلئے حضرت عزیر کو پیغمبر تسلیم کرنا شرک فی النبوت کے خطرہ مین ڈالتا ہے۔ خدا فرماتا ہے وقالت الیھود عزیر ابن اللہ، وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ ط ذالک قولھم بافواھھم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انی یوفکون ہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم ط۔ یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے، یہ اون کی مُنہ بولی باتین ہین۔ اگلے کافرون کے کہنے کی یہ ریس کرنے لگے ہین، اللہ انکو غارت کرے، یہ کہان سے پھرے جارہے ہین انہون نے خدا کو چھوڑ کر علما و مشایخ کو معبود بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ (توبہ ۱۱)

حضرت عزیر علیہ السّلام کا نام سارے قران مجید مین یہی ایک جگہ تو آیا ہے، اور یہان پیغمبری کا کہین ذکر نہین، بلکہ خدا نے تو یہ فرمادیا کہ حضرت عزیر احبار و رہبان مین سے تھے۔ کیونکہ یہود

و نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا کہا اور خدا کو چھوڑ کر احبار و رہبان
اور حضرت مسیح کو معبود بنا لیا۔ تو حضرت عزیر کی جگہ خدا نے احبار و رہبان فرمایا۔ اس سے صاف
کھل گیا کہ حضرت عزیر پیغمبر نہ تھے بلکہ احبار و رہبان مین سے تھے۔ اسی لئے تاریخ نے بھی یہی کہا کہ
حضرت عزیر نے توریت کو بذریعہ وحی نہین بلکہ بذریعہ الہام لکھا۔ یعنی وہ مایوحی اور ما انزل اللہ
نہ رہی بلکہ ملہم من اللہ رہی۔ احبار و رہبان یعنی علما و فقرا کو الہام ہوتا ہے اور الہام چونکہ وحی
بالرسالت نہین ہوتا، اسلئے اس مین شیطان کی راہ بھی بند نہین ہوتی۔ جیسا کہ آئندہ مضامین
حل طلب کے نمبر ۲ مین وحی اور الہام کی حقیقت آشکارا کی جائیگی۔ اسکے سوا خدا نے کہین بھی
یہ نہین فرمایا کہ توریت کا نزول دو دفعہ ہوا، اور دو پیغمبرون پر۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السّلام
پر، اور دوسری دفعہ حضرت عزیر علیہ السّلام پر۔ نہ قرآن مجید مین فرمایا، نہ توریت و انجیل مین۔
بلکہ ہر جگہ توریت کا نزول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہی فرمایا گیا ہے۔ اسکے سوا یہ سنۃ اللہ کے
بھی خلاف ہے کہ ایک ہی نام کی کتاب کا نزول دو دفعہ دو پیغمبرون پر ہوا ہو۔ یون حضرت
عزیر کو بلا بینہ رب پیغمبر مان لو جیسا کہ حضرت خواجہ خضر کو پیغمبر مانتے ہو تو ایسے ماننے نہ ماننے
کا تمھین اختیار ہے۔ از مصنف)

اینٹی ڈوکس ایپی فینس نے دوبارہ بیت المقدس کو تاراج کیا اور حضرت
عزیر کی لکھی ہوئی توریت بھی برباد ہو گئی (تو اس سے کیا ہوا عقیدت کی کرامت بَنی اور توریت
پیدا کرکے چھوڑیگی — از مصنف)

وس میکبیس نے بیت المقدس کو پھر آباد کیا، اور ایک نسخہ توریت کا منجملہ اور سامان کے
پھر مہیا کیا۔ گرچہ اس کا کوئی قطعی ثبوت نہین ہے کہ یہ نسخہ کہان سے اور کس سند سے مہیا
کیا گیا، اس کی صحت کی نسبت کچھ معلوم نہین ہے۔ اگر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی صحیح نسخہ تھا۔

یہ نسخہ روم کبیر مین گیا اور شاہی محل مین رکھا گیا۔

واقعات کا یہ حال اور اسناد کا یہ رنگ۔ ان اسناد و واقعات سے توریت کو منزلہ توریت یقین کرو تو کرو۔ خود توریت اوٹھا کر دیکھو اور مفصلہ ذیل باتون پر بھی دھیان کرو۔

ملہ توریت مین حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف کوئی ضمیر متکلم کی نہین ہے کہ یہ اوس قول کے قائل ہون۔ مخاطب کی ضمیر بھی نہین ہے کہ اون سے خدا قائل ہو۔ بلکہ تمام غائب کی ضمیر ہے تا کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ کہا، یا خدا نے حضرت موسیٰ سے یہ کہا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا لکھنے والا تیسرا ہے۔

ملہ توریت مین بعض ایسے نام اور ایسے حالات درج ہین جنکا وقوع حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بہت دنون بعد کو ہوا ہے۔ مثلاً حیلوون۔ بنی اسرائیل نے بعد فتح فلسطین کا نام حیلوون رکھا تھا۔ اسلئے یہ توریت بعد فتح فلسطین لکھی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے کہین بعد۔

ملہ توریت مین برج عیذر کا ذکر ہے۔ یہ اوس منارہ کا نام ہے جو یروشلم کے دروازہ پر تھا۔ یعنی توریت بعد تعمیر یروشلم لکھی گئی۔ اور یروشلم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے کہین بعد تعمیر ہوا تھا۔

ملہ بنی اسرائیل مین چند بادشاہ ہو چکنے بعد توریت لکھی گئی کیونکہ ان کا ذکر توریت مین ہر کتاب استثنار باب ۳۴ مین حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات اور اونکی قبر کا حال مذکور ہے اسلئے یہ توریت وہ منزل توریت نہین جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی تھی۔ بلکہ یہ اونکی وفات کے بعد لکھی گئی ہے۔

انجیل

وہ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی تھی اوسکا تو وجود ہی نہین رہا۔ موجودہ

اناجیل نہ ایک کی تصنیف ہین نہ ایک دوسرے سے متفق۔ نہ بکلام خدا ہین نہ بکلام پیغمبر بلکہ مصنفہ فلان ابن فلان ہین جنکو اخبار و حدیث یا ملفوظات کہو تو کہہ سکتے ہو وہ بھی بے اسناد روایت اور بے تحقیق درایت۔

انجیل ایک ہو تو کچھ کہا جائے۔ یہان تو انجیلون کا ڈھیر ہے۔ انجیل ولادت مریم۔ انجیل طفولیت جو متی نے لکھی۔ یوحنا نے لکھی۔ مرقس نے لکھی۔ بہتری انجیلین بہتیرون نے لکھین۔ ساری انجیلونکو اوٹھا کر دیکھو تو توحید باری کی تعلیم گویا ندارد۔ ایمان باللہ کی ہدایت گویا مفقود۔ ہان ایمان بالرسالت جو ترقی کرکے ایمان بہ الوہیت مسیح مین ڈھلا ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ آسمانی بادشاہت بلا خداوندی کا سہرکار کے اسی پر منحصر ہے۔ بجائے تعلیم توحید و اصلاح روحانیات و ہدایات امور دین کے اونکین کرسی نامہ ہے اجو بے ضرورت ہے۔ اور باوجود اس دعوی کے کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہین کرسی نامہ بے واسطہ خدا تک نہین پہونچایا جاتا اور وہ اولاد حضرت ابراہیم خلیل اللہ تسلیم کئے جاتے ہین۔ اس کے سوا ساری کتاب گویا قصون اور افسانون سے بھری ہوئی ہے جس سے سوائے معجزے کے نہ کوئی عملی اخلاقی ہی تعلیم ملتی ہے نہ روحانی ہی۔ کوڑھی چنگے ہوئے۔ اندھون کو آنکھ ملی۔ بیمار شفایاب ہوئے۔ مردے زندہ ہوئے۔ اور دیکھو یون ہوا یون ہوا۔ گویا انجیل صرف حضرت مسیح کی قصیدہ کی کتاب ہے جو نثر مین ہے۔ اور یہ سارا کچھ بے فائدہ کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد تو خلق اللہ ان نعمتون اور الوہیت کی ان قدرتون کی دید سے تو ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئی۔ جنکو یہ نعمت ملی تھی، اونکو ملی تھی، اونکو مبارک، وہ تو دیکھتے ہی تھے۔ اور پچھلونکی محرومی دور نہین ہو سکتی۔ کہ یہ ایسی قدرت کا ظہور اب کبھی دیکھ ہی نہین سکتے۔ پھر خدا کو ان قصون سے جن مین نہ اخلاقی تعلیم نہ کسی طرح کی نفع بخش تعلیم مل سکتی ہے انجیل کو بھر دینے سے کیا غرض تھی۔ اوسپر ہدایات ہین تو خلاف فطرت ناقابل تعمیل۔ اوس پر طرفہ تر یہ کہ تصدیق

توریت کا دعوی بھی کہ ہم توریت کا ایک نقطہ مٹانے نہین آئے ہین، اور لگے ہاتھون اسکی تکذیب بھی، کہ اگلون نے یہ کہا، پر مین یہ کہتا ہون۔ کیا خدا کی منزلہ کتاب ایسی ہی ہوتی ہے، یا ایسی ہی ہونی چاہئے۔ اور کیا ایسی کتاب شان پیغمبری سے بعید نہین ہے۔ پھر کسطرح یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی لائی ہوئی انجیل تسلیم ہو سکتی ہے۔

اعمال حوارئین۔ پال کے خطوط۔ رومیون کو۔ کرنتھون کو۔ کلدانیون کو۔ افسیون کو۔ فلپیون کو۔ کلسیون کو اور علی ہذا بہتیرون کو۔ پیٹر کے خطوط۔ یوحنا کے خطوط۔ یہوواہ کے خطوط۔ یعقوب کا خط۔ یہ سب انجیل ہین اور انجیل منزل۔ خدا کی شان۔ کیا حضرت عیسی علیہ السلام حواریون اور اولیاؤن کے خطوط کی ملاحظہ خوانی کے لئے تشریف لائے تھے اگر ایسا نہین ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام ان خطوط کے ذمہ وار نہین ہین تو کسی طرح یہ جزو انجیل بھی نہین ہین۔

مشاہدات یوحنا و پترس۔ کتاب مریم معجزات مسیح ہین۔ کتاب سوالات صغیر و کبیر مریم۔ کتاب نسل مریم۔ کتاب عقیدت حواریان۔ تعلیم حواریان۔ کتاب مباحثہ پترس۔ کتاب قیاس پترس۔ کتاب خانہ بدوشی یوحنا و پترس۔ یوحنا کے نامے۔ پال کے نامے۔ علی ہذا مختلف لوگون کے مختلف نام سے۔ پال کی کتاب سانپ کے منتر کی۔ افسوس ہے کہ یہ کتابین انجیل مین داخل ہوگئ معلوم نہین کس عقل سے انجیل منزل سمجھی گئین۔ پھر منتر کی کتاب انجیل مین داخل کر کے پیغمبر قل اعوذ کے بنائے گئے ہین۔ خدا کی شان۔ اور اسکو مانتے وہ ہین جو عقلائے زمانہ ہین روشنی کے آفتاب۔ تعصب کی ناپاکی سے پاک اور حد درجہ آزاد خیال ہین۔ خدا کی قدرت۔

ان کے سوا چند کتابین اور ہین جو حضرت عیسی علیہ السلام سے منسوب ہین کہ انکو خود حضرت عیسی علیہ السلام نے لکھا تھا وہ یہ ہین ۱ نامہ ایبگارس ۲ نامہ بنام پٹر و پال ۳ وعظ اور

تمثیلون کی کتاب ۱۴ کتاب مناجات مسیح ۱۵ کتاب سحر کی ۱۶ کتاب پیدائش مسیح و مریم ۱۷ نامے جو آسمان پر سے گرے ۱۸ نامہ مسیح جو مینی کیس نے پیدا کیا۔ یہ کتابین انجیل مقدس سمجھی گئین اور خدا کی نازل فرمودہ۔ خدا کی شان۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام تو سحر کو توڑین اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سحر کی کتاب تصنیف کرین۔ کتاب سحر کی پیغمبر خدا کے ساتھ منسوب کرکے کس بے باکی سے پیغمبر کو ساحر بنایا گیا ہے۔

یہ مختصر سا خلاصہ انجیل کا ہے۔ موجودہ انجیل ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی لکھی یا لکھوائی ہوئی نہین ہے۔ حواریون یعنی صحابہ کی ہو تو ہو۔ مگر حواری پیغمبر نہ تھے۔ وہ بھی تو حواری ہی تھے جو پیغمبر پر گواہی دینے اور اونکو سولی دلانے چلے تھے۔ اور ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ دس پیغمبر اور مبعوث نہ ہوے تھے۔

موشیم صاحب اپنی تاریخ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ع صدی اول۔ حصہ دویم باب دویم کے صفحہ ۳۶ مین ارقام فرماتے ہین "چونکہ غلط انجیلین تصنیف ہو ہو کر پاک پیغمبر کے نام موسوم ہوئی تھین اسلئے ضرورت پڑی انجیل کے ایک نسخہ مین جمع کرنیکی۔ پھر تلاش سے اتنی انجیلین ملین جسکی انتہا نہین۔ اور عبارت مین اختلاف اور کمی اور بیشی کا اسقدر وجود پایا گیا جسکی حد نہین اسلئے بمجبوری عبارت کی صحت اور اوس مین کمی بیشی کی گئی۔ اور محض شخصی قیاس سے کہنہ و جدید کا لقب دیا گیا" (افسوس ہے کہ ایسی کتاب منزل من اللہ تسلیم ہوئی)

انجیل کی نسبت تاریخ کی ورق گردانی کرو تو اختلافات کی حد نہ ملیگی۔ کسی انجیل کو لو۔ کوئی اوسکو دوسری صدی کی تصنیف کہتا ہے کوئی تیسری، چوتھی، پانچوین، ساتوین، آٹھوین، دسوین، اور بارھوین کی۔ محققون کی تحقیق بھی متفق نہ ہو سکی۔ کسی نے کہا فلان انجیل مین فلان حصہ نہین ہے۔ کسی نے کہا فلان فلان انجیل مین فلان فلان حصہ کا اضافہ ہے۔ تاریخ

اوٹھاکر دیکھو ان قصوں کا طومار ہے۔ مین مفصل سندات کے ساتھ لکھتا اگر میرا یہ موضوع ہوتا تفصیل دیکھنی ہو تو تبیئن الکلام دیکھو۔

ھارمان صاحب لکھتے ہین کہ عہد جدید کے وہ اصلی نسخے جنکو خود حواریون نے لکھا تھا، یا اون شخصون نے جنکا لکھا ہوا اون کی نظر سے گذرا مدت سے معدوم ہو گئے ہین۔ اون کے بارے مین کوئی تاریخی اطلاع ہے نہین۔

بہتیری انجیلین نقل ہوئین۔ اون مین عبارت کی کمی، عبارت کا چھوڑنا، عبارت کا لپنے حسب حال بدلنا، عبارت کا اضافہ ہونا (یعنی تحریف کی کل صورتون کا واقع ہونا) تاریخ ان سب باتون کی شاہد ہے۔

اسلئے ضرورت تھی چھان بنان کی۔ علماء عیسائی نے ان کی جانچ کے چھ اصول قرار دئے ہین ۱ قلمی نسخے ۲ قدیم اور چھپے ہوئے نسخے ۳ قدیم ترجمے ۴ یکسان مقامات ۵ اگلے مصنفون کی کتابین جن سے کتب مقدسہ کے فقرون کی نقلین لی گئین ۶ قیاسی اصلاح غرض یہ چھ اصول قائم ہوئے دودھ کو پانی سے جدا کرنے اور حق و باطل کے تولنے کے۔

علماء عیسائی نے اون قلمی نسخون کو جو یہودی سمارتون اور عیسائی گرجون کی حفاظت مین تھے معتبر سمجھا، باوجودیکہ جو غلطیان اون مین داخل ہو گئی تھین وہ اون مین موجود ہین۔ اور نئے نسخون کو بھی عموماً نا معتبر نہین ٹھہرایا کیونکہ ممکن ہے کہ شاید وہ نسخہ کسی عمدہ نسخہ سے نقل کیا گیا ہو۔ اسکے سوا اچھے لکھے ہوئے نسخون کو برے لکھے ہوئے نسخون سے ترجیح دی گئی۔ پھر جن جن قلمی نسخون مین کوئی لفظ مٹا کر دوسرا لفظ لکھدیا گیا تھا اوسمین محققین کو جو لفظ دونون مین اچھا حسب خواہ معلوم ہوا وہ لکھا۔ چھپے ہوئے نسخون کے اختلاف عبارات پر بھی مناسب لحاظ کیا گیا۔

قدیمی ترجمے اگرچہ غلطیون سے پاک نہین ہین مگراون سے صحیح اوراصلی عبارت کی تمیز کرنے مین مدد دی گئی۔ اوراسکے سوا قیاسی اصلاح نے بھی اعانت کی۔

۱۵۲۶ء مین انگلستان مین انجیل کا ترجمہ بزبان انگریزی چھپا۔ دوسرا ترجمہ ۱۵۳۵ء مین چھپا ہے۔ چونکہ یہ پہلے ترجمہ سے مختلف ہے اسلئے یہ خاص ترجمہ کہلاتا ہے۔

جب پوپ کی قوت پالیمنٹ نے حاصل کی تو ۱۵۳۵ء مین گریفٹن اور وٹ چرچ صاحب نے بیبل کلان چھاپی۔ اس ترجمہ مین بہت سی تبدیلیان اوراصلاحین کی گئین۔ اسکے نسبت جانسین صاحب کہتے ہین کہ بیس کورڈیل صاحب نے اس ترجمہ کو عبری سے مقابلہ کیا اور بہت سے مقامون مین اصلاح دی۔

۱۵۳۹ء کے درمیان جان بیڈل صاحب نے ایک اور بیبل چھاپی۔ اسمین میتھو صاحب کی بیبل کو صحیح کیا گیا ہے۔ جس کے حاشیہ کے کچھ حصہ کو اصل نسخہ مین داخل کیا ہے، اور کسیقدر چھوڑا ہے، اور بہت کچھ اسکے مرتب کرنے والون نے اپنی طرف سے بھرا ہے۔ بیبل کلان مین عام رومی ترجمہ سے لیکر بہت کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔

پھر بشپون نے ۱۵۷۲ء مین بہت کچھ ترمیمون اوراصلاحون کے بعد بیبل چھاپی۔ (افسوس ہے کہ اتنے اصلاحون کے بعد بھی خلاف فطرت قوانین جو خلاق فطرت کے ہو نہین سکتے ابتک ہر بیبل مین موجود ہین۔ قیاسی اصلاح نے بھی فروگذاشت کی)

آخر ترجمہ جواب مروج ہے اسکو بادشاہ جیمس بیبل کہتے ہین جو بادشاہ نے خاص خاص ہدایات کے ساتھ انگریزی مین ترجمہ کرایا، جس کی انگریزی کالوحی سمجھی جاتی ہے۔ دوسو برس تک اس بیبل کا سکہ رہا۔ مگر تھوڑے عرصہ سے اس مشہور ترجمہ پر عجب تیزی سے حملہ ہوا ہے، کہ وہ اصل سے مطابق نہین، اور خوبی وعمدگی عبارت مین ناقص ہے، مشکوک ہے،

اور غلط ہے۔ یہان تک کہ بڑے بڑے اہم امور مین بھی صحیح نہین ہے۔ جان ہیلنی صاحب
سر جیمس بلینڈ پردل کھول کے معترض ہوئے ہین۔

اصل عبری کا اور اوس کے ترجمون کا حال ظاہر کیا گیا، جس سے بلا شائبۂ شک ظاہر ہو گیا
ہے کہ موجودہ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لکھی یا لکھوائی ہوئی نہین ہے۔ نہ پیغمبر کی زبان،
نہ حواریون کی زبان۔ ان کتابون کی تاریخانہ سند، اور ان کے ترجمون کا حال بیان کیا گیا۔
اسی سے ان کی تحریفون کا حال بھی کھل گیا کہ تحریف مین صرف معانی کا پھیرنا نہ تھا، بلکہ بدلنا
بھی، گھٹانا بھی، بڑھانا بھی، اوس مین قیاسی گھوڑ بھی۔ ہر طرح کی صلاحین بھی،

اب مین دکھایا چاہتا ہون کہ خداوند عالم نے ہمکو قران مجید مین توریت و انجیل کی نسبت
کیا فرمایا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ تاریخ کہان تک قران مجید کے مطابق ہے اور اوسکی صحت کس
درجہ پر ہے۔

حقیقت توریت و انجیل از روئے قران مجید

خداوند عالم نے توریت و انجیل نازل فرمائی، اور اوسکی صفت بہتیری جگہ قرآن مجید مین کی
ہے، کہ یہ سراسر ہدایت و نور ہے۔ بلکہ قریب قریب ویسے ہی الفاظ بیان ہوئے ہین جو قرآن مجید
کی نسبت ہین، ماسوائے چند مہتم بالشان صفات کے۔ مثلاً قرآن مجید کو مہیمن اور محافظ کتب
الٰہیہ فرمایا، یا اوسکی ہر طرح کی حفاظت محو ہونے یا تحریف ہونے سے اپنے ذمہ لی، یا اوسکو
معجزہ بنایا کہ انسان اوسکی سی ایک آیت بھی کہہ کے نہ لایا اور نہ لا سکا۔ یہ استثنائے ایسے
مہتم بالشان صفات کے بلحاظ ہدایت اور نورانیت کے توریت و انجیل بھی قرآن جیسی
کتابین تھین۔ مگر توریت و انجیل جو منزل من اللہ تھین، وہ توریت و انجیل نہین جو توریت

وانجیل کے نام سے موسوم ہین۔ جس کی تاریخی حقیقت اوپر بیان ہوئی اور جس کی نسبت قرآن مجید کا فیصلہ ذیل مین بیان ہوتا ہے۔

۱۔ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی نورًا وھدًی للناس تجعلونہ قراطیس تبدونھا وتخفون کثیرا ہ پوچھو تو سہی کس نے وہ کتاب اوتاری جو موسیٰ لیکر آئے جو لوگون کیلئے نور اور ہدایت ہے، جسکو تم ورق ورق کئے ڈالتے ہو، تھوڑا ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو۔ (انعام ۱۱) توریت کے ورق ورق کر ڈالنے کے معنی پھاڑنے کے نہین بلکہ منتشر اور ضایع کرنے کے ہین۔ بہت کچھ چھپا کے اور کچھ کچھ چھوڑ کے بھی لوگ کتاب اللہ کو ضایع کرتے رہے تھے۔

۲۔ قل انی انا النذیر المبین ہ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین ہ فوربک لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون ہ کہدو ہم تو صاف صاف عذاب سے ڈرانے والے ہین جیسا کہ عذاب ہمنے نازل کیا تھا۔ یہود و نصاریٰ پر جنہون نے قرآن کو ٹکرہ ٹکرہ کر دیا تھا۔ تو تیرے خدا کی قسم ہے کہ ہم ان کے کئے کا ضرور ان سب سے سوال کرین گے۔ (حجر ۶) یہود و نصاریٰ نے توریت و انجیل کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا تھا یعنی ضایع کر دیا تھا تو اوس کا نتیجہ اونہون نے بھگتا۔

۳۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب۔ کیا تم نے اون کی طرف نہین دیکھا جنھین کتاب اللہ کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ (النساء ۷) اسکے یہ معنی نہین کہ کوئی کتاب ناقص اوتری تھی، یا کسی پیغمبر پر کسی کتاب کا کوئی حصہ اوترا تھا، جیسا کہ موجودہ توریت مین اگلے رسولون کی کتابین پائی جاتی ہین۔ بلکہ اس کے معنے یہی ہین کہ اون کے پاس کتاب اللہ کا ایک حصہ رہگیا تھا۔ تو جو کچھ، اون کے پاس رہا تھا گویا نتیجہ کا رہی وہ دئے گئے تھے،

اور باقی اونہون نے ضایع کیا ما اور مختلف صورتون سے ضایع کیا تھا جن صورتون کو خدا نے بیان فرمایا ہے -

ملے یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ - وہ کلام کو اپنی جگہ سے پھیر بدل کر دیتے ہین - اور ایک حصہ اون نصیحتون کا جو اونھین کی گئی تھین بھلا بھی بیٹھے - (المائدہ ع۳) کتاب کے ایک حصہ کو اونہون نے ضایع بھی کیا تھا - اور وہ احکام وہدایات ربانی کو پھیر بدل بھی کرتے تھے - جب تو اون کے ان حرکات کی خدا نے تہدید بھی فرمائی ہے -

ملے ۵ ومن یبدل نعمۃ اللہ من بعد ما جاءتہ فان اللہ شدید العقاب ہ خدا کی نعمت یعنی کتاب اللہ آنے کے بعد جو کوئی اوس مین تبدل وتغیر کرے وہ مستحق عذاب ہے ، اور خدا سخت عذاب دینے والا ہے - (بقرہ ع۲۶) وہ آیات اللہ کو بدلتے بھی تھے - نہ بدلتے تو یہ تہدید نہ آتی -

ملے ۶ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً - افسوس ہے اون پر جو خود تو کتاب لکھتے ہین اور منسوب کرتے ہین خدا کیطرف کہ یہ منزل من اللہ ہے تا کہ اوس کے بدلے تھوڑا معاوضہ حاصل کرین ، اور کچھ منتفع ہون (بقرہ ع۹) یون انسانی کتاب کتاب اللہ تسلیم ہوئی - اسی طرح ہدایات و احکام بدلے گئے - اور حق وباطل مین آمیزش بھی کی گئی - کچھ بھلا بیٹھے - کچھ ضایع کیا - تحریف بھی عام ہے - عبارت مین بھی ہوئی - معنی اور مفہوم مین بھی ہوئی - اور احکام الٰہی کا بیع وشرا بھی کیا گیا -

یہ ساری باتین جو خدا نے فرمادی ہین حقیقت کو منکشف کرتی ہین اور تحقیقات تاریخی کو جو اوپر بیان ہوئی ہین صحیح ٹھہراتی ہین -

یہی حال سارے کتب الٰہیہ کا ہوا کیونکہ یہی سنۃ اللہ اور رفتار فطرت کا اقتضا ہے -

اسی لئے توریت مین اگلے انبیاؤن کے صحیفے جو پائے جاتے ہین، وہ کتاب اللہ نہین، کتاب اللہ کا ما بقیہ اور نشانی ہین، وہ بھی غیر متحقق۔ فقد آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمۃ۔ ہمنے ابراہیم والون کو کتاب یعنی حکمت عنایت کی تھی۔ (النساء ۸ع) کتاب وحکمت کے یہ معنی نہین کہ قرآن وحدیث دی تھی، بلکہ کتاب الہی کی باتین چونکہ سراسر مبنی بر حکمت ہی ہوا کرتی ہین اسلئے کتاب کا نام حکمت بھی ہے۔ تو نازل ہوئی تھی پوری کتاب، رہگیا اوس کا ایک ٹکڑہ، وہ بھی آمیزشون سے پاک نہین جس مین قصون اور فضول باتون کے سوا، خدائی باتین جو کتاب اللہ ہونے کی حیثیت سے چاہیئین وہ بالکل مفقود، جنکو دین یا کتاب الہی کہنا صحیح نہین۔ لوگون نے ایسے رسالون اور ناتمام کتابونکو صحیفہ مانا ہے اور بڑی کتابون کو کتاب۔ کسی عالم نے لکھا ہوگا۔ خدا تو فرماتا ہے صحف ابراہیم وموسیٰ۔ توریت کو بھی صحیفہ ہی فرمایا۔ غرض توریت کے سوا ساری کتابین ناقص اور ناتمام ہی پائی جاتی ہین۔ تو یہ میرے دعوی کی بدیہی دلیل ہے۔ کیونکہ خدا کا نہ کام ناقص نہ کلام یا دین ناقص۔ پھر اگر کوئی خدائی کتاب ناقص ناتمام اور نامکمل پائی جائے تو سمجھا جائیگا کہ خدا کی وہ منزل کتاب رہی نہین۔ اور خدا کا کلام محو ہو گیا، اور اپنے متکلم کے پاس جا پہونچا۔ جیسا کہ اوس نے فرمایا ما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ ط لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ۵۔ رسول کی یہ شان نہین کہ وہ بے حکم خداوندی کوئی آیت لاسکے۔ ہر زمانہ کیلئے ایک کتاب ہی اخدا محو کردیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور قایم رکھتا ہے جسکو چاہتا ہے کیونکہ خدا کے پاس تو ام الکتاب موجود ہے (الرعد ۱۶ع) ہر زمانہ مین کتاب اللہ آیا کی اجب قوم نے اوس سے غفلت برتی، اوسکو بھلا بیٹھی، اوس مین تحریف کی اضاعت کیا ظلم کیا، اور کتاب اللہ کی جگہ انسانی کتابین لے لی۔ تو غیرت خداوندی نے اوسے محو کر دیا اور اوٹھا لیا۔ جب رحمت نے پھر جوش

کھایا، تو خدا نے پھر پیغمبر بھی بھیجا، اور پھر دوسری کتاب بھی بھیجی، جو اگلی کتابون کی بالکل مصدق رہی۔ اسی طرح رسول آتے رہے، اور کتاب اللہ آتی رہی، ساری کتابین محو ہوتی رہین، اور اوس کے قائم رکھے قایم رہگیا قرآن مجید۔ باوجودیکہ ہر کتاب کے آنے مین مدت مدید کا وقفہ بھی ہوا، پھر بھی کوئی کتاب ایکدوسرے کے حکم وہدایت مین مخالف نہین، بلکہ مصدق رہی ہے، کیونکہ خدا کے پاس توام الکتاب موجود ہے۔ اسی لئے مخالفت نہونے اور تمام تر مصدق ہونیکو خدا نے دلیل حقانیت ٹھرائی ہے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔

ام الکتاب کے معنی لوح محفوظ کے بھی ہین، اس سے انکار نہین۔ لوح محفوظ مین سبھی کچھ ہے، علم خداوندی مین کیا نہین۔ مگر میری سمجھ مین یہان پر ام الکتاب وہ کتاب ہے جسے ساری کتابون کی مان کہنا زیبا ہو۔ جو ہر زمانہ مین، ہر زبان مین مترجم بلفظہ ہوکر اوتری۔ اور یون اوس ایک کتاب سے کتابین پیدا ہوئین۔ وہ کون سی کتاب ہے؟ تو خداوند عالم نے قرآن مجید کی شان مین فرمایا ہے وانہ لفی زبر الاولین ۵ قرآن مجید ہی ساری اگلی کتابون مین نازل ہوا تھا۔ (شعر الملا) اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید ہی ساری خدائی کتابون کی مان اور ام الکتاب ہے۔ جب ام الکتاب ہی کو خدا نے نازل فرمادیا تو ضرورت ہوئی اس کی ہر طرح کی حفاظت کی، وہ اوس نے کی۔ وانا لہ لحافظون بھی فرمایا، اور لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ بھی فرمایا۔ یعنی ہم قرآن مجید کے محافظ ہین، اور ہم باطل کی ہر طرح کی آمیزش سے اوسے پاک رکھین گے۔ آج تیرہ سو برس تو گذر گئے، قرآن مجید جون کا تون بحفاظت خداوندی ایسے دلائل یقینی کے ساتھ موجود ہے کہ مخالفون کو بھی اونگلی رکھنے کی جگہ نہین۔ اسی لئے نزول کا دروازہ بند ہوا، پیغمبرون کا آنا اختتام پذیر ہوا،

اور ناگزیر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے۔ اور قرآن مجید خاتم الکتب۔

یہان پر ایک خدشہ ہوتا ہے جو سرسید کو بھی ہوا، اور اسی نے انکو مجبور کیا کہ باوجود تاریخ کی پرزور مخالفت کے اونہون نے بھی موجودہ توریت وانجیل کو منزل من اللہ مانا ہے اور اسی خدشہ نے علماء متقدمین کو بھی مجبور کیا ہے کہ اونہون نے تحریف کے مفہوم کو اپنی تاویلون سے کمزور کرنے مین حد درجہ کوشش کی ہے۔ وہ خدشہ یہ ہے کہ جب خدا نے باوجود دعوی تحریف کے موجودہ توریت وانجیل کو توریت وانجیل ہی فرمایا ہے تو اب موجودہ توریت وانجیل کے منزل کتاب ہونے مین کیا کلام رہا۔

میرے نزدیک اس خدشہ کا تشفی بخش جواب یہ ہے کہ اہل توریت تو وہ جو توریت کو مانین، اور اہل انجیل وہ جو انجیل کو مانین۔ وہ یہودی ہی یہ نصاری، مگر کہان مانا وقالت الیھود عزیر ابن اللہ ط وقالت النصری المسیح ابن اللہ۔ یہود نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہا، اور نصاری نے حضرت مسیح کو۔ دونون کا صریح صریح کفر وشرک بیان کر دیا۔ اور نصاری کی نسبت صریح فرما بھی دیا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ ط جنلوگون نے تثلیث مانی وہ کافر ہین۔ (مائدہ ۵۰) خدا خود اون کا کفر وشرک بیان کر رہا ہے اسکے سوا ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا ط اولئک ھم الکفرون حقا ط جو انکار کرتے ہین اللہ اور اوسکے رسولون کا، اور چاہتے ہین کہ اللہ اور اوسکے رسولون مین فرق نکالین یعنی کہتے ہین کہ ہم بعضون کو مانتے ہین اور بعضونکو نہین مانتے۔ اور چاہتے ہین کہ کفر وایمان کے بیچ مین اک راہ نکال لین۔ ایسے ہی لوگ یقیناً کافر ہین۔ (النساء ۲۱۱) کسی ایک رسول کا منکر کافر ہے۔ یہود ونصاری ہمارے رسول کے منکر تھے تو ان کے

کفر مین کیا کلام رہا۔ پھر بھی خدانے اونکو کفار و مشرکین کے لقب سے نہین پکارا بلکہ اہل
کتاب اور نصاری ہی کہکر پکارا ہے، اور مخاطب کیا ہے۔ اسیطرح موجودہ توریت و انجیل
کو بھی باوجود منزل توریت و انجیل نہ ہونے کے بھی توریت و انجیل ہی کہا ہے۔ کچھ بھول چوک
سے نہین، بلکہ چونکہ یہود و نصاری باوجود کافر و مشرک ہوتے کے بھی اپنے کو یہود و نصاری
اور اپنی کتابون کو توریت و انجیل کہتے تھے، گویا انکا یہ نام ہی ہوگیا تھا۔ اسلئے خدا نے
بھی اوکبھین اونہین نامون سے یاد کیا جو نام وہ رکھے ہوئے تھے۔ آخران کتابونکو
جو توریت و انجیل کے نامون سے موسوم ہین غلط سہی مگر کن نامون سے مخاطب کیا
جاتا۔ مثلاً کوئی فرقہ مسلمانون کا شرک کی حد کو پہونچ جائے، اور پہونچا ہوا ہے، اگر وہ
اپنے کو مسلمان کہیگا اور کہتا ہے، تو وہ مسلمان ہی کہا جائیگا اور کہا جاتا ہے۔ اس کہنے
سے وہ ممیز ہوگا مگر مسلمان اور حقیقی مسلمان نہ ہوجائیگا۔ اسیطرح یہود و نصاری اپنے مُنہ
بولے نامون سے یہود و نصاری کہکے پکارے جائین گے اور اون کی کتاب بھی توریت و
انجیل ہی کے نام سے بولی جائیگی مگر نہ وہ حقیقی یہود و نصاری ہوجائین گے، اور نہ وہ کتابین
منزلہ توریت و انجیل تسلیم ہون گی۔ گویا توریت و انجیل ان کتابون کا نام ہوگیا ہے۔
مگر اس مین کلام نہین کہ موجودہ توریت و انجیل مین بھی کچھ کچھ احکام و ہدایات ربانی بچے
کھچے رہ گئے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید سے کہین کہین مطابقت پائی جاتی ہے مطابقت
کی جگھون کو بھی یہود و نصاری چھپاتے تھے اور خدا اونکو ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ فاتوا
بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین ۵ توریت لاؤ اور پڑھو تو سہی اگر تم اپنے
دعوے مین سچے ہو۔ (آل عمران ۱۰) یعنی وہی توریت جسے تم توریت کہتے ہو اوسی کو
لاؤ تو اوس مین بھی اک نبی امی کی زبان کی فرمائی ہوئی بات تمہین ملیگی تو ایسی تصدیق سے

تمہاری آنکھین کھل جانی چاہیین۔

تاریخ مذہب

ہر جگہ دو گروہ کا ہو جانا بھی فطرت کی اک شان ہے۔ اسی دو رنگی نے نیرنگیان پیدا کین جس کی یہ دنیا تماشا گاہ ہے۔

جس طرح نظم عالم پر غور کرنے والے دو گروہ ہو گئے، ایک تو قیاس و اوہام کے گھوڑے پر سوار، جو انسان، حیوان، نباتات، جمادات، ان کے تناسب، انکی مشاکلت، اور اور رفتار ترقی پر خیال کر کے یہ سمجھے کہ انسان جمادات مین جماد تھا، نباتات مین نباتات تھا، حیوان مین حیوان تھا، بالاخر بندر بنا، اور رفتہ رفتہ انسان ہو گیا۔ دوسرے جو بحر حقیقت کے تیراک تھے وہ یہ سمجھے کہ ہر جنس مین فطرتاً جو دو یعتین رکھی گئی ہین اون کے اپنے حدود کے اندر کی تکمیل تکمیل کی غایت ہے۔ اپنے فطرتی حدود سے باہر قدم رکھنا فطرت کے خلاف ہے۔ جماد اپنی جمادی قوتون کے اندر، حیوان اپنے حیوانی قوے کے اندر اپنی تکمیل کر سکتا ہے، وہ اپنے فطرتی جنس کو نہین بدل سکتا۔ جس طرح جماد بنا اوسی طرح انسان کیون نہ بنا۔ صرف بعض بعض جنس مین کیفیات کی مشارکت اور مشابہت اسکی دلیل نہین ہو سکتی کہ ایک جنس کی مخلوق دوسرے جنس کی مخلوق ہو گئی۔ نہ املی آم ہو سکتی، نہ آم املی ہو سکتا ہے، جتنی مخلوق ہے سب جوڑا ہے، سب مین نظم و انتظام ہے، سب کا اپنا اپنا تمدن ہے، وہ بھی ہماری ہی جیسی مخلوق ہے، کسی مین کوئی خاص صفت ہے، کسی مین کوئی خاص صفت ابتک جماد کو حیوان ہوتے یا حیوان کو انسان ہوتے نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا۔ مگر چند مشابہت اور مشارکت سے یہ خیال قائم کر لیا گیا۔ جب حیوان ترقی کر کے انسان بنا تو اوسکی ترقی روکی

کیون گئی وہ یون ہی بنتا رہتا حیوان ترقی کرکے تو انسان بنے اور انسان ترقی کرکے کوئی اور بالاتر مخلوق نہ بن سکے یہ کیون۔ محض تنگ بندی کو جہالت نے فلسفہ کا تحقیق شدہ مسئلہ مان لیا ہے۔ اور مسئلہ ارتقا کا غلغلہ خلاف بداہت اور خلاف کسی عقلی دلیل کے مان لیا گیا ہے۔ حقیقت یون ہے کہ ظاہری و باطنی عالم مین ہزار طرح کی مخلوق ہے پہاڑ، دریا، آفتاب، ماہتاب، تارے، کرے، ہر کرہ کا انداز جدا، اوسکی مخلوق جدا، غرض ہزار طرح کی مخلوق، ہزار جنس کی مخلوق۔ جس مخلوق پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ جس طرح ہر لفظ مین معنی ہے، اور معنی مین مطلب مستتر، اوسی طرح ہر شئے مین اوس کا برزخ ہے اور ہر برزخ مین اوس کی روح مستتر۔ پھر ہر روح کا اک وجود ہے اور ہر وجود مین روح کی طرح صاحب وجود مستتر۔ اور یون وہ مراد کو پہونچے۔

اسی طرح نظام مذہب پر غور کرنے والے بھی دو گروہ ہو گئے۔ اوہام کے بائسکل سوار یہ بول اوٹھے کہ تمدنی قانون جو ملکی خاصیت، تاثیر آب وہوا، ضرورت زمانہ، اور اقتضائے وقت سے بنے، اور بنتے گئے، وہی بلحاظ مختلف ممالک، مختلف اقوام، مختلف طبائع کے مختلف مذاہب ہوئے۔ اور اوس مین تراش وخراش کرنے والا مصلح یا پیغمبر سمجھا گیا۔ یہی تمدنی قانون ہے جس نے مذہب کا پیرایہ اور مذہب کا لقب اختیار کیا تھا۔ مذہب کی کی حقیقت ہے۔ اور سارے اہل مذاہب جو مذہب کی نوعیت عجائب کرشمون، اور خلاف عقل باتون کی افزایش سے عجیب وغریب بتاتے ہین، اس کی کوئی اصلیت نہین۔ یہ گروہ تو وہ ہے جس نے قیاس پرستی کے سبب اپنی ناقص سمجھ کو عقل کل جان کر مادیات ہی کی چار دیواری مین محبوس ہونیکو قلعہ بندی سمجھا، اور مذہب سے سبکدوشی حاصل کرلی، اور مذہبی ودیعیات سے محرومی

دوسرا گروہ جو مذہب کے اندر ہے، اس مین سارے مذاہب کے لوگ ہین، یہ اپنے اپنے عقیدتمندانہ افسانے، اور فرضی قصص سے اپنے اپنے مذاہب کی تاریخ بوالعجبی کے ساتھ قایم کر کے ایکدوسرے پر منہ آتے، اور مغرورانہ انداز سے اپنی اپنی فضلیتین قائم کرنے مین مشغول ہین۔ یہ اپنی سی کہتا ہے، وہ اپنی سی۔ مذہبی اعمال مین بس یہی رہگیا ہے۔ اس سے خطرہ ہوتا ہے کہ اس آزادی کے زمانہ مین جس مین لامذہبی کی تاریکی چھائی ہوئی ہر کہین مذہب کا شیرازہ ہی ڈھیلا نہ ہو جائے۔ خطرہ کیا معنی کہ اب اس کا خطرناک منظر تو آنکھون کے سامنے ہے۔ اہل مذہب مذہب سے سبکدوش ہونے کیلئے تیار بیٹھے ہین، اور روحانیت کی کشتی ڈوبنے کیلئے تلملا رہی ہے۔ اسلامی دنیا مین دیکھو اور تو اور مجھے بعض مولوی بھی بعض مسلمان حکامون کے خوش کرنیکیلئے اس ٹوہ مین ملے، کہ احکام اسلامی کا مخرج دریافت کرین، کہ کون کون سے رومن لا سے لئے گئے ہین، اور کون کون سے احکام ایام جاہلیت کے رسومات مین جو قایم رکھے گئے ہین۔ کون کون سے احکام مصلحت وقت سے دیے گئے، اور کون کون سے احکام فلسفیانہ ہین فلسفہ سے مستخرج۔ یہ تلاش ضرور اس عقیدہ کے بعد پیدا ہوئی ہے کہ مذہب اسلام منزل من اللہ نہین ہے۔ یہ ضرورت پڑی مجھے تاریخ مذہب پر توجہ کرنیکی۔ مگر تاریخ کی کتابین جو رطب ویابس سے بھری ہوئی شخصی بیانات بے تحقیق روایت اور بے درایت ہین اس لایق کبھی نہین ہو سکتین کہ اون پر کسی عقیدہ کی بنا قائم کی جائے، اور اون کو مذہب مین دسترسی ہو۔ اس لئے مین نے قطعیات کی طرف رجوع کیا، اور قرآن مجید نے یہ مشکل حل کر دی۔

تاریخ مذاہب کا قرآن مجید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خدا کے نزدیک تو دین دین اسلام ہی ہے ان الدین عند اللہ الاسلام دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے (آل عمران ۲)

خدا ایک، اوس کا دین ایک، ازلی اور ابدی، سنۃ اللہ یون جاری رہی کہ ہر ایک امت مین پیغمبر دین اسلام اور کتاب اللہ لیکر آتے رہے۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی امت ایسی نہین جس مین رسول نہ بھیجا گیا ہو (فاطر ع۳) ہر ایک رسول جو کتاب لائے، وہ ہر ایک کتاب ایک دوسرے کی مصدق رہی۔ جب ہر قوم مین فرداً فرداً رسول آچکے اور یہ سلسلہ ختم ہوا تو آخر مین خدا نے اک رسول کو ام الکتاب ہی دیکر جو مختلف زبانون مین نازل ہوتی رہی تھی عنایت فرما کہ کسی خاص قوم کے لئے نہین بلکہ ساری دنیا کے لئے بھیجا وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ اسی لئے یہ آخر الرسل یا خاتم الرسل کی ندا یا ایھا القوم کی جگہ یا ایھا الناس ہوئی۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ط اے رسول منادی کردو کہ لوگو! مین ساری دنیا کے لئے رسول بھیجا گیا ہون۔ (اعراف ع۲۰) اسی لئے آپکو معجزہ بھی قرآن ہی دیا گیا۔ زندہ نبی کا زندہ معجزہ۔ آپکی نبوت قایم ہے تو آپکا معجزہ بھی قایم۔ اگر کسی خاص قوم کے رسول ہوتے تو عصا، ید بیضا احیائے موتی وغیرہ معجزہ دیا جاتا جسکی حیات قومی حیات سے بھی چھوٹی ہوتی۔

ساری قوم مین رسول آئے تو جس طرح قومین مختلف المقام اور مختلف الحال تھین، خدا مختلف الوجود اور مختلف القول نہ تھا۔ نہ حق بدلتا ہے نہ باطل بدلتا۔ حق حق ہے اور باطل باطل۔ قانون فطرت اٹل قانون ہے کہ لا تبدیل لخلق اللہ۔ تو قانون الٰہی بھی جو اوس کی بنائی ہوئی فطرت کے خلاف ہو نہین سکتا اوسی طرح نا ممکن النسخ ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ اس لئے سب پیغمبر اور سب پیغمبرون کی کتابین ایک دوسرے کی مصدق آتی رہین۔ مصدقا لما بین یدیہ۔ گویا سارے ادیان ایک دریا کے چشمے تھے

جو مختلف سمت کو نکلے، اور اسلئے سارے ادیان کے قوانین بالکل ایک ہی نا مکمل النسخ تھے، سارے پیغمبرون نے اسلام ہی کا دعویٰ کیا کہ انا اول المسلمین - یہ لفظ انا بصیغہ جمع سب پیغمبرون کے مسلمان ہونے اور سب کے دین کے دین اسلام ہونے کی منادی کرتا ہے - غرض سب پیغمبر مسلمان تھے، اسلام لائے، اسلام کی تبلیغ کی لا نفرق بین احد من رسله - ہم کسی رسول مین تفرقہ نہین کرتے - (بقرہ ۲)

پھر جب جب خدا کے اس قانون کے مطابق کہ فطال الامد فقست قلوبھم امتداد زمانہ سے لوگون کے دل سخت ہوگئے (حدید پ ۲۷) لوگون نے کتاب اللہ سے مواجہ پھیر لیا - اور اپنے بڑے بڑون کے اقوال کو کتاب اللہ کی جگہ اپنا دستور العمل بنا لیا - اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ - تو رفتہ رفتہ کتاب اللہ ضایع ہوگئی، اور یہ خدا سے دور پڑ گئے - ساری قوم مین کتاب اللہ تو آئی، مگر اب کسی کتاب کا کھوج لگاؤ تو کچھ ہاتھ آئیگا نہین، ایک قرآن کے سوا - اسی ضرورت سے پیغمبر آتے رہے اور کتاب اللہ لاتے رہے - دیکھ جاؤ یہی سرگذشت ہر مذہب کی ہے -

تو جب جب اسلام آیا، آیا تو پھولا پھلا، مگر امتداد زمانہ سے شاخسلنے کھڑے ہوئے کہ اسلام کی بالکل صورت ہی بگڑ گئی، پھر وہ اک نئے دین کی صورت مین نمودار ہوکر رہا - افسوس ہے کہ اس سنۃ اللہ سے آخری اسلام بھی نہ بچا - جس طرح دنیا کے سارے مذاہب اسلام کی بگڑی ہوئی صورتین ہین، اوسی طرح اس آخری اسلام کے سارے فرقے بھی اسلام کی بدلی ہوئی صورتین ہین - یہی وجہ ہے کہ مذہب کے بہتیرے اصول اور بہتیرے احکام و ہدایات تمام دنیا مین ابتک ایک ہی ہین - کسی مذہب نے

کسی سے کچھ لیا نہین بلکہ سارے مذاہب ایک ہی تھے - بگڑ بدل کر صورتین بدلی ہین
یہ وجہ ہے سارے مذاہب کے اخلاقی اور روحانی احکام کے اس درجہ مماثلت کی -
اور یہ وجہ ہے اون کی اسقدر مشاکلت اور مشابہت کی - اس کی تفصیل قرآن مجید
کی آیتون سے مضامین حل طلب مین خود آئیگی ، یہان دوہرانا موجب طوالت ہے -
مذہب کا مبدا یا منتہی خدا ہی ہے - وہین سے مذہب کے چشمے نکلے اور وہین گرتے ہین -
دنیا مین ہزارون ہزار مذاہب ہین ، بظاہر ایک دوسرے کے بہت کچھ مغائر ، پھر بھی اونمین
لیک وضع کی یگانگت ضرور ہی پائی جاتی ہے - ایک رب علیٰ کا چاہے وہ اوسکا نام کچھ
ہی رکھتے ہون ، اور چاہے اوس کے نام مین اونہون نے الحاد کو بھی داخل کیا ہو ، تمام
اقرار ہے - اوس کی ذات وصفات پر کسی نہ کسی طرح سب ہی یقین کرتے ہین گرچہ
پہلو بدل بدل کر وہ اوسکے ساتھ شرک بھی کرتے ہون - تمام مذاہب مین بہتیرے اصول
ایک ہی ہین ، اور بہتیرے ملتے جلتے ہین - خدا کا ہونا ، اوس کا خالق ہونا ، اوس کا رازق
ہونا ، اوس کا تمام صفات اعلیٰ سے متصف ہونا ، پھر خدا کی جسمانی اور روحانی عبادت ،
اعمال کا برا بھلا ہونا ، اعمال کے مطابق جزا و سزا ، پھر چوری ، زنا ، قتل وخونریزی ،
ظلم وفساد ، بدگوئی ، عیب جوئی ، غیبت ، دل آزاری ، اور علی ہذا یہ سارا کچھ مذہبًا
ممنوع - اور والدین کی خدمت ، خیرات ، لوگون کے ساتھ بھلائی ، دیانت ، امانت ،
اور سارے اصول تمدن اور خوش زیست کے مذہبًا مامور وممدوح - بہتیری باتین
سارے مذاہب مین قریب قریب یکسان پائی جاتی ہین - یہانتک کہ خدا طلبی یہودیون
مین ، نصرانیون مین ، ہندوؤن مین چاہے وہ شرک کے درجہ تک پہونچکر ہو ،
پھر بھی جہانتک اصلیت ہے وہ اسلام کے بہت کچھ مماثل پائی جاتی ہے -

یہ بدیہی ہے، تو اس کا ماخذ اور مبدا بھی ایک ہی ہے، یعنی خدائے قادر و قیوم۔
یہ کہنا کہ کسی مذہب نے کسی مذہب سے لے لو اکر مذہب کی کھچڑی پکائی ہے۔ یا کسی ملکی قانون کو مذہبی جامہ پہنایا گیا ہے غلط اور بربنائے تعصب ہے۔ بلکہ یون سمجھو کہ خدا نے ایک مذہب اسلام ہی بھیجا اور بھیجتا رہا، جو بیساکھ بگڑتا رہا۔ یہ مماثلت اسکی کافی دلیل اور بین شہادت ہے سکہ مذہب اسلام ہی دنیا کے سارے قوانین کی اصل اور بنا ہے۔ قانون کی ساری جبر یا بعض امذہب کے اصول پر قائم ہوئی ہے۔ مذہب مقدم ہے، اور قانون موخر۔ مذہب بدو فطرت سے ہے، اور قانون ترقی کی حالت مین۔ پھر اگر قانون اور مذہب مین مماثلت پائی جائے تو یہ دلیل ہوگی اس کی کہ قانون کا مخرج مذہب ہے، نہ کہ مذہب کا مخرج قانون یا رومن لو، یا کوئی لو۔ بنائے قانون کے پہلے مذہب جاری تھا۔

از روئے تاریخ بھی ساری نسل آدم کا سلسلہ آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام تک جو مسلمان تھے اور اون کی اولاد، اور اون کے ساتھیون کی اولاد تک پہونچایا جاتا ہے، اور وہ تھے پیغمبر، تو مذہب اور نسل کا وجود ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے، اور سلطنت اور قانون کا وجود کہین بعد۔

مذہب کی تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب گویا ازلی و ابدی ہے، جب سے انسان ہے اور جبتک وہ رہیگا، مذہب ہی کے دائرہ مین رہا اور مذہب ہی کے دائرہ مین رہیگا، ما گرچہ کبھی وہ اوس کا نام لا مذہبی بھی رکھے، اور منکر خدا بھی ہو جائے، مگر اوس کی گذران زندگی مذہب کے دائرہ سے باہر نہ جائیگی اور کم سے کم وہ برے بھلے کی تمیز سے نکل نہ جائیگا اور مذہب ہے اک اسلام ہی۔ سارے مذاہب اسلام ہی بگڑی ہوئی صورتین ہین۔ آخری دور مین بھی اب حقیقی اسلام قرآن مجید مین ہے، اور حقیقی مسلمان قبرون مین۔ دنیا مین

کہین اسلام کی مورت ہے، کہین تصویر ہے، کہین عکس در آئینہ ہے، کہین نقش برآب ہے، اور یہ ساری صورتین مدعی اسی کی کہ میری ہی صورت اسلام کی اصلی صورت ہے۔ اسلام کی اصلی صورت دیکھنی چاہو تو قرآن مجید مین دیکھو۔ اسلام جب جب آیا تو اختلاف ہی مٹانے آیا، مگر یہ طرفہ ماجرا ہے کہ وہ بھی اختلافون کا نشانہ ہی بنگیا۔ افسوس ہزار افسوس۔

اختلاف مذاہب

جب مذہب ایک ہی تھا مذہب اسلام ہی۔ اور کتاب اللہ بھی ایک ہی تھی مختلف زبانون مین، ایک دوسرے کی مصدق، تو اختلاف مذاہب کی وجہ کیا ہوئی، اسلام کا شیرازہ بکھرا کیون، اس مین تفرقے کیون پڑے؟ اس کی وجہ تو مین نے بیان کی ہے کہ حدیث وفقہ سے اختلافات پیدا ہوے۔ لیکن باطنی وجہ یعنی وہ قوت محرکہ جو حدیث و فقہ لیکر اختلافون کا باعث ہوئی اوسکو خدا نے خود فرمایا ہے وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الامن بعد ماجاءھم العلم بغیًا بینھم۔ جن لوگون کو کتابین دی گئین اونہون نے اس کے بعد کہ کتاب اللہ اونکو مل چکی تھی آپسکی عناد وسرکشی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا۔ (آل عمران ۱۹) علمار اختلافات پیدا کرنے والے ہوا کرتے ہین، علم اقابلیت طباعی، اور اپنی بڑائی ثابت کرنیکو۔ جس کتاب کو اوٹھا کر دیکھو بر بنائے تعصب اختلافات کی اک طغیانی ہے جو امنڈ رہی ہے۔ اسی غرور ونفسانیت نے کھو یا کیا ہے۔ یہی سنت اللہ ہے جو اوسکے بندون مین جاری رہی ہے۔ سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل (مومن ۸۵)

یہ آخری اسلام جو اختلاف مٹانے آیا تھا وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه (ہمنے تم پر قرآن اسی لئے اوتارا کہ جن باتون مین لوگون نے اختلاف ڈالا ہے اونکو بتا دیا جائے) تو اس نے اختلاف مٹایا بھی۔ مگر جب زمانہ گذرا تو فطال علیهم الامد فقست قلوبهم (امتداد زمانہ سے اون کے قلوب سخت ہوگئے) کی مضبوط حد بندی سے یہ کیونکر نکل سکتا تھا۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ سارے پیغمبر تھے مسلمان، ہمارے رسول تھے مسلمان اون کا مذہب اسلام۔ مگر اون کی امت اب مسلمان کے لقب سے اپنے کو ملقب نہین کرتی۔ تشخص کے جھپیٹ مین آکر ایک طرف اہل قرآن ہین پھر ان کی بھی ٹولیان ہین، ایک طرف اہل حدیث ہین پھر ان کی بھی ٹولیان ہین، ایک طرف اہل فقہ ہین پھر انکی بھی ٹولیان ہین، ایک طرف اہل تسنن ہین معہ اپنے کل فرقون کے، ایک طرف اہل تشیع ہین معہ اپنے کل فرقون کے، ایک طرف اہل خوارج ہین معہ اپنے کل فرقون کے۔ سب کے امام جدا، سب کی حدیثین جدا، سب کی فقہ جدا۔ یہ اتنے اختلافات کی وجہ وہی ہے جو خدا نے فرمادی ہے بغیاً بینهم آپس کی عناد۔ دین تھا اصلاح ظاہر و باطن کیلئے، مگر یہ طبع آزمائیون کی چوگان بازی کا میدان، اور بازیچۂ اطفال کی کل بازیون کا تماشا گاہ بنایا گیا۔ ذہانت اور تفنن نے گھوڑ دوڑ کی بازی لگائی، ہار جیت کا غلغلہ بلند ہوا، جاہلون نے جنکا غلغلہ بلند دیکھا، لگے اونکو پوجنے اور اونہین کے کہے پر چلنے، یعنی اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الله الها واحدا لوگون نے (خدا کو چھوڑ کر) علما و فقرا بلکہ مسیح بن مریم کو بھی معبود بنالیا ہے حالانکہ اونکو حکم دیا گیا تھا کہ وہ خدائے واحد ہی کی عبادت کیا کرین۔ (توبہ ۵) مگر قوم اس ہدایت کو اپنی روش آبائی کے خلاف سمجھتی ہے۔ باہمہ تاکید خداوندی فلا تجعلوا لله اندادا (خدا کا

شریک نہ بناؤ۔ (بقرہ ۳۱) قوم نے اپنے اساتذون کو بنا لیا ہے۔ اور شرک فی الحکم بذین دل کھول کے بنتلا ہے۔

میرے بیان سے واضح ہو گیا ہو گا کہ مذہب مین اختلافات کتنے پیدا ہوئے اور کس طرح پیدا ہوئے، اور قوت محرکہ اس کی کیا تھی۔

فیصلہ

پھر ان اختلافات کا فیصلہ کون کرے؟ تو خدا نے اس کا فیصلہ بھی کر دیا ہے۔ وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ ہمنے تمپر کتاب اسی لئے اوتاری ہے کہ لوگون کے اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے (نحل ۸) قرآن مجید کے سوا اور کون قطعی حکم ہونیکا استحقاق ہی رکھتا ہے۔ اللہ الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان۔ وہ خدا ہی ہے جس نے ایسی کتاب اوتاری جو حق ہے اور حق و باطل کی ترازو ہے (شوریٰ ۲) بس یہی خدا کی دی ہوئی ترازو ہے، اسی پر سارے فرقون کو تولو، جو ٹھیک اوترے خدا کا فیصلہ اوسکی حقانیت پر ہوگا۔

انہ لقول فصل۔ بے شک قرآن قول فیصل ہے (الطارق) اس لئے قرآن مجید ہی سے انصاف طلب اور فیصلہ طلب ہونا چاہئے۔ اسکے سوا کوئی کتاب ایسی قطعی بھی تو اب نہین رہی جو خدا کا کلام ہو اور فیصلہ کا استحقاق رکھتی ہو۔

وما اختلفتم فیہ من شئی فحکمہ الی اللہ جن امور مین تم مختلف فیہ ہو تو اوس کا فیصلہ خدا ہی کے حوالہ ہے وہی فیصلہ کریگا (شوریٰ ۲) جب اوس کا فیصلہ خدا کے حوالہ ہے تو اوسی کی طرف رجوع کرو۔ اوس کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا قرآن مجید ہی کی طرف

رجوع کرتا ہے کہ قرآن مجید ہی کا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے۔

مسلمانو! آؤ، اور اسپر اتفاق کرو کہ قرآن مجید سے انکار نکروگے۔ اور اوسکو اپنے مرادی اور فرضی معنون مین نہ جکڑوگے۔ اوسکو اپنے مفروضہ اصول سے پابزنجیر نکروگے۔ عربی زبان ہونیکی حیثیت سے صریح معنے جو واضح ہون اوس سے سرکشی نکروگے۔ آؤ۔ ایمانداری کے ساتھ آؤ۔ دلون کا دانائے حال خداوند عالم کے سوا کوئی نہین۔ قرآن کے فیصلہ سے اس دنیا مین باہر جاسکتے ہو، اوس دنیا مین باہر نہین جاسکتے۔ بلکہ خدا کے فیصلہ کا دن آج بھی ہے اور کل بھی۔ فرقہ بندیون پر نگاہ نکرو، کیونکہ ہر فرقہ اپنی ہی حقانیت کا مُنہ بولا مدعی ہے، اور خیال و اوہام کا یدمست، نجات کا ٹھیکہ لئے، اپنے اگلون کی قابلیتون کا سرشار، اور اون کی تقدس مآبی کے ہاتھون بکا ہوا ہے، اگرچہ وہ اگلون کے ایمان و عمل سے پوچھا نہ جائیگا، نہ اگلے اوسکے اعمال کا کچھ بوجھ سہارینگے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کوئی کسی کا بوجھ نہ اوٹھائیگا۔ (بنی اسرائیل ۱۵) سارے فرقے اپنی خواہشون کی پرستش مین لگے ہوئے ہین۔ افرأیت من اتخذ الٰھہٗ ھواہ۔ کیا تمنے اوسے دیکھ لیا جس نے اپنی خواہشون کو معبود بنا لیا ہے (فرقان ۴۳) جو پرستش خدا سے منسوب نہین وہ ہوا پرستی اور بت پرستی ہے۔

ہر فرقہ اپنے اپنے ملت و مشرب کی حقانیت کو پیش کرتا اور مذہب خاندانی کی پالایش اور آپسکی ضد پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور نفس و شیطان کے گدگدانے سے مضطربانہ اور بالاخر مفسدانہ حرکات کا موجب ہوتا ہے۔ اگر سب کے مسالک لکھے جائین، اور ہر ایک کا تجاوز عن الحد ہونا دکھایا جائے، تو کتاب دلچسپ تو ہوگی، آج کل کے مذاق کے مطابق جس مین ناول کا مزہ آئیگا، مگر کچھ کام کی نہ ہوگی، اور نہ کچھ نتیجہ خیز۔ کیونکہ اپنی آنکھ کا شہتیر کوئی نہ نکالیگا۔

ہر کوئی اوس کو مباحثون کی بساط بنائیگا اور ادہیر اساتذہ کے اقوال کی نرد کھیلنے لگیگا۔ تو اس کا ذخیرہ کیا کچھ موجود نہین جو اور بڑھایا جائے۔ اسلئے مناسب یہی نظر آتا ہے کہ طرز خداوندی کے مطابق خدا کا قایم کردہ اور منزل مذہب حق جسے اوس نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ سے قایم کیا ہے، آشکارا کیا جائے۔ یمحو اللہ الباطل ویحق الحق بکلماتہ۔ خدا اپنے کلام پاک کے ذریعہ سے باطل کو مٹا دیتا اور حق کو قایم کر دیتا ہے (شوریٰ ۲۴) تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے، اور حق کی روشنی دلون کو روشن کرے۔

مین یہی کیا چاہتا ہون کہ قرآن مجید سے حقیقی مذہب اسلام کو، جس کو ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے، جو سراسر حق ہے، جو پاک ہے آمیزشون سے، جو محفوظ ہے اختلاف کی تلوارون سے، علی رؤس الاشیاء آشکارا کر دون فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے۔

گرچہ مین جو کچھ بیان کرون گا وہ قرآن مجید ہی سے، اور اوتنا ہی قابل تسلیم بھی ہوگا مگر مین نے اکثر بیان کیا ہے اور اکثر بیان کرون گا بھی کہ احکام قرآنی ہی قانون فطرت کے مطابق ہین، کیونکہ وہ خدا کا قول ہے اور فطرت خدا کا فعل۔ دونون مین ذرہ برابر بھی اختلاف ہو نہین سکتا ناممکن ہے۔ مگر قرآن مجید مین سارے وہ عذاب جو قومون پر نازل ہوئے ہین، وہ ظاہر بینون کی آنکھون مین خلاف عقل اور خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہین، اور یہ موجب ہوتے ہین شکوک کے۔ ان وجوہ سے مین کسی قدر قانون فطرت اور قانون قدرت کے متعلق بھی بیان کر دینا چاہتا ہون تاکہ بری قانون بحری قانون سے ٹکرا نہ جائے۔

قانون فطرت اور قانون قدرت

خداکی قدرت اور مین بیان کرون خداکی قدرت ہے - اوس کی قدرت کی عظمت بیہوش کیئے دیتی ہے - بیان کس طرح ہو -

خدا نے اتنا بڑا عالم پیدا کیا، اور سے ایکدن فنا بھی کریگا - اوس کے افراد اوس کے اجزارات دن پیدا ہوتے اور فنا ہوتے رہتے ہین، تو اس کا بھی قانون ہے، اور یہ نیرنگیان اوسی قانون کے اندر ہوتی رہتی ہین - ان کے وجود و فنا کے درمیان کا زمانہ مضبوط قانون کے ساتھ وابستہ اور مضبوط نظم کے ساتھ منتظم ہے -

عالم کے ہر ایک جنس، اور ہر ایک نوع، بلکہ ہر ایک مخلوق اور ہر ایک شئے کا پیدا کرنا، فنا کرنا، بنانا، بگاڑنا، اور علی ہذا ہر ایجاد اور ایجاد کا قانون، ہر فنا اور فنا کا قانون، قانون قدرت کے دفعات ہین جو قانون قدرت کے اندر ہوا کرتے ہین - اس مین عقل و فہم بھی بار نہین پاتے - اسلئے قدرت کے معمے نہ حل ہوئے، نہ کبھی ہونے کے -

اور مخلوق کے زمانۂ قیام کا نظم و انتظام، جسپر اوس کی ہستی، اوس کی بہبود قایم ہے، وہ قوانین و انتظام جن پر ہر ایک مخلوق بلکہ سارا عالم، اور عالم کا ہر ایک جزو چل رہا ہے، قانون فطرت کے دفعات ہین جو قانون فطرت کے اندر ہوا کرتے ہین - یہی قانون فطرت ہے جس پر ہستی کا نظم قائم ہے -

قانون قدرت عقل و فہم کی رسائی اور احاطت سے پرے ہے - اور قانون فطرت سمجھ کے اندر اور سمجھنے ہی کی چیز ہے، مگر بوجہ اپنی وسعت کے سمجھ کی احاطت سے وسیع تر ہے - کسی چیز کی اصلی حقیقت، اوس کا وجود، اوس کی ہستی اور نیستی قانون قدرت کے دفعات

ہین سمجھ سے پرے - اسی لئے کسی مخلوق کی حقیقت، اوس کی ہستی کی ماہیت، اوسکے وجود کی علت غائی، اوس کی فنائیت کے اسرار، اور روح سمجھ مین آنیکی چیز نہین، خدا کی قدرت کے کرشمے ہین - ہرچند سمجھ اپنی تنگ بندیان بڑھاتی ہے، مگر وہ تنگ بندیان ہی ہین نہ اک روح پیدا کر سکتی، نہ کسی جاندار مخلوق کی پیدایش سے اضافہ کر سکتی ہے - ہان مخلوق کی ہستی کس نظم کس قانون الہی پر چل رہی ہے، یہ قانون فطرت کے دفعات ہین، جس مین سارے عالم کے نظم کا قانون ہے - چاہے وہ عالم ہمارے ادراک کے اندر ہو یا باہر - پھر وہ دفعات فطرت جو ہماری جنس اور ہماری دنیا کے متعلق ہین، جس قانون پر ہمارا اور اس دنیا کا جس کے ساتھ ہمارے تعلقات وابستہ ہین نظم قایم کیا گیا ہے، او نہین ہم سمجھ سکتے ہین اور ہمکو سمجھنا چاہئے کیونکہ ان دفعات پر ہماری زندگی کا نظم قایم ہے، تو ایسا نہ ہو کہ ہماری زندگی خلاف قانون نظم الہی چلکر تباہ و برباد ہو جائے -

یہی قانون فطرت جو متعلق انسان ہے وہ قرآن مجید ہے جو بنظر عدل و رحم ہمکو علیحدہ اور وضاحت کے ساتھ دیا گیا ہے - احکام و ہدایات قرآنی قانون فطرت کے مطابق ہین کیونکہ خلاق فطرت ہی کے احکام ہین -

قرآن مجید مین قانون فطرت کے سوا قانون قدرت کے دفعات بھی ہین تاکہ اوسکی قدرت آشکارا ہو - مثلاً - حضرت آدم، حضرت حوا، حضرت عیسی علیہم السلام کی پیدایش بلکہ ساری دنیا اور سارے عالم کی پیدایش، خود اپنی خلقت، ملائکہ و اجنہ کی خلقت، عالم آخرت کا وجود، جنت و جہنم کی خلقت، اقوام نافرجام کا غارت ہونا، ملک و سلطنت کا تباہ ہونا، اور ہر وہ کام جو مہتم بالشان اور قانون فطرت سے بالا معلوم ہو، یہ سب قانون قدرت کے دفعات ہین - ہر وجود اور ہر فنا، ہر پیدایش اور ہر موت اوس کی قدرت کا ایک

عجیب معمہ ہے ، اور آیۃ من آیات اللہ - جس پر ایمان موجب تسکین و اطمینان اور ہمت و
کوشش کا سہارا ہے ، اور جس کا انکشاف خدارسی اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے - دونون
قانون کو ملا نہ دو ، دونون کو ایک ترازو پر نہ تولو - چھ فٹ کا انسان دریا نہین گھونٹ سکتا -
قانون فطرت کے اندر دوڑ دھوپ کرسکتے ہو مگر قانون قدرت تو دیکھا ہی کرو ، اوس مین چون و
چرا کی گنجایش نہین - درخت اوگا ، پھولا ، پھلا - تمنے بویا ، تمنے پانی سے سینچا وہ بامراد ہوا ،
یہ قانون فطرت کے اندر ہے - مگر ذرہ برابر تخم مین جو درخت موجود ہے ، اوس مین تمہاری
کوئی دست رسی نہین ، یہ قانون قدرت کے تماشے ہین کہ دیکھا ہی کرو ، حیرت در حیرت -

موضوع و غرض تصنیف کتاب

مجھے قرآن مجید سے یہ دیکھنا اور دکھانا چاہیے تھا کہ اسلام کا کونسا فرقہ اتبعوا ما انزل
الیکم من ربکم - قرآن مجید کی اتباع کرو - (اعراف ۱۱) کا مطیع ہے اور کہانتک مطیع ہے -
اور کونسا فرقہ - لا تعتدوا - حد سے تجاوز نکرو - (مائدہ ۱۲۱) کا نافرمان ہے اور کہانتک
نافرمان ہے - تو اس اودھیڑ بن مین جھگڑون کا اک طومار تو جمع ہوجاتا ہے ، مگر نتیجہ فوت
ہوجاتا ہے - اسلئے اس روش سے مین محترز ہوا ، اور یہ دکھانا چاہا کہ قرآن مجید اک کامل
اور مفصل کتاب ہے ، اور دین اسلام جو یہ لایا وہ بھی کامل اور مکمل ہے ، جسکو انحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور متبعین صادق نے برت کر دکھا دیا ، تاکہ حقیقی اسلام جو انسانی طبع
آزمائیون سے پاک ہے آشکار ہو ، اور یہ سارے فرق اسلامیہ کے اختلافون کا فیصلہ کر دے -
اس اہم خدمت کی انجام دہی کے لئے قرآن مجید مین تدبر و تفکر کرنا ، اور اوس پاک
کلام کے بحر بے پایاں کو تیرنا ضرور ہے - مگر یہ کوئی آسان کام نہین - کون ہے جو اس دریائے

ناپیدا کنار کے پار لگا، یا اس کی تہہ کو پہونچا، اور کون یہ مراحل طے کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اوس کا کلام ہے، اور اوس کی صفت تکلمی کا ظہور ہے، جس کی کسی صفت کی بھی کسی نے تہاہ نہ پائی، نہ کوئی انتہا کو پہونچا۔ پھر بھی اس دریا کے غواص نے متکلم حقیقی سے وہ قرب منزلت پائی جو اقرب تر ہے ذالک فوز عظیم اور وہی بامراد ہوا۔ کیونکہ اس دریا مین جو غوطہ زن ہوا، موتیون کا مالا اوسی کے گلے رہا۔ اس دریائے مراد کا غوطہ زن کوئی تہی دست نہ پھرا کیونکہ اسکے سنگریزے بھی جواہرات ہی کے مول ہین۔

جب بڑے بڑے جانباز شیدائی، بڑے بڑے جانثار فدائی، بڑے بڑے تیراک، اور بڑے بڑے غواص اس مین ڈوبے اور گھوے گئے۔ تو۔ ع۔ ماکہ باشیم کہ اندیشۂ ماتیز کنند۔ اللہ اللہ بارگاہ بے نیازی کے آگے مین کیا، اور میری ہمت کی بساط کیا۔ ہان اوس رحیم وکریم کے رحم وکرم کے صدقے جس نے بساط سے باہر ہمت دی، امید سے زیادہ ہمت کو توفیق دی مرضی خداوندی رہنما ہوئی۔ ہدایت کے نور نے ڈھانپ لیا۔ ملہم غیبی نے آواز دی کہ اے ہمارے مخلصین بندو! اے ہمارے شیدائیو! اے ہمارے اسلام کے حامیو! اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق امتو! اوٹھو، اطاعت کے پاؤن سے عبودیت کی رفتار چلو۔ اتقا کے جام اطہر سے محبت کا زمزم پی لو۔ اور خدائی مستی کے ساتھ قرآن مجید اپنے پیارے خدا کے کلام کو سرون پر اوٹھاؤ، بغلون مین دباؤ، دل ودماغ کو اوسکے نور سے روشن کرو، اور اشاعت اسلام وتبلیغ دین کا جھنڈا بلند کرو۔ دیکھو وہ وقت آگیا کہ خدا کے کلام کا غلغلہ بلند ہو، اور خدا خدا کی آواز درودیوار سے، شجر وحجر سے، بحر وبر سے، ذرے ذرے سے، ابخرے کی طرح اوٹھے، بادل کی گھنگھرج کی طرح گونجے، اور بارش رحمت ہوکر برسے۔ قرآنی اسرار منکشف ہون، اور روحانیت حقیقی جلوہ فگن ہو۔ خدائی نور سے

سارا عالم جگمگا اوٹھے کہ اشرقت الارض بنور ربہا - ایسا کہ دیکھنے والے دیکھین اور
پانے والے پائین - یہی خدمت ہے جسے مین دو کتابون مین پوری کرنیکا ارادہ رکھتا ہون -
دلیلیہم خدمت کے لئے جس سے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی - آج
ہمنے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا، اور اپنی نعمت تم پہ تمام کردی (مائدہ ع ۱) منکشف
کیا جائے - اور وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا - خدا ہی نے تمہاری طرف مفصل
کتاب اوتاری (انعام ع ۱۴) کھول کر عیان کیا جائے، ضرور ہے کہ اس غرض کیلئے قرآن مجید ہی
نصب العین رکھا جائے، جو مسلمانون کے سارے فرقون کا متفق علیہ ہے - پھر قرآن سے
جو مسائل ثابت ہون وہی دین منزل ہے - ایسی صورت مین جو مسائل محدثین اور فقہا کی
رائے یا استدلال کے مطابق پڑجائین اون مین ایمان تازہ ہوگا کہ یہ وہ مسائل ہین جو فرمان
خداوندی کے عین مطابق ہین - اور جن مسائل مین اختلاف ہوگا تو اون مین اون آیتون کے
جانب توجہ کرنی ہوگی، اگر اون آیتون کے معنی بلحاظ عربیت صحیح لئے گئے ہین، تو قرآن مجید
کے مقابلہ مین کوئی شخصی رائے صحیح نہین ہوسکتی - اور اگر قرآن کے معنی مین غلطی ہوئی
ہے تو غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے، خدا معاف کرے - غرض میرے بیان اور تقریر کی
نسبت قرآن مجید سے ہوگی، کسی کی مخالفت اور موافقت سے بحث نہین - خدا کے حضور
مین بیٹھا لکھ رہا ہون مخلوق سے کیا غرض -

تو جس طرح موضوع ہر علم کا جداگانہ ہے مثلاً نحو کا کلمہ و کلام - علم طبعی کا اجسام
علم طب کا جسم انسانی - اوسیطرح ہماری کتابون کا موضوع مختصر لفظون مین مذہب اسلام ہے
مگر وہ اسلام نہین جو آجکل کا منہ بولا اور خاندانی اسلام ہے، اور شخصی رایون کا ذخیرہ - بلکہ
وہ اسلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا، خدا کا بھیجا ہوا، قرآنی اسلام ہے جو جسمانی

وظاہری تعلیم وتربیت کا منبع، اور روحانی وباطنی فیوض وبرکات کا معدن ہے یہی حقیقی اسلام ہے اور یہی ہمارا موضوع ہے۔

یہ مقصد ایک کتاب مین پورا نہیں ہوسکتا، اسلئے مین نے دو کتابون مین اس کے پورا کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ ایک تو یہی **شرعة الحق** ہے جس مین خدائی شریعت بتائی گئی ہے، تاکہ یہ سارے ادیان مین محکم ہو، اور سارے اختلافون کا جھگڑا چکائے۔ اور تاکہ حصول دین کے لئے بجائے سواد خط کتابون کے صرف خدا کا نازل فرمودہ قرآن کافی سمجھا جائے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی عملی تصدیق سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا کافی سمجھا جائے، اور دوسرون کو ایمان مین شریک کرکے شرک بالرسالت کے گڑھے مین گرنے سے بچایا جائے۔ دوسری کتاب **منہاج الحق** ہے، جس مین قرآن مجید کی روحانی تعلیم، اوس کا شفاء لما فی الصدور ہونا، یعنی قرآنی تصوف آشکارا کیا گیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ روح کی رہنمائی خدا کے سوا کوئی نہیں کرسکتا، تاکہ واضح ہو کہ اسلام زہد خشک نہیں، اس کی روحانی تعلیم، اس کا امراض باطنی کا معالج حاذق ہونا، اس کی روحانی تربیت، اس کے معالجات روحانی کی وسعت، اور باہمہ پاکیزگی سہل اور بے خطر موصل الی المطلوب ہونا، دنیا کی کسی تصوف کو نصیب نہیں۔ ان دونون کتابون کا مخرج قرآن مجید ہے۔ ان مین نہ کہین فرقہ اہل قرآن کی طرح قرآن کے ٹکڑون کے اجتماع سے مضمون پرو یا گیا ہے، نہ تاویل کی گئی ہے، نہ فرادی معنی لئے گئے ہین جو غیر قطعی ہین۔ بلکہ صریح صریح آیتین ہین، اور اون کا صریح صریح مفہوم، اسلئے قطعی ہین اور واجب التعمیل۔

مین نے بساط سے باہر ہمت کی یہ گمرہ مین اپنا نہ میری ہمت یہی مین اوسی کا میری ہمت اوسی کی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب اگر کامیاب ہوتا تو اللہ ہی کے فضل سے ہے، اوسی پر

مین نے بھروسا کیا، اور اوسی کی طرف رجوع کرتا ہون (ھود ۱۲) اسلئے بلا خوف ملامت حق کے آگے سر جھکا کے مجھے کہنا ہی اور مین کہون گا۔ مجھے قرآن مجید سے اور قرآن مجید ہی سے سمجھا نا ہے اور مین سمجھاؤنگا کوئی تسلیم کرے اور قرآن مجید کے آگے سر جھکائے تو اوسکے اجر کا ذمہ دار خود خدا ہے۔ اور کوئی انحراف کرے تو ما اسئلکم علیه من اجر ط ان اجری الا علی رب العٰلمین۔ مین کچھ اجر نہین مانگتا، میرا اجر پروردگار کے ذمہ ہے۔

مین جانتا ہون کہ قوم حق بینی کی نگاہ نہ ڈالیگی۔ وہ تعصب کی عینک آنکھون سے نہ اوتاریگی، وہ قرآن مجید کی آیتون کے مقابلہ مین بھی اپنی آبائی روش کی جاندادہ ہوکر ما الفینا علیه اٰباءنا کہکے برا بھلا سخت و سست کہنے کو کھڑی ہو جائیگی، مگر مجھے برا بھلا کہکر کیا پائیگی۔ مین کیا اور کس شمار مین ہون، ایک نقطہ ہون جس کی کچھ نہین مقدار فی الوجود ؛ اوس کا حساب کیا ہے اور اوسکا شمار کیا جب بڑے بڑے اساتذہ اسلام کے چاند تارے حق گوئی کے سبب مرتد بنے، کافر بنے، قوم کے ہاتھون جلا وطن ہوئے، قید خانہ دیکھا، کوڑے کھائے، اور سوطرح کے آفات مین ڈالے گئے، تو مین کس گنتی مین ہون ہان ایکدن آیا کہ اونکی حقانیت کا ستارہ چمکا اور حق کی روشنی تابان ہوئی۔ اگلے الیسون کے ساتھ مجھ جیسے گنہگار روناشدنی کا حشر ہو تو میری تو نجات ہے۔ وہ تو علماء دین تھے، اسلام کے تناور درخت تھے، جو قوم کے نشانہ بنے۔ اور مین تو آگ لا شئے محض ہیچمدان معدوم ہون، جس نے کسی ایک چیز کی بھی حقیقت نہین جانی، جسکے علم وفکر کی ابتدا جہالت، اور انتہا جہالت ہے، اور معلوم نہین انجام کیا ہو، وہ کس شمار مین۔ قوم جاہل کہیگی، امی محض کہیگی، تو مجھ سچا اور برا نہ کہیگی، نہ جھوٹا کہیگی نہ غلط اوس کا یہ کہنا صحیح ہوگا، مگر اوس کا یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ ایک جاہل اور امی تو حق کا مورد اور حق گو نہین ہوسکتا۔ مجھے جو کچھ بھی وہ کہے حق ہو سکتا ہے، مگر اوس کا حق سے منہ موڑنا کبھی حق نہین ہو سکتا۔ اگر وہ سب مجھے دیکھے گی تو ٹھوکرین کھائیگی۔ اور اگر وہ حق کے آگے سر جھکائیگی

تو نجات پائیگی ۔ وما علینا الا البلاغ۔

التماس

میری تقریرون سے یہ نہ سمجھو کہ میری نسبت کلام ربانی قرآن مجید سے ہے تو مین اہل قرآن اوس فرقہ کا ایک فرد ہوگیا جو فرقہ پنجاب مین نکلا ہے۔ اور اہل قرآن ہونیکا مدعی ہے۔ کیونکہ مین اہل قرآن، اہل حدیث، اہل فقہ وغیرہ وغیرہ سب نامون کو بدعتی نام سمجھتا ہون، جو نام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلے، اور جن نامون کا نشان قرآن مجید مین کہین نہین ملتا، وہ نام خدا اور رسول کے دفتر مین نہین ہین

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنکی ملت ہمکو عنایت کی گئی اور جنکی اتباع کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور ہوئے، وہ مسلمان تھے۔ ماکان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ (حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو یکسُو مسلمان تھے)۔ خود آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت بزبان خداوندی ارشاد ہوا واُمرت ان اکون من المسلمین (مجکو حکم ہوا ہے کہ مسلمانون سے ہون) اس کا بیان اصل کتاب مین آہی گا۔ اسوقت غرض یہ ہی کہ ہمارے نبی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نہ اہل قرآن تھے، نہ اہل حدیث، نہ اہل فقہ، نہ سنی، نہ شیعہ، وہ تو مسلمان تھے اور خالص مسلمان۔ ہم آپکی امت ہین ہم بھی مسلمان ہی ہین۔ ہمارا مذہب بھی بہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی اسلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جب ہی آپکی امت مین ہمارا شمار بھی ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متبع قرآن مجید تھے ہم آپکی اُمت ہین تو ہمکو بھی اوسی کی اتباع کرنی چاہیے۔ ہمارا نام بھی خدا نے مسلمان ہی رکھا ہے ھو سمیکم المسلمین من قبل وفی ھذا خدا نے تمہارا نام اے امتان نبی مسلمان ہی رکھا پہلے بھی اور اب بھی (حج ۱۰) ورضیت لکم الاسلام دینا خدا نے تمہارے لئے دین اسلام ہی کو پسند فرمایا (مائدہ ۱) مین اپنے ساتھ کوئی بدعتی نام پسند نہین کرتا

مین مسلمان ہون، میرا دین اسلام ہے، اور مجھے اسی دین اور اسی نام پر ناز ہے، جو خدا کا رکھا ہوا ہے۔ یہی دین ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور بلا آمیزش کسی اور بدعتی القاب کے آپکے پیروون کا رہا یہی دین سارے پیغمبرون کا اور یہی ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی۔ ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه - دین ابراہیم سے وہی پھرتا ہے جس نے اپنے آپکو بیوقوف بنایا (بقرہ ۱۵) مسلمانون نے تفرقے ڈالکر اور تفرقہ کے الفاظ ملاکر تشخص پیدا کیا تو بیوقوف بنے۔

مین ہرگز اہل قرآن نہین کیونکہ اہل قرآن کا فرقہ بمقابلہ اہل حدیث اور بمقابلہ آریہ سماج نکلا ہے، اوس نے قرآن کو چیستان اور معما بناکر، اوسے کھینچ تان کر، اوس کی ہڈیان طرح طرح کرا کر نئے مذہب کی بنیا ڈالی ہے۔ الفاظ کے جوڑ توڑ سے ایسے معنی نکالے ہین کہ قرآن کو سو دفعہ پڑھ جاؤ مگر وہ معانی کبھی سمجھ مین نہین آنے کے۔ تیرہ سو برسون کی نماز جو عمل متواتر سے ثابت ہے بدل دی گئی اور یہ اصول بلا بنیہ رب گڑھ لیا گیا کہ نماز مین قرآنی ہی الفاظ ہون۔ حالانکہ خدا کو لفظ مطلوب نہین، مفہوم اور دلی خشوع مطلوب ہے کیونکہ نماز اوس کی یاد کے لئے قایم ہوئی ہے۔ اقم الصلواة لذکری۔ فرقہ اہل قرآن کی تصنیف پر میری نظر نہین گذری، دو تین رسالے پڑھے ہین۔ جس سے ظاہر ہوا کہ وہ قرآن کی ہڈیان مروڑتے، نئے احکام پیدا کرنے، نئی شریعت قایم کرنے، اور اوس دین مین جو تفرقہ مٹانے آیا تھا تفرقہ ڈالنے کو کھڑا ہوا ہے۔ اور میرا مقصد خدائی دین اسلام کو بیان کرنا ہے جو خود تفرقہ شکن ہے۔ اس کے سوا بھی اہل قرآن کو قرآن مجید کی روحانیت سے سروکار نہین اس لئے وہ دوری مین پڑا ہے۔ اور جو خدا سے دور اوس سے مین دور مین کسی طرح اوس کا ہمدرد نہین، ساتھی نہین۔ ہان اگر کوئی حق بات اوس کے مُنہ سے نکل جائے تو اوس کے تسلیم کرلینے مین مین پس و پیش بھی نہین کرتا۔ حق بات جس کے مُنہ سے نکلے۔ حق سے مُنہ موڑنا تو خدا سے منہ موڑنا ہے۔

نہ مین اہل حدیث ہون حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شیعہ اور تبرائی اگر کمزور ضعیف اور مشتبہ حدیثون کو بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کر کے جب تک اوس مین قطعیت نہ پیدا ہو اپنا ٹھکانا خطرناک بناؤن - اور قرآن کو باہمہ تواتر حدیث سے منسوخ کرنے یا حدیث سے مخصوص و محدود کرنے یا قرآن پر اضافہ کرنیکو کھڑا ہو جاؤن کہ یہ بھی نسخ قرآن ہے ، اور حدود اللہ کا توڑنا جس کا نام تفسیر قرآن رکھا گیا ہے - اور نہ مین امکانی شقوق کو اختلافات حدیث کے مٹانے کے لئے کافی اور تشفی بخش سمجھتا ہون اکیونکہ امکان مین کوئی قطعیت نہین -

فقہ کی اصلیت تو قرآن مجید مین پائی جاتی ہے ، اسلئے تفقہ سے مجھے انکار نہین - مگر تفقہ کے وہ معنی مین نہین سمجھتا جو قوم نے سمجھا ہے - دین مین سمجھ پیدا کرنا تفقہ ہے اور حسب فرمان خداوندی اک جماعت ایسی ہر زمانہ مین ہونی ضرور ہے - تفقہ ختم رسالت کی طرح اختتام پذیر نہین - تفقہ تو جاہلون اور اندھون کی آنکھ ہے جس کے سہارے یہ چلتے ہین - پھر بھی مین اہل فقہ نہین کیونکہ یہ بھی اہل قرآن اور اہل حدیث کی طرح بدعتی نام ہے - نہ یہ نام خدا اور رسول نے ہمارا رکھا - نہ وہ جنکی امت مین ہم ہین ان نامون کے ساتھ موسوم ہوئے -

ہان مین مسلمان ہون اور خالص مسلمان الا للہ الدین الخالص - نہ مین اوسکے حکم مین کسی کو شریک کرتا ہون کیونکہ وہ خود ہی شریک نہین کرتا و لا یشرک فی حکمہ احدا - اوس کے حکم مین کسی کو بھی شریک کرنا ممنوع اور شرک فی الحکم ہے - آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا دلی مقصود یہی تھا کہ خدا کے بندے خدا کے ہو کے رہین اس لئے خدا کی محبت عین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے - تو خدا کی محبت نے ، اوس کی عظمت و جلالت نے اوس کی قدوسیت اور تنزہ نے میرے دل مین کسی کی جگہ نہین چھوڑی تو مین

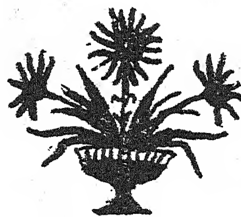
اوس کے سوا کتنے معبود بناؤن اور اوس کے سوا کس کس کے آگے جھکون۔

من بعد مین قوم سے یہ چاہتا ہون کہ وہ اپنی خواہشون، مذہبی توہمات، اور خاندانی خیالات سے فانی ہو کر بحضور خداوند جل وعلیٰ اس کتاب کو پڑھے۔ قائل کو نظر انداز کرے، اور قول پر توجہ کرے، تعصب سے پاک ہو، اور خدا کا خالص بندہ ہو کر، خدا کا اور خدا ہی کا طالب ہو کر اس کتاب پر غور و فکر کی نگاہ ڈالے، جہان مین اپنی طرف سے کچھ کہون تو اوس پر فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ میرے اون بندون کو جو بات سنتے ہین پھر جو اچھی ہو اوس پر چلتے ہین خوشخبری سنادو۔ (الزمر ۲) کے اصول پر عمل پیرا ہو۔ اور جہان کہین خدا کا کلام پائے تو اوس مین تدبر و تفکر کرے جو مامور خداوندی ہے۔ اس تدبر کے بعد اوسکا معاملہ خدا کے ساتھ ہے جو خدا سمجھائے اوس پر یقین کرے، اوسکے آگے گردن جھکائے، اور اوس کی تعمیل مین جد و جہد کرے، گرچہ کوئی اوس کی حمایت کا دم نہ بھرے۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ انسان اپنے نفس کا دانا و بینا ہے گرچہ وہ عذرات و بہانے کھڑے کرے (القیمہ ۱) بازپرس اپنے دلی ایمان سے ہے۔ اور دلی یقین کچھ ہو اور عمل ہو دوسرون کے کہے پر تو یہ نفاق ہے۔

قوم کی نسبت خدا سے ٹوٹ گئی ہے یعنی کلمہ ایمان پر اون کا یقین یقین رسمی ہے۔ وہ خدا ہی کو معبود نہین سمجھتی بلکہ اورون کو بھی۔ خدا ہی اوس کا مقصود نہین رہا بلکہ وہ ماسوا کی جانزادہ ہو گئی ہے۔ وہ خدا کے فرمان پر چلنے کو تیار نہین بلکہ اپنے احبار و رہبان کی فرمان بردار ہو گئی ہے۔ اسی لئے وہ برے حال کو پہونچ گئی ہے۔ حقیقی اسلام آشکارا کرنے سے میری حقیقی نیت یہی ہے کہ بندون کی نسبت خدا سے پھر جوڑ دون، اور قوم خیر کی الحکم

اور شرک فی النبوت کے گڑھے سے نکالون۔ تاکہ وہ روشنی جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلون مین ضوافشان تھی وہ پھر تابان ہو

اے قوم! دل کو، دماغ کو، نیات اور اعمال کو، خدائے واحد کے لئے خالص کر، پاک کر، اور قابل قبول بنا، کہ قرآن مجید کا نور دل و دماغ کو روشن کرے، اور تجھے انسان کامل بنا کے خدا کے حضور مین کھڑا کرے۔ یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء (نور رکوع ۵)



آغاز کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس اتنے بڑے مقدمہ اور اتنی بڑی تمہید کے بعد مین اصل کتاب کو شروع کیا چاہتا ہون۔ اصل کتاب کیا ہے؟ چند اصولی سوالات ہین، جنکو قرآن مجید سے حل کیا گیا ہے۔ اور چند وہ مسائل ضروریہ ہین، جن کی نسبت خداے تعالیٰ و تقدس نے سخت سے سخت تاکید کے ساتھ حکم بھی دیا، اور اون کے نافرمانون پر سخت سے سخت تہدید بھی فرمائی، مگر اون کی نسبت قرآن مجید مجمل اور گونگا سمجھا جاتا ہے۔ اور ان اجمال کا کھولنے والا کوئی ضمیمہ بھی قرآن مجید کے ساتھ شایع نہین کیا جاتا۔ یہ سوالات اور یہ مسائل قرآن مجید ہی سے حل کئے گئے ہین۔ قرآن مجید اپنے صریح معنون مین لیا گیا ہے۔ نہ دور از کار تاویلون سے وہ بدلا گیا ہے۔ نہ طبع آزمائیون کے قایم کئے ہوئے پابندیون سے وہ جکڑا گیا ہے۔

مسلمانو! ذرا انصاف دلی کی آنکھون دیکھنا، اور قرآنی فیصلون سے انحراف نہ کرنا کہ یہ ضلالت ہوگی بلکہ اضل سبیلا۔

مضامین حل طلب اور مسائل حل طلب کی فہرست شروع کتاب مین "فہرست مضامین کتاب" کے زیر سرخی لکھدی گئی ہے یہان پر دوہرانے سے صرف کتاب کی ضخامت بڑھ جائیگی اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے مین نے فہرست مضامین پر قناعت کی۔ اوس فہرست کے سارے مضامین محض قرآن مجید سے حل کرنے ہین۔ اور روحانی اور اخلاقی ہدایتین **منہاج الحق** مین دیکھو۔

اے خدا ! میری مدد کر- اپنی صراط مستقیم سے ڈگنے نہ دے- لوگ کہتے ہین کہ مجمل قرآن سے اتنے سارے مسائل حل ہو جایئن محالات سے ہے- اور میرا ایمان یہ کہ مفصل قرآن اگر حل نہ کر سکے تو دوسری کتاب ان مسئلون کے حل کرنیکا استحقاق ہی نہین رکھتی- لوگ کہتے ہین یا کہین گے کہ اتنے بڑے بڑے مقدس علما نے جس گرہ کو نہ کھولا- اوسکو کھولنا یا جو کچھ وہ لکھ گئے اوس کے خلاف کچھ لکھنا گمراہی اور کفر ہے- اور میرا عقیدہ یہ کہ تیرے کلام کے مقابلہ مین کسی کے آگے جھکنا چاہے وہ کوئی عالم ہی کیون نہ ہو تیرے اور تیرے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے خلاف اور شرک فی الحکم ہے-

اے خدا ! نفس و شیطان سے پناہ مانگتا ہون اور تیری پناہ- مجھے اپنے چہرہ کے نور مین پناہ دے- مجھ سے وہ لکھا جس مین تیری رضا اور تیرے رسول کی خوشنودی ہو- غلطیون اور لغزشون سے میری محافظت کر- اپنی دیدار سے میرا مواجہ نہ پھیر شوق مستقیم دے جو تجھے ہی دیکھے ولولہ اخلاص دے جو تیرے ہی کیے- ہمت صدق دے جو حق گوئی مین جانباز ہو- توفیق سعی دے جو توکل کی کشتی پار لگائے- صبر دے جو کافر و نیچری اور مرتد کہنے والون کے مقابل ہو- رضا و تسلیم دے کہ خواہشون کی آگ ٹھنڈی ہو جائے- مین تیری طرف رجوع کرتا ہون- تجھی سے اعانت چاہتا ہون اور تجھی پر بھروسا کرتا ہون کہ تیرے سوا میرا کوئی ہے بھی نہین- ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہٗ

حل مسائل حل طلب

مسئلہ (۱)

خداوند عالم نے سارے رسولون کے ذریعہ سے ایک ہی صراط مستقیم کی ہدایت کی اور ایک ہی دین بھیجا یا مختلف- اور اپنے بھیجے ہوئے دین اور اوس کے پیرون کا نام اوس نے کیا رکھا ہے؟

اس مسئلہ کے متعلق تعلیم خداوندی یہ ہے

ایک ہی صراط مستقیم کی خدا نے ہدایت فرمائی۔ اور سارے رسولون کے ذریعہ سے ایک ہی دین بھیجا جس کا نام اسلام ہے۔ اور جسکے پیرون کو مسلمین کا لقب عنایت کیا گیا ہے۔ مفصلۂ ذیل آیتین اس کی شاہد ہین کہ سب رسولون کو صراط مستقیم ہی کی ہدایت کی گئی، اور سب کو دین اسلام ہی دیا گیا۔

قل اننی ھدینی ربی الی صراط مستقیم ہ دینًا قیمًا ملة ابراھیم حنیفا۔ اے رسول! کہدو کہ میرے خدا نے صراط مستقیم کیطرف میری ہدایت کی ہے جو ٹھیک دین ہے یعنی ملتِ ابراہیم ہے جو یک سو خدا کے ہو رہے تھے (انعام ۲۰) یہی صراط مستقیم ملت ابراہیم ہے، جسکی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی۔ اور جسکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی انك لتھدی الی صراط مستقیم اے رسول بے شک تم ہادی صراط مستقیم ہو (زخرف ۵) ہم مسلمانون کو صراط مستقیم کی تبلیغ کی گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ۔ ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم بے شک اللہ ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے تو اوسی کی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے (ال عمران ۵) آپنے اولاً ایک خدا کی طرف متوجہ کیا یعنی توحید۔ پھر عبادت کی تعلیم فرمائی۔ عبادت صرف نماز ہی نہین ہے بلکہ سارے احکام و ہدایات کی تعمیل ہے۔ آپنے اسی کو صراط مستقیم فرمایا، اور اسی کی تبلیغ فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ اجتبٰہ وھدٰیہ الی صراط مستقیم خدا نے اون کو منتخب کیا، اور صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ (النحل ۱۵)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی شان مین خدا نے فرمایا وھدینا ھما

الصّراط المستقیم - ہم نے اون دونون کو صراط مستقیم کی ہدایت کی ۔(والصّٰفّٰت ۱۱۸)

حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق ۔ حضرت یعقوب ۔ حضرت نوح ۔ حضرت داؤد ۔ حضرت سلیمٰن ۔ حضرت ایوب ۔ حضرت یوسف ۔ حضرت موسیٰ ۔ حضرت ہارون ۔ حضرت زکریا ۔ حضرت یحییٰ ۔ حضرت عیسیٰ حضرت الیاس ۔ حضرت اسمٰعیل ۔ حضرت یسع ۔ حضرت یونس ۔ حضرت لوط علیہم السّلام سب کے مدارج اور فضائل بیان کرکے خدا فرماتا ہے ومن آبائھم وذریٰتھم واخوانھم واجتبینٰھم وھدینٰھم الیٰ صراط مستقیم اور اون کے آبا اور اولاد و برادران مین سے بھی ہمنے منتخب کیا ، اور صراط مستقیم کی ہدایت کی (انعام ۸۷) پھر اسی سلسلہ مین خدا آگے چلکر فرماتا ہے اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰیھم اقتدہ ۔ یہ وہ لوگ ہین جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے ، تو تم ان کی ہدایت کی اقتدا کرو ۔ (انعام ۹۰)

یعنی صراط مستقیم ایک ہی ہے اور وہی سب رسولون کو ملی ۔ خدا نے کوئی تفرقہ نہین کیا جب تو اقتدا کو فرمایا ۔ اب کوئی اگلی صراط مستقیم کو کھوٹی راہ کہے تو کہے ۔ مراد لینا اوس کے ہاتھ ہے جو چاہے مراد لے ورنہ دو نقطون کے درمیان خط کھینچو تو سب سے چھوٹا خط خط مستقیم ہے اور یہ دو ہو ہی نہین سکتا ۔ یہی رشتہ عبودیت جو عابد و معبود مین ہے یہی صراط مستقیم ہے ، جس راہ سے تم معبود تک پہونچ سکتے ہو ۔ صراط مستقیم ۔ دین اللہ ۔ دین قیم ۔ فطرت اللہ ۔ دین اسلام سب مترادف المعنی ہین ۔ ایک ہی نام بلحاظ صفات کے مختلف نامون سے موسوم ہوا ہے ۔

پھر یہ بھی ہے کہ خلاق فطرت کا بھیجا ہوا دین فطرت اللہ یا قوانین فطرت کے خلاف ہو نہین سکتا کیونکہ اوس کے قول و فعل مین اختلاف ممکن ہی نہین ۔ دین و فطرت مین مطابقت تام ہونی چاہیے اس لئے فطرت جب نہین بدلتی ، تو دین بھی نہین بدلتا ۔ اور جب نہین بدلتا تو فطرت کے مطابق ایک ہی دین ہو سکتا ہے ، اور وہی دین اسلام ہے ۔

ان الدین عند اللہ الاسلام خدا کے نزدیک تو اسلام ہی دین ہے (آل عمران ۲؎)
اللہ ایک، اوس کا دین برحق ایک، اوس کی راہ ایک، اوس کے احکام و ہدایات ایک، اوسکی
ساری کتابین ایک، اور اوسکے سارے رسول ایک، لا نفرق بین احد من رسلہ (ہم رسولوں
مین تفرقہ نہین کرتے) مگر لوگون کو یہ وحدت دین پسند نہین - وہ ہر جگہ تفرقہ اور تشخص کی جویا ہین
وہ دوسرے دین کی مخالفت کو دین سمجھے ہوئے ہین - افغیر دین اللہ یبغون کیا دین اللہ کے سوا وہ
کسی دوسرے دین کے متلاشی ہین - (آل عمران ۹؎) تو افسوس ہے اون پر، کیونکہ - من یرد اللہ
ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام - خدا جس کی ہدایت کرنی چاہتا ہے تو اوس کا سینہ قبول
اسلام کیلئے کھول دیتا ہے - (انعام ۱۵؎) یہ خدا نے کلیہ فرما دیا جو ازلی اور ابدی ہے - وہ ہمیشہ ہر زمانہ اور
ہر قوم مین اسلام ہی کی ہدایت کرتا رہا - اور یہ فرمان جاری کر دیا - قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما
انزل علی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی والنبیون
من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۵ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن
یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ۵ اے رسول کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہم پر
نازل ہوا (یعنی قرآن مجید) اور جو حضرت ابراہیم - حضرت اسمعیل حضرت اسحق - اور حضرت یعقوب
اور اون کی اولاد پر نازل ہوا - اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور کل نبیون کو خدا کی طرف سے ملا،
سب پر ایمان لائے - ہم ان پیغمبرون مین سے کسی ایک مین بھی فرق نہین کرتے، کیونکہ ہم تو خدا ہی کے
حکم بردار ہین - (یہی اسلام ہے) جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کریگا تو وہ اوس سے
قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت مین گھاٹے مین رہے گا - (آل عمران ۹؎) سارے پیغمبر سارے
پیغمبرون کے، اور ساری کتابین ساری کتابون کی مصدق رہی ہین - اسی لئے ایک کتاب پر ایمان
لانا ساری لا معلوم کتابون پر ایمان لانا ہے - اور کسی ایک کا منکر ساری کتابون اور سارے پیغمبرونکا

منکر اور کافر ہے۔ یہی دین اسلام ہے جو ازلی ہے۔ اسکے سوا کوئی دوسرا دین مقبول ہی نہیں۔ اسی دین اسلام کو خدا نے ہمارے لئے بھی پسند فرمایا۔ ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ہمنے تمہارے لئے من حیث دین دین اسلام کو پسند فرمایا۔ (مائدہ ع۱)

سارے پیغمبرون کا دین بھی دین اسلام ہی تھا۔ اور سارے پیغمبر بھی مسلمان ہی تھے۔ مفصل ذیل آیتین اس کی شاہد ہین۔ وکفی باللہ شھیدا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین۔ جبکہ خدا نے حضرت ابراھیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اسلام لاؤ تو انہون نے عرض کیا کہ ہم پروردگار عالم پر اسلام لائے۔ (البقرہ ع۱۶) ماکان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ حضرت ابراھیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو ایک پکے مسلمان تھے (آل عمران ع۷)

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ وامرت ان اکون من المسلمین۔ مین حکم دیا گیا ہون کہ مین مسلمانون سے ہوؤن (یونس ع۸)

اسلام کوئی نیا مذہب نہین۔ بلقیس نے بھی کہا تھا۔ واوتینا العلم من قبلھا وکنا مسلمین مجھکو تو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا اور مین مسلمان ہو چکی تھی (النمل ع۳) اور پھر صاف اقرار لسانی بھی کیا واسلمت مع سلیمن للہ رب العلمین۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پروردگار عالم پر مین اسلام لائی (النمل ع۳) یعنی دونون مسلمان تھے۔

نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وامرت ان اکون من المسلمین۔ مین حکم دیا گیا ہون کہ مین مسلمانون سے ہوؤن (النمل ع۷)۔

انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا ہمنے توریت

نازل کی جس مین ہدایت اور نور ہے۔ وہ سارے جو مسلمان تھے وہ توریت ہی سے حکم دیتے رہے۔ (مائدہ ۴۴) خدا نے اسلموا فرمایا یعنی وہ سارے نبی مسلمان تھے۔

واذا یتلی علیهم قالوا امنا به انه الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین۔ جب کتاب آسمانی پر ایمان لانے والون کو یہ قرآن پڑھکر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہین کہ ہم تو اسکے پہلے ہی سے مسلمان ہین۔ (القصص ۵۳) دین ایک ہی تھا دین اسلام ہی بلا اختلاف، جب تو یہ اللہ والون نے اقرار کیا کہ اگر دین اسلام یہی ہے جو تم پڑھکر سنا رہے ہو تو ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہین۔ کیونکہ کوئی اختلاف تو پاتے نہین، اور کوئی نئی بات تو معلوم ہوتی نہین۔ یہ آیت تائید ہے اس آیت کی جو خدا نے فرمایا وانه لفی زبر الاولین۔ قرآن مجید ہی اگلی کتابون مین اوترا تھا۔ اگر اختلاف ہوتا تو شک کی جگہ تھی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے یا نہین۔ ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا۔

غرض سارے انبیا ورسل مسلمان تھے، اور سب کا دین یہی دین اسلام ہی تھا، اور سب کی راہ صراط مستقیم ہی کی تھی۔ مگر قوم کو یہ راہ پرانی معلوم ہوئی، اور اس راہ والے پرانے ڈھرے کے معلوم ہوئے۔ مسلمان نام خدا کا رکھا ہوا انکو نہ بھایا، وہ فرقہ بندی قائم کرکے لگی ایکدوسرے سے جھگڑنے اسلام کے اعضا خود مسلمانون کے ہاتھون الگ کٹنے لگے۔ ایام جاہلیت کا دور پھر سے شروع ہوا جس اسلام نے قبیلون کے سیکڑون برس کے تفرقے، جنگ، اور خون ریزی کو مٹا کر ان مین یگانگت اور اخوت اسلامی کی روح پھونکی تھی، وہ خود فرقون کی رزمگاہ بنکر باپ بیٹے بھائی بہن کے خون سے لالہ زار ہوگیا، اب دیکھو تو صورت تک نہین پہچانی جاتی، ہر فرقہ اپنا بدعتی نام رکھکر الگ ہوگیا۔ کوئی اہل قرآن بنا، کوئی اہل حدیث، کوئی اہل فقہ، مقلد، غیر مقلد، محمدی، وہابی، حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی، ابوالعلائی، پھر اثنا عشری، اسمعیلی، زیدی، آغاخانی، خارجی، قادیانی، وغیرہ وغیرہ

سیکڑون ہی نام۔ یہ اتنے نام خدائی دفتر مین نہین، خدائی فرمان مین نہین، رسالت کی تبلیغ مین نہین، اصحاب رسول کے کارنامون مین نہین۔ قوم امت نبی سے نام کما کر دوسرون کی امت بنی ہے۔ کاش قوم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر آجائے، تو اسلام کا دن پھرے۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان فرقون مین سے کسی فرقہ مین داخل نہ تھے، وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح یک بگے مسلمان تھے۔ اگر وہ بھی ویسے ہی مسلمان حنیف ہو جائے، اپنے بدعتی القاب سے تائب ہو، اور خدا کے رکھے ہوئے نام و لقب کو پسند کرے، اور اپنے کو صرف مسلمان ہی کہے، اور اسی نام پر نازان ہو، اور سچا مسلمان ہو کر خدا ہی کے آگے سر جھکائے، تو اے قوم! تیری اوکھڑی ہوئی ہوا پھر اپنی ہوا بندھیگی۔ اختلافات اور جھگڑون کی مسموم ہوا بدل کر خنک، فرحت افزا، اور جان بخش ہو جائیگی، اور اسلامی دنیا پر قوت و پر شوکت ہو کر انعام الہیہ سے لہلہا اوٹھیگی۔ گرچہ مسلکون مین اختلاف تو رہیگا کیونکہ عقل و سمجھ کا مختلف ہونا بھی ایک فطرتی امر ہے مگر یہ اختلاف آرا اختلاف آرا ہی رہین گے۔ فرقے بن بن کر تباہ و برباد نہ ہو جائین گے۔ یعنی مسلمانون کی دنیا صحابہ کی دنیا اور مسلمانون کا دین صحابہ کا دین ہو جائیگا۔

غرض قرآن مجید کی آیتون سے یہ واضح ہو گیا کہ جتنے پیغمبر تھے سب مسلمان تھے، اور سب کو دین اسلام ہی دیا گیا تھا، اور سب کو صراط مستقیم ہی کی ہدایت کی گئی تھی، اور ہمکو بھی دین اسلام ہی عنایت ہوا، اور ہمارا نام بھی مسلمان ہی رکھا گیا۔ اسی لئے شرط ایمان قرار دیا گیا کل کتابون اور کل نبیون پر ایمان لانا بلا تفرقہ۔ امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔

لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ — والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۲)

دین الٰہی ایکدوسرے کا ناسخ ہی، یا ایکدوسرے کا مصدق - ناسخ ہی تو ہر ایک دین دوسرے ماسبق دین کا، یا ہر ایک دین کے بعض بعض احکام دوسرے دین کے بعض بعض احکام کے ناسخ ہین - یا قرآن مجید ہی سارے ادیان کا ناسخ اور قرآن مجید ہی کی آیتین آپس مین ایکدوسرے کی ناسخ ہین - اور اگر ہر ایک دین دوسرے دین کا مصدق ہی تو بالکل ہی، یا بالجزو ہے، یا صرف دین الٰہی کے دین الٰہی ہونیکا مصدق ہی؟

اس مسئلہ کو خداوند عالم نے قرآن مجید مین واضح کردیا ہی کہ دین الٰہی ہرگز ایکدوسرے کا ناسخ نہین بلکہ ایکدوسرے کا مصدق ہی، اور تمام تر مصدق ہی - کل کا مصدق بھی، اور جزو کا مصدق بھی - اسی طرح قرآن مجید کی کوئی ایک آیت یا ایک حکم بھی نہ کسی آیت کا ناسخ ہی اور نہ کسی حکم کا - اختلاف تو کہین ہی نہین، نہ ہوسکتا ہے - دو علیحدہ علیحدہ حکم مین ایک کو منسوخ کردیا جاتا ہے ورنہ نسخ کہین بھی نہین -

لیکن قبل اسکے کہ مین تصدیق اور کیفیت تصدیق کی آیتون کو بیان کرون مناسب ہی کہ پہلے اون آیتون کو بیان کرون جن سے قوم نے ناسخ و منسوخ کا الٹا خیال قایم کیا ہی اور دھوکے مین پڑی ہے -

ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہ الم تعلم ان اللّٰہ لہ ملک السمٰوات والارض - جو مٹا دیتے ہین ہم کوئی نشانی یا بھلا دیتے ہین تو پھر اوس سے بہتر لاتے ہین یا اوس کے مانند - کیا تم نہین جانتے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہی - کیا تم نہین جانتے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت بیشک اللہ ہی کی ہی - (بقرہ ۱۳) قرآن مجید مین آیت کے معنی کتاب اللہ کی آیت کے بھی آئے ہین اور اکثر جگہ آیت کے معنی نشانی کے بھی آئے ہین، جس سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے - اس آیت سے توریت و انجیل کی آیت یا قرآن مجید ہی کی آیت مراد لینا یا محذوف ماننا غیر قطعی ہوگا - اس آیت مین آیت کے معنی نشانی ہی کے ہین - کیونکہ الم تعلم ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر اسی معنی کا موید ہی ہر چیز خدا کی نشانی ہے - اور وہ ہر چیز پر ہر طرح کی قدرت کیساتھ قادر ہے - دوسری آیت بھی اسی کی

موید ہی۔ کیا تمہین خبر نہین کہ آسمان و زمین تمام اوسی کی سلطنت ہی۔ وہ جسے چاہے مٹائے اجسے چاہے بنائے، وہ قادر ہے۔ خدا کی نشانیان نت نئی آتی ہی جاتی رہتی ہین ایہ بدیہی ہے، اوس کی جانب اس آیت مین خدا نے متوجہ کیا ہے۔ اور اپنے کلمات کی نسبت خدا نے فرما دیا ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ خدا کے کلام مین تغیر و تبدل نہین۔ (یونس ۲۵) پھر اوسکے کلام مین نسخ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

دوسری آیت جس سے نسخ ثابت کیا جاتا ہے یہ ہی۔ واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر۔ جبکہ ہم بدلتے ہین ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ دانا تر ہے اوسکا جو وہ نازل کرتا ہی تو کفار کہنے لگتے ہین کہ یہ تو افترا ہے (النحل ۱۰۱) ہمیشہ یون ہی ہوا کیا ہی کہ جب ایک کتاب اللہ کی آیتون کی جگہ دوسری کتاب کی آیتین نازل ہوئین، تو باوجود اسکے کہ آیت وہی رہی صرف اوسکی جگہ بدلا کی (کیونکہ اللہ ہی دانا تر ہے، وہی نازل کرتا رہتا ہے) پھر بھی قوم نے انکار کیا اور اوسکو افترا ہی کہا۔ یہان پر آیت کے معنی بلاشبہ کتاب کی آیت کے ہین کیونکہ ینزل کا لفظ موجود ہے۔ مگر اس تبدل کے معنی نسخ کے نہین ہین کیونکہ مکان کا لفظ موجود ہے۔ یعنی آیت وہی رہی مگر ایک آیت کی جگہ پر دوسری آیت آئی۔ مثلاً توریت کی آیت کی جگہ انجیل کی آیت آئی۔ اور انجیل کی آیت کی جگہ قرآن کی آیت آئی۔ توریت کا مورد قلب مبارک حضرت موسی علیہ السلام تھا، اور انجیل کی آیت کا مورد قلب مبارک حضرت عیسی علیہ السلام، اور قرآن مجید کی آیتون کا مورد قلب مبارک نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ معنی ہین اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ یعنی آیت کی جگہ بدلنے کے۔ اسی لئے اسکے بعد ہی خدا فرماتا ہے بل اکثرھم لا یعلمون کفار سمجھتے نہین۔ اونکو سمجھنا تھا کہ جو کہا جا چکا وہی تو کہا جا رہا ہی۔ اسمین افترا کیا ہی مثلاً توریت مین حکم تھا۔ کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس و العین بالعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن والسن بالسن و الجروح قصاص۔ توریت مین یہ حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخمونکا ادلا بدلا (المائدہ ۴۵) اور قرآن مجید مین اسی حکم کو جامع اور مانع طرز سے یون

فرمایا ہے۔ جزاء سیئۃٍ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ۔ برائی کا بدلہ او سیدرجہ برائی ہے تو جو کوئی معاف کر دے اور صلح کرلے تو اوس کا اجر خدا کے ذمہ ہے (الشوریٰ) اور وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم فھو خیر للصبرین۔ اگر تم بدلا دو تو اوتنا ہی جتنی تکلیف تمکو دی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صابرون کیلئے بہتر ہے (نحل کی آخری آیت)

تصدیق کی آیتون کا تو ڈھیر ہے، لیکن کوئی آیت بھی نسخ کی موید نہین ملتی۔ ناسخ و منسوخ کے عقیدے سے نہ صرف کتاب الٰہی کی عظمت دماغ سے کھوئی گئی ہے جو اسلام مین مامور بہ ایمان ہین۔ اور نہ صرف پیغمبران الوالعزم کی عظمت دلون سے جاتی رہی ہے، اور وہ افسانہ اور شاعری کے بازیچۂ اطفال بنائے گئے ہین، بلکہ اس نسخ کے بدعتی عقیدے نے تو قریب قریب نصف قرآن کو منسوخ اور بیکار کردیا ہے۔ جن کا قرآن مین ہونا بیکار اور مزاحم، اور جن کا یاد کرنا فضول اور ناحق کی زحمت، بلکہ قرآن سمجھنے اور اوسمین تدبر و تفکر کرنے مین پہاڑ حائل کردیا ہے، کیونکہ قرآن کا سمجھنا اوسکے لئے جائز ہی نہین کیا جاتا جو ناسخ و منسوخ کے رموز سے واقف نہ ہو۔ اس عقیدہ نے قرآن کو بھی ویدبنادیا کہ درسی تعلیم پائے ہوئے اور اختلاف آرا کی کھچڑی پکائے ہوئے علما جو ناسخ و منسوخ کو پہچانین وہی قرآن سمجھین تو سمجھین۔ ایک ایت قتال سے تین سو آیتین منسوخ کی گئین۔ معلوم نہین یہ نازل ہی کیون کی گئی تھین اور پھر رکھی کیون گئین۔ کیا منسوخ آیتون کو الگ کردینا یا اون کی علیحدہ فہرست لگادینی کہ وہ آیتین ممیز ہوجائین، اور تبلیغ کی اصلاح ہوجائے، خود رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء صحابہ کیلئے لازم تر اور آسان تر نہ تھا جس سے سبھون نے چشم پوشی کی اور یہ قرآن مجید کی اصلاح پچھلون کیلئے اوٹھا رہی۔ یہ عقیدہ علی بنیٰہ رب نہین ہے اسلئے اسکے ذمہ وار آنحضرت نہین ہین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس عقیدہ سے آیتین منسوخ ہوگئین مگر منسوخ آیتون سے جو احکام نکلتے تھے، اور جو ہدایتین ہوتی تھین وہ بارگاہ احکم الحاکمین مین فریادی ہوگئین۔

مثلاً۔ سورۃ النساء کا تیسرا رکوع۔ والتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم الخ دو عورتین جو

مرتکب بدکاری ہون یعنی چپٹی کی مجرم ، اسکے بعد انکی سزایان کی گئی ہے - اور - واللذان یاتینھا منکم ؎ اور دو مرد جو مرتکب بدکاری ہون ، یعنی لواطت کے مجرم - اسکے بعد انکی سزابیان کی گئی ہے - ان دونون آیتون کو زنا کی آیت سے منسوخ کرنا ظلم اور دو حکمون کی عدول حکمی ہے - زنا مین مرد عورت کیساتھ ارتکاب جرم کرتا ہے اسلئے زنا کا حکم اپنی جگہ پر قطعی ہے - اور یہ دونون آیتین چپٹی اور لواطت کے متعلق ہین ، کیونکہ پہلی آیت مین تثنیہ کی ضمیر مونث کی ، اور دوسری آیت مین تثنیہ کی ضمیر مذکر کی اسکی کافی شہادت ہے ان دونون آیتون کو اگر منسوخ کرو جیسا کہ کیا گیا ہے تو بتاؤ کہ قرآن مجید مین لواطت کی نسبت جسکے سبب قوم لوط غارت کی گئی ، اور جو فطرتی زراعت کے تخم کی تباہ کن ہے ، احکام وہدایات کہان ہین - کیا ایسے قبیح جرایم بے سزا چھوڑے گئے - افسوس کی بات ہوگی اگر ان آیتون کو جو ایسے قبیح جرایم کے متعلق ہین ناحق منسوخ کرکے ان آیتون کا خون کرو - ایسے گناہون کی سزا سے قرآن مجید کیونکر ساکت رہ سکتا ہے ، جب خدا نے فرمادیا ما فرطنا فی الکتاب من شئی - ہمنے قرآن مجید مین (دین کے متعلق) کچھ نہ چھوڑا جو بیان نہ کردیا - (انعام ۳۸) یہ دین کی بات ہی چھوٹ نہین سکتی - جب زنا کی نسبت حکم نہ چھوڑا تو ایسے خلاف فطرت افعال قبیحہ کے متعلق احکام کیونکر چھوٹ سکتے تھے - زنا کے جرم مین قوم غارت نہین کی گئی ، مگر لواطت کے جرم مین قوم غارت کیگئی ہے - ناسخ ومنسوخ کے من گڑھت عقیدے نے سیکڑون آیتون کو جو اپنی اپنی جگہ پر اک خاص حکم رکھتی ہین عبث ، لغو ، اور بیکار کردیا ہے - اور قرآن مجید کو باہمہ تواتر حدیث سے منسوخ کرنے مین بھی تامل نہین کیا -

جب دو آیتین آپسمین مخالف ہون تو ایک کو منسوخ کہو گے - مگر اختلاف کا پایا جانا جو نسخ کی وجہ سمجھی جاتی ہے قرآن مین کیا کسی کتاب اللہ مین ممکن نہین بلکہ محال ہے - کیونکہ من عند اللہ مین اختلاف ہو نہین سکتا - یہ خدا ہی نے فرمادیا ہے - ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا - اگر یہ من اللہ نہین من غیر اللہ منزل ہوتا تو لوگ اس مین اختلاف کثیر پاتے (النساء ۸۲) اختلاف نہ ہونیکو خدا نے دلیل

حقانیت بتلایا ہے، آج لوگ اسے کسرشان سمجھتے ہین - انکو نفسانیت اور غرور نے دھوکے مین رکھا یہ سمجھنے لگے کہ جیسے جیسے عقل بڑھی، اور لوگ ترقی کرتے گئے، اون کی ترقی کے لحاظ سے کتاب آتی رہی، مسلمانون کے زمانہ مین ترقی کی انتہا ہو گئی، اسلئے کتاب آنیکا سلسلہ بند کر دیا گیا - حالانکہ ترقی کا دروازہ خدا نے بند نہین کیا ہمیشہ ترقی ہوتی رہی، اور ترقی ہوتی رہیگی - اونکو سمجھنا تھا کہ قانون فطرت نہین بدلتا اور جتنی کتابین آئین قانون فطرت کے مطابق آئین - فطرتی جذبات کو صراط مستقیم پر لگانا اونکا مقصد تھا - اسلئے ہر دین الٰہی چونکہ من عند اللہ ہے گرچہ سیکڑون برس بعد آئے، پھر بھی ایک دوسرے کا مصدق ہے -

مین بیان کر چکا کہ نسخ کا خیال بے بنیاد ہے، کوئی آیت بھی نسخ فی الاحکام کی حمایت نہین کرتی - اب مین یہ دکھایا چاہتا ہون کہ دین الٰہی ایک ہی ہے بجمالہ ایکدوسرے کا مصدق - خدا ایک، اوسکے سارے رسول بلا تفرقہ ایک، ما اُمر بھا یعنی اوس کی کتابین بلا اختلاف ایک، سب ایکدوسرے کی مصدق - مفصلہ ذیل آیتین اس کی شاہد ہین - یہ خدا کی آیتین ہین وکفی باللہ شہیدا

ط شرع لکم من الدین ما وصّٰی به نوحًا والذی اوحینا الیك وما وصّینا به ابراهیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه - خدا نے تمہارے لئے وہی دین قایم کر دیا جسکا حکم نوح کو دیا تھا، اور جس کی وحی تمہاری طرف بھیجی، اور جس کا حکم ابراہیم اور موسی اور عیسی کو دیا تھا کہ اوس دین کو قایم رکھو اور اوس مین تفرقہ نہ ڈالو (شوری ۲ع) خداوند عالم نے کتنا صاف صاف فرما دیا کہ سب کا دین ایک ہی ہے، اور تفرقہ کو منع فرمایا ہے -

یہ بھی سمجھ لو کہ دین کے معنے صرف توحید کے نہین ہین جیسا کہ قوم نے سمجھ رکھا ہے، بلکہ دین کے معنے کتاب اللہ یعنی سارے احکام ربانی کے ہین - سورہ شوریٰ کا دوسرا رکوع پڑھ جاؤ پتہ لگ جائیگا کہ خدا نے بھی ایسا ہی بتایا ہے - دین کے معنے اگر توحید ہی کے لو تو کیا سارے پیغمبرون کی توحید کھوٹی تھی اور ناقص جو خدا نے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم آج مین نے تمہارا دین کامل کر دیا - اسکے صاف معنے یہ ہین کہ کتاب اللہ

ضایع ہونے سے جو احکام و ہدایات ناقص رہگئے تھے اللہ نے کتاب بھیجکر کامل کردیا اور یہی تکمیل دین
اور اتمام نعمت ہے۔ ایک ہی دین خدا نے نوح وابراہیم اور موسی اور عیسی علیہم السلام اور سب کو دیا تھا
اسکے معنی توحید کے نہیں بلکہ ایک ہی احکام وہدایات کی کتابین دین۔ یہ کتابین ایک دوسرے کی مصدق ہین
اسکے یہ معنی نہین کہ توحید ہی مین مصدق ہین کیونکہ یہ توحید کی قید اپنی طرف سے ہے اور یہ قرآن مجید کی تقیید
وتصحیح اور تنسیخ ہے۔ خدا نے دین کا لفظ فرمایا تو ہر ایک دین دوسرے دین کا بکمالہ مصدق ہے۔

لمہ۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط
وما اُوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اُوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ
مسلمون ٥ مسلمانو! کہدو کہ ہم ایمان لائے ہین اللہ پر، اور قرآن مجید پر، اور ابراہیم اور اسمعیل اور
اسحٰق اور یعقوب کی اور اونکی اولاد کی کتابون پر، اور توریت وانجیل پر، اور جو کتابین اور نبیون کو خدا
کیطرف سے ملین، ہم ان مین سے کسی مین بھی فرق نہین کرتے ہم تو خدا ہی کے فرمان بردار ہین۔ (بقرہ ۱۶۱)
سب پر ایمان لانیکے معنی یہ ہین کہ سب ایک ہین جب ایک پر ایمان لانا سب پر ایمان لانا ہوگا۔ ورنہ اختلاف
کی صورت مین مختلف احکام پر وہ بھی لامعلوم حالت مین کہ محو شدہ کتابون کے احکام معلوم بھی نہین ہوسکتے
ایمان لانا ایمان کہا جائیگا یا منافقانہ قول۔ کیونکہ اختلاف کیصورت مین بجائے ایمان کے من عند اللہ ہونے مین
شک پیدا ہوگا جیسا کہ آیت اوپر دی گئی ولو کان من عند غیر اللہ الخ۔ یا بجائے شک کے ایمان حاصل ہوگا
اگر یہ کہو کہ اگلی کتابون پر ایمان لانیکے معنی یہ ہین کہ اون کتابون کا صرف منزل من اللہ ہونا تسلیم کیا جائے
تو نسخ شدہ حالت مین اس تسلیم سے فائدہ ہی کیا۔ دوسرے یہ کتاب پر ایمان لانا نہوا بلکہ رسول پر ایمان لانا
ہوا کہ جو کچھ وہ لائے وہ خدا کی طرف سے لائے اور یہان خدا کتابون پر ما اُنزل اور ما اُوتی کے لفظ
کے ساتھ فرماتا ہے، اور لفظ ما بھی عام ہے، یعنی جو کچھ اون پر نازل ہوا اوس پر ایمان لاؤ۔ ما انزل
اللہ ساری کتاب ہے۔ اور ساری کتاب پر ایمان بجز ایک ہونیکے اختلاف کی صورت مین تو ہو ہی نہین

سکتا خصوصًا لاعلوم حالت میں - یہ تو خدا کی شان سے بہی بعید ہے کہ جن جن کتابون کا وجود ہی نہو اور اون مین اختلافات ہون اون پر ایمان لانیکو بے ضرورت حکم دے - ایک آیت ہو تو تو طرح طرح کی تحویلہ ہو، خدا نے تو بہتیری آیتین فرمادیا ہین -

ملـ۳ـ وما کان ھذا القرآن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل الکتاب لا ریب فیہ من رب العلمین یعنی یہ قرآن مجید ایسی کتاب نہین کہ خدا کے سوا کوئی اسکو بنالائے، بلکہ یہ اگلی کتابون کی تصدیق کرتا ہے، اور اونکی تفصیل ہے، اور بیشک یہ قرآن مجید خدا کی طرف سے ہے - (یونس ۱۷) کیا اختلاف اور نسخ کی حالت مین قرآن اگلی کتابون کا مٹادینے والا کہا جائیگا یا تصدیق کرنے والا، اور جب مصدق ہے تو ناسخ نہین ہے - کیفیت تصدیق کو بھی خدا نے فرمادیا کہ تصدیق فی التوحید ہی نہین، تصدیق اجمالی نہین، کہ صرف نزول کی تصدیق کیجائے، بلکہ تصدیق تفصیلی ہے "تفصیل الکتاب"

ملـ۴ـ وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ ہمنے تم پر قرآن مجید اوتارا جو حق ہے، اور اگلی کتابون کا مصدق اور محافظ ہے - (مائدہ ۷ ئ) تصدیق مسئلہ توحید خدا نے نہین فرمایا، نہ تصدیق نزول فرمایا، بلکہ تصدیق کتاب فرمایا - اگر کوئی اپنی کتاب مین میری اس کتاب کی مخالفت کرے، اور اسکو صفحہ ہستی سے مٹا ہی دے مگر کسی ایک مسئلہ کی تصدیق کرے، تو اوس کی کتاب میری کتاب کی مصدق یا محافظ کہی جاسکتی ہے، ہرگز نہین، اسلئے دین اسلام ایک ہے، ہر ایک کتاب مذہب اسلام ہی لائی، اور ایک دوسرے کی مصدق رہی - قرآن کی تعمیم کی تخصیص اگر خود قرآن نہ کرے تو کسی کو اسکا کیا حق ہے - کیا قرآن مجید اگر توریت کے حصہ توحید کا مصدق ہو، اور توریت کا ناسخ ہو تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ قرآن مجید توریت کا محافظ ہے، ہرگز نہین - ہان اگر توریت کا بکمالہ مصدق ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ توریت کا محافظ ہے، توریت کے احکام محفوظ ہوگئے -

ملـ۵ـ افلم یدبروا القول ام جاءھم ما لم یات اباءھم الاولین ۵ کیا اونہون نے

قرآن مین غور نہین کیا۔ کیا اون کے پاس کوئی ایسی بات آئی جو اون کے اگلون کو نہ آئی تھی (مومنون)
اس سے زیادہ اور انحصاری تصدیق کیا ہو سکتی ہے۔ صاف خدا نے فرمادیا کہ جو پہلے نازل ہوا تھا
وہ اب نازل ہوا۔ کوئی نئی بات نہ جب اوتری تھی نہ اب اوتری۔ اس سے صاف کھل گیا کہ سب کا
دین اسلام واحد تھا اور سب کے احکام و ہدایات واحد تھے۔ یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے کہ پہلے
دین اسلام کا دوسرا دین اسلام ناسخ ہوا
ایمان لانیکو ایک آیت کافی ہے۔ مگر ما الفینا علیہ آباءنا کے آگے قرآن مجید کی حقانیت کون
تسلیم کریگا۔

یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم خدا یہ چاہتا ہے کہ تمہین
اگلون کے طریقہ کو بیان کر دے اور اوسکی ہدایت کرے۔ (النساء) خدا تو یہ چاہتا ہے مگر قوم سمجھتی
ہے کہ اس مین قلت ہے۔ اگلون کے طریقہ کے خلاف کرنا عین اسلام ہے۔ خدا نے اگلے طریقون کو منسوخ
کرکے نئے طریقہ کا قرآن نازل کیا ہے۔ سنن کا لفظ قابل توجہ ہے۔ عقیدہ توحید کو سنن نہین کہہ سکتے
سنن سے مطلب ہے احکام وہدایت۔ افسوس ہے کہ قوم یہ نہین سمجھتی کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت
تصدیق مین ہے نہ تنسیخ مین۔

لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ہ ما یقال لک
الا ما قد قیل للرسل من قبلک ۔ قرآن مجید مین ادھر اودھر کسی طرف سے باطل آمیزش نہین پا سکتا،
یہ خدائے حکیم و حمید کا اوتارا ہوا ہے۔ تمسے نہین کہا جاتا ہے مگر وہ سارا کچھ جو اگلے رسولون سے کہا گیا
ہے۔ (حم السجدہ) ماقد قیل مین ما عام ہے۔ اس تعمیم کی تخصیص کا کسی کو حق نہین یعنی جو احکام
وہدایات اگلے دین اسلام مین دیے گئے ہین، وہی تمکو دیے گئے ہین اکوئی نئی بات تمسے نہین کہی گئی۔
چونکہ اس آیت مین خدا قرآن مجید کو فرما رہا ہے کہ اوس مین باطل آمیزش نہین پا سکتا، اسلئے ما یقال لک

خدا قرآن مجید کو فرما رہا ہے، یہ بہت صاف ہی، اور سلسلۂ کلام بھی اسی کا موید ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ علیہ نے اس آیت کے یہ معنی لکھے ہین کہ ما یقال لک کے معنی یہ ہین کہ کفار تمہارے ساتھ وہی سخت کلامیان کرتے ہین جو اونہون نے اگلے رسولون کے ساتھ کی ہین تو جس طرح اونہون نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ آیت مین نہ سخت کلامیون کا ذکر ہے نہ صبر کا۔ کیا تفسیر کے معنی اضافہ علی القرآن کے ہین کہ جہان چاہو محذوفات گھٹاؤ بڑھاؤ۔ تعریف تو ہو رہی ہی قرآن مجید کی اسمین سخت کلامیون اور صبر وغیرہ کے بیان کا کوئی موقعہ و محل ہی نہین۔ دوسرے محذوف ماننے کی ضرورت ہی نہین وہ بھی جملہ کا جملہ تیسرے محذوف مانا ہوا جملہ شخصی رائے ہے اسلئے قطعی نہین۔ اس اضافہ کیساتھ میرا اتفاق نہین کیونکہ اور رسولون کو صبر ہی کو کیون کہا گیا تھا اونکو تو وہ سارا کچھ کہا گیا تھا جو اون پر اوترا تھا۔ جس طرح ما یقال لک مین ما عام ہے، اوسی طرح ما قد قیل مین بھی ما عام ہے۔ دونون جگہ ما عام ہی تو کسی کو اس کی تخصیص کا کیا حق ہی۔

عبودیت کی آنکھون دیکھو تو یہی ایک آیت اس ثبوت کیلئے کافی ہی کہ قرآن مجید ہی اگلی کتابون مین اوترا تھا، اور وہ بکمالہ اگلی کتابون کا مصدق ہی ناسخ نہین۔ خدا اپنے کلام کو ہر دفعہ بدلنے کیون لگا لا تبدیل لکلمات اللہ اوسی کا تو قایم کیا ہوا اصول ہی۔ قوم سمجھتی ہی کہ زمانہ ترقی کرتا گیا، تو دین بھی ترقی کرتا گیا مگر تعجب اور حیرت کا مقام ہوگا کہ زمانہ کی ترقی سے نہ بدلے جائین حقوق، اخلاق، اور تمدن کے احکامات و ہدایات، اور بدلے جائین صرف عبادت کے احکامات، درانحالیکہ احکام عبادات کی تصدیق فرداً فرداً بھی قرآن مجید مین بیان ہوئی ہی جو بیان کیجائیگی۔ اسکے سوا زمانہ ترقی کرتا رہا اسپر بھی ملت ابراہیم علیہ السلام کی جو سب سے پرانی ملت ہی اتباع کا حکم دیا گیا۔ اور ہدایات کیلئے واقعات اور قصے بھی پرانے ہی بیان کئے گئے۔

لہ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ یعنے قرآن مجید تم پر اسلئے اوتارا کہ

جو کچھ اگلون پر اوتارا جاچکا ہے وہ لوگون سے بیان کردئے جائین (النحل ۶۴) ذکر اور نور وغیرہ قرآن مجید ہی کے نام ہین چونکہ وہ تمام تر نصیحت اور تمامتر نور ہے۔ یہان بھی ما نزّل الیھم مین ما عام ہے یا تخصیص فرضی اور غیر قطعی ہوگی یعنی قرآن مجید اسلئے نازل کیا گیا کہ جو کچھ بھی آدمیون پر نازل ہوا وہ بیان کردئے جائین۔ اسطرح قرآن مجید ساری کتابون کا مہیمن اور محافظ ہے۔ اس آیت نے اوپر کی آیت کو بھی واضح کردیا یعنی ما قد قیل کو بھی بتادیا کہ ما قد قیل سے مراد سخت کلامیون سے نہین ہے بلکہ ما قد قیل کے معنی ما نزل الیھم کے ہین۔ اور کیفیت تصدیق کو بھی واضح کردیا کہ قرآن مجید کتب سابق کا صرف توحید مین نہین اصرف دعوتی من اللہ ہونیمین نہین بلکہ ما نزل الیھم مین یعنی ساری کتاب کی مصدق ہے۔

۹ وھذا الکتاب مصدق لسانا عربیا۔ اور یہ کتاب توریت کی مصدق ہے عربی زبان مین (احقاف ۱۲) قرآن توریت کا مصدق ہے یعنی ساری کتاب کا۔ فرق زبان کا ہے یہ عربی زبان مین ہے۔ اسی یگانگت کو خدا نے فرمایا ہے وانہ لفی زبر الاولین ٥ قرآن مجید ہی اگلی کتابون مین اوترا تھا۔ (شعرا۔ آخر رکوع) کاش اگلی کتابین قرآن مجید کیطرح اپنی تنزل کی صورت مین موجود رہتین تو یہ وحدت کالبداہت دکھادیجاتی۔

چونکہ ایک دین اسلام ہی خدا نے نازل فرمایا اسی وحدت دین کے سبب خدا نے حکم دیا ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ۔ نصاری کو چاہئے کہ وہ بما انزل اللہ حکم دین۔ (مائدہ) اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا فاحکم بینھم بما انزل اللہ۔ اور تم بھی ما انزل اللہ کے مطابق حکم دیتے رہو۔ (مائدہ ۱۱) اگر بما انزل اللہ مین اختلاف ہوتا جسکو خدا نے حقانیت کے خلاف فرمایا ہے تو وہ ہرگز ایسا حکم نہ دیتا اور دو مختلف احکام کا جاری کرنا وہ پسند نہ کرتا۔ اوس نے یہ نفرمایا کہ اہل انجیل انجیل سے حکم دین، کیونکہ موجودہ اناجیل تو حدیث ہین: اوس منزل انجیل کا تو وجود ہی نہین رہا۔ اس حکم سے خدا کی غرض یہ تھی کہ وہ بما انزل اللہ حکم دینا چاہین گے تو اختلاف تو پائین گے نہین اور یہ اون کے لئے ایمان کا

باعث ہوگا۔ اور انجیل منزل من اللہ پائین گے نہین ، تو قرآن مجید کے مقابلہ مین اون کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا کہ اون کا حکم بالانزال اللہ ہے۔

ایک خدشہ ہوتا ہے جسکا صاف کر دینا ضرور ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید مین علاوہ احکامات وہدایات کے قصص بھی ہین ، تو کیا یہ قصص بھی اگلے پیغمبرون پر نازل ہوئے تھے۔ ؟

اسکا جواب یہ ہے کہ قصص نرے قصے نہین ہین ، بلکہ قصون مین ہدایات ربانی بیان ہوئے ہین۔ بیان کو واضح اور موثر بنانیکے لئے استعارات ، تشبیہات ، اور مثالین مختلف طرز ہین۔ قصص مین بات یاد رہنے والی ، زیادہ دلنشین ، اور موثر ہوجاتی ہے۔ اصل مقصود وہ نتائج ہین جو قصون مین بیان کئے جاتے ہین ، صرف قصہ کہانی مقصود نہین ہے۔ خود خدا نے بھی فرما دیا ہے۔ وكلاً نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فوادك وجاءك في هذه الحق وموعظة وذكرى للمومنين ۞ پیغمبرون کے خبرون مین سے ہر خبر کو ہم تمسے بیان کرتے ہین کہ تمہارے دل کو تسلی دین ، اور ان قصون مین تمہارے پاس حق باتین ، اور موعظت پہونچی ، اور مسلمانون کیلئے یاد دہانی۔ (ھود ۱۲) قرآن مجید مین بہتیرے مواعظ ونصائح قصون مین بیان کرکے موثر ودلپذیر بنائے گئے ہین۔ قصہ اک روش بیان ہے۔ اصل شئے وہ موعظت ونصیحت ہے جو غور وفکر کرنے والے حاصل کرتے ہین۔ یہ مواعظ ونصائح کسی زبان ، کسی طرز بیان ، اور کسی قصے مین سہی اگلے صحف مین بھی فرمائے گئے ہین۔ اسلئے قرآن مجید کے قصص مین جو نصیحتین فرمائی گئی ہین یہ بھی اون نصیحتون کی مصدق ہین جو کسی عنوان سے سہی اگلی کتابون مین بیان ہوئی ہین۔ اسی لئے خدا نے فرمایا وذکری للمومنین مسلمانون کیلئے یاد دہانی ہے۔ اسی مضمون کو اوس نے اور بھی فرمایا۔ لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب ما كان حديثا يفترى ولكن تصديق الذي بين يديه وتفصيل كل شي وهدى ورحمة لقوم يومنون ۞ بے شک ان قصون مین عاقلون کے لئے عبرت ہے۔ یہ کوئی بنائی ہوئی بات تو ہے نہین ، بلکہ یہ اگلی کتابون کا مصدق ہے ، اور تفصیل ہے

ہر چیز کی، اور مومنون کیلئے ہدایت و رحمت ہو۔ (یوسف ۱۱۱) جو لوگ قصص قرآنی کو کہانی سمجھے وہ دھوکے مین رہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اک کہانی سمجھا گیا، تو یوسف زلیخا نے جوانون کے دلون مین حسن و عشق کی اک گدگدی پیدا کر دی پھر پیغمبر کا ازار بند کھلوا کر تو عوام کو اک بڑی حد تک رخصت ہی دیدی گئی ہے۔ ایسا سمجھنے والے قرآن مجید کے خلاف سمجھے، اور پیغمبر پر تہمت لگائی، اور وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ کے معنی اولٹا سمجھے۔ اسکے صاف معنی یہ ہین کہ وہ اگر خدا کی دلیل نہ دیکھے ہوتے تو ارادہ بد کرتے یعنی وہ تو خدا کی دلیل دیکھے ہوئے تھے۔ وہ کس طرح ارادہ بد کر سکتے تھے۔ یہ انبیا کی جماعت تو مستثنیٰ جماعت ہے۔ یہ لوگ مخلصین ہین ہین، اور خدا نے الا عباد اللہ المخلصین عباد مخلصین تک شیطان کی دست رسی نہ ہین شیطان نہین کیونکر بہکا سکتا اور ازار بند کھلوا سکتا تھا۔ اور جن لوگون نے اس قصہ مین موعظت و نصیحت دیکھی، وہ سچ بولنے، وفادار رہنے، مستقل رہنے، صابر رہنے، اور خدا کی محبت و اطاعت مین گناہ کے عوض جیل کے مصائب جھیلنے پر اوٹھ کھڑے ہوئے، دل کی ٹھنڈھک پائی، اور مراد کو پہونچے۔ اونہون نے اسکو بھی مشاہدہ کیا کہ خدا طلبی مین خدا بھی ملتا اور دنیا بھی بطور خادم ملتی ہو۔ اور دنیا طلبی مین خدا تو ملتا ہی نہین اور دنیا بھی مخدوم بنکر ملتی ہے

مین نے قرآن مجید کی متعدد آیتون سے دکھایا کہ سب دین ایک دین ہو دین اسلام ہی۔ یہ بھی ثابت کیا کہ کوئی دین کسی دین کا ناسخ نہین بلکہ مصدق ہو، اور کیفیت تصدیق بھی دکھادی کہ بکمالہ مصدق ہو، نہ صرف مسئلہ توحید کی بلکہ ہر احکام و ہدایات کی۔ اوسی طرح مین نے یہ بھی دکھایا کہ قرآن مجید مین ناسخ و منسوخ نہین بلکہ یہ عقیدہ ہی علیٰ بینہ صرف نہین ہو۔ خدا خود جب کسی آیت کو منسوخ نہ کرے اور نہ کہے تو پھر کسی دوسرے کو کیا حق ہو کہ وہ خدا کی آیت کو منسوخ کرے۔

جب یہ باتین منکشف ہو چکین تو مناسب ہو کہ دعوۃ الی اللہ جو ہمارے رسول کافۃ للناس نے دی تھی صلی اللہ علیہ وسلم، اوس کا غلغلہ پھر سے بلند کیا جائے۔

دعوۃ الی اللہ

اے اہل دنیا آؤ۔ ادخلوا فی السلم کافۃ۔ دین اسلام مین کل کے کل داخل ہوتے جاؤ۔ (بقرہ ۲۵ا) اے کتاب والو! اس کلمہ پر اتفاق کرو جو ہمارے تمہارے درمیان مین یکسان ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرین، نہ اوس کا کسی کو شریک ٹھہرائین، اور نہ اوس کے سوا کسی کو اپنا مالک بنائین یعنی کسی دوسرے کے پرنہ چلین۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ (آل عمران ۷) اور اسی کے ساتھ خدا کی رسی جس کے ذریعہ سے تم خدا تک پہونچو یعنی قرآن مجید کو مضبوط دھر لو اور آپس مین پھوٹ اور تفرقہ نہ ڈالو۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (آل عمران ۱۱) قرآن مجید مین سب ہی داخل ہے ایمان بالرسالت، ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخرۃ، تو سب پر ایمان لاؤ۔ اوسی طرح اوسکے سارے احکام و ہدایات ہین، تو سب کی تعمیل کرو۔ ہم تم دونون ہی اوسی ایک خدا کے بندے ہین، اوسی کے بنائے ہوئے انسان ہین، اوسی کے آسمان کے نیچے اور اوسی کی زمین پر بسنے والے، اور اوسی کی روزی کھانے والے ہین، تو اوس کا کسی کو شریک کیون کرو۔ ہماری تمہاری صورت ایک، جنسیت ایک، اقتضائے فطری ایک، ایک قانون قدرت کے کرشمے، ایک قانون فطرت کے ماتحت، ہم تم دو ہو نہین سکتے، پھر پھوٹ کیون ڈالو۔ ہمارا تمہارا خدا ایک، ہمارا تمہارا رسول ایک۔ ہماری تمہاری کتابین ایک، اسلئے ہم تو خدا پر اور سب رسولون پر بلا تفرقہ اور ساری کتابون پر بلا اختلاف ایمان لائے ہین، تم کسی کا انکار کیون کرو۔ دیکھو خدا فرماتا ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم ۰ وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون ۰ فتقطعوا امرھم بینھم زبراً کل حزب بما لدیھم فرحون ۰ رسولو! ستھری چیزین کھاؤ، اور اچھے کام کرتے رہو، تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اوسکے دانا تر ہین۔ اور یہ امتین تمہاری ایک امت ہے اور مین تم سب کا خدا ہون تو مجھی سے ڈرو۔ مگر لوگون نے پھوٹ ڈالکر اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر فرقہ اوس دین سے جو اوسکا ہے

خوش ہے (مومنون ۴۲) اے اہل دنیا! ہم تم ایک امت ہین، ہمارا تمہارا دین ایک ہی
یہ آپسکی پھوٹ نے دین کی اتنی صورتین قائم کی ہین، اور تعصباب مذہبی نے جھگڑے اور فساد ڈالکر دنیا کا
خون خرابہ اور دین کا ستیا ناس کیا ہی، ورنہ ہم تم دو نہین - تمہارے دین کے پرانے ہونے، اور زمانہ کے
ہزارون انقلابات کے بعد بھی ابتک کتنی باتین دین کی ہمسے تمسے ملتی جلتی ہین - اے لوگو! آؤ اور انصاف کے
ساتھ آؤ کہ ہم تم آپسکے اختلافات کو دور کرین، اور بے تعصبی، حق طلبی، اور انصاف سے اونکی صحت کرین - جو ایکدن
ہونا ہی وہ آج کیون نہو - مگر صحت تم کس طرح کر سکتے ہو، تمنے تو کتاب اللہ ضایع کر دی - بنیۂ رب کو کھو دیا -
تم تو اون کتابون پر اباً عن جدٍ ایمان رکھتے ہو، اور اوسکی حقانیت کے تم مدعی ہوتے ہو مگر وہ کتابین
من اللہ ہونیکی خود مدعی نہین ہین - جب کتاب اللہ تمہارے پاس ہی نہین جس سے تم ہدایت پاؤ، اپنی کجی کو دور کرو،
غلطی و صحت کو جانچو، اور مراد کی سیدھی راہ پاسکو - تو آؤ، میرے پاس آؤ، میرے پاس کتاب اللہ جون کی
تون موجود ہی، جو مدعی ہی کہ ہم کتاب اللہ ہین، ہم ہدایت اللہ ہین، ہم رحمت اللہ ہین، ہم حکمت اللہ ہین،
ہم فطرت اللہ ہین، ہم نور اللہ ہین، ہم کلام اللہ ہین، ہم ہی علم کے، عقل کے، اور فطرت کے مطابق ہین - گم راہو نکی
رہنما، بے پناہون کی پناہ، اخدا سے رشتہ محبودیت جوڑنیوالی، روح کو پاک کرنیوالی اور نجات دلانیوالی ہم ہین
اور ہم ہی ہین - آؤ، اور اپنا فیصلہ اسی کتاب اللہ سے طلب کرو، اور اوسی کے آگے سر جھکاؤ - ہم کہے دیتے ہین
کہ اب نجات یہین ہی اور کہین نہین - لوگو! ہمکو غیر نہ سمجھو، عبد و بندہ ہونے مین بھائی ہو، تو عبودیت اور
بندگی مین بھی بھائی ہو جاؤ - برادرانہ آؤ - مخلصانہ نگاہ سے دیکھو - تفرقون پر تھوک ڈالو اور شیر و شکر ہو جاؤ
ربنا اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم - ورنہ یاد رکھو کہ دنیا کی چیزین
رنگ بدلتی رہتی ہین ایسی فنا ہی، معدوم نہین ہو جاتین - تم بھی مکر رنگ بدلوگے - معدوم نہ
ہو جاؤ گے - ایسا ہی تو یہ بھی یاد رکھو کہ تم اوسی رنگ مین رنگے رہو گے جس رنگ مین تمنے اپنے کو
یہان رنگا ہے - اب دیکھ لو کہ تمہارے ایمان کا کیا رنگ ہی، ناسوت کا طوق گلے مین ڈالے، یا مادیات پر

مرتے ہو، یا توہمات پر، جنہین تم چھوڑ جاؤ گے- اور تمہاری روح انہین تعلقات مین یہین ٹھوکرین کھاتی پھریگی- تو اوسپر تم کیون نہ مرو جسے نہ تم چھوڑ سکتے نہ وہ تمہین چھوڑ سکتا ہی- صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ط ونحن لہ عابدون ٥ خدائی رنگ، اس سے کونسا رنگ بہتر، ہمتو اوسی کا رنگ مین رنگ گئے اور اسلئے ہمتو اوسی کی عبادت کرتے ہین- اوسی کے فرمان پذیر ہین اوسی کا دم بھرتے ہین-

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ   محمد رسول اللہ   والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۳)

وحی ونزول کی حقیقت کیا ہی اور اس کا عنوان کیا رہا- اور ما یوحیٰ اور ما انزل اللہ کیا ہی؟

وحی کے لغوی معنی القا کے ہین یعنی دل مین بات کا اوترنا، تو یہ صحیح بھی ہوتا ہی اور غلط بھی یعنی وحی رحمانی بھی ہوتی ہی، اور شیطانی بھی- وحی رحمانی جیسے خدا نے حواریین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف وحی کی واذ اوحیت الی الحواریین (مائدہ ۱۵) یا جیسے خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مان کی طرف وحی کی واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ (قصص ۱) یعنی یہ وحی رحمانی اولیاؤن کو ہوتی ہی جسے الہام کہا جاتا ہی- اور وحی شیطانی کو خدا نے فرمایا وان الشیطین لیوحون الی اولیاءھم شیطان اپنے اولیاؤن کو وحی کرتے رہتے ہین- غرض یہ دونون وحی القائی ہے کہ دل مین جو بات آجاتی ہے وہ صحیح بھی ہوتی ہے، اور غلط بھی- وہ اچھی بھی ہوتی ہی اور بری بھی-

دوسرے وحی کے معنی قرآن مجید مین اقتضائے فطری کے بھی لئے گئے ہین جیسے مدھ مکھی کا گھر بنانا کہ یہ اوسکی فطرت کا اقتضا ہی اسی کو خدا نے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الخ تمہارے خدا نے مدھ مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑون اور درختون مین گھر بنا الخ (نحل ۹) یہ اقتضا فطری

بلفظ کن وحی خداوندی ہے -

تیسری وحی وہ ہے جو نبیون کو ہوتی ہے تو یہ بھی لغوی معنی سے [illegible] کی نہین - القا کے معنی اس مین بھی پایا جانا ضرور ہے اور وہ ہے بھی - خدا نے فرمایا و انك لتلقی القران من لدن حکیم علیم - قرآن مجید خدائے حکیم و علیم کیطرف سے تمکو القا کیا جاتا ہے (نمل ۱) مگر اس القا کی شان ہی نرالی ہے -

قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو القا یا وحی کیا جاتا تھا نزول کے طور پر - یعنی قرآن مجید ہی القا کیا گیا اور قرآن مجید ہی وحی کیا گیا اور قرآن مجید ہی نازل کیا گیا - اور نزول کی صورت کو خدا نے فرمایا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کی آیتین لیکر آپ کے قلب مبارک پر اوترا کرتے یا اوتارا کرتے تھے نزل به الروح الامین علی قلبك (شعرا ۱۱) اور من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبك باذن الله - (بقرہ ۱۲) جسے سند مین آگے بیان کرون گا - تو یہی کیفیت نبی کی وحی کی ہوئی - خدا نے فرمایا انا انزلنه قرانا عربیا لعلکم تعقلون ٥ نحن نقص علیك احسن القصص بما اوحینا الیك هذا القران - ہمنے قرآن مجید بزبان عربی اسلئے نازل کیا کہ تم سمجھو - ہم بذریعہ اس کے جو ہمنے تمہاری طرف یہ قرآن وحی بھیجا ہے تم سے بہترین قصہ بیان کرتے ہین - (یوسف ۱) اس آیت سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید ہی ما یوحی بھی ہے اور ما انزل الله بھی - اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپکی وحی بذریعہ جبرئیل ہوتی تھی تاکہ اس مین شیطان دخل نہ پا سکے - یعنی یہ القا بذریعہ فرشتہ تھا تاکہ اس مین قطعیت پیدا ہو - اور یہ وحی صرف قرآن مجید ہی ہے اور قرآن مجید ہی - کیونکہ یہی وحی بطور نزول ہے - اسی مین قطعیت ہے - اسی کی تبلیغ کا حکم دیا گیا - اسی کی نسبت حکم ہوا فلعلك تارك بعض ما یوحی الیك او سمین سے جو تمہاری طرف وحی کیجاتی ہے کہین تم کچھ چھوڑ نہ بیٹھو - (ہود ۲)

انسان سے خدا تین ہی صورت سے کلام کرتا ہے جو اوس نے خود فرمایا ہے - ما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء - کسی آدمی کی یہ تاب نہین

کہ اللہ اوس سے بات کرے مگر بذریعہ وحی یا پس پردہ (جسے الہام کہتے ہین) یا رسول بھیجکر۔ تو اپنے حکم سے جو چاہتا ہی وحی بھیجتا ہے۔ (شوری ۵۱) بشر سے کلام کرنیکی خدا نے تین ہی صورتین فرمائی ہین۔ بذریعہ وحی جیسے رسولون سے خدا نے بات کی ہی یا پس پردہ جیسے الہام یا القار رحمانی کہئے جیسے اولیاؤن سے خدا نے بات کی ہی یا بذریعہ رسول کہ رسول بھیجکر عام خلق اللہ سے خدا نے بات کی ہی احکام دئے ہین ہدایتین دی ہین رسول کی وحی چونکہ بذریعہ فرشتہ اور محفوظ ہوتی ہی۔ اسمین فرق، عدول، اور اختلاف کی گنجایش نہین نہ آمیزش کا خطرہ۔ دوسرے کلام وراء حجاب یا القار رحمانی یعنی الہام مین چونکہ پس پردہ ہوتا ہے وحی شیطانی سے ملبس اور آمیزش ہونیکی گنجایش ہوتی ہی۔ اسلئے الہام مین غلطی کی گنجایش رہتی ہی، اور اسی لئے الہام غیر قطعی ہی۔ الہام کو وحی رسول کے آگے پیش کرو مطابق ہوجائے تو رحمانی اور قطعی ہی مطابق نہو تو شیطانی اور مردود ہی۔ الہام رحمانی بھی دین نہین، دین کامل ہوچکا، ہان موید دین کہو تو کہہ سکتے ہو۔ تیسرے خدا نے عام خلق اللہ سے بواسطہ رسول و برسالت رسول کلام کیا ہی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ کلام اللہ خدا کا کلام میرے پاس موجود اور میرے سینہ مین محفوظ ہے۔ کیا یہ بے ادبی اور ظلم نہوگا کہ خدا تو ہمسے یون باتین کرے، اور ہم دوسرون کے کلام کے، اقوال کے، رایون کے، خیالات کے، اور احکام کے پابند اور دلدادہ ہون، اور خدا کے کلام کو منتر، معما، چیستان، مجمل، ناتمام، بلحاظ عمل ناقص، ناقابل عملدرآمد سمجھین۔ تو یہ سرکشی اور یہ جرم ہے ناقابل معافی۔

جب تک شاخسانے نہ ملاؤ، نہ بات مین مزہ آتا، نہ مسئلہ مین قابلیت کا رنگ چڑھتا ہے۔ اسلئے قوم سمجھتی ہے کہ وحی دو قسم کی ہی، وحی جلی، اور وحی خفی۔ وحی جلی قرآن مجید ہی اور وحی خفی حدیث۔ یہ تقسیم علی بغیہ رب نہین ہی۔ ایسی کوئی تقسیم قرآن مجید مین نہین ہی یہ شاخسانے کھڑے کئے گئے ہین، اور احکام و ہدایات کو گھٹانے بڑھانیکا آلہ ایجاد کیا گیا ہی یا تجاوز عن الحد کی راہین نکالی گئی ہین۔ کہا جاتا ہی کہ قرآن وحی جلی ہے، اور اسکو حضرت جبرئیل ہمیشہ وحی خفی کی صورت مین لائے۔ کہا جاتا ہی کہ حدیث وحی خفی ہی، اور ثابت

کیا جاتا ہی اکثر حدیثون ہی کا جلی طور پر آنا۔ حضرت جبرئیل نے علی روشن لا شہادنبی کی امامت کی ۔ ا ہادی بنے، اور انکی تعلیم کی ہوئی باتین جو جلی تر بیان کیجاتی ہین، زانسے زانو ملا کر وہ قرآن مجید مین نہین ہین۔ حضرت جبرئیل کبھی اعرابی کی صورت مین آئے اور کبھی وحیہ کی صورت مین، اور اس جلی طور پر جو کچھ وہ تعلیم کر گئے وہ قرآن مجید مین نہین ہے۔ قرآن مجید سے کہین اون کے امام ہونے اور ہادی ہونے کا ثبوت نہین ملتا۔ حضرت جبرئیل قاصد تھے، مکتوب الیہ سے درجہ مین کمتر۔ وہ پیام رسان تھے مطلوب سے منزلت مین فروتر۔ وہ کچھ اختیار نہ رکھتے تھے، اختیار کے برابر نہین ہو سکتے، اونکی کرسی نبی کے مقابلہ مین نہین بچھ سکتی، خلیفۃ اللٰہی کا تاج اونکے سر پر زیب نہین دیتا۔ فرشتہ نبی کا امام ہو نہین سکتا۔ خدا ہادی تھا، خدا قرآن مجید کا اپنے قرب سے نازل کرنیوالا تھا کہ انک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم۔ بیشک قرآن مجید تمکو القا کیا جاتا ہی خدائے حکیم وعلیم کے قرب سے۔ (النحل ۱ے) حضرت جبرئیل صرف نزول کے واسطہ تھے۔ نہ امام تھے، نہ ہادی تھے، نہ مشیر تھے، نہ بھائی تھے، نہ خود کوئی حکم یا رائے دے سکتے تھے، نہ احکام خداوندی کو کم وبیش کر سکتے تھے۔

دوسری تقسیم یہ ہے کہ وحی کی دو قسم ہے۔ وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ وحی متلو قرآن مجید ہے، جسکو حضرت جبرئیل نے پڑھکر سنایا۔ اور وحی غیر متلو حدیث ہی جسکو حضرت جبرئیل نے پڑھکر نہ سنایا، تو یہ منزل نہوا، اسکو الہام کہو۔ اور الہام کو اوپر مین نے بیان کیا ہی کہ وہ غیر قطعی ہی وہ نہ تو وحی منزل کا مخالف ہو سکتا ہی، نہ اوسکو کم وبیش کرنے والا۔ اور چونکہ قرآن مجید اس تقسیم کی حمایت نہین کرتا، اور اسکی کوئی آیت پیش نہین کیجا سکتی، اسلئے یہ تقسیم علی بنیہ ُ رب نہین ہی۔ وحی منزل کی یہ تقسیم قرآن کی قطعیت کو کھو دینے والی ہے۔

قرآن مجید مین ما یوحی اور ما انزل اللّٰہ جو بتایا گیا ہی اجسکے مطابق حکم دینے کا حکم ہی، اور جسکے خلاف حکم دینے کی تہدید ا وہ حسب ذیل ہے۔

ما انزل اللہ کی آیتین

۱۔ انزل التورٰلة والانجیل من قبل ھدًی للناس وانزل الفرقان۔ لوگون کی ہدایت کیلئے پہلے توریت وانجیل نازل کی تھی، اوراب قرآن مجید نازل کیا ہے۔ (آل عمران ۱) اب کتاب منزلہ قرآن مجید ہے جس نے موجودہ توریت وانجیل کی باطل آمیزشون کو نکال کر اعلان اسلام کیا ہے، اسی لئے قرآن مجید کا نام فرقان بھی ہے۔ یعنی قرآن مجید ما انزل اللہ ہے۔

۲۔ شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس۔ ماہ رمضان ایسا مبارک ہے کہ اس مین ساری دنیا کے لوگون کی ہدایت کیلئے قرآن مجید نازل کیا گیا۔ (بقرہ ۲۳) یعنی قرآن مجید ما انزل اللہ ہے، اور ہادی ہے۔

۳۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ اے رسول ما انزل اللہ (قرآن مجید) کی تبلیغ کردو، اگر تمنے یہ نہ کیا تو رسالت ہی پوری نہ کی (مائدہ ۱۰) خدمت رسالت قرآن مجید کی تبلیغ تھی اور بس۔ جو آپنے کی، اور بلا فروگذاشت کی۔ یہ رسول پر تہمت ہے کہ قرآن مجید مین بہتیری آیتین منسوخ کر کے ضائع کی گئی ہین، کچھ آیتین قرآن مین داخل نہین ہین اور متروک التلاوۃ ہین یعنی اونکی تبلیغ رہ گئی، کچھ آیتین منزلہ نہین ہین، کچھ آیتین مشتبہ ہین، یعنی بعض کا بیان وحی کے قرآن مین تھین، حاشا ایسا نہین۔ خدمت رسالت بلا فروگذاشت کامل طور پر انجام دی گئی ہے بذریعہ کتابت بھی، بذریعہ حفاظ بھی۔ اور حکم تبلیغ مین کوئی قید نزول جلی اور نزول خفی کی نہین ہے۔ اگر مضمون خفی در خفی ہی نازل ہوتا مگر نازل ہوتا جب بھی ما انزل مین داخل ہوتا، اور اوسکی تبلیغ بھی قرآن مجید کی طرح لازم ہوتی۔ مگر تبلیغ قرآن مجید کے سوا اور کسی کتاب کی کی نہین گئی۔ صحاح کی بھی نہین، کیونکہ ما انزل قرآن مجید کے سوا اور کچھ تھا ہی نہین۔ اے لوگو! فرق مراتب ضرور ہے۔

۴۔ واذا قیل لھم آمنوا بما انزل اللہ۔ اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ

ما انزل اللّٰہ پر (بقرہ ملا) اور واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ۔ اور جب اون سے کہا جاتا ہی کہ ما انزل اللّٰہ کی اطاعت کرو۔ (بقرہ ملا) تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان کیلئے اور اتباع کیلئے قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا۔ نہ اور کوئی کتاب تھی نہ پیش کیجاتی تھی۔ یعنی یہی قرآن مجید ہے، ایمان مین داخل۔ اور اسی کی اطاعت کے ہم مامور ہین۔

ما انزل اللّٰہ ہی ایمان مین داخل ہی آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون ۵ رسول اور مومنین اوس پر ایمان لائے جو خدانے اونکی طرف نازل فرمائی۔ (بقرہ ۲۹) اور یہی قرآن مامور بہ ایمان ہے۔ قل آمنت بما انزل اللّٰہ من کتاب۔ کہدو کہ جو خدانے ہم پر کتاب اوتاری ہی ہم اوس پر ایمان لائے (شوریٰ ۲)

اسی قرآن سے حکم دینے کا حکم ہے۔ فاحکم بینھم بما انزل اللّٰہ۔ لوگون مین حکم قرآن مجید سے دیتے رہو (مائدہ ملا)

اسی قرآن کے حکم کی اتباع فرض ہی۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم۔ اور کسی دوسرے کی اتباع ممنوع۔ ولا تتبعوا من دونہ اولیاء۔ خدا کی طرف سے جو تم پر اوتارا گیا ہی اوسکی اتباع کرو، اور اوسکے ماسوا اور رفیقون کی اتباع نکرو۔ (اعراف ملا) اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید ہی تبلیغ کیا گیا، یہی مامور بہ ایمان ہی، یہی مامور بہ اتباع ہی جیسے اسکی اطاعت کا حکم ہی ویسے ہی اسکے سوا اورون کی اتباع ممنوع۔ یہ خدا کا حکم ہے تو اسکو بھولنا نہ چاہیئے۔

ملا ۵ ھذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرک فاتبعوہ۔ یہ قرآن ہی کہ ہمنے اسکو نازل کیا، برکت والا ہی تو اسپر چلو۔ (انعام ملا) جس کتاب کی اتباع کو کہا گیا اگر قرآن کے سوا اور بھی کوئی کتاب ہوتی تو کتب جمع کا لفظ ہوتا، اور انزلنٰہ مین ضمیر واحد کی نہ ہوتی۔ خدانے نہایت صاف اور واضح فرما دیا کہ قرآن مجید ہی نازل ہوا ہے۔ اسکے ساتھ حدیث یا فقہ کی کوئی کتاب منزل نہین ہے۔

ملا ۶ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی۔ اسلیئے ہمنے تم پر قرآن نازل نفرمایا کہ تم شقت

اوٹھاؤ- (طہ ۱۱۳) ابتو شک نہ رہا ہوگا کہ قرآن مجید ہی نازل ہوا- اسکے سوا اور کوئی کتاب نہین- نہ نزول جلی کے طور پر، نہ نزول خفی کے طور پر-

۸۲ فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فاسئلوا الذین یقرءون الکتاب من قبلك- پھر جو ہمنے نازل کیا اسمین تمکو شک ہو تو اون سے پوچھو جو اگلی کتابون کو پڑھتے ہین (یونس ۱۱) وہ بتائینگے کہ نزول یون ہی ہوا کرتا ہے-

۸۳ واذکروا نعمة الله علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمة یعظکم به- یاد کرو خدا کی نعمت کو جو تمپر ہی اور اوس کتاب وحکمت کو جو اوس نے تمپر نازل کیا ہی جس سے وہ تمکو نصیحت کرتا ہے- (بقرہ ۲۹۱) خدا نے کتاب وحکمت نازل فرمایا- توجہ اس طرف دلانا ہی کہ کتاب وحکمت جہان جہان خدا نے فرمایا ہی اوس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کتاب سے قرآن مجید مراد ہی اور حکمت سے حدیث- اور چونکہ کتاب سے حکمت کا درجہ افضل ہے اسلئے قرآن سے حدیث کو افضل بھی کہو- اسی لئے مراد لینا اکثر خطرناک ہوتا ہی چونکہ وہ غیر قطعی ہوتا ہی- مراد کیون لو- خدا نے فرمایا کہ کتاب وحکمت اوس نے نازل کی- اور یہ ثابت کیا گیا اور قرآن مجید کی آیتین دی گئین کہ اوس نے نازل کیا صرف قرآن- تو نتیجہ یہ نکلا کہ کتاب وحکمت ایک ہی ہی جو منزل من اللہ ہے- دراؤ تفسیر یہ ہی- قرآن مجید ہی کو کتاب کہا اور اوسی کو حکمت- اوسی سے وہ نصیحت کرتا ہی- اسی لئے بہ ضمیر واحد کی لایا ہی- قرآن مجید کے بہتیرے نام ہین- قرآن مجید، فرقان- حکمت- ذکر- نور- ما انزل اللہ- ما یوحی- واقعی قرآن مجید حکمت ہی بھی، اور حکمت بھی ایسی جسکا جواب ناممکن- ظاہر ظاہر دیکھو جب بھی سلسلہ نجات ہی اور صراط مستقیم وہی، عقل پر اور قانون فطرت پر تو لو جب بھی ہر ایک مسئلہ وہی نکلیگا جو عین حقیقت ہی- اسلئے حکمت قرآن مجید کا نام ہی- اسی لئے خدا نے فرمایا- ان الذی فرض علیك القرآن- قرآن مجید ہی فرض کیا گیا- اب چاہے اسکے ساتھ اور کتاب کو بھی فرض کردو- یا قرآن کی فرضیت کو

کسی دوسری کتاب سے مٹاؤ، یا کم و بیش کرو۔ مگر فرض کیا گیا ہی صرف قرآن ہی۔

اس ثبوت مین کہ قرآن مجید ہی نازل کیا گیا، بہتری آیتین ہین۔ قرآن مجید اس سے بھرا ہوا ہے اور آیتین دینی فضول اور طوالت لایعنی ہی۔ اسکے سوا قوم یہ تو تسلیم کرتی ہی کہ ما انزل اللہ قرآن مجید ہی ہی، مگر مایوحیٰ مین شاخسلنے کھڑے کرتی ہی۔ اسلئے مایوحیٰ کی آیتون کی طرف توجہ کرو۔

مایوحیٰ کی آیتین

قبل اسکے کہ مین مایوحیٰ کے متعلق آیتین دون، اس عامۃ الورود خدشہ کو رفع کر دینا مقدم سمجھتا ہون جسکی وجہ سے قوم نے قرآن مجید کے سوا بھی مایوحیٰ مانا ہی، اور حدیث کو وحی خفی مانتی ہی، اور ایسا ماننے سے وہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم پر فلعلک تارک بعض مایوحی الیک۔ اوس مین سے جو تمہاری طرف وحی کیجاتی ہی کہین تم کچھ چھوڑ نہ بیٹھو۔ (ھود ۲) کا الزام لگانے مین بے باک ہو گئی ہے۔ کیونکہ حدیث کے اجتماع اور اوسکی تبلیغ کا آپ نے کوئی اہتمام نہ کیا، اور نہ اوسکی تبلیغ فرمائی۔

وہ خدشہ سورہ نجم والی اس آیت سے پیدا کیا گیا ہی۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (رسول تو خواہش نفسانی سے نہین بولتے بلکہ وہ تو وحی ہی جو وحی کی جاتی ہی) اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جو کچھ آپ بولتے تھے وہ وحی تھی کیونکہ نطق کا لفظ موجود ہی۔

میری سمجھ مین آیت کے یہ معنی نہین ہین جو مشہور ہین۔

دیکھو خدا فرماتا ہی۔ والنجم اذا ھویٰ ۵ ما ضل صاحبکم وما غویٰ ۵ وما ینطق عن الھویٰ ۵ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۵ علمہ شدید القویٰ ۵ ذو مرۃ فاستویٰ ۵ وھو بالافق الاعلیٰ ۵ ثم دنیٰ فتدلیٰ ۵ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۵ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ ۵ قسم ہی اوس ستارے کی جبکہ گرے تمہارا رفیق یعنی پیغمبر نہ بہکا نہ بھٹکا اور نہ بولتا ہی خواہش نفسانی سے۔ بلکہ وہ تو وحی ہی جو وحی کی جاتی ہی۔ اسکو سکھایا ہی شدید القویٰ (جبرئیل) نے تو وہ پورا نظر آیا، دران حالیکہ وہ آسمان کے اونچے کنارے

پھر تھا - وہ نزدیک ہوا اور اوتر آیا، یہانتک کہ فاصلہ رہگیا دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم - تو اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی جانب جو کچھ وحی بھیجی - (النجم ۱۰-۱) وحی کی صورت بھی خدا نے نزول کی سی فرمائی ہے - ہان اس بیان مین کچھ کیفیت نزول کی وضاحت زیادہ ہے، اور وہ حضرت جبرئیل کے دیکھنے کے متعلق ہے -

لفظ نطق سے بھی دھوکا ہوا ہے، حالانکہ نطق کے معنی بولنے ہی کے نہین، بغیر بولے بھی جو سمجھا جائے، اوسکو بھی نطق کہتے ہین، جیسے خدا نے فرمایا - ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق - یہ ہماری کتاب ہے جو تم سے سچ ہی بولتی ہے - (جاثیہ ۳۱) -

وحی کی نسبت یہ آیت جو مین نے لکھی ہے غور وفکر کرنیکی ہے - اسمین وحی و نزول کی کیفیت کو خدا نے ظاہر فرمایا ہے - کہ اولاً حضرت جبرئیل بلندی آسمان پر نظر آیا کرتے تھے اور پھر قریب اور قریب تر ہو کر خدا کی وحی کو آپکے قلب مقدس پر نازل کیا کرتے تھے یہی شان وحی کی تھی، یہی شان نزول کی اسلئے وما ینطق عن الھوٰی قرآن مجید کے متعلق ہے کہ وہ قرآن مجید خواہش نفسانی سے نہین بولتے - ان ھو الا وحی یوحیٰ مین ھو کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے - یعنی وہ تو وحی خداوندی ہے - مطلب صاف ہے کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید دل سے گڑھکر نہین فرماتے بلکہ وہ تو خدا کی وحی اور منزل ہے - علما نے بھی یہی معنی بیان کئے ہین اور ھو کی ضمیر قرآن مجید ہی کیطرف راجع کی ہے - اسمین کلام نہین - اور جن لوگون نے النجم سے قرآن مجید کو سمجھا ہے اور اوسکی آیتون کے نزول کو، تو یہی صحیح ہے اور اس سے والنجم اذا ھوٰی زیادہ واضح ہوجاتا ہے تو اس صورت مین ھو کی ضمیر قرآن مجید ہی کیطرف راجع ہے، اور اس صورت مین صاف معنی وہی ہین جو بیان ہوئے - اگر ھو کی ضمیر نطق نبی کی طرف راجع کرو جب بھی نتیجہ واحد ہے کیونکہ آپ کا نطق یا آپکا قول جو دین مین آپنے فرمایا قرآن مجید ہی ہے - خدا فرماتا ہے - انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تومنون ولا

بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العلمین بے شک یہ قرآن رسول بزرگ کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہین مگر اسپر یقین کرنے والے تھوڑے ہین، اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے، مگر اسپر غور کرنے والے تھوڑے ہین۔ ہان وہ ایسا قول رسول ہے جو خدا کا نازل فرمودہ ہے۔ (حاقہ ۲۱)

قول رسول یا نطق رسول جو کچھ ہے تو یہی، کہ رسول کی زبان سے بولا گیا مگر منزل من اللہ ہے۔ رسول مجازاً اسکے قائل ہین جیسے مان باپ مجازاً خالق ہین۔ اسلئے نہ ہر قول منزل ہے، نہ ہر نطق وحی۔

وما ینطق عن الھوی خدا نے کافرون کے اس قول کی تردید فرمائی ہے جو وہ قرآن مجید کو قول شاعر اور قول کاہن کہتے تھے تو خدا نے فرمایا کہ نہین وہ کچھ خواہش نفسانی سے نہین بول رہے ہین بلکہ وہ تو وحی خداوندی ہے۔ اسکے یہ معنی نہین کہ معاملات خانگی کی باتین بھی جو بیوی بچون سے ہوا کرتی تھین وہ سب وحی تھین۔ اگر ایسا ہو تو آپ کے قول منزل اور قول غیر منزل مین کچھ فرق نہین ہتا اور آپ نے فرق فرمایا کہ قول منزل کیلئے کاتبان وحی الگ تھے جو لکھا کرتے تھے اور حفاظ الگ تھے جو یاد کرلیا کرتے تھے۔

اگر شدید القوی جبرئیل کا نام ہے تو علمہ شدید القوی اسی معنی کا موید ہے کہ ماینطق عن الھوی خدا قرآن مجید ہی کو فرما رہا ہے کیونکہ جو کچھ رات دن آپ تکلم فرماتے تھے سکے حامل جبرئیل نہ تھے۔ خدا نے ماینطق کو صاف بھی کردیا کہ آپکا وہ نطق وحی خداوندی ہے جسکے حامل شدید القوی حضرت جبرئیل تھے یعنی قرآن مجید۔

قرآن مجید تو کہین بھی اس معنی کی حمایت نہین کرتا کہ آپکا ہر نطق وحی ہے، سوائے اوس نطق کے جسکے شان مین علمہ شدید القوی ہے۔ مثلاً مفصلہ ذیل آیتین قابل توجہ ہین۔

عفا اللہ عنک لما اذنت لھم۔ خدا نے تمسے درگذر کیا۔ تمنے اونھین کیون اجازت دیدی تھی (توبہ ۲)

اگر آپکا اجازت دینا از روے وحی تھا تو اس درگذر کے کیا معنے۔ شان خداوندی سے کیا یہ بعید تر نہو گا کہ خود تو وحی بھیجے، اور پھر اسے غلطی اور چوک قرار دے، اور پھر آپسے آپ درگذر بھی فرمادے۔

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک - اے نبی تم کیون حرام کرتے ہو جسکو خدا نے حلال کیا ہے۔ تم اپنی بیبیون کی خوشنودی چاہتے ہو (تحریم ۱) اگر آپکا کسی حلال چیز کے کبھی نہ کھانیکی قسم کھالینا جیسا کہ مابعد کی آیت سے ظاہر ہے، ناجائز اور حلال کو حرام کرنیکے برابر تھا جسکو خدا نے بتادیا، تو کیا یہ سمجھ مین آسکتا ہے کہ خدا خود ہی یہ وحی بھیجے کہ فلان چیز نہ کھانیکی قسم کھالو اور پھر خود ہی معترض ہو کہ حلال کو حرام کیون کرو، اور پھر خود ہی قسم توڑ دینے کو کہے۔ تو جسکی وحی اس قسم کی ہو اوسکی وحی کا کیا اعتبار۔ اسلئے آپکا ہر نطق وحی نہین ہے۔ آپ سے انسانی اقوال اور انسانی افعال سرزد ہوتے تھے۔ اس مین عیب کیا ہوا، اور کسر شان کیا ہوئی۔ انسان تو وہی جس سے انسانی افعال سرزد ہون۔ عبس و تولی ان جاءہ الاعمیٰ - تیوری چڑھائی اس سے کہ اوس کے پاس نابینا آیا (عبس) اگر تیوری چڑھانی از روے وحی تھی تو اس اعتراض کے کیا معنے۔ کیا یہ شان خداوندی ہے کہ خود ہی تو حکم دے، اور تعمیل حکم کے بعد اپنی غلطی پر متنبہ ہو اور الزام لگا کر اوسے دوسرے کے سر تھوپے۔ اسلئے آپکا ہر قول، اور آپکا ہر انسانی کام وحی منزل نہ تھا۔ بلکہ وحی منزل قرآن مجید ہے۔ ہان جس طرح مدھ مکھی کا گھر بنانا اوس کا اقتضاے فطری ہے۔ اور یہ بھی اک قسم کی وحی ربانی بلا وساطت جبرئیل ہے۔ تو نبیون کا اقتضاے فطری بھی وحی غیر منزل کہا جا سکتا ہے۔ مگر جس کا اقتضاے فطری جو ہو اوسکے ساتھ وہی مخصوص ہو سکتا ہے۔ دو فطرت جنکا اقتضاے فطری مختلف و متضاد ہو ایکدوسرے کی پابند نہین ہو سکتی۔ اسی لئے تو انسان مین سے رسول بھیجے گئے، ورنہ فرشتون مین سے رسول نہ آے ہوتے۔ اس مین کون شک کر سکتا ہے کہ آپکا اقتضاے فطری اعلیٰ واقع ہے۔ نبوت کا انتخاب تو اسی اصول پر ہوتا ہی ہے۔

محدثین تو اس سے انکار کر نہین سکتے کیونکہ حدیث بھی اسی معنی کی موید ہے کہ آپکا ہر نطق وحی نہین۔ مثلاً

حدیث - انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من امر دینکم فخذوہ واذا امرتکم بشئ من رائی فانما انا بشر - جز این نیست کہ ہم بھی بشر ہین جب ہم تمکو کسی امر دین مین حکم دین تو تم اوسکو قبول کرلو - اور جب ہم تمکو کسی چیز کی نسبت اپنی راے سے حکم دین تو ہم بھی بشر ہی ہین - اس سے معلوم ہوا کہ امر دین مین آپکا حکم واجب التعمیل ہے - اور دین مین آپ حکم بالقرآن ہی دیا کرتے تھے - کیونکہ حکم تھا فاحکم بینھم بما انزل اللہ - حکم قرآن سے دیا کرو - اگر آپکا ہر نطق وحی ہوتا تو سب امر دین ہوتا اور آپ یہ نفرماتے کہ "جب ہم اپنی راے سے حکم دین تو ہم بھی بشر ہی ہین" -

حدیث - انما ظننت ظناً ولا تواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللہ شیئاً فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ - ہم بھی وہم وگمان کیا کرتے ہین تو اس سے بحث نکرو اور اسپر ہمکو ملزم نہ ٹھہراؤ - ہان جو کوئی بات ہم خدا کی طرف سے کہین (یعنی قرآن مجید) تو اوسے مضبوط دھرلو کیونکہ ہمنے کبھی بھی خدا پر جھوٹ نہین باندھا - آپ نے صاف قرآن وحدیث کا فرق بتادیا - قرآن مجید جو خدا کیطرف سے آپنے فرمایا اوسکے دھرلینے کی تاکید فرمائی - اور اپنے وہم وگمان کو بجاے وحی خفی یا وحی غیر متلو فرمانیکے اوس سے بحث نکرنیکو فرمایا -

اسکو یون بھی دیکھو کہ آپ کامون مین اور لڑائیون مین مشورہ بھی فرماتے تھے - پھر اپنی رائے کی جگہ دوسرون کی راے کو بھی قبول فرماتے تھے - حکم خداوندی بھی تھا وشاورھم فی الامر لوگون سے مشورہ کرلیا کرو - پھر ایسا بھی ہوا ہی کہ آپنے اپنے حکم کو اوٹھایا بھی ہی - ایسا بھی ہوا ہی کہ آپنے مشورہ دیا ہی اور صحابہ نے اوٹھا بھی دیا ہی - جیسے حضرت زید کو فرمایا تھا امسک علیک زوجک - طلاق نہ دو مگر اونھون نے طلاق دیدی - اسلئے حق یہی ہی کہ ماینطق عن الھوی قرآن مجید ہی ہے -

اگر اس پر بھی کوئی یہ تسلیم نہ کرے اور یہی سمجھے کہ آپکی سب باتین وحی تھین کیونکہ بچپنے سے یہی سنتا آیا ہے، تو بھی نہین کہ وہ اون اصحاب پر جنھون نے مشورہ نہ مانا کفر کا الزام لگاتا ہی، بلکہ وہ نبی معصوم

صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی معترض ہیں، کہ آپ اپنی سب باتون کو قرآن مجید کی طرح دے نہ گئے، نالکھوانہ گئے،
یاد نہ کرا گئے، اور راوین کے محفوظ رکھنے کا کوئی سامان ہی نہ کیا۔ اس سے آپ پر ترک وحی کا الزام آتا ہی
جو آنہین سکتا، اور اس آیت کی نافرمانی لازم آتی ہی۔ فلعلک تارک بعض ما یوحیٰ الیک۔ کہین کچھ ای
وحی تم چھوڑ نہ بیٹھو۔ (ھود ۲) اور ایسا الزام آپکی شان رسالت سے بعید ہی، اور قرآن مجید کو بھی مشکوک
بنا دینے والا۔ نہ آپ نے اپنی باتون کو لکھوایا، نہ گھر والون نے خانگی باتین لکھین، نہ صحابہ نے ساری
زندگی کی باتون سے کتب خانہ مرتب کیا۔ اگر الٰہی وحی تبلیغ سے رہ گئی، اور ممکن ہی کہ ایسی وحی جو رہ گئی
ہو قرآن کی بھی ناسخ ہو، کیونکہ حدیث قرآن کی ناسخ بھی تسلیم کیجاتی ہے۔ ایسی صورت مین اہل اسلام
نہ اہل کتاب ہی رہتے نہ مسلمان ہی۔ بلاشبہ یہ تفسیر بالکل صحیح ہی کہ ماینطق عن الھویٰ قرآن مجید ہی ہی
اب مفصلہ ذیل آیتین پیش کیجاتی ہین کہ قرآن مجید ہی مایوحیٰ ہی۔ اور خود نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپکے سارے اصحاب اعتراض سے بری ہین کسی پر اعتراض نہین آتا۔

۱؎ اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ میری طرف یہ قرآن مجید ہی وحی کیا گیا
تاکہ اسکے ذریعہ سے ہم تمکو ڈرائین اور اونکو بھی جنکو یہ قرآن پہونچے۔ (انعام ۲) اس سے زیادہ
صاف اور واضح آیت اور کونسی چاہیے۔ قرآن مجید ہی وحی ہی۔ آپنے اسکی تبلیغ فرمائی اور اسی سے تنذیر کی!

۲؎ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ الخ۔ اے رسول!
کہدو کہ کسی چیز کے کھانے والے پر جو اوسے کھائے مردار وغیرہ وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز ہم اوسمین
حرام نہین پاتے جو ہماری طرف وحی کی گئی ہی۔ (انعام ۱۸) اگر مایوحی قرآن مجید ہی نہ تھا تو اور کونسی
وحی خفی کی کتاب تھی جسمین آپ حرام تلاش فرماتے تھے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرام کرنے کا
خدا کے سوا اور کوئی مجاز بھی نہین۔ پھر قرآن مجید سے فاضل جو کسی چیز کی حرمت بیان کیجائے تو وہ
حرام نہ ہوگی، اور فاضل چیزون کا حرام کرنا نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ خود

آپ حرام کو قرآن مجید مین تلاش فرماتے تھے۔ اپنی رائے سے کسی چیز کو حرام نہ فرماتے تھے بلکہ قرآن مجید سے احکام خداوندی کی تبلیغ فرمادیتے تھے۔ فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔

۳ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ خدا کی طرف سے جو تم پر وحی کی گئی ہے اوسکی اتباع کرو (انعام ۱۰۶) آپ نے قرآن مجید کے سوا اور کس کی اتباع کی جسکو ما یوحی سمجھا جائے۔ کیا حدیث کی بھی!

۴ اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک۔ خدا کی طرف سے جو تم پر وحی کی گئی ہے اوسکی تلاوت کیا کرو (کہف ۲۷) وحی کیا تھی اور آپ کسکی تلاوت فرماتے رہے کیا قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی۔

۵ کذلک ارسلنک فی امة قد خلت من قبلها امم لتتلوا علیهم الذی اوحینا الیک۔ اسی طرح ہمنے تمکو ایک امت مین بھیجا کہ ان سے پہلے بہت امتین گذر چکی ہین تاکہ تمہاری طرف جو وحی کیگئی ہے اونکو پڑھکر سناؤ۔ (رعد ۳۰) تو قرآن مجید کے سوا اور کونسی کتاب تھی کہان جو پڑھکر سنائی جاتی، نہ وحی جلی کی، نہ وحی خفی کی، آپ اس حکم کے بموجب قرآن مجید ہی سناتے، اور اسی کی تبلیغ فرماتے تھے پھر قرآن مجید کے سوا اور کونسی کتاب وحی تسلیم ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید کے سوا کسی فاضل ما یوحی کا پتہ قرآن مجید مین تو نہین ملتا۔

۶ ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیک۔ اگر ہم چاہین تو جو وحی ہمنے تمہاری طرف کی ہے اوسے اوٹھالے جائین۔ (بنی اسرائیل ۸۶) جیسے اور کتب منزلہ کو وہ اوٹھالے گیا۔ اگر اوحینا سے خدا کا مطلب قرآن ہی سے نہین ہے تو کس وحی کو بشرط مشیت اوٹھالینے کو کہا۔

۷ فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم ۔ وانه لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون ۔ تمسک اوس سے پکڑو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے (یعنی قرآن سے) بیشک تم صراط مستقیم پر ہو۔ اور بیشک یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کیلئے نصیحت ہے۔ اور عنقریب تم جواب طلب کئے جاؤ گے۔ (زخرف ۴۴) تم سے ضرور جواب طلب کیا جائیگا کہ تم قرآن مجید کے احکام اور نصیحتون پر

چلے یا انسانی رایون پر۔ تمسے جواب طلب کیاجائیگا کہ تم قرآن مجید ہی سے تمسک پکڑتے رہے یا علمار ومشایخ کی تصنیفون سے۔ افسوس کہ قوم خدا کے حضور اسکا جواب نہ دے سکیگی۔ کیونکہ اوسنے قرآن مجید کو اوسکے تفصیل کے دعوے کے خلاف مجمل، ناکافی، اور تمسک پکڑنے کے ناقابل سمجھا، اور انسانی رایون، مباحثون، اور رطب ویابس ذخیرون سے جسمین اختلافات کی چاشنی ہے تمسک پکڑنے لگی ہے۔ بلکہ اگر کوئی قرآن مجید ہی سے تمسک پکڑے تو وہ کافر ومرتد کہلائے، اور لوگ اس سے ڈرتے ہین۔ یعنی کافر قرآن بنو تو بنو مگر کافر علما نہ بنو۔ مسلمانون! خود بدولت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے سوا کس چیز سے تمسک پکڑا۔ اوسوقت نہ صحاح کی کتابین تھین، نہ فقہ کی کتابین اگر آپ قرآن مجید ہی سے تمسک نہ فرماتے تو لا اجد فی ما اوحی الیّ۔ جو آیت اوپر بیان ہوئی نفرماتے۔ ہان آج تو آزادی ہے، اپنا منہ، اپنی زبان ہے، جس کسی کو جو کچھ چاہو کافر ومرتد برا بھلا کہدو۔ مگر ایکدن آئیگا کہ اس آیت کی نسبت بھی باز پرس ضرور ہوگی۔ اوسوقت نفس پرستی کے اختلافات کا فیصلہ ہوجائیگا۔

لہ ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد۔ بیشک جس خدا نے تم پر قرآن مجید کو فرض کیا وہ بالضرور معاد کیطرف تمکو لوٹائیگا۔ (قصص ۹) اگر قرآن مجید کے سوا اور بھی کوئی وحی خداوندی ہوتی تو وہ فرض کردی جاتی مگر چونکہ وحی قرآن مجید ہی ہے اسلئے یہی فرض کیا گیا۔ نہ حدیث فرض ہوئی نہ فقہ پھر حدیث کسطرح قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے۔ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے لانے والے اور اوس کے بہتر سمجھنے والے تھے آپ کسطرح اوسکے ایک نقطہ کو بھی نسخ فرماتے۔ اور اپنا تبلیغ کیا ہوا آپ مٹاتے۔ خدا نے طرح طرح سے ہوش دلایا ہے۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم۔ کیا لوگون کو یہ کافی نہین کہ ہمنے تم پر قرآن مجید اوتارا جو اونکو سنایا جاتا ہے۔ (عنکبوت ۵) ہان قوم کو یہ کافی نہین۔ قرآن مجید مایحتاج دین کو کافی نہین سمجھا جاتا، اوسکو انسانی کتاب درکار ہے جنکے مصنفین کو وہ معبود بنائے ہو

ہے۔ تو جب شرک فی الحکم مین مبتلا ہوئی تو جس حال کو نہ پہونچے۔

افسوس کہ خدا کے بندون کی نسبت اپنے خدا سے اپنے خدا کے کلام سے ٹوٹ گئی ہے۔ اوس سے ہدایت پانیکی راہ مسدود کی گئی ہے۔ یا تو تلاوت نہین پایا اوسمین تدبر و تفکر نہین۔ افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا۔ کیا وہ قرآن مجید مین تدبر نہین کرتے۔ کیا اون کے دلون پر قفل ہین (محمد) انکا حال ہوگیا ہے۔ خیر آج تو جون تون کٹ جائیگا اور اپنی سی ہر کوئی کہہ لیگا کہ نتبع ما الفینا علیہ اباءنا۔ ہمتو اوسی روش پر چلین گے جیسا اپنے آبا و اجداد کو پایا۔ (بقرہ ۲۱) مگر کل بازپرس کے دن جو نا گزیر آنیوالا ہے میری فریاد سنی جائے نہ سنی جائے امین کون۔ مگر نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فریاد کا کیا جواب دیا جائیگا۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا۔ رسول کہین گے کہ اے میرے خدا میری قوم نے اس قرآن کو بکواس ٹھہرایا تھا۔ (فرقان ۳) اگر کچھ جواب ہے تو آج دے لو۔ فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔ اس قوم کو کیا ہوگیا کہ یہ بات نہین سمجھتی (النساء ۱۱) اے قوم ہر امت سے کتاب اللہ کی نسبت بازپرس ہوگی کل امۃ تدعیٰ الی کتابھا = جاثیہ ۴۔ یہی کتاب اللہ تو حجت ایزدی ہے اسی کو تو پیش ہونا ہے۔ اس آیت مین کتاب سے نامہ اعمال مراد لینا مراد مفروضہ غیر قطعی ہے اگر نامہ اعمال مراد ہوتا تو کل امۃ کیون ہوتا۔ نامہ اعمال تو ہر ایک کا ہر ایک کے ہاتھ مین ہوگا جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ہان ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائیگی کہ دیکھو حکم یہ اور کرتوت یہ۔ امۃ کا لفظ صریح معنی کو ظاہر کر رہا ہے پھر مراد کیون لو۔ اور خدا کی اس دنیا کی تنبیہ کو اوس دنیا پر اوٹھا رکھنے کی کیا ضرورت۔

اے خدا! اپنی رحمانی کا صدقہ ایسا تو نہ کیجیو کہ بازپرس کے دن ہمکو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمانا پڑے۔ اور آپکی اوس فریاد مین کہ قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا ہمارا نام بھی ہو۔ ورنہ ہم بے پناہ ہو جائین گے۔ اے پناہ دینے والے! اپنے کریمی و رحیمی کا صدقہ جب تو نے ہمکو اپنی کلام پاک مین

پناہ دیا ہی تو بے پناہ نکر۔ اے دل کی لگی بجھانیوالے! اپنا نور تمام عالم مین پھیلادے، اپنا وعدہ پورا کر، اپنی بشارتین ظاہر کر، اسلام کا بول بالا کر، میری التجا سن لے، میری دعا قبول کر، کہ پرستش اعمال کے دن جب تیرا سوال ہمارے ایمان سے ہو تو ہم تجھی کو دیکھین، ہمارے ہادی اور امام سے ہو تو ہم نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑین، اور جب ہمارے اعمال سے ہو تو ہم تیرا کلام مقدس اپنے سینہ سے نکال کے پیش کردین، اور نامۂ اعمال کی جگہ یہی تیرا قرآن ہمارے ہاتھ مین دیا جائے جسمین تیری شریعت ہی، جسمین تیری طریقت ہی، جسمین تیری روحانیت ہی، اور تیری حقیقت تک رسائی ہی۔ اے محیط و منزہ! جب تو نے اپنے قرآن پاک کے نور مین ڈھانپا ہے تو اب ماسوا کی تاریکی مین نہ بھیج۔

سو دفعہ اور سو جان سے قربان اپنے پیارے رسول کے صلی اللہ علیہ وسلم جنھون نے ہمکو گندگی سے گود مین اوٹھا لیا جنکی بدولت ہمکو خدا کا کلام ملا، خدا کا نور ملا، خدا کی راہ ملی، اور خدا ملا۔ ورنہ کہان ہم اور کہان خدا کا کلام۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۴)

بعد اسکے کہ احکام و ہدایت کی راہ بذریعہ وحی و نزول کھولی گئی دین الٰہی مین حکم خدا ہی کا واجب التعمیل ہے یا کسی اور کا بھی؟

اسکے نسبت فرمان خداوندی حسب ذیل ہے

ملا اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء۔ اتباع کرو قرآن مجید کی اور نہ اتباع کرو خدا کے سوا اور رفیقون کی۔ (اعراف ملا) بہت صریح اور صاف حکم ہی۔ قرآن مجید ہی ما انزل اللہ

ہے تو اسی کی پیروی کرو اسکے سوا اور کسی کی نہین۔

۲ الا لہ الحکم۔ آگاہ رہو حکم خدا ہی کیلئے ہے۔ (انعام ۷) یہ انحصار ہے اور بلا قید۔ نہ اس دنیا کی قید، نہ اوس دنیا کی۔ اوس کی خدائی اس دنیا مین بھی، اور اوس دنیا مین بھی۔ دین بھیجا خدا نے تو اوس مین حکم دینے کا دوسرا کوئی مجاز ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

۳ ولہ الحکم والیہ ترجعون۔ حکم اوسی کیلئے ہے اور اوسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔ (قصص ۹) یعنی تمکو اوسکے حضور مین حاضر ہونا ہے اور تمسے شرک فی الحکم کی نسبت بازپرس ہوگی۔

۴ واصبر لحکم ربک فانک باعیننا۔ تم صبر سے حکم خداوندی کے منتظر رہو تم تو میری آنکھون کے سامنے ہو۔ (طور ۲) جب حکم دینے کی ضرورت ہو تو تم میرے حکم کے منتظر رہو، بوقت ضرورت ہم تمکو اپنے حکم سے آگاہ کرتے رہین گے۔ آپ اپنی طرف سے حکم نہ دیتے تھے، بلکہ حکم خداوندی کے منتظر رہا کرتے تھے، جو حکم آیا وہ پہونچا دیا یہی شان رسالت تھی۔ مگر قوم نے خدا اور رسول کے حکم مین بٹوارہ کیا ہے، خدا کا حصہ، اور رسول کا حصہ۔ اور اسدرجہ دین مین اضافہ کیا ہے کہ اسکی صورت ہی وہ نہ رہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھی۔ اس اضافہ کے ذمہ وار ہمارے رسول نہین ہین صلی اللہ علیہ وسلم

۵ لا یشرک فی حکمہ احدا۔ خدا اپنے حکم مین کسی کو بھی شریک نہین کرتا۔ (کہف ۴) پھر جو کوئی حکم خداوندی کو مجمل مان کر اوسکے حکم مین کسی کو شریک کرے تو وہ شرک فی الحکم مین مبتلا ہے۔ اور غیرت کبریائی اسکی مقتضی نہین کہ اوسکے حکم مین کوئی بھی شریک ہو۔

۶ افحکم الجاھلیہ یبغون ۝ ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون ۝ کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہین، اچھی خدا سے بہتر حکم کرنیوالا اوس قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہے کون ہے (مائدہ ۷) افسوس ہے کہ قوم نے خدا سے بہتر حکم دینے والا جو نہایت واضح اور تفصیل سے حکم دے، سیکڑون اپنے لئے ٹھہرا رکھا ہے۔ جاہلیت کا زمانہ پھر لوٹ آیا۔ سچ ہے۔ تلک الایام نداولھا بین الناس۔

۸۱۔ افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔ کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا حکم دینے والا ہم تلاش کریں، اجی وہ تو خدا ہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اوتاری (انعام ۱۴۱)
کتاب خدا نے مفصل اوتاری، مگر قوم نے اوسے مجمل قرار دیکر پیٹھ پیچھے پھینکا۔ کتاب اللہ وراء ظھورھم۔ اور اپنا مفصل حکم دینے والا اونسے ماسوی اللہ کو بنا رکھا ہے۔ یا تو تاریخ واخبار کو، یا اسلامی سلطنت کے ملکی قانون کو، روحانی احکامات وہدایات ربانی تو گئے گذرے ہوئے، اونکی جگہ رسومات وبدعات نے لی ہے۔ افسوس اس دیدہ دلیری پر۔

۸۲۔ للہ الامر من قبل ومن بعد۔ حکم خدا ہی کیلئے ہے پہلے پیچھے سب (الروم ۱۱) دنیا میں بھی، دین میں بھی، ازل میں بھی، ابد میں بھی، آج بھی کہ اوسنے احکام بھیجا اور کل بھی کہ وہ جزا دیگا۔ واقعی خدا وہ احکم الحاکمین وہ، اوسکے سوا حکم اسکا۔ مگر مشکل یہ آپڑی ہے کہ اوسکا حکم محض مجمل اور معلق ہے، درس ذرعلوم کا محتاج، بغیر دستار بندی کے سمجھ میں نہیں آتا، اسلئے وہ بیکار اور ناقابل تملد رآمد سمجھا جاتا ہے، پھر اوسکی جگہ کیوں نہ علما کے فرمان سمجھے جائیں جنکے ہاتھ میں کفر واسلام کی مہر اور جنت وجہنم کی کنجیاں ہیں۔ اور خدا کے ہاتھ میں کیا رکھا ہے۔

رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوت قرآن مجید کی طرف دیتے تھے۔ اور قرآن مجید کے حکم کو کافی سمجھکر اسکی تبلیغ فرماتے تھے۔ آج دعوت الی الحدیث وفقہ دی جاتی ہے جو مصنفہ فلان ابن فلاں ہیں آپسمیں نہ نبی کی قبولیت کی مہر ہے نہ قرون اولی کی شہادت، نہ یہ خدا کی نازل فرمودہ، نہ رسول کی تصنیف کردہ، مگر دین میں داخل بلکہ عین دین ہو گئی ہیں۔ اور یہ کھلی کھلی بدعت ہے۔

۸۳۔ قل انی علی بینۃ من ربی وکذبتم بہ ما عندی ما تستعجلون بہ ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین۔ کہدو اے رسول کہ میں تو خدا کی روشن دلیل پر ہوں (یعنی میری روشن قرآن مجید ہے) اور تم نے اوسکو جھٹلایا تو وہ عذاب میرے پاس نہیں ہے جسکی تم جلدی مچا رہے ہو۔ خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں، وہی حق بات بیان کرتا ہے، اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (انعام ۵۷)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قرآن پر چلیں اور اوسکو روشن دلیل راہ فرمائیں، اور وہ ہمکو دھندھلا نظر آئے، بالکل مجمل، خدا کی شان۔ افسوس با این حال ہم مسلمان ہیں اور کنتم خیر امۃ کے خطاب کے مستحق۔ اور انعام اسلامی کے دعویدار۔ اللہ اللہ کیا دنیا پلٹی۔ چرب زبانی کا جلوہ دیکھو کر خداپرستی کا نام کفر و الحاد رکھا گیا، اور نفس پرستی، ہوا پرستی، علماپرستی، اور پیر پرستی کا نام رکھا گیا خداپرستی۔ حالانکہ خدا کے سوا ساری پرستشیں بت پرستی کی جلوہ آرائیاں ہیں۔ کل یوم ہو فی شان۔

اے خدا! اسلام کا پرچم پھر سے کھولدے کہ تیرے بندے تیری کتاب سے دور پڑ گئے ہیں۔ اور تیرے خاتم الرسل کی امت تیری خاتم الکتب سے منہ پھیر بیٹھی ہے، جس سے اوسکی دین و دنیا کی راہ دھندھلکی میں پڑ گئی ہے۔ اے خدا! اگر تو انکا پرسان حال نہ ہوگا تو تیرے پیارے نبی کی امت دنیا سے معدوم ہو جائیگی، اور تیری مقدس کتاب افسوں و عملیات ہی کتاب ہو کر رہجائیگی۔ جب مسلمان ہی نہونگے تو اسلام بھی نہ ہوگا، اور دنیا بے چراغ ہو جائیگی۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ | محمد رسول اللہ | والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۵)

جو کوئی بما انزل اللہ حکم نہ دے تو اوسکے لئے کوئی تہدید بھی ہے یا نہیں؟

خداوند تعالیٰ و تبارک نے قرآن مجید نازل فرما کے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ فاحکم بینہم بما انزل اللہ۔ لوگوں کو قرآن مجید سے حکم دیا کرو۔ (مائدہ ع ۷) یہ تو حکم ہوا بما انزل اللہ حکم دینے کا۔ اور بما انزل اللہ حکم نہ دینے کی تہدید خداوند عالم نے قرآن مجید میں تین جگہ فرمائی ہے۔

۱ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظلمون ۵ جو کوئی بما انزل اللہ حکم نہ دے وہ ظالم ہے (مائدہ ع ۷)

۴۷ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون ۵ جو کوئی بما انزل اللہ حکم نہ دے وہ فاسق ہے (مائدہ)

۴۴ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون ۵ جو کوئی بما انزل اللہ حکم نہ دے وہ کافر ہے (مائدہ ۵)

یہ ثابت ہوچکا ہے کہ قرآن مجید ہی ما انزل اللہ ہے اسلئے دین مین قرآن مجید سے حکم نہ دینا خدا کے فرمان کے مطابق ظلم ہے فسق ہے کفر ہے۔ تو مسلمانون خدا سے ڈرو اور امور دین مین خدا و رسول کیطرف یعنی قرآن مجید کیطرف رجوع کرو۔ وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ ذلکم اللہ ربی علیہ توکلت والیہ انیب۔ جس کسی بات مین بھی تم مختلف فیہ ہو تو اوس کا فیصلہ اللہ ہی کے حوالہ کرو۔ یہ ہے میرا پروردگار اور اوسی پر مین بھروسہ اور اوسکی طرف مین رجوع کرتا ہون (شوریٰ) جس کا فیصلہ قرآن مجید مین پاؤ تو وہ دینی امور ہین اور وہ حکم خدا و رسول کا حکم ہے اور جو قرآن مجید مین نہ پاؤ اوسکے لئے خدا نے تمہین عقل دی ہے۔ دیکھو خدا و رسول یعنی احکام قرآنی کی سرکشی کا نتیجہ

فمن اظلم ممن کذب بایت اللہ وصدف عنہا سنجزی الذین یصدفون عن ایتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون ۵ اوس سے ظالم تر کون جس نے خدا کی آیتون کو جھٹلایا اور خدا کی آیتون سے کترایا جو میری آیتون سے کتراتے ہین تو اون کے کترانے سبب ہم اون کو برے عذاب کی سزا دین گے (انعام ۲۰) تو خدا کی آیتون کو جھٹلاؤ نہین اوس سے کتراؤ نہین اوسی کی آیتون سے حکم دیا کرو، اوسی سے تمسک پکڑا کرو۔ فاستمسک بالذی اوحی الیک (زخرف ۴۳) اوسی سے نصیحت کیا کرو ایسا نہین کہ کوئی شخص اپنے کرتوت کے سبب گرفتار عذاب ہوجائے۔ وذکر بہ ان تبسل نفس بما کسبت (انعام ۷۰) اور اوسی سے ڈراتے رہو اونکو جو روز حشر سے ڈرتے ہین کہ وہ ایکدن خدا کے حضور مین حاضر کئے جائین گے وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم (انعام ۵۱) آپ ہمیشہ حکم خداوندی کے منتظر رہا کرتے تھے، اور وہی حکم دیتے جو خدا حکم دیتا، اور ہمیشہ ہر حکم مین قرآن مجید ہی سے تمسک پکڑتے رہے، اوسی سے نصیحتین فرماتے رہے اوسی کو سنا سنا کر انذار کی خدمت ادا کرتے رہے۔ کہین وہ آیت ہی پڑھ دی، کہین اوس آیت کو اپنی زبان مین کہدیا، آپنے فرمان خداوندی کی تعمیل کی جو تعمیل کا حق تھا پھر آپکے وہ احکام اور وہ نصیحت جو دین کے

متعلق ہو اور قرآن کے خلاف یا فاضل پائی جائے اوسکی نسبت آپکی طرف صحیح نہ ہوگی، اور ایسا بہت پایا جاتا ہے

ام لھم شرکوٴا شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ۔ کیا لوگون کیلئے خدا کے شریک ہین کہ اونہون نے

ان کیلئے دین کی شریعت بنا دی جس کا اللہ نے حکم نہین دیا۔ (الشوریٰ ۲۱) خدا کے حکم سے باہر کوئی شریعت

بنانیکا مجاز نہین۔ مسلمانو! خدا کے حضور مین اسکا جواب دو کہ موجودہ شریعت اسلام قرآن سے ہے، یا حدیث سے،

یا علما کی رایون سے۔ یہ آیت یاد رکھنے کی ہے، تاکہ قوم کا ایمان کامل ہو کہ قرآن مجید کے سوا کوئی شریعت

قایم کرنیکا مجاز نہین ہے۔

غرض حکم خدا ہی کا حکم، اور تعمیل کامل تر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیل، کہ قدم نہ ذرا ادھر ہوا نہ

اودھر، کیونکہ وہ مجسم خلیفۃ اللہ تھے، سراپا روح اللہ تھے، ظاہر مین انسان کامل، تکمیل انسانی کی غایت، اور

باطن مین رسول اللہ مورد وحی و نزول۔ قوم نے خدا و رسول کے حکم مین تفرقہ کیا ہے اور اسی طرح خدا و رسول

کی اطاعت مین بھی، لیکن ایسا نہین ہے، آپ وہی حکم دیتے تھے جو خدا حکم دیتا تھا، آپ کا اور خدا کا دو حکم

نہین ہے ایک ہی حکم ہے، اسی طرح خدا و رسول کے حکم کی دو اطاعت نہین ہے ایک اطاعت ہے من یطع

الرسول فقد اطاع اللہ اس سے واضح ہوا کہ اطاعت رسول سنت نہین بلکہ فرض ہے اور

وہ اطاعت قرآن مجید کی ہے۔

فاٰمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۶)

اگر اطاعت ما انزل اللہ یعنی قرآن مجید ہی فرض ہے تو اطاعت رسول کے معنی کیا ہین۔ اور

من حیث رسالت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی منزلت ہے؟

اطاعت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مفصلہ ذیل آیتون پر توجہ کرو-

۱ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمھین پیار کریگا- (ال عمران ۴)

۲ ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً ٭ کسی مومن یا مومنہ کو یہ جائز نہین کہ جب اللہ اور اوسکا رسول کوئی امر خیر اونکیلئے ٹھہرادے پھر بھی اونکو اپنے کام کا اختیار رہے- تو جس کسی نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی وہ سخت گمراہی مین پڑ گیا- (احزاب ۵)

۳ ما اتیکم الرسول فخذوہ وما نھیکم عنہ فانتھوا- جو کچھ رسول تمکو دین وہ لے لو نہ دین نہ لو- (حشر ۱)

۴ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول- اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی (النساء ۸)

علیٰ ہذا رسول کی اطاعت اور رسول کو راضی رکھنے کی سخت تاکیدین اور آپکو ناراض کرنے اور آپکی عدول حکمی کی سخت سخت ممانعتین آئی ہین بے شک جو ان حکمون کی نافرمانی کرے وہ گردن زدنی جہنمی ہے- اسی طرح بہتیری آیتین آپکی عظمت و جلالت اور آپکی تعظیم و توقیر کے متعلق ہین صرف یہی نہین بلکہ ہم بندون پر خدا کے ساتھ ساتھ رسول کی محبت بھی فرض کی گئی ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے- قل ان کان اباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ وجھادٍ فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہٖ- کہدو اے رسول کہ اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری بیبیان، تمھاری برادری، مال جو تمنے کمائے ہین، تجارت جسکے مندا پڑ جانیکا تم خوف کرتے ہو، اور حویلیان جنکو تم پسند کرتے ہو، یہ سب چیزین اگر تمکو خدا اور رسول اور اوسکی راہ مین مجاہدہ کرنے سے زیادہ عزیز ہین تو

منتظر رہو یہانتک کہ خدا اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے ۔ (توبہ ۳۱)

اب دیکھو مسلمان کس حال مین ہین ۔ خدا و رسول اور مجاہدہ کی محبت جو کل ماسوے سے بڑھکر فرض کی گئی ہے اوسکی حقیقت یہ ہے کہ روپے، پیسے، رشوت، بے ایمانی، غرور، تشخص، رسوم، آبائی روش وغیرہ وغیرہ کے عوض حق بیچدیا جاتا ہے، اور ڈھٹائی سے نافرمانی کی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی حق دکھائے، قرآن سے تمسک پکڑے، احدیث کی چھان بین کرے، جانچنے کے مقرر کردہ شرائط مین اختلاف کرے، اگر کوئی اوسی اسلام کو قبول کرنا اور شایع کرنا چاہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یعنی اگر وہ داخلصوا دینھم للہ کی تعمیل کرے تو اوسپر کفر کا فتویٰ ہونے مین کچھ وقفہ نہ ہوگا۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ مین اون آیتون کو بیان کرنا چاہتا ہون جو اطاعت کے متعلق اوپر لکھی گئی ہین ۔ ان آیتون مین تیسری آیت ما اٰتیکم الرسول الخ کو مجھے پھر چھا دینا ہے کہ آیت کے معنی اطاعت صحاح کے غلط سمجھے گئے ہین ۔ یہ آیت تقسیم غنیمت کے متعلق ہے ۔ ما افاء اللہ علی رسولہ والی آیت مال غنیمت کو تقسیم کررہی ہے ۔ یہ اوسی آیت کا ٹکڑہ ہے ما اٰتیکم الرسول فخذوہ یعنی رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت مین سے جو ہاتھ اوٹھا کر تمہین دیدین وہ لے لو اندرین تو لو، کسی طرح کم و بیش کے خیال سے دل مین ناراضی نہ پیدا کرو کہ یہ شان محبت کے علاف ہوگا جو مفروضہ خداوندی ہے ۔ یہ تو صاف اور صریح آیت مال غنیمت کے متعلق ہے، اس سے صحاح مراد لینا آیت کو ذبح کرنا ہے۔

باقی تینون آیتین اور ان کے سوا اور بہتیری آیتین آپکی اطاعت کے متعلق ہین آپکی اطاعت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ ہمنے رسول اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ بحکم خدا اطاعت کئے جائین (النساء ۹) یہ تو فرض ہے اور اس تاکید سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے ۔ کیونکہ بغیر رسول کی اطاعت کئے جانے کے رسالت کی تبلیغ مکمل ناممکن ہے، اور بندونکی

نجات محال۔ جس نے آپکی اطاعت نہ کی، اوس نے خدا کی اطاعت نہ کی، وہ احاطۂ قرآن سے باہر نکلا، وہ جہنمی ہے۔ بارگاہ خداوندی کا مردود ہے، جس کی کہین پناہ نہین۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اطاعت رسول کے معنی کیا ہین۔ ایا اطاعت رسالت یعنی قرآن کے یا اطاعت حدیث کے۔ وہ کونسی اطاعت ہے جسے خدا نے فرض کردی ہے، جس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

مثال سے بات ذرا زیادہ واضح ہوجاتی ہے، اور یہ قرآن مجید کی روش بھی ہے اسلئے اسے مین پہلے مثال مین واضح کرون تو نامناسب نہ ہوگا

مثلاً۔ بادشاہ جو والی یا خلیفہ مقرر کرتا ہے تو اوسکا کام ہوتا ہے کہ بادشاہی قانون پہونچا دے، اور کوشش کرے کہ قانون شاہی باحسن وجوہ جاری ہو۔ خود بھی اوسکا معمل اور پابند ہو تاکہ کوئی قانون شکنی کی جرأت نہ کرسکے۔ نگران ہو کہ رعایا قانون کی خلاف ورزی کرکے فساد نہ مچائے اور باغی نہ ہوجائے۔ نہ شاہی قانون کو توڑے، نہ کسی اور کو اپنا بادشاہ تسلیم کرے۔ اور رعایا کو چاہئے کہ اگر والی منصف اور رہبر رہے تو اوسکی عظمت کرے، اوس سے محبت کرے، اوسکی اطاعت کرے، جو اطاعت کا حق ہے، تاکہ وفادار رعایا مین داخل ہوکر انعام واکرام کا مستحق ہو۔ والی یا خلیفہ کی اطاعت عین بادشاہ کی اطاعت ہے، اور اوسکی بغاوت بادشاہ کی بغاوت۔ مگر اس اطاعت کے معنی قانون واحکام شاہی مین اطاعت کے ہین، نہ یہ کہ والی کی ہر حرکت رعایا کیلئے قانون ہوجائے کہ جو والی یا خلیفہ کھائے وہ یہ کھائے، جیسے وہ کھائے ویسے یہ کھائے۔ جو وہ پہنے وہ یہ پہنے، جیسی اوسکی ماندوبود ہو ویسی ہی اسکی بھی، رسومات شادی وبیاہ، رسومات ملکی وقومی، جس طرح وہ ادا کرے یہ بھی ادا کرے، جو عادات یا رقم کدو خرچ اوسکے ہون وہی اسکے بھی، جو مزاح یا خوش کلامیان وہ اپنے گھرون مین اپنے اعزہ واحباب سے کرے اون سب کو رعایا قانون شاہی سمجھ کے اطاعت کرے، تو اطاعت کے یہ معنی ہرگز نہین ہوسکتے۔

بس اسی طرح سمجھ کہ خدا کو تو کوئی دیکھتا نہین جسکی یہ ساری خدائی ہی، پھر اوسکے بندے اوسکی رضا و حکم سے کیونکر آگاہ ہون اور کس طرح اوسکے حکم کی اطاعت کرین، اسلئے رسول آیا کئے، تو رسول کی ذات اقدس اس دنیا مین خدا کے والی و خلیفہ یا گورنر کی ہی۔ اگر اطاعت کے یہ معنی ہون کہ قانون الہی کے علاوہ آپکی ساری باتون کی اطاعت کی جائے جو مثالاً اوپر بیان ہوئین تو اطیعوالرسول کے احاطہ کے اندر ہر مسلمان پر مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی، وہ بھی اونٹ پر، اور غار ثور مین قیام کے بعد، پھر قبا مین اک مسجد بنانی، سریہ بھیجنا، جہاد کرنا، وہ بھی توپ بندوق اور ہوائی جہاز سے نہین کہ یہ خلاف سنت ہوگا، بلکہ تیر و تلوار سے فرض ہو جائیگا۔ اسکے علاوہ بجائے خچر اور اونٹ کے ریل پر چڑھنا، ٹیلیفون اور تار برقی استعمال کرنا، بجائے سونے کے دسترخوان پر کھانا حرام ہو جائیگا، اور اطیعوالرسول کے خلاف ہوگا۔ غرض وہی کھانا، وہی بچھانا، وہی پہننا، وہی اوڑھنا، اور سارے رسومات قومی و ملکی فرض ہو جائینگے، اور اوسکے خلاف عمل فسق ہو جائیگا۔ یہانتک کہ باقرخانی، بریانی، زردہ، شیشہ کا گلاس اور برف، اور سارے معاجین و ادویات خلاف سنت ہوکر حرام ہو جائینگے۔ اگر اطیعوالرسول کے یہ معنی سمجھے جائین تو خدا کی یہ غرض نہین۔ اور ایسی صورت مین کہ آپ کے کل اقوال و افعال، کل حرکات و سکنات، بحفاظت تمام قطعی طور پر پہونچے نہین اطیعوالرسول کی تعمیل محال ہو جائیگی، اور یہ حکم ناقابل التعمیل ہو جائیگا۔ اگر اطیعوالرسول کے یہ معنی ہون تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو ہم پر ماں باپ سے زیادہ شفیق تھے، اپنے کل اقوال و افعال کو قرآن مجید کی طرح لکھوا جانا، اور بذریعہ حفاظ اشاعت کرنا، لازم ہو جائیگا، تاکہ آپکی امت اطیعوالرسول کی نافرمان نہ ہوسکے۔ اگر آپ قرطاس اسی لئے طلب فرماتے ہون، اور نہ لکھوا سکے، تو صحابہ، خلفا، اہل بیت اور کل مخلصین مسلمانون کو فتوحات سے بڑھکر ضروری اور لازم تھا کہ آپکے اقوال و افعال کو جمع کر لین، اور آپ کے حرکات و سکنات کو قلم بند کر لین، جسکے لئے ایک حج کا زمانہ کافی تھا،

تاکہ خود بھی اور سارے مسلمان بھی اطیعوالرسول کے نافرمان نہ بن سکین۔ مگر کسی نے جمع نہ کیا۔ اگر اطیعوالرسول کے یہی معنی ہین تو اس کا مطیع کوئی بھی نہ ملیگا۔ کیونکہ آپ کی مقدس زندگی کے سارے اقوال وافعال اور حرکات وسکنات نہ پہلے کسی کو پہونچے ہوئے تھے، نہ اب پہونچے ہوئے ہین۔ تو پھر اطاعت رسول کسنے کی اور کون کر سکتا ہے۔ اگر اطاعت رسول کے یہ معنی ہوتے جو لوگ سمجھتے ہین تو صحابہ اس سوال مین بے باک نہوتے کہ یارسول اللہ یہ حکم آپ کا ہے یا خدا کا۔ اور ایسے حال مین حضرت زید رضی اللہ عنہ کبھی حضرت زینب کو طلاق نہ دیتے دران حالیکہ نبی فرما رہے تھے امسک علیک زوجک۔ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ (احزاب)

اسکے سوا ہر پیغمبر نے فرمایا فاتقوا اللہ واطیعون (خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) یہ اطاعت رسالت یعنی کتاب اللہ ہی کی تھی۔ گرچہ قوم نے یہ نہ سمجھا اور اطیعون کی پیروی حدیثین جمع کر کے کی۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب اللہ تو غائب ہوگئی اور حدیث کی کتاب رہگئی۔ جو حال موجودہ توریت و انجیل کا ہے۔

بوجوہات بالا اطاعت رسول مین سارے اقوال وافعال اور رسومات ملکی وقومی داخل نہین، اگر یہ ناممکن التعمیل ہے۔ اور اس سے سارے صحابہ، خلفاے راشدین، اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سب کی اطاعت کھوٹی ہوجاتی ہے، اور دنیا مین آجتک کسی کامل مسلمان کا وجود نہ ملیگا۔ اور اس آیت کا مطیع ایک بھی نہ نکلیگا۔

اگر اطاعت رسول کے معنی حدیث ہی کے لو۔ تو اسکو آپنے جمع نہ کرایا، نہ اسکی تبلیغ کی، نہ اسکی تبلیغ کا کوئی اہتمام کیا، نہ اسکو آپ نے لکھوایا، نہ اسکی اشاعت فرمائی، نہ گھر باہر کے ہر ایک قول وفعل کے وقت مسلمانون کی جماعت بلوائی کہ وہ اوسکو محفوظ کرے، بلکہ اسکے لکھے جانیکی ممانعت فرمائی، اور ہدایت قرآنی کے مطابق ممانعت فرمائی، جس کی حقیقت حدیث کے بیان مین واضح

کیجائیگی - حدیث کی کتابین نہ رسول کی مصنفہ ہین نہ آپکا دیا ہوا قانون ا بلکہ یہ تو تاریخ و اخبار مصنفہ فلان ابن فلان ہین جس کے آپ ذمہ وار نہین - پھر تحقیق و طریقہ چھان بین مبنی بر عقیدت ہی جسکی حمایت کوئی وحی نہین کرتی - نہ مصنفین حدیث پر ایمان لانا دین مین داخل ہی نہ اونکی تصنیف ہی دین و ایمان مین داخل - پھر یہ کتابین قبل از وجود کس طرح احاطۂ اطیعوا الرسول کے اندر آسکتی ہین - اگر ان کتابون کو اخبار و تاریخ ہی سمجھو ا اور اون سے سو طرح کے فوائد حاصل کرو تو یہ تمہارے حق مین بہتر ہے ا مگر انکو دین مین داخل کرکے اضافہ فی الدین کیون کرو ا انکو قطعاً رسول کی طرف منسوب کرکے خطرناک روش کیون اختیار کرو ا ان پر عقائد و احکام کی بنا کیون قائم کرو - انکو بغیر سند قرآنی مفسر و ناسخ قرآن کیون قرار دو - کیا ایسی حدیث کا جو موضوع ہو یا جس مین ذرا بھی شبہ ہو رسول کے ساتھ منسوب کرنا حدیث ہی کے رو سے خطرناک نہین ہے ا اور کیا یہ خطرناک راہ نہ چلی گئی - فاتبع قرانه (قیامہ ۱۸)

بوجوہات بالا یہ کھلی کھلی بات ہی کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے معنی اطاعت رسالت یعنی قرآن کے ہین - یہی اطاعت خدا کے بھیجے ہوئے اور رسول کے لائے ہوئے قرآن کی ہی ا اور یہی ایک اطاعت دونون کی اطاعت ہی - من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی اوس نے خدا کی اطاعت کی - (النساء ۸۰) اسی لئے ہر جگہ خدا کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول کی اطاعت کو خدا نے فرمایا ہے - یہی سمجھا تھا خود رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ا اور یہی سمجھا تھا مسلمانون نے بھی - جب تو مال غنیمت مین ایک ہی خمس نکالا گیا ا اور فرمان تھا ا فان للہ خمسه وللرسول - خدا کو بت بناکے اوسکا حصہ الگ نہ نکالا گیا - خدا و رسول کی پکار ایک پکار ہے ا خدا و رسول کی اطاعت ایک اطاعت ہی - ظاہر مین رسول بلاتے ہین حقیقت مین خدا بلاتا ہے - خدا نے فرمایا - اتبع ما انزل اللہ الیک - اور اتبعوا ما انزل الیکم یعنی اے رسول اور اے مسلمانون قرآن کی اتباع کرو - ایک ہی دعوت ہی جو خدا نے دی اور رسول صلعم نے پہونچائی

خدا ایسا ہی جو حقیقت و مجاز دونوں کو ساتھ ساتھ لئے جاتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ مومنو! حکم مانو خدا و رسول کا جب وہ تمکو ایسے کام کیطرف بلائے جو تمکو زندگی بخشتا ہے۔ (انفعال ۳) لما یحییکم نے واضح کردیا کہ جب رسول روحانی زندگی بخشنے کو یعنی دین کیطرف یا دینی امور کیطرف بلائیں تو اوسکو سر آنکھوں پر قبول کرلو۔ یعنی اطاعت و اتباع دینی امور مین فرض ہی جو زندگی بخش ہیں، نہ ملکی اور قومی رسومات مین۔ جب ہی خدا نے فرمایا۔ ان الذی فرض علیک القرآن۔ خدا نے صرف قرآن ہی فرض کیا۔ اور کوئی انسانی تصنیف کی ہوئی کتاب نہ فرض کی اور نہ اوس سے قرآن فرض کردہ کے منسوخ ہونیکو بتایا۔ اسی لئے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قرآن مجید ہی تبلیغ فرمایا۔ تبلیغ دین مین جسکو خود رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل نہ کیا اوسکو بلا حمایت وحی خداوندی داخل کرنا ایسا عقیدہ ہے جو نہ رسول کا تھا نہ خلفا کا نہ صحابہ کا۔

قرآن مجید مین دو الفاظ آئے ہین اطاعت اور اتباع۔ اتباع کے معنی پیروی کے ہین۔ تو قرآن مجید مین اتنے اتباع کو خدا نے فرمایا ہے۔ اتباع ذکر۔ اتباع ما یوحی۔ اتباع ما انزل اللہ۔ اتباع ہدایت اللہ۔ اتباع حق۔ اتباع نور منزل۔ اتباع صراط مستقیم۔ اتباع دین اللہ۔ اتباع رضوان اللہ۔ اتباع بالمعروف۔ اتباع ملۃ ابراہیم۔ اتباع رسول و اتباع منیبین۔ اتباع قرآن۔ اس مین تدبر و تفکر کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ ساری اتباع بہ الفاظ مختلف قرآن مجید ہی کی اتباع ہے۔

غرض اتباع و اطاعت ایک ہی۔ اطاعت فرمان کی ہوتی ہی، اور دین مین فرمان رسول صلعم قرآن مجید ہی ہے جو منزل من اللہ ہے جیسا خدا نے فرمایا ہے۔ انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تومنون ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العلمین قرآن مجید نہ تو قول شاعر ہے نہ قول کاہن، بلکہ یہ تو قول رسول ہی منزل من اللہ مگر اسپر یقین کرنیوالے

اور اس سے نصیحت حاصل کرنے والے تھوڑے ہی لوگ ہین۔ (الحاقہ ۲۹) بعض مفسرون نے
رسول سے جبرئیل مراد لیا ہے، اگر یہ مراد ہی مراد ہے غیر قطعی، کیونکہ قرآن قول جبرئیل ہوا تو منزل
من اللہ نہ رہا، اور تنزیل من رب العلمین دولخت ہوجائیگا۔ اور اگر رسول سے رسول ہی سمجھو تو
قرآن منزل من اللہ بھی رہے گا، اور تنزیل من رب العلمین بھی دولخت نہوگا۔ یعنی قرآن مجید
ہے تو منزل من اللہ مگر تبلیغ کیا گیا رسول صلعم کی زبان سے تو قول رسول ہوا۔ ظاہر مین قول رسول
ہوا اور حقیقت مین کلام اللہ ہے منزل۔ دوسرے اگر قرآن مجید کو قول جبرئیل کہو تو اوس کی اطاعت
ہم پر کیون لازم ہونے لگی۔ نہ ہم حضرت جبرئیل کے بندے، نہ انکی امت، نہ وہ ہمارے امام
وپیشوا۔ نہ خدا نے اونکی فرمان برداری ہمپر لازم کی۔ تیسرے اسکے بعد کی آیت ہے۔ لو تقول علینا
بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ۵ ثم لقطعنا منه الوتین ۵ اگر رسول ہمپر کوئی بات
بنالاتے، تو ہم اون کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اون کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ (الحاقہ ۴۴)
تقول کی ضمیر بلاشبہ رسول کیطرف ہے۔ تو اگر رسول کریم سے جبرئیل مراد لو تو اس آیت کے معنی ہی
نہین بیٹھتے۔ اسکے سوا فرشتون کے ساتھ تقول علینا نہین بیٹھتا، وہ تو یفعلون ما یومرون
ہین، اون کو اپنے کچھ اختیارات کہان۔ اسلئے قرآن مجید قول رسول کریم ہے منزل من اللہ۔ اسکی
اطاعت اطاعت خدا اور رسول ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے یہ معنی ہین۔
اب مین منزلت نبوی کی نسبت کچھہ لکھنا چاہتا ہون۔ مگر خاتم الرسل جو ساری دنیا کیلئے مبعوث
ہوا ہو کافة للناس، اوسکی منزلت تو بحر بے پایان ہے۔ اس کتاب مین سمانا مشکل۔ اگر مین چند
جملے بیان کرون گا جنکو اوپر کے مضمون سے تعلق ہے۔
خداوند تعالی و تبارک نے حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت قرآن بھیجا، دونونکو
رسول فرمایا، دونون کو ھادی و نور فرمایا، اور دونون کے شان مین قریب قریب ایک ہی

سے الفاظ فرمائے، یعنی دونون ایک ہین۔ قرآن مجید کلام اللہ ہے، اور آپنے قرآن مجید کو کمال درجہ پر برت کر دکھادیا، آپ فعل اللہ ہین، خدا کا قول و فعل ایک ہے کوئی فرق نہین۔ ہادی حقیقی خدا ہے، اوسکی صفت ہدایت کی دو شانین ہین، قولی، فعلی، اوسکا مظہر قرآن مجید ہے، اور اسکے مظہر آپ ہین، دونون تجلیون سے جو ایک خدا کی ہے اور ایک ہی ہے ہماری ہدایت کی گئی ہے —

الحمد للہ علی احسانہ۔

قوم نے منزلت نبوی کی قدر نہ کی، آپ کے مراتب کو نہ جانا نہ پہچانا، اور اسی بے قدری کے سبب گرفتار عذاب ہے۔ آپکی منزلت ما ارسل یا ما انزل اللہ یعنی قرآن مجید کے ساتھ جو آپ لائے، جس کی آپ نے تبلیغ فرمائی، اور جس کے آپ متبع تھے، قائم نہین کی، بلکہ اون کتابون کیساتھ قائم کی ہے جو انسانی تصانیف ہین۔ جسکی صحت و عدم صحت سے آپ بری الذمہ ہین، اور آپکے اصحاب بھی۔ اس نے قرآن مین اور نبی مین دوری اور مغائرت پیدا کردی، جس سے قوم دوری مین پڑ گئی، اور لگی خدائی کتاب کو باوجود اوسکے دعوے تفصیل کے مجمل ماننے، اور انسانی کتاب کو مفصل بتفصیل عمر و زید۔ اسلئے منزلت رسالت کو ما ارسل سے علیحدہ اوس کتابکے ساتھ قائم کرنا جسکی قطعیت مسلم نہین، شان رسالت کے بھی خلاف ہے، اور خطرناک بھی۔

غرض منزلت رسالت کیا بیان کی جائے، خدا کو، خدا کی خدائی کو اور خدا کی نسبت جو کچھ جانا وہ رسول ہی کے صدقے مین۔ قرآن اور قرآن سے صراط مستقیم کی راہ جو کچھ پائی وہ رسول ہی کی بدولت۔ وہی میرے دین مین داخل، وہی میرے ایمان مین داخل، جسکی منزلت قرآن مجید مین خود خدا بیان فرمائے، اوسکی منزلت مجھ سے بیان ہوسکیگی کس طرح ممکن ہے۔ مجھ سے نہ تو خدا کی حمد ہوسکتی ہے نہ رسول کی نعت، مین سراسر عاجز ہون اور اس عجز کا اعتراف ہے۔

شان رسالت کے سوا آپکی دوسری شان فقیہ و امام ربانی کی بھی ہے۔ آپنے تفقہ اور رشد و

ارشاد کی تعلیم وتربیت کا قولاً اور عملاً طریقہ بتادیا ہے کہ تفقہ اور رشد وارشاد کے حکم وہدایت کی خدمت کس طرح انجام دینی چاہیے جو قرآن مجید مین بیان کر دیا گیا ہے۔ اور جو کچھہ قرآن مین ہے وہی آپ کے افعال زندگی ہین اسکو منہاج الحق مین دیکھو۔ یہ ہمارے لئے مفید دین اور معین صراط مستقیم ہین۔ اس سے ہمکو سمجھہ آئی کہ تفقہ کا مقام اور اوسکے حدود کیا ہین اور ارشاد کے منازل اور اوسکے حدود کیا ہین۔

تیسری شان آپکی الوالامر کی ہے۔ آپ دنیاوی بادشاہ بھی ہین۔ آپنے دنیاوی امور مین مشورہ دیکر، مشورہ لیکر، مشورہ تسلیم فرماکر، انتظام سلطنت، تمدن، اور انتظام جہاد وغیرہ کے اصولون کی بھی تعلیم فرمائی ہے۔ یہ امور ہرچند مفید تر اور اعلی درجہ کے ہین مگر نہ دین ہین، نہ فرض ہین، بلکہ اس سے غرض آپکی یہ بھی کہ ایسے امور بمشورہ حسب اقتضائے زمانہ انجام دو، نہ یہ کہ اونکو دین الہی سمجھہ لو۔ اسی لئے مشورون مین آپ اپنی رائے ترک بھی فرماتے تھے۔ مثلاً زکوۃ فرض ہے اور وصولی زکوۃ کے طریقے غیر فرض، انتظام الوالامر مین داخل۔ جہاد فرض ہے، اور نظم جہاد کہ تلوار و تیر وکمان سے ہو یا توپ بندوق اور ہوائی جہاز سے، انتظام الوالامر مین داخل۔ علی ہذا توجو حدیثین دین الہی کے متعلق ہین اگر وہ قرآن مجید کی مخالف نہین، نہ حدود قرآنی کو کم وبیش کرنیوالی، بلکہ تمام تر مصدق ہین، تو وہ بعبارت دیگر قرآن مجید ہین اگرچہ اسناد صحیح ہون نہون، کیونکہ اونکی صداقت قرآن مجید سے ہوگئی۔ اور جو حدیثین اصطلاح مذہبی کو واضح کرنیوالی ہین اون مین بھی کلام نہین اونکو حدیث کہو، وہ معین دین ہین، جیسے لغات ومصطلحات کی کتابین، مگر وہ دین مین داخل نہین۔ اور جو حدیثین تفقہ اور رشد وارشاد کے متعلق ہین وہ بھی دین نہین، دین قرآن مجید مین کامل ہوچکا، ہان اگر تعمیل احکام ربانی مین اون سے تائید ملتی ہے توبلاشبہ وہ موید دین ہین اگر اسکے اسناد رسول صلعم تک پہونچتے ہون

اور صحیح ہون - اور جو حدیثین نظم الوالام کے متعلق ہین وہ مجاز صورتین ہین کہ اقتضائے زمانہ کے مطابق جیسے چاہو کرو - تو انکی سند کی ضرورت نہین -

اور جو حدیثین قرآن مجید کے مخالف ہون، یا حدود اللہ کو کم و بیش کرکے توڑنے والی، تو اونکو حدیث نہ کہو، اور حدیث سے خارج کردو - جو حدیثین عقل کے خلاف ہون، اور قرآن سے باہر، وہ بھی حدیث نہین - جو حدیثین نفل کے ثواب کو فرض سے بڑھائین، یا ترغیب و ترہیب کی حدیثین جنکی چہان بنان بھی نہین ہوئی، وہ بھی حدیث نہین، کیونکہ انذار بھی قرآن مجید ہی سے کہ نیکا حکم ہے - فضائل کی حدیثین تو دوستانہ محبت کے کلام ہین، اونکو دین سے کیا تعلق، مگر لوگون نے دین مین داخل کرکے فرقہ بندی قائم کی ہے یہ سخت نادانی ہے، ایسے محبت کے الفاظ جو جان نثاران اسلام سے محبت کے طور پر بولے گئے بعض کی روایت ملی ہوگی بعض کی نہین، اون پر دین کے شاخسانے کھڑے کرنا اور مخصوص سند سب کو درجہ دینا، اور تفرقے پیدا کرنا جہالت ہے -

مین موضوع سے باہر ہوگیا، اور جو کچھ خدا نے لکھایا وہ لکھا جاچکا، ورنہ حدیث کا بیان تو خود آتا ہی ہے - بہرکیف اس اتنے بیان سے غرض یہ تھی کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حدیث کے ساتھ نہین، قرآن مجید کے ساتھ ہے -

نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف منزلتین مختلف حیثیتون سے ہین، ہر منزلت مین تمیز کرنی چاہیے - دینی حیثیت قرآن مجید کے ساتھ ہے جو کمال عروج انسانی سے بالاتر ہے - اور باقی منزلتین انسانی کمال کا نمونہ ہین یعنی انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ - ایک کمال بشریت ہے، اور ایک مورد وحی ہوتا ہے -

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۷)

نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم دین الٰہی مین متبع قرآن مجید تھے، یا اپنی رضا و خواہش سے بھی حکم دیتے تھے۔ اور کیا آپ احکام قرآنی کو کم و بیش کرنے، حدود اللہ کو توڑنے، یا حلال و حرام کی فہرست گھٹانے بڑھانے کے بھی مجاز من اللہ تھے یا نہین؟

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آپ بکمال متبع قرآن مجید تھے۔ کیونکہ حکم خداوندی تھا اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ قرآن مجید کی اتباع کرتے رہو۔ (انعام ۱۳) آپ حکم بھی قرآن مجید سے دیتے رہے کیونکہ حکم تھا۔ فاحکم بینھم بما انزل اللہ حکم قرآن مجید سے دیتے رہو (مائدہ ۷) لوگ حلال و حرام کا سوال کرنے آتے اور اوس کا حکم قرآن مجید مین نہ ملتا تو آپ فرما دیتے۔ لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ الخ۔ کسی کھانے والے پر جو کچھ کھاوے ہم قرآن مجید مین مردار وغیرہ وغیرہ کے سوا اور کچھ حرام نہین پاتے۔ (انعام ۱۸) یعنی جو تم پوچھتے ہو اسکو ہم قرآن مجید مین تو حرام پاتے نہین پھر اپنے جی سے ہم کس طرح حکم دین۔ حکم نہین معلوم ہوتا تو آپ حکم خداوندی کے منتظر رہا کرتے، کیونکہ حکم تھا فاصبر لحکم ربک۔ حکم خداوندی کے منتظر رہا کرو۔ یہ سارے احکام خداوندی کی تعمیل آپ سے زیادہ کون کر سکتا تھا جسکی شان تھی عبودیت کی، جو عروج انسانی کی غایت ہے۔

آپنے صاف فرما دیا کہ حلال و حرام کرنیکا حق صرف خدا کو ہے ہم اسکے مجاز نہین۔ اسی لئے آپ قرآن مجید مین تلاش فرماتے تھے، نہ ملتا، تو فرما دیتے کہ ما اوحی یعنی قرآن مجید مین تو ہم یہ حرام نہین پاتے۔ پھر اگر آپکے ساتھ منسوب ہو کر کسی چیز کی حرمت پائی جائے جسکی حرمت قرآن مجید مین نہو تو وہ نسبت غلط ہوگی۔ اور وہ چیز آپکی حرام کردہ نہ ہوگی۔ اور وہ حکم آپکا نہ ہوگا۔ آپ احکام قرآنی کو کم و بیش نہین فرماتے تھے، کیونکہ یہ حدود اللہ کا توڑنا ہوگا اور تجاوز عن الحد۔ اور ومن یتعد حدود اللہ فقد

ظلم نفسہ کے احاطہ مین آجائیگا جو شان رسالت سے بہت بعید ہے۔

اتبع مایوحی الیک واصبر حتی یحکم اللہ وھو خیر الحکمین ہ قرآن مجید کی اتباع کرتے رہو اور حکم خداوندی کے منتظر رہا کرو کہ وہ حکم بھیجے۔ حکم کرنے والون مین خدا ہی بہتر حکم کرنے والا ہے (یونس ۱۱) آپ حکم خداوندی کے منتظر رہتے تھے اپنے جی سے حکم نہ دیتے تھے اس مسئلہ کے لئے یہ آیت بہت صریح قطعی اور کافی ہے۔ خدا نے رزق طیب یعنی ستھری چیزون کو حلال کیا، اور چند چیزین جو حرمت کے لایق تھین وہ حرام کین۔ قوم نے اسمین شبہہ کو دخل دیا، اور مشتبہ چیزون کی فہرست الگ قایم کی۔ پھر تورع کا لفظ اختیار کیا اور تورع کے طور پر خدا کے حلال کئے ہوئے کو بھی حرام کیا حالانکہ کسی حلال چیز کی نسبت عزم بالجزم کر لینا کہ اسکو کبھی نہ کھائین گے، یہ بھی حلال کو حرام کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کبھی نہ کھانیکی قسم کھائی تھی، خدا نے فرمایا کہ قسم توڑ دو یہ حلال کو حرام کرنا ہے۔ یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الخ اے نبی تم کیون حرام کرو جسکو خدا نے حلال کیا ہے۔ (تحریم ۱۱) آپ حرام کرنیکے مجاز من اللہ نہ تھے، تو آپنے خود کچھ حرام کیا نہین، مگر لوگون نے حدیثین آپکی طرف منسوب کرکے حرام کی فہرست کی نظر ثانی کی، اور اضافہ کیا۔ مردون کیلئے ریشمی لباس اور سونا خدا نے کہین حرام نہین کیا مگر یہ چیزین حرام کی گئین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کرکے باوجودیکہ یہ آیت موجود ہے۔ قل ماکنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولابکم ان اتبع الا مایوحی الی۔ کہدو اے رسول کہ مین کچھ نیا رسول تو ہون نہین، مین نہین جانتا کہ خدا میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا، مین تو صرف قرآن مجید مایوحی کی اتباع کرتا ہون۔ (احقاف ۱۱) صدقے رسول کے اور صدقے اس شان رسالت کے۔ واقعی شان رسالت یہی ہے کہ خدا کا بھیجا ہوا فرمان انکو پہونچا دیا جائے۔ اور شان عبودیت یہی ہے کہ مایوحی الیہ کا حقہ برت کر دکھا دیا جائے۔ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ آپنے رسالت بکمال عبودیت پہونچا دی۔ حکم تھا لا تعتدوا۔ حد سے تجاوز نکرو۔ (مائدہ ۱۲) آپنے ذرہ تجاوز نہ کیا۔

نہ حدود اللہ کو گھٹایا نہ بڑھایا۔ اگر ایسی کوئی حدیث پائی جائے جس میں حکم کا گھٹاؤ بڑھاؤ ثابت ہو تو ایسی حدیثیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہو سکتیں۔ مگر ایسی حدیثیں ہیں، اور ایسی ہی حدیثیں مفسر قرآن سمجھی گئی ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات کے ذمہ وار ٹھہرائے گئے ہیں۔

قل یا ایھا الناس قد جاء کم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ و من ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل۔ کہدو کہ اے لوگو! خدا کی طرف سے تمہارے پاس حق یعنی قرآن مجید آچکا تو جس نے ہدایت حاصل کی وہ اپنے لئے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے لئے۔ ہم تم پر کچھ مسلط تو ہیں نہیں۔ (یونس ۱۰۸) آپ نے قرآن مجید لاکر دیدیا، چاہے ہدایت حاصل کرو، چاہے گمراہی میں پڑے رہو۔ اب رسول کی ذمہ داری نہیں۔ قرآن پہونچا دینے کی ذمہ داری تھی، وہ آپنے پہونچا دیا، دین تمام ہوا، اور رسالت کی خدمت بھی پوری ہوئی۔ اگر دین کا اتمام حدیث پر سمجھو کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے فاضل اپنی رضا و خواہش سے حکم دیکر دین کو تمام اور مکمل کیا ہے تو حدیث کا قرآن کی طرح پر پہونچا دینا کیوں نہ لازم ہوگا۔ اور حدیث تبلیغ نہ کی گئی۔ تو ایسی صورت میں قد جاء کم الحق کیونکر صحیح ہوگا، کیونکہ جامعان احادیث کے پہلے تو جو حق آیا تھا وہ ناقص تھا جس سے آدمی نہ گمراہی سے بچ سکتا، نہ ہدایت پا سکتا تھا جیسا کہ تم کو سمجھائی گئی ہے۔ اور ایسی حالت میں فمن اھتدی کے کیا معنی ہوں گے کیونکہ صلواۃ و صوم حج و زکوٰۃ۔ ربوا اور وراثت وغیرہ وغیرہ سارے ہی احکام قرآن مجید سے تو معلوم نہیں ہوتے۔ مجمل ہیں۔ تو قرآن کے ساتھ فمن اھتدی کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اور وما انا علیکم بوکیل تو قرآن مجید دیکر نبی کی براءت کر رہا ہے کہ یہ آپ کے ذمہ نہیں کہ جس چال چاہیں چلائیں۔ بلکہ قرآن خدا کا فرمان دیدیا، اب برے بھلے جس چال چاہو چلو۔ اپنا کیا اپنے ساتھ۔

فاستقم کما امرت۔ تمکو جو حکم دیا گیا اوس پر مستقیم رہو۔ (ھود ۱۱۲) آپ تمام عمر بلا فروگذاشت اور بغیر اک نقطہ کے اضافہ کے بھی تعمیل قرآن مجید پر مستقیم رہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو

جو حکم دیا گیا وہ قرآن مجید ہے حدیث تو خدا کا حکم نہین - اسلئے احکام قرآنی پر مستقیم رہنے کا حکم دیا گیا ہے، نہ حدیث پر - اے لوگو! رسول رحمۃ للعلمین کا دین و مذہب اختیار کرو، اور خدا و رسول کے سوا کسی کو دین و ایمان مین داخل نہ کرو، چاہے کوئی محدث ہو، یا فقیہ - کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے سوا کسیکو دین مین یا دینی حکم مین شریک نہ کیا -

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اریک اللہ ہمنے تمہاری طرف کتاب اسلئے اوتاری کہ تم لوگون کے درمیان حکم دو جو خدا نے تمکو سوجھا دیا ہے (النساء ع ۱۶) یعنی کتاب اللہ جو سمجھ مین آئے اوس مطابق حکم دیدو - بس علماء ربانیین کا یہی کام ہے کہ قرآن مجید سے جو حکم دیا ہے تا وہ سمجھین وہ فرمادین - برخلاف اسکے مذہب مجادلہ کی رزمگاہ اور خود پرستیون کا بازار بنا دیا گیا ہے، باوجودیکہ حکم تھا - ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم - نہ مجادلہ کرو اون سے جو اپنے ساتھ دغا کرتے ہین - (النساء ع ۱۶) المختصر قرآن مجید سے جو کچھ سمجھ مین آئے اوسی پر خود بھی معمل رہو، اور لوگون کو بھی اوسی کی تعمیل کی ہدایت کرتے رہو -

ایسی آیتون سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے کہانتک دیکھا ہین اسلئے آخر مین اک فیصلہ کن آیت پر مین اس مفہوم کو ختم کرنا چاہتا ہون -

ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ۵ کسی بشر کو یہ شایان نہین کہ اللہ تو اوسکو عنایت فرمائے کتاب اور عقل اور نبوت، پھر وہ لوگون سے کہنے لگے کہ اللہ کو چھوڑکر میرے بندے بن جاؤ - بلکہ وہ تو یہ کہیگا کہ اللہ والے بنو کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو - وہ تمکو یہ حکم نہ دیگا کہ فرشتون اور نبیون کو اپنا معبود بنالو - کیا وہ تمکو کفر کا حکم دیگا بعد تمہارے

مسلمان ہونے کے۔ (آل عمران ۱۶۳) مسلمانو! اس آیت کی طرف توجہ کرو کہ یہ بہت واضح ہے۔ اور بہت صاف۔ حسب فرمان خداوندی یقین کرو کہ ہمارے رسول ہمارے پیارے ہادی کا بھی یہی حکم تھا کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے مطابق اللہ والے بنو اللہ والے۔ اور کسی کو بھی اوسکے سوا اپنا معبود نہ بناؤ۔ کتاب اللہ پر چلو جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمکو دے گئے ہین۔ ورنہ اسلام کے بعد بھی شرک فی الحکم مین مبتلا ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو کہ قرآن مجید کے مقابلہ مین اپنے فرقہ کے مست نفسانیت اور شخص پرست علماء یا اپنے احبار و رہبان کے کہے مین اور اون کی اگر مگر مین نہ آجانا سنجزی الذین یصدفون عن اٰیتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون ہ جو میری آیتون سے کتراتے ہین اونکو ہم اس جرم مین بدترین عذاب دین گے۔ (انعام ۱۵۸)

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۸)

نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپکے خلفاء نے دین الہی کی تبلیغ کس کتاب کے ذریعہ سے کی، اور کونسی کتاب اون کی دستور العمل رہی، اور اونکی یہ تبلیغ ناقص تھی یا کامل، اگر تبلیغ کامل کرنے کیلئے حدیث کی بھی تبلیغ کی گئی تھی، تو صحابہ کو کل حدیثین پہونچی ہوئی تھین یا نہین، اگر پہونچی ہوئی تھین اور تبلیغ بھی کی گئی تھین تو وہ تبلیغ شدہ کتاب کہان ہے، اور اگر پہونچی ہوئی نہ تھین اور تبلیغ بھی نہ ہوئی تھین تو کیا تبلیغ ناقص کی گئی، اور اس صورت مین تبلیغ کامل کرنیکے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجتماع حدیث کیلئے کیا اہتمام کیا، اگر کوئی اہتمام نہ کیا تو کیا تبلیغ کی تکمیل اجتماع حدیث تک ڈھائی سو برسون کیلئے ملتوی رہی، اور کیا

رسالت کا کام ناتمام رہا، اور مسلمان اطیعوا الرسول کے نافرمان رہے؟
نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تبلیغ کے مامور تھے، نہ اپنی ساری زندگی کے اقوال وافعال کے، نہ صحابہ کے اقوال وافعال کے، نہ تابعین وتبع تابعین کے اقوال وافعال کے، جیساکہ حدیث مین یہ سارے اقوال وافعال داخل کئے گئے ہین، اور سب کا ہی نام حدیث ہے۔ اسلئے آپنے تبلیغ دین ما یوحی اور ما انزل اللہ کے ذریعہ سے کی، اور مین نے نمبر۳ مین دکھایا ہے کہ ما یوحی اور ما انزل اللہ قرآن مجید ہی ہے، آپنے قرآن مجید ہی کی تبلیغ کی، اور آپکی تبلیغ سے ایک آیت بھی ترک نہ ہوئی، اور قرآن مجید ہی آپکا دستور العمل رہا۔
قرآن مجید کی تبلیغ بذریعہ حفاظ بھی کی گئی اور بذریعہ کتابت بھی۔ اور یہ دونون صورتین آجتک متواتر قایم ہین۔ یہ تبلیغ ایسی کامل کی گئی جس کی کوئی دوسری مثال دنیا مین نہین مل سکتی۔ ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ مین حدیث داخل نہ کی گئی۔ نہ صحابہ نے دین مین کوئی نئی بدعت کھڑی کی، اسی لئے حدیث اوس دور مین کتابت مین داخل نہ ہوسکی، اور اسی لئے صحابہ کو کل حدیثین نہ پہونچ سکین اور چونکہ قرآن مجید دین مین کامل سمجھا گیا، اسلئے اجتماع حدیث کیلئے صحابہ کی کوششون کا ایک قدم بھی نہ اوٹھا۔ وہ اطیعوا الرسول کے معنی اطاعت حدیث کے نہین سمجھے تھے، اگر ایسا سمجھتے تو اپنے لئے اور موجودہ وآئندہ کل مسلمانون کے لئے بالضرور وہ حدیث جمع کرجاتے تاکہ مسلمان مسلمان ہوتے پر اطیعوا الرسول کے بے قصور نافرمان بن کر جہنم مین جھونکے نہ جاسکین، بلکہ وہ اطیعوا الرسول کے معنی رسول کے لائے ہوئے اور عمل کئے ہوئے قرآن کے سمجھے تھے، جیساکہ مین نے اسکو نمبر۶ مین واضح کیا ہے۔
آپنے بلغ ما انزل الیک کی تعمیل قرآن اور صرف قرآن ہی کی تبلیغ سے کی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تبلیغ دین کے لئے مدینہ منورہ بھیجا، تو وہ بھی لگے صرف قرآن مجید ہی سنانے،

اور اسی تبلیغ پر جماعت کی جماعت مسلمان ہوگئی، اور یون ہی مسلمان ہوتے تھے کہ جاء الحق وزھق الباطل - آج کل تبلیغ دین کا دروازہ بند ہوگیا ہے، کہین کچھ ہے بھی تو وہ روایتون کی، گویا تبلیغ ہے ہی نہین -

وامرت ان اکون من المسلمین وان اتلوا القران - مجھکو حکم ہے کہ مین مسلمانون مین ہوؤن اور قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا کرون - (نمل ۷) تو یہ کھلا کھلا ہے کہ آپ قرآن مجید ہی سناتے رہے، اور اسی کی تبلیغ فرماتے رہے -

کذلک ارسلناک فی امۃ قد خلت من قبلھا امم لتتلو علیھم الذی اوحینا الیک اسی طرح ہمنے تمکو ایک امت مین رسول بناکر بھیجا ہے اسکے پہلے بھی امتین ہوگذری ہین تاکہ تم اونکو قرآن سنایا کرو - (رعد ۴) کار رسالت قرآن پہونچا دینا تھا وہ آپنے پورا کیا - نہ خدا نے کہین حکم دیا کہ تم اس تبلیغ کے ساتھ اسکے اجمال کو کھولتے جاؤ - نہ وہ مجمل تھا کہ آپ اوسکے اجمال کو کھولتے، من بعد تبلیغ فرماتے -

منادِ اسلام بھی جہان کہین بھیجے گئے وہ اوسقدر قرآن جسقدر اوسوقت تک نازل ہوا تھا یاد کرکے لے گئے اور اوسیقدر تبلیغ کی، اس خیال سے تبلیغ روکی نہ گئی کہ شاید کوئی آیت ان احکام وہدایات کی ناسخ اوترے اور گذشتہ آیتون کو بیکار کردے - کیونکہ قرآن کی آیتون کو تو علمار نے بعد کو منسوخ کیا ہے، قرآن تو کوئی حرف بھی منسوخ نہین کرتا - اسی طرح نہ قرآن کو مجمل سمجھکر کوئی ضمیمہ اور نہ لغات کو لاینحل سمجھکر کوئی فرہنگ تبلیغ مین شامل کیا گیا، بلکہ جو کچھ اوترتا گیا وہ مفصل، کامل، اور ازلی وابدی سمجھکر تبلیغ کیا جاتا رہا -

خلفا بھی قرآن مجید جون کا تون تبلیغ کرتے رہے، اور حدیثین جمع نہ کین - اسوجہ سے نہین کہ انہون نے حدیثون کو چھپایا، اسوجہ سے نہین کہ تبلیغ دین مین حدیث داخل اور ضروری تھی مگر اون

سبھون نے کوتاہی کی، اسوجہ سے نہین کہ فتوح شام و فتوح مصر سے دین کی اس اہم اور ضروری خدمت کو اونہون نے فروتر سمجھا، اس وجہ سے نہین کہ حدیثون کا جمع کرنا دشوار تھا کیونکہ اوسوقت تو ایک حج کے زمانہ مین ساری حدیثین جمع ہوجاتین، اور اونکی جانچ بھی ہوجاتی، بلکہ اسوجہ سے کہ حدیث کو دین الہی مین دخل کرنیکی مرضی خود حضرت رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تھی، کیونکہ آپ اس دن سے ڈرتے تھے کہ اور ادیان کیطرح حدیث قرآن کی جگہ لے لیگی، اور خدائی کتاب کی جگہ انسانی کتاب کا عمل و دخل ہوجائیگا، اور قرآن جزوبیکار سمجھا جائیگا جیسا کہ سمجھا گیا، اور یون تبلیغ کی خدمت ضایع ہوجائیگی۔

غرض رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم لائے قرآن جو ما یوحی اور ما انزل اللہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن کے ساتھ ہے جسکی آپنے تبلیغ فرمائی۔ مگر افسوس کہ زمانہ کے تھپیڑون سے یہ آخری اسلام بھی نہ بچا، اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے اسلام کا ہوتا رہا ہے۔ سنة اللہ التی قد خلت من قبل۔ دیکھ لو بنی اسرائیل کا کیا حال ہوا۔ پہلے اونہون نے آیتون کو چھپانا شروع کیا۔ پھر تحریف بالمعنی کرنے لگے۔ پھر تاویل سے احکام بدلنے لگے۔ پھر لالچ اور نفسانیت کے سبب احکام فروشی شروع کی۔ رفتہ رفتہ خدائی کتاب وہ کھو بیٹھے، اور انسانی تصانیف کو لگے وہ خدائی کتاب کہنے۔ یہ بھی کہتے ہین کہ متی و یوحنا کی انجیل ہے پھر بھی وہ خدا کی انجیل ہے۔ خدا سے مواجہ پھیر لیا، اور احبار و رہبان کے بندے ہوگئے۔ کیا یہی حال سلمانون کا نہ ہوا۔ متی و یوحنا کی حدیث نے انجیل کی جگہ لے لی ہے، تو کیا صحیح بخاری، صحیح مسلم، ہدایہ، اور شرح وقایہ نے قرآن کی جگہ نہین لے لی۔ بنی اسرائیل کیطرح مسلمانون کی اصلاح سے بھی یاس ہی ہوتی، اگر کتاب اللہ محفوظ نہ رہجاتی۔ خدا کا شکر ہے کہ اوس نے کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ اوٹھایا جو مسلمانون کی اصلاح کا سہارا ہے۔ دنیا بدل گئی اور بدل رہی ہے، اور ہر کوئی اپنے اصلاح حال کی جانب متوجہ اور سرگرم ہے، مگر افسوس

کہ مسلمانون کا مواجہ جدہر تھا اودھر ہی ہے۔ اور اینک ویسے ہی اسلام سے چشم پوشی ہے کئے دن کی بات ہی! مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرسہ ٹائیٹل کانفرنس مین مین بھی بلایا گیا تھا! نصاب کی اصلاح مقصود تھی۔ اولاً تو مدرسہ کا اوٹھان ہی اس بنا پر قائم ہوا تھا کہ حدیث کی تعلیم وہان نہ دی جاوے کیونکہ حدیث پڑھ پڑھ کر لوگ اہل حدیث ہو جاینگے، اس دفعہ اسکی تو اصلاح ہوئی اور حدیث کی تعلیم نصاب مین داخل کی گئی۔ مین نے پیش کیا قرآن مجید! کہ قرآن مجید کی تعلیم شروع سے آخر تک ہونی چاہئے، وہ اسطرح، کہ اول اول لڑکا قرآن مجید ناظران پڑھایا جائے۔ عبارت روان ہو جانیکے بعد پارہ عم اور چھوٹی چھوٹی سورتین یاد کرائی جاوین، اوسوقت تک کہ صرف و نحو مین کافی مہارت حاصل ہو جائے، پھر قرآن مجید کا ترجمہ بلحاظ صرف و نحو پڑھایا جائے، جب ادب مین کچھ قابلیت آوے تو قرآن مجید کی تعلیم بلحاظ خوبی ادب اور بلحاظ فصاحت و بلاغت دی جائے، جب یہ تکمیل کو پہونچے تو پھر مسائل قرآنی دئے جاوین کہ طالبعلم اون کو حل کرے، اور اوس مین مادہ پیدا ہو کہ وہ قرآن مجید سے اپنی، اور دوسرون کی، اور دوسرے مذہب والون کی تشفی کر سکے، اور تبلیغ کی خدمت بوجہ احسن انجام دے سکے، اور یون خدا کے اس فرمان کی تعمیل کیجائے جو اوسنے فرمایا۔ فلولا نفر من کل فرقة منهم طايفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ٥ (یہ آیت فقہ کی سرخی مین دی گئی ہی) غرض قرآن مجید تو بچپنے سے مرتے دم تک ہمارا نصب العین اور ہمارا طریقہ زندگی رہنا چاہئے کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ مسلمانو! رونے کا مقام اور ماتم کی جگہ ہی کہ اوس جلسہ مین جتنے علماء اور شمس العلماء موجود تھے سب نے اسکی مخالفت کی، اور شدید مخالفت کی، مسٹر حبیب مین ایک عیسائی اوس جلسہ کے صدر تھے، وہ اس اختلاف کو تعجب کی نگاہون سے دیکھکر علماء سے کہنے لگے کہ مین تو مسلمان نہین، نہ عربی دان ہی ہون، ہان انگریزی مین مین نے قرآن کو پڑھا ہی، او سمین کوئی بری بات تو مینے نہین پائی جسکی تعلیم سے آپ مزاحمت کرتے ہین، مین نے کہا کہ اسلام اس حال کو پہونچ گیا کہ مدعیان

وراثت انبیا ہی اشاعت دین اور تبلیغ اسلام سے رک گئے ہین، جسکی اشاعت کیلئے خود بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کچھ مصیبتین نہین جھیلین، آج اوس تبلیغ کے دروازہ مین دوہرے تالے ڈالے جاتے ہین، ووٹ میرے خلاف تھا مین ناکام ہوا، مگر اونکی دلیل کسقدر معقول تھی جسکو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خیال نہ فرمایا تھا، وہ یہ کہ قرآن مجید کی تبلیغ سے سیکڑون مذاہب پیدا ہوجاینگے ایسے حال مین مسلمان جس حال کو نہ پہونچین وہ تھوڑا ہے۔ مسلمانو! کیا قرآن ایسا ہی سلوک کئے جانیکا مستحق ہے، خدا اور خدا کی کتاب سے منہ موڑنا ایکدن رنگ لائیگا۔ قرآن مجید درس سے نکالا گیا، قرآن مجید کے سمجھنے والے اوٹھ گئے، جو ہین وہ چند اگلی یادگار رہین ہین، ایکدن یہ بھی نہ رہین گے، اسی غفلت کے ہاتھون نوبت یہ پہونچی کہ قرآن مجید مردون کی ثواب رسانی، عملیات اور جھاڑ پھونک کیلئے رہگیا، اور نہین غرضوت عبارت کی تلاوت کے سوا اور کسی کام کا نہین سمجھا گیا۔ نسوا اللہ فانسٰهم انفسهم وہ خدا کو بھول بیٹھے تو خدا نے اون سے اون کی جانون کو بھلا دیا۔ (حشر ۳) جب تو یہود کے حال کو پہونچ گئے خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ؁

فآمنوا باللہ ورسوله والنور الذی انزلنا

لا الٰه الا اللہ   محمد رسول اللہ   والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۹)

حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جمع کرنیکا حکم دیا تھا یا منع فرمایا تھا۔ اگر حکم دیا تھا تو خود آپکے زمانۂ باسعادت مین اسکی تعمیل کیون نہ کی گئی۔ اور اگر منع فرمایا تھا تو یہ بدعت کس گھڑی کی ایجاد کھڑی کی اور حدیث کیساتھ خلفائے راشدین اور صحابہ کا کیا سلوک رہا اور راوی کی حقیقت کیا ہے؟

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث جمع کرنیکا حکم دیتے، تو جس طرح قرآن مجید لکھواتے تھے، اور حفاظ کو بتلاتے تھے، حدیث کیلئے بھی اہتمام فرماتے، اگر آپ کے کل حرکات وسکنات لکھ لئے جاتین، اور

ہر قول اور خاموشی قلم بند کر لیجائے۔ صحابہ نے بھی جس طرح قرآن کے جمع کرنیکی خدمت انجام دی، حدیث جمع کرنے سے بھی چشم پوشی گوارا نہ کرتے، اور قرآن کی طرح حدیث بھی جمع ہی ہو کر رہتی۔ مگر آپنے منع فرمایا اور حسب ہدایت خداوندی منع فرمایا جو آگے چلکر اسی نمبر مین بیان کیا جائیگا۔

ڈیڑھ دو صدی کے بعد جب بادشاہی سطوت اور دولت کے ترنگون نے رنگ جمایا، علوم کیطرف توجہ ہوئی، اون کے ترجمے ہوئے، اضافہ ہوا، ترقی ہوئی۔ فلسفہ ترجمہ ہوا تو اس نے ضرورت پیدا کی علم کلام کی اسکی بنیاد بھی پڑی، اور اسکے بیل بوٹے بھی نکلے۔ یہ زمانہ ہی تدبّر اور تصنیف کا تھا کچھ لوگ متوجہ ہوئے حدیث جمع کرنیکی طرف، مگر یہ کب متوجہ ہوئے جب ہزارون لاکھون مصنوعی حدیثوں نے اپنا سکہ رائج کر لیا تھا۔ اسلئے ضرورت پڑی جانچنے کے قواعد کی، اون قواعد کی بنا پر حدیث جانچی گئی، اور وہ دین مین داخل کر دی گئی، اور اوسپر دین کی بنیاد قائم ہو گئی اس سے فرقے نکلے، ہر فرقہ حدیث کی رزمگاہ مین اوترا، اور سبنے عقیدت کے جوش کو گرمایا، اور اسنے تحقیق کا حق ادا کرنے کی جگہ نہ دی

حدیثوں کی روایت سے فقہائے صحابہ اور خلفائے راشدین سخت محترز رہے، اور لوگون کو بھی روایت سے منع کیا، بلکہ اس مین اسقدر سختی برتی کہ حدیث روایت کرنی قانونی جرم قرار دیا گیا تھا روایت کی حقیقت مقدمہ مین مین نے بیان کر دی ہے، اوس سے ہر جویائے تحقیق فیصلہ کر سکتا ہے، آئندہ نمبر مین بھی کچھ بیان کرونگا۔ یہان پر مجھے حدیث کے متعلق جلیل القدر صحابہ کی روش دکھانی ہے

حضرت شعبہ جو امیر المومنین فی الحدیث ہین، جنکو حضرت انس بن مالک صحابی سے زیارت کا شرف حاصل ہے، جنکی شاگردی پر حضرت سفیان ثوریؒ محدث کو ناز ہے، اونہون نے چار سو تابعی سے سات یا دس ہزار حدیث کے فن رجال کا سنگ بنیاد رکھا ہے، وہ جب روایت حدیث کے خطرات و فسادات سے متنبہ ہوئے تو نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ راوی حدیث بننے سے سوختنی بنا بہتر

حضرت شعبہ دوسری صدی ہجری کے وسط مین ہین، اور لقب انکا امام المحدثین ہے، انہین کے وقت سے تصنیف و تالیف کا دور شروع ہوا، وہ فرماتے ہین۔ کلما تقدمتم فی الحدیث تاخرتم

فی القرآن وددت انی وقاد الحمام ولم اعرف الحدیث (تذکرۃ الحفاظ تذکرہ شعبہ)
یاد رکھو تمکو حدیث مین جسقدر کمال حاصل ہوگا اوسیقدر تمکو قرآن سے جہل ہوگا اگر مین حمام مین
ایندھن ہوکر جلتا تو میری حدیث دانی سے وہ میرے لئے اچھا تھا۔

حضرت سفیان ثوریؒ جنکا مقدس خطاب سید الحفاظ ہے انہون نے بیس یا تیس ہزار حدیثین
روایت کین، جنکا پایۂ فضل وکمال حضرت امام مالک محدث مدینہ اور یحیی بن سعد القطانؒ سے زیادہ
بلند تھا، یہ جب روایت حدیث کے فسادون سے متنبہ ہوئے تو نہایت خوف وہراس سے فرمانے
لگے کہ قیامت کے دن مجھسے کسی قسم کا مواخذہ میرے علم پر نہو تو مین غنیمت سمجھون، مجھے اپنے تمام برے
اعمال مین روایت حدیث سے زیادہ کسی سے اندیشہ نہین ہے۔

ہشام دستوائیؒ جنکا لقب الحافظ الحجۃ ہے، وہ جب روایت حدیث کے فسادون سے
متنبہ ہوئے، تو اسقدر روئے کہ اونکی آنکھ جاتی رہی، اور یہی فرمایا کرتے کہ روایت حدیث کی بازپرس
سے کاش میری نجات ہو۔ بکی ہشام الدستوائی حتی فسدت عینه ویقول لیتنا نجو من
الحدیث۔ (تذکرۂ ذہبی)

عبد اللہ ابن داؤد ابو عبد الرحمن بڑے پایہ کے محدث ہین، جب روایت حدیث کے
فسادات پر متنبہ ہوئے، تو روایت کرنی ہی چھوڑ دی۔ اسیوجہ سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کو ان سے کسی حدیث کے سننے کا شرف حاصل نہین ہوا۔

حماد بن سلمہ شیخ الاسلام جن سے حضرت یحیی نے دس ہزار حدیثین روایت کین، جب
روایت حدیث کے نقصانات سے متنبہ ہوئے تو ترک روایت کا مستحکم ارادہ کرلیا (تذکرہ ذہبی)

اسحق بن اسمعیل الطالقانی ابو ایوبؒ روایت حدیث سے ایسے بیزار ہوئے کہ مرنے سے
پانچ سال قبل یہ قسم کھائی تھی کہ آج سے روایت نہ کرونگا (تہذیب التہذیب ج ا صفحہ ۲۳۹)

حبان بن ہلال باہلیؒ نے بھی روایت حدیث سے تنگ آکر کنارہ کشی اختیار کی ۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ صفحہ ۱۷۱)۔

معمر بن کدامؒ جو کہ اعلام محدثین سے ہین، اور بقول ابن قطانؒ فن حدیث مین انکا کوئی ہمسر نہ تھا، جب یہ روایت حدیث کے فسادات پر مطلع ہوئے تو پریشانی مین گھبرا کر فرمانے لگے وددت ان الحدیث قوارير على راسی فسقطت فتکسرات ۔ مجھے یہ پسند تھا کہ حدیثین میرے سر پہ آبگینہ ہوتین جو میرے سر سے گر کر ٹوٹ جاتین (تذکرۃ الذہبی)

اس پر بھی وہ زمانہ آیا کہ روایت کرنے والون نے جی کھول کر روایت بھی کی اور قدم آگے بڑھایا کہ کتابت بھی کی ۔ باوجودیکہ خود صحابہ راویون سے مشتبہ بھی ہوئے، اور راونکو جھٹلایا بھی، دران حالیکہ روایت کرنے والے بھی صحابہ ہی تھے ۔

حدث رجل من الصحابة من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشعبی کذبت (تذکرۃ الذہبی)

شعبیؒ کے روبرو کسی صحابی نے حدیث روایت کی تو شعبیؒ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے ۔

حضرت عمار صحابی کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ نے تیمم مین نہین مانا ۔

حضرت عثمانؓ کے روبرو لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی آپ نے قبول نہ کیا ۔ ان ناسا یتحدثون عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عثمان لا ادری ماهی (صفحہ)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھ سے جب کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو مین حلف پیش کرتا ہون، اگر حلف اوٹھا لیتا ہے تو مین اوسکو سچا سمجھتا ہون، ورنہ جھوٹا ۔ قال علی اذا حدثنی غیرہ استحلفته فاذا حلف صدقته (تذکرۃ الذہبی) اسمین کوئی تخصیص صحابی یا غیر صحابی کی نہین ۔

عمران بن حصین صحابی فرماتے ہین کہ واللہ مجھے اسقدر حدیثین یاد ہین کہ اگر مین دو دو روز برابر

روایت کرون تو کر سکتا ہون۔ لیکن مانع یہ ہے کہ چند صحابہ نے میری طرح حدیث کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور آپکی خدمت مین حاضر ہوئے، پھر بھی روایت مین غلطی کرتے ہین۔ البتہ دیدہ و دانستہ جھوٹ نہین بولتے۔ اگر مین بھی روایت کرون تو ڈر ہے کہ اوسی گروہ مین میرا بھی شمار نہ ہو۔

(تاویل مختلف الحدیث)

حضرت ابوھریرہؓ نے روایت کی کہ احتیاج غسل کی حالت مین اگر روزہ دار صبح کرے تو روزہ نہ ہوگا۔ حضرت عایشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت غسل کیا ہے اور روزہ رکھا۔ ابوہریرہ کی یہ روایت غلط ہے (بخاری شریف کتاب الصوم)۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کی کہ نمازی کے سامنے سے عورت یا کتا وغیرہ گذر جائے، اور سترہ نہ ہو، تو نماز جاتی رہیگی (مشکواۃ) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ روایت غلط ہے (بخاری شریف)

خدا و رسول سے فاضل آورون پر ایمان لانے والے اپنے ایمان کا جائزہ لین۔ اون پر ثابت ہوگا کہ ایمان کے لایق اور ایمان مین داخل خدا و رسول کے سوا کوئی نہین۔

ان باتون کے علاوہ اسپر بھی توجہ کرو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ولادت ہجرت کے تین سال قبل ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کیوقت وہ تیرہ سال کے تھے، خود تو پچیس حدیثین سنین، لیکن ایکہزار چھہ سو ساٹھ حدیثین روایت کین۔

عبداللہ ابن عمرؓ نبوت کے تین سال بعد پیدا ہوئے، اور آپکے وصال کیوقت بیس سال کے تھے، لیکن ایکہزار چھہ سو بیس حدیثین روایت کین۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نبوت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئین اآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کیوقت اٹھارہ سال کی تھین، لیکن دو ہزار دو سو دس حدیثین روایت کین۔

ابوہریرہ رض سنہ ہجری مین اسلام لائے، اوسوقت انکی عمر چھبیس سال کی تھی۔ کل تین سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے فیضیاب رہے اور پانچہزار تین سو چہتر حدیثین روایت کین۔

حضرت ابراہیم نخعی رح سے روایت ہیکہ حضرت فاروق اعظم رض نے اپنے عہد خلافت مین ابن مسعود۔ ابودرداء، ابومسعود انصاری کو اس جرم مین قید کیا کہ اونہون نے روایت حدیث زیادہ کی۔ قال ابراہیم ان عمر حبس ثلاثۃ ابن مسعود ابا درداء ابامسعود الانصاری فقال لقد اکثرتم الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرۃ الحفاظ ج اص ۷) حضرت ابن مسعود رض زیادہ روایت کرنیوالون مین شمار نہین ہوتے، مگر حضرت عمر رض نے انکا اتنا روایت کرنا بھی جائز نہین رکھا۔

ابن عیینہ رض سے روایت ہیکہ حضرت عمر ابن الخطاب رض نے اُبی بن کعب کے پاس ایک جماعت بیٹھی دیکھی جن سے وہ حدیث روایت کررہے تھے، آپنے اُبی پر دُرّہ فاروقی اُٹھایا۔ اُبی نے کہا کہ دیکھو کیا کرتے ہو خدا تم پر رحم کرے۔ اونہون نے فرمایا کہ تمنے کیا نہ جانا کہ روایت کرنی تمہارے لئے فتنہ ہے، اور سننے والون کیلئے ذلت۔ قال ابن عیینہ رای عمر ابن الخطاب رض مع اُبی بن کعب جماعۃ فعلاہ بالدرۃ فقال اُبی اعلم ماتصنع یرحمک اللہ فقال عمر اما علمت انھا فتنۃ للمتبوع وذلۃ للتابع (تذکرۃ الحفاظ ج اص ۷)

خلافت فاروقی کے بعد حدیث کی آزادی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار رسالت کے اصلی نور کو جس بے باک روایتون کی تاریکیون مین ڈھانپا اوسکو فاروق اعظم رض کی دوربین بصیرت نے ادراک کرلیا تھا یہی وجہ تھی کہ اس مین آپنے سرگرمی برتی۔

ابن سلمہ رض نے ابوہریرہ رض سے پوچھا کہ تم عہد فاروقی مین بھی اسی طرح روایت کیا کرتے تھے؟ اونہون نے جواب دیا کہ عہد فاروقی مین اس طرح روایت کرتا تو کوڑے نہ کھاتا۔ قال ابن سلمہ قلت لابی ھریرۃ اکنت تحدث فی زمان عمر ھکذا فقال لوکنت احدث فی زمان عمر

مثل ما احدثکم نضربنی بمحفقته (تذکرۃ الحفاظ ج اص ۔)

آج اسلامی دنیا کے بہتر کیا سیکڑوں فرقے، سنی، شیعہ، اہل حدیث، قادیانی وغیرہ وغیرہ سب انہیں روایتوں کی بدولت ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ بالجملہ بعد انقضائے خلافت خاصہ یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اختلاف پیدا شد۔ و نیز دریں زمان روایت حدیث بسیار کم بود (ازالۃ الخفا)۔

راوی کے لئے اس طرح پر روایت کرنی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو بعینہ یاد رکھے دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، جس کا محدثین کو بھی اقرار ہے، کہ ہم ایک حدیث بھی بلفظہ نہیں روایت کر سکتے امام المحدثین حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں، جسکو علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اون کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ۔ لو اردنا کم ان نحدثکم الحدیث ما سمعناہ ما حدثناکم بحدیث واحد۔ اگر ہم ایک حدیث بھی اوس طرح روایت کرنی چاہیں جس طرح سنا ہے تو روایت نہیں کر سکتے۔ رئیس المحدثین حضرت امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ روایت باللفظ نہیں ہے روایت بالمعنی ہے مصنف عبدالرزاق میں ہے عن ابن سیرین قال کنت اسمع الحدیث من عشرۃ کلھم یختلف فی اللفظ والمعنی واحد۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہی حدیث کو دس شیوخ سے سنا سب مختلف الالفاظ بمعنی واحد تھے۔

تذکرۃ الحفاظ میں قبیصہ کے تذکرہ میں ابو حاتم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے لم ار من المحدثین من یحفظ و یاتی بالحدیث علی لفظ واحد لا یغیرہ سوی قبیصۃ۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ قبیصہ کے سوا میں نے کوئی ایسا محدث نہ پایا جو بعینہ الفاظ حدیث کو بلا تغیر و تبدل بیان کرے۔

محمد بن علی ابو جعفر فرماتے ہیں لم یکن احد من الصحابۃ اذا سمع من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا اجدر ان لا یزید فیہ ولا ینقص فیہ ولا من ابن عمر (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۳۱ ج ۴ ص ۱۰۶) ابن عمر کے سوا مین نے صحابہ مین کسیکو ایسا نہ پایا جس سے روایت حدیث مین نہ زیادتی ہوئی ہو نہ کمی۔ یہ نہ فرمایا کہ کس قسم کی زیادتی اور کمی ہوتی تھی، لفظ مین یا معنی مین یا دونون مین ایسے حال مین جی چاہے تو قرآن کو حدیثون سے منسوخ کرو۔

جب روایت حدیث باللفظ نہین بالمعنی ہے، تو جب کوئی لفظ کا ذمہ وار نہین تو معنی کا ذمہ وار کون ہو۔ ایک جملہ کا مفہوم بہ اعتبار موقعہ و محل، بہ اعتبار قابلیت و تفقہ، بہ اعتبار خیالات و جذبات فطری، ہر کوئی اپنا سا سمجھتا ہے، اسلئے سمجھ مین اختلاف ہونا اقتضائے فطرت ہے۔ آج دنیا مین بداہتاً دیکھ لو، باوجود ریل و تار برقی کے، باوجود ذرائع اخبار کے سہل ہونیکے، ایک ہی واقعہ دس حاضرین کی زبانی بہ اختلافات کثیرہ سنا جاتا ہے، اسلئے حدیث مین اختلافات کا ہونا لازمی تھا جو ہو کر رہا۔ اس اختلاف نے فرقہ بندی قائم کردی اور اسلام کو پاش پاش کردیا۔ فراست صدیقی و فاروقی نے اسکو خوب سمجھا تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کو جمع کرکے فرمایا کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کروگے لیکن اسمین تمہارے بیان مختلف ہون گے، اور جو لوگ تمسے روایت کرینگے اون کے بیان مین تمسے بھی زیادہ اختلاف ہوگا، اسلئے تم روایت حدیث نہ کیا کرو، اگر تمسے کوئی اسکی خواہش کرے تو کہدو کہ ہمارے اور تمہارے پاس کتاب اللہ موجود ہے تو اوسکے حلال کئے ہوئے کو حلال سمجھو اور اوسکے حرام کئے ہوئے کو حرام۔ ان الصدیق جمع الناس بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث تختلفون فیھا والناس بعدکم اشد اختلافاً فلا تحدثوا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن سألکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ (تذکرۃ الذہبی۔ تذکرہ صدیقؓ)
اسی مفہوم کو حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ۔

تذکرۃ الحفاظ مین ہو کہ حضرت عمر رضؓ نے حضرت قرظہ کو تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کیلئے جب عراق روانہ فرمایا تو یہ فرمایا کہ تم لوگوں کو قرآن سے حدیث مین نہ مشغول کر لینا محض قرآن ہی کی تعلیم دینا۔ چنانچہ جب حضرت قرظہ رضؓ سے کہا جاتا کہ حدیث بیان کرو، تو وہ فرماتے نہا نا عمرؓ حضرت عمر رضؓ نے ہمکو منع کیا ہو۔

حضرت فاروق رضؓ نے تو روایت حدیث کو جرم ہی قرار دیا تھا۔ اور حضرت صدیق رضؓ کی روش یہ تھی۔ قالت عائشۃ رضؓ جمع ابی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت خمس مائۃ حدیث فبات لیلۃ ینقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت اتنقلب لشکوی اولشئی بلغک فلما اصبح قال ای بنی ھلمی الاحادیث التی عندک فجئتہ بھا فدعا بنار فحرقھا فقلت لم حرقتھا فقال خشیت ان اموت وھی عندی فیکون فیھا احادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد ائتمنتہ ووثقت ولم یکن کما حدثنی فاکون قد نقلت ذلک فھذا لا یصح (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا کہ میرے باپ نے پانچ سو حدیثین جمع کی تھین، ایک رات نہایت بیچینی سے کروٹین بدلتے رہے جس سے مجھے تکلیف ہوئی مینے پوچھا کہ آپ کسی مرض سے بیچین ہین یا کوئی اذیت ہو۔ صبح ہوتے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس جو حدیث کی کتاب ہو وہ لے آ۔ مین لے آئی، تو اوسے آگ منگا کر جلا دیا۔ مینے کہا کہ آپنے ایسا کیون کیا تو فرمایا کہ مین اندیشہ مند ہوا کہ مین مرجاؤن اور یہ کتاب چھوڑ جاؤن شاید اسمین ایسے آدمی کی بھی حدیث ہو جو میرے نزدیک معتبر ہو اور حقیقت مین وہ معتبر نہ ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ صحابہ مین ایسے بھی تھے جنپر اعتبار نہ کیا جاسکے۔ یا شاید حضرت صدیق اکبر کو اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کی حدیث نہ پہونچی ہو۔

(واقعات ماخوذ از شواھد اعظم)۔

روایت کرنے والون کا اصلی منصب یہ ہو کہ وہ بلفظہ روایت کرے اسلیئے بالعموم مسلمان یہ سمجھتے
ہین کہ حدیثین بہ لفظہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہین، اور اس بنا پر ان الفاظ سے استخراج واستنباط
مسائل مین اون اصولی اصطلاحات کو دخل دیا گیا ہو جو علمانے الفاظ قرآنی کیلیئے مقرر کیئے ہین،
مثلاً عام وخاص، مطلق ومقید، مجمل ومفصل، امر واباحۃ وغیرہ وغیرہ۔ اور بعض محدثین کی غایت خوش
اعتقادی نے تو اسدرجہ ترقی کی کہ ان حدیثون کے الفاظ کو بھی انکسار کے بعد قرآن مجید معجزہ اور بلاغت
وفصاحت کی اوس حد مین داخل کیا ہو جہان اور فصحا کی پرواز ممکن نہین، یعنی وحی غیر متلو کے پردہ
مین الفاظ صحابہ نے بھی فاتوا بسورۃ من مثلہ کا دعوی بلند کیا ہو۔ اس اعتقاد کا لازمی نتیجہ تھا کہ
قرآن مجید سے توجہ پھرے، اور حدیث قرآن مجید کا نعم البدل قرار پائے۔ یہی وہ خطرہ فی الدین تھا،
جسکو حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم نے بھانپا تھا، اور اس طغیانی کا دہانہ ہی
بند کرنا چاہا تھا، مگر یہ تو فطرت کی رفتار تھی فطال علیہم الامد فقست قلوبہم۔ امتداد زمانہ
سے لوگون کے قلوب سخت ہو گئے۔ اسی اصول خداوندی کے مطابق ہر قوم نے کتاب اللہ چھوڑی اور
حدیث اور انسانی تصانیف پر جھک پڑی جسکو خدا نے فرمایا۔ کتب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون
بعضون کا یہ خیال ہو کہ سنن کی حدیثین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین لکھی گئین، مگر اوس وقت کی کسی کتاب کا قرآن مجید کے سوا کہین وجود نہین پایا جاتا
تو ایسی لکھی گئین نہ لکھی گئین۔ اسکے سوا مصنف عبد الرزاق اور طبقات ابن سعد مین ہو۔ اراد عمر ان
یکتب سننا فاستشار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فاشاروا علیہ
ان یکتبہا فطفق یستخیر اللہ فیہا شہرا ثم اصبح یوما وقد عزم لہ فقال انی کنت اردت ان
اکتب السنن وانی ذکرت قوما کانوا قبلکم کتبوا کتابا فاکبوا علیہا وترکوا کتاب اللہ۔ حضرت
عمر نے ارادہ کیا کہ سنن کو لکھ ڈالین اور تمام صحابہ کے مشورہ سے یہ طے بھی ہو گیا، اسپر بھی حضرت عمر نے

نے اس بارہ مین ایک مہینہ کامل استخارہ کیا۔ پھر ایک روز صبح کو فرمایا کہ میرا ارادہ حدیث جمع کرنے کا مستحکم ہو گیا تھا، لیکن پھر اوس قوم کا خیال آیا جسنے خود ایک کتاب لکھی اور اوسپر اسقدر متوجہ ہوئی کہ خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا۔

ابن علاء نے قاسمؓ سے درخواست کی کہ حدیثین لکھوائے۔ حضرت قاسمؓ نے کہا کہ عہد فاروقی مین لوگون نے جب حدیثین زیادہ لکھین تو فاروق اعظمؓ نے تمام لکھنے والون کو معہ اونکی حدیث کی کتابون کے طلب کیا اور اون کتابون کو جلوادیا۔ (طبقات ج ۱ صفحہ ۱۴۰)

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی جمع کردہ حدیثین جلائین۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے صحابہ کی جمع کردہ حدیثین جلوائین۔ اور دونون نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ۔ کتاب اللہ کافی ہے صرف یہی نہین بلکہ فاروق اعظم رضؓ نے تو حدیثون کی زیادہ روایت کرنیکو قانونی جرم ہی قرار دیا تھا۔ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف عہد فاروقی مین تو تصنیف ہو نہین سکتی تھی، اگر بعد کو بھی نہ ہوتی تو غضب ہی ہو جاتا کیونکہ قرآن مجید کے اجمال کو کھولنے اور اوسکی تفسیر کیلئے پھر سے سلسلۂ نبوت جاری کرنا پڑتا۔ یا حضرت جبرئیلؑ ہی کو تکلیف کرنی ہوتی۔

حضرت صدیق اکبر یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم رسالت کے منکر نہ تھے، اطاعت رسول کے منکر نہ تھے، ہان مزید روایت حدیث اور کتابت حدیث کے منکر تھے، وہ بھی حسب فرمان نبوی جو آیت اور حدیث آگے بیان ہوگی۔ وہ خود بھی سمجھتے تھے کہ ایسی کتاب جسکے نہ رسول مصنف نہ مولف ہون اور جسکی عبارت بھی دوسرون کی ہو وہ دین مین داخل ہو کر اور مفسر قرآن کی مدعی ہو کر ناسخ قرآن ہوگی۔ جس سے حدود اللہ ٹوٹ جائین گے اور تفرقے پڑ پڑ کر فرقے پیدا ہو جائین گے، جو روز بد مسلمانون کو دیکھنے پڑے۔ یہ عاشقان خدا، خادمان رسول، جاندادۂ اسلام، تبلیغ اسلام کی خدمت سے واقف تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا تھی اور اطیعوا الرسول کے اطاعت گذار تھے جو خدا کی رضا تھی۔ وہ جانتے تھے کہ فرمان خداوندی ہے یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک یعنی ما انزل اللہ قرآن مجید ہی کی تبلیغ لازم و فرض ہے۔ اور اسی کی

اطاعت رسول کی اطاعت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

گرچہ میرا مواجہ قرآن مجید سے الگ ہوا جاتا ہے مگر یہ سوال حدیث کے متعلق ہے تو اسکو حدیث اور اوسکے اسماء رجال ہی سے حل کرنا چاہئے۔ اسلئے ضرورت ہوئی کہ مین تھوڑی دیر کے لئے اودھر سے ادھر ہو جاؤن۔ اور اس نمبر کو حدیث ہی کے حوالہ کرون۔

صحیح مسلم۔ باب النھی عن الحدیث۔ باب النھی عن الروایت۔ اور باب ان الاسناد من الدین مین لکھا ہے "حضرت عمر رض۔ حضرت امام مالک رض۔ عبد الرحمٰن بن مہدی رض۔ ایاس بن معاویہ رض۔ نے صرف سنکر بغیر تحقیق کئے ہوئے حدیث بیان کرنیکو منع کیا" ضرور منع کیا ہوگا کیونکہ خود خدا نے بھی منع کیا ہے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ جسکا تمکو علم نہین اوسکے پیچھے نہ ہولو کیونکہ کان آنکھ اور دل سب سے بازپرس ہوگی۔ (بنی اسرائیل ۴۴) جس بات کا یقینی علم نہ ہو نہ بولو۔ سنی سنائی باتون پر نہ جایا کرو۔ تو کیا ایسا نہین ہوا کہ راوی نے سنا اور عقیدتًا مان کر بے تحقیق کئے ہوئے بے دھڑک روایت کردی۔ اگر ایسا ہوتا نہ تھا تو بلا تحقیق روایت سے لوگ منع کیون کئے گئے تھے۔ اور اگر ایسا ہوتا تھا تو یہ قرآن و حدیث دونون کے خلاف تھا۔ پھر جہانتک تحقیق ہوئی، اور تحقیق نے جن حدیثون کا سلسلہ رسول تک نہ پہونچایا اور جن پر ضعیف اور کمزور ہونیکی مُہر لگائی یا جن مین کچھ بھی شبہ کی گنجائش رہی، وہ حدیثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کیون کی گئین۔ کیا حدیث ہی کے رو سے یہ سخت ترجرم نہین ہے۔ کیون نہین ایسی حدیثین چھانٹ دی گئین۔

"حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض نے خلاف عقل حدیثین بیان کرنیکو منع کیا کہ اس سے فتنے اوٹھینگے" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ روایت حدیث مین مصلحت بینی بھی کرتے تھے۔ اب ہر کی مصلحت بینی ممکن ہے کہ صحیح ہو یا غلط۔ اور اسوجہ سے ممکن ہے کہ بہتیری حدیثین نہ بیان کی گئی ہون جو موجودہ حدیثون مین سے بہتیری حدیثون کی ناسخ ہون۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری رح نے بہتیری حدیثین چھانٹ کر موجودہ ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اس کے سوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی کے منع کرنیکو قوم نے نہ مانا، مانتی تو آج خلاف عقل حدیثین نہ پائی جاتین کہ تبلیغ مین
حارج ہون، باوجودیکہ صحت حدیث کی جانچ کیلئے یہ شرط بھی موجود ہو کہ حدیث خلاف عقل نہ ہو۔

"حضرت ابن عباس رض نے حدیث بیان کرنی اس سبب سے چھوڑ دی کہ لوگ غلط وصحیح سب طرحکی حدیثین نقل کرنے لگ گئے تھے بلکہ انہون نے تو حدیث کا سننا بھی ترک کر دیا تھا" یہ تھی روش صحابہ کی اور حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابہ کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہو کہ برگزیدہ اصحاب کی نسبت قرآن مجید کے ساتھ کیا تھی اور حدیث کے ساتھ کیا تھی۔ اگر وہ حدیث کو داخل فی الدین سمجھتے تو حدیث کا کہنا سننا ترک نہ کرتے بلکہ کہہ سنکر حدیث کی تصحیح کیئے ہوتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کتنی غلط روایتین منسوب ہوئین "حضرت مغیرہ رض کہتے ہین کہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو روایت کرتے تھے تو جب تک عبداللہ ابن مسعود رض کے ساتھی اوسکی تصدیق نہ کرتے وہ مانی نہ جاتی" یہ ہو عقیدت کی ریشہ دوانی

شہاب بن خراش اور حجاج دونون ثقہ مانے جاتے ہین مگر حجاج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت کی ہو اوسکی نسبت بیان کیا گیا ہو کہ "حجاج سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اتنے بڑے بڑے جنگل ہین کہ اونکو طے کرنیکیلئے اونٹون کی گردنین تھک جائین" اسپر بھی یہ تو ثقہ مانے جائین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو روایت بیان کیجائے اوسکی تصدیق کیلئے عبداللہ ابن مسعود رض کے ساتھی ڈھونڈھے جائین۔

یہ جو مینے لکھا صحیح مسلم سے لکھا ہو جیسا کہ ابتدا مین ظاہر کر دیا ہو۔ قول رسول معصوم نہین ہو صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے اصل عربی عبارت نہین لکھی، اور محض چند سطرین لکھدین اسکی نسبت مجھے لکھنی ہین جو یہ ہین تو وہ ذیل مین ہین۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع
کافی ہو آدمی کے جھوٹے ہونیکیلئے کہ جو سنے وہ بیان کر دے۔ یہ حدیث صحیح مسلم کی بالکل صحیح ہو چاہو سلسلہ

روایت کچھ ہی ہو۔ اسلئے کہ اس حدیث کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ بات کو جب تک تحقیق نہ کر لیا کرو بیان نہ کیا کرو۔ بے تحقیق بیان کرنے سے کبھی سچے ہونے پر بھی جھوٹے سمجھے جاؤگے۔ یہ حقیقت مین آپنے اس آیت قرآنی کو سمجھایا ہے۔ ولا تقف مالیس لک بہ علم الخ جو آیت اوپر بیان ہوئی ہے یعنی (جس بات کا تمکو علم نہ ہو اوسکے پیچھے نہو لو۔ بنی اسرائیل ۱۴ع) بے تحقیق بات زبان سے نہ نکالو یہی اقتضائے عقل بھی ہے کیونکہ بات اگر جھوٹی ہوئی تو تمسے سننے والے تم ہی کو جھوٹا سمجھینگے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث پر کہان تک عملدرآمد ہوا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے چالیس ہزار عورت و مرد سے روایت کی ہے جیساکہ اونہون نے اپنی مصنفہ تاریخ مین لکھا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو کیا اتنے راویون کی تحقیق دس بیس انسان سے بھی ناممکن نہین ہے۔ پھر ان حدیثون مین اگر دو چار حدیثین بھی موضوعی اور غلط ہون تو کیسا خطرناک نقشہ قائم ہوگا۔ محمد بن یحیی ابن سعید قطانؒ نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہمنے صلحا یعنی نیک آدمیون کو اتنا جھوٹا کسی چیز مین نہین دیکھا جتنا جھوٹا حدیث کی روایت کرنے مین۔ امام مسلم نے اس مین تاویل کی ہے کہ جھوٹ اونکی زبان سے نکل جاتا ہے وہ قصداً جھوٹ نہین بولتے۔ مانا کہ وہ قصداً جھوٹ نہین بولتے مگر جھوٹ اونکی زبان سے نکل تو آتا ہے۔ ایسی صورت مین قطعیت پیدا کرنیکیلئے روایت کی منزلت ہی کیا رہی۔ ایسے حدیثات تو دین کا ستون ہی ہلا دیتے ہین جس دین کا ستون روایت ہو۔ کیونکہ حضرت امام مسلم اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم کیا صلحا مین سے نہ تھے اور کیا اونہون نے حدیثین صلحا سے روایت نہین کین۔ اور کیا صحت حدیث کیلئے صلحا کی قید نہین رکھی گئی ہے جنکو حضرت امام مسلم مانتے ہین کہ جھوٹ اونکی زبان سے بے ساختہ نکل آتا ہے۔

علاوہ ازین ترغیب، ترہیب، فضائل، قصص، زہد، اور اخلاق کی حدیثین ضعیف شخصون سے روایت کرنیکو اور اس قسم کی ضعیف روایتون کو اہل حدیث نے جائز رکھا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی حدیثین بھی چونکہ صحاح مین موجود ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعی فرمودہ تسلیم ہوگئین۔ اور ان پر دین کی

بنا قائم کی گئی، جس سے قوم حد سے تجاوز کر گئی۔ ترغیب نے جب قرآن سے تجاوز کیا تو اوس نے مذہب اور
آخرت کو عجوبہ مثال بنا دیا۔ ترہیب نے حد سے متجاوز ہو کر خدا کو ڈراؤنا بنا دیا۔ زہد حد سے متجاوز ہو کر
رہبانیت کے سانچے مین ڈھلا۔ فضائل نے مذہب مین پولیٹکل جھگڑون کی بنیاد رکھی اور شیعہ و سنی کا
پولیٹکل مذہب بنا دیا۔ مدت ہوئی کہ خلافت تو گئی گذری ہوئی مگر ووٹ آج پاس ہو رہا ہے۔ قوم ممتحن بنی
اور فضائل کی حدیثون نے خلفا کو نمبر دیا، اور اس خیال نے کہ حدیث کے الفاظ آنحضرت ہی کے ہین لحمک
لحمی و دمک دمی سے یہ مطلب نکالا کہ رسول کا گوشت اور خون اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کا گوشت
اور خون ایک تھا اور بلا فرق دونون ایک تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت بی بی کا نکاح حضرت علی کرم اللہ
وجہ سے نہ ہوتا۔ اگر آپ نے یہ جملہ فرمایا بھی ہو تو اسکے معنی صرف یہ ہین کہ ہم انکو عزیز رکھتے ہین۔ ہر زبان مین
ایسے محبت کے الفاظ بولے جاتے ہین کہ ہم دونون تو ایک جان دو قالب ہین۔ یہ اصطلاحی جملے ہین، لوگ
لفظ کے پھیر مین پڑے ہین۔ اسی طرح جان نثاران اسلام کے ساتھ محبت کے جملے فرمائے گئے ہین۔ بعض
لوگون نے بنی عباس اور بنی امیہ کا مردہ جھگڑا زندہ کیا ہے اور اسکو نبی کے سر بھی تھوپا ہے، جنھون نے
ساری دنیا کے اختلافات اور جھگڑون کو مٹایا۔ مذہب کو ان پولیٹکل جھگڑون سے کیا تعلق۔ مگر مسلمانون
ہی نے دین اسلام کو جو خالص اللہ کے لئے تھا الا للہ الدین الخالص مسلمانون کو انسان کا بندہ بنا کر ٹولیون
مین تقسیم کر دیا۔ ان باتون سے سادہ اسلام رنگ برنگ کا منقش اسلام ہو گیا۔ وہ گروہون مین
بٹ گیا۔ اسکے اعضا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ اس سے اسکی برکتین بھی کھو گئین۔ اور اب ہر شخص کا اسلام
پیدائشی اور خاندان کا اسلام ہے خدا کا اسلام نہین رہا جسکی حمایت قرآن مجید کرتا ہو۔

موضوعات ملا علی قاری۔ دارمی۔ اور ابن ماجہ نے قتادہ سے روایت کی ہے۔ اونھون نے
کہا کہ مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا وہ اسی ممبر پر فرما رہے تھے۔ ایاکم وکثرۃ الحدیث علی
فمن قال علی فلا یقل الا حقا او صدقا ومن قال علی ما لم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار

ہماری زیادہ حدیث بیان کرنے سے بچو جو ہماری حدیث بیان کرے وہ حق اور سچ ہی بیان کرے اور جو ایسا کچھ بیان کریگا جو ہمنے کہا نہین تو اوسکا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس حدیث کا منشا حسن احتیاط کا تھا اوسکو سمجھا تھا خلفانے، اور برتا تھا خلفانے، اونہون نے تقرباً الی اللہ، یا تقرباً الی رسول اللہ، نہ کوئی کتاب لکھکر دین مین اضافہ کیا، نہ اس حدیث کے نافرمانی کے مرتکب ہوے۔ اس حدیث مین کثرت روایت کی امتناع ہے گرچہ اسکی تعمیل بعد کو نہوئی

مسلم۔ ترمذی۔ اور نسائی نے ابو سعید الخدری سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتکتبوا عنی سوی القرآن فمن کتب عنی شیئاً فلیمحہ۔ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج۔ وحدثوا عنی ولاتکذبوا علی فمن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ قرآن مجید کے سوا میرا کہا ہوا کچھ نہ لکھو، جس کسی نے کچھ لکھا ہو تو وہ مٹادے اور محو کردے ہان بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو کچھ مضائقہ نہین۔ اور ہمسے بھی حدیث بیان کرو مگر جھوٹ نہو، جو میری حدیث قصداً جھوٹ بیان کریگا تو اوس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرنیکا جواز یہ ثابت کرتا ہے کہ خود آپنے حدیث کو دین مین داخل نفرمایا۔ دوسرے اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپنے قرآن مجید کے سوا حدیث کی کتابت کو منع فرمایا تھا، ہان زبانی روایت اور تذکرون کی بشرط صحت اجازت تھی۔

اس حدیث کی صحت مین سنداً کلام نہین کیونکہ یہ مرفوع ہے اور نہ جانچنے کی ضرورت کیونکہ یہ بالکل قرآن مجید کے مطابق ہے۔ خدانے فرمایا جو آیت اوپر بھی لکھی گئی ہے۔ قل یاایھا الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمة للمومنین ٥ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ٥ کہدو اے رسول۔ لوگو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے موعظت ونصیحت یعنی قرآن مجید آچکا جو دل کی بیماریون کیلئے شفا اور مومنون

کیلئے ہدایت اور رحمت ہی۔ کہدو کہ خدا کے فضل و رحمت یعنی قرآن ہی پر چاہئے کہ لوگ خوشیان منائین۔ یہ اوس سے بہتر ہی جو لوگ جمع کرتے ہین۔ (یونس ۱۱) یہ کہنا کہ لوگ جو مال و خزانہ جمع کرتے ہین اوس سے قرآن بہتر ہی یہ صحیح نہین کیونکہ بہتر ہونا ہم جنس مین ہوتا ہی۔ نہ غیر جنس مین۔ معلوم ہوتا ہی کہ لوگ حدیث وغیرہ جمع کرنے لگ گئے تھے اسیکو خدا نے اس آیت مین منع فرمایا، اور اسی کو اوپر کی حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکہ آپکا فرمانا عین قرآن ہوا کرتا تھا۔

احمد۔ حارث۔ ابن ابی اسامہ۔ بزار۔ طبرانی۔ اور حاکم نے مدخل بن یحیی بن میمون خضرمی سے روایت کی ہی کہ ابو موسی الغافقی نے عقبہ بن عامر الجہنی سے سنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثین ممبر پر بیان کر رہے تھے تو ابو موسی نے کہا کہ تمہارے جو یہ صاحب ہین یا حافظ ہین یا ہالک ہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات جسکا ہمسے وعدہ لیا تھا یہ تھی کہ آپنے فرمایا علیکم بکتاب اللہ وسترجعون الی قوم یحبون الحدیث عنی فمن قال علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار ومن حفظ شیئاً فلیحدث بہ۔ تم پر قرآن مجید کی اطاعت لازم ہی۔ اور عنقریب تم ایسی قوم کو پاؤگے جو میری حدیث بیان کرنی پسند کریگی۔ تو جو شخص ایسا کچھ کہیگا جو ہمنے نہین کہا تو اوسکا ٹھکانا جہنم ہے، اور جس نے کچھ محفوظ کر لیا ہی وہ حدیث بیان کرے۔

اس حدیث سے چند باتین معلوم ہوتی ہین، ایک تو یہ کہ خلیفہ دوم نے جو حسبنا کتاب اللہ فرمایا تھا وہ تعمیل یا ترجمہ تھا علیکم بکتاب اللہ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا۔ دوسرے جیسا کہ فطرتاً ہوا کیا ہی کہ لوگون نے کتاب اللہ کو چھوڑا اور ہمیشہ حدیث کی طرف بھاگ پڑے ہین، آپ دانائے قوانین فطرت تھے، آپکی فراست صادقہ نے سمجھا تھا کہ ایسا ہی ہوگا، اور ہماری امت بھی ہم پر نازل شدہ قرآن کو چھوڑ کر حدیث کیطرف جھک پڑیگی، اسکو آپ پسند نہ فرماتے تھے اور اسی دن سے ڈرایا تھا کہ ستوجعون الی قوم یحبون الحدیث عنی تیسرے باہمہ احتیاط حدیث بیان کرنیکی جس مین

شائبہ شک شبہ نہو اجازت تھی مگر بیان ہی کرنیکی۔ کتابت کی اجازت نہیں۔

سیکون فی اخر الزمان اناس من امتی یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاکم اخرجہ مسلم عن ابی ھریرۃ۔ عنقریب آخر زمانہ میں میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کرینگے کہ تمنے سنی ہوگی نہ تمہارے آبانے تو دیکھو بچے رہنا بچے رہنا۔ صدقے اس فراست نبوت کے جس نے آپنے ڈرایا تھا وہ ہمکو اور ہمارے اگلوں کو دیکھنا نصیب ہوچکا۔ مگر فایاکم وایاکم کی تعمیل نہوئی۔ اسی کی تعمیل تھی جو حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی نے حدیث کا کہنا سننا سب ترک کردیا تھا۔

ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ اور دار قطنی نے انس رضؓ سے روایت کی ہے اونہوں نے کہا کہ ہمکو زیادہ حدیث بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من تعمد علی کذبا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو کوئی قصداً ہماری طرف جھوٹ منسوب کرکے روایت کرے وہ جہنمی ہے۔

اے لوگو! یہ انداز تھا صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم کا اور یہ روش تھی خلفاء رضوان اللہ علیہم کی جو اوپر بیان ہوئی۔ اور یہی طریقہ تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔ گر یہ محدثین اپنی نفسانیت اور احبار پرستی کے سبب اونہیں حدیث میں نابلد شمار کریں مگر جو روش اونکی تھی وہ قرآن و حدیث کے مطابق خلفاء راشدین اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین کیطرح روش اختیار رکھتی تھی۔ اسی لئے جتنی حدیثیں آنحضرت سے مروی ہیں انکی تعداد قوم سے مخفی نہیں۔ وہ بھی اس خدشہ سے محفوظ نہیں کہ جب قوم کو غلط حدیث نبی کی طرف منسوب کرنے میں دیر نہ لگی تو ان بزرگوں کیطرف غلط منسوب کرنیمیں کونسی حقانیت مانع ہوئی ہوگی۔ وہ بھی اونکی روایت ہے اون بزرگوں نے نہ کتابت کی نہ کتابت کو جائز رکھا۔ چونکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کسی نئی تصنیف سے بدعت کھڑی نہیں کی اسلئے ان پر پتھر پھینکے جاتے ہیں کہ یہ حدیث سے جاہل تھے کیونکہ اونہوں نے دین کیلئے قرآن کو کافی سمجھا اور حدیث کی

دو کان نہ لگائی۔ کتابت حدیث کی امتناع کی تعمیل جس طرح خلفا نے کی، جلیل القدر صحابہ نے بھی بالعموم
کی۔ پھر اون کی روایتین اور زبانی تذکرے جو ڈیڑھ دو صدیون کی بعد قلم بند ہوے، اور بعد میں موضوعی
حدیثون کی اشاعت پذیر ہونے کے جن مین اختلافات بھی پائے جاتے ہین، وہ کس طرح مستلزم الیقین
ہین کہ در صحیح ہین۔ ممکن ہے کہ موضوعی حدیثون کی طرح صحابہ کیطرف نسبت بھی موضوعی ہو۔ ان اشتباہ کے
ساتھ قرآن مجید کو حدیث سے منسوخ کرو تو کرو، اور حدود اللہ کو کم و بیش کرکے توڑو تو توڑو
حدیث اپنی کوئی روایت نہین کرتا، نہ اب کوئی موضوع کرتا ہے، یہ سارے دور گذر گئے اور سن مانہ ہیچ
جو ہمارے حسابون برگزیدہ ہے۔ جب موضوعی حدیثین سکہ رائج الوقت کی طرح رائج ہو گئین تو لوگون نے
قرآن مجید کو کافی سمجھا اور حدیث سے چشم پوشی کی کہ دودھ پانی سے الگ نہین ہو سکتا۔ اور بعضون نے
صحت کے شرائط قائم کرکے یہ کہنا شروع کیا کہ دین کی بنیاد قائم کرنیکا ثواب حاصل کرین۔ اس
جوش مذہبی نے منہمک کردیا کہ بجائے بچے رہنے اور تذکرون ہی پر کفایت کرنے کے جیسا کہ حدیث مین
حکم تھا حدیث کی کتابت مین دل کھول کے لگ گئے، تو جس خطرہ سے آپنے ڈرایا تھا وہ پیش آنا ہی تھا
پیش آیا۔ رفتہ رفتہ مصنفین کتاب حدیث کے تقدس نے فتح حاصل کی۔ تصنیف کو قوم نے سر اور
آنکھون پر لیا۔ یہانتک کہ ان کتابون نے قرآن مجید پر بھی چھاپا مارا اور کامیابی حاصل کی۔ قوم قرآن
مجید سے بے نیاز ہو گئی، اور قرآن مجید کے مقابلہ مین حدیث شریف کے بھی تیس پارے قایم کرنے، اور اسکے
بھی حفاظ تیار کرنے، اور اسکا بھی ختم پڑھنے۔ اور اسکے اختلافات کو بھی ناسخ و منسوخ سے مٹانے، یا امکانی
شقوق سے اصلاح کرنے، اور اوس مین قیاسات کی سلسلہ جنبانی سے مرادات اور تاویلات کی
گھوڑ دوڑ مین لگ گئی۔ اسکا درس بھی باوضو ہونے لگا، عملیات کے لئے حصول مراد کیلئے، حدیث کا
ختم بھی پڑھا جانے لگا۔ ظاہرا بھی قرآن مجید کیطرح محشی چھاپنے، اور تحت اللفظ ترجمہ بنانے مین بھی تقابل کا
حق پورا پورا ادا کیا گیا۔ اور کیون نہوتا، قرآن مجید مجمل، قرآن ہے محتاج حدیث، اور حدیث مفصل

قرآن ہی بے نیاز قرآن سے۔ علماء کے یہان بھی بجائے قرآن کے حدیث کا دور، اور فقراء کے یہان بھی بجائے قرآن کے حدیث کا درس جاری ہوا۔ قرآن کی تعلیم، قرآن کی ہدایت، اور قرآن کی تبلیغ کا دروازہ بند کیا گیا۔ اور قرآن حوالہ کیا گیا۔ اندھون، مفلسون، محتاجون، یتیمون، بے کسون، اور گداگرون کے یاد کرنے کے، کہ وہ قرآن یاد کر کے تراویح کے صدقہ مین کماکھائین، اور قرآن مجید کا مصرف قرار پایا گداگری۔ چہارم چہلم کی ثواب رسانی۔ عملیات وظائف۔ افسون۔ جھاڑ پھونک۔ توسیع رزق حصول اولاد۔ وصال محبوبہ، اور مرگ دشمن وغیرہ وغیرہ مقدس ضروریات دین کیلئے۔ اف اللہ اللہ یہ قرآن، خدا کا کلام، اور رسول کا مایۂ رسالت، اور اسکے ساتھ مسلمانون کا یہ برتاؤ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حدیث کی نسبت ارشاد خداوندی اشارۃ النص سے اور ارشاد نبوی صریحاً کیا تھا، اور اوسکے ساتھ خلفا اور جلیل القدر صحابہ کا کیا سلوک رہا، محض اختصار اور بہت کچھ فروگذاشت کیساتھ مین نے بیان کر دیا، جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ قرآن ہی پر خوشی منانی اور قرآن ہی کو اپنے اوپر لازم کر لینا خدا و رسول کی مرضی بھی تھی، اور خدا اور رسول کا محکوم علیہ بھی تھا۔ آپکی حدیثین بشرط صحت زبانی بیان کرنی ممنوع نہ تھی مگر کتابت اور کثرت روایت ممنوع تھی، چونکہ قرآن کامل تھا، مفصل تھا، محتاج تفصیل و تفسیر نہ تھا، دین کی تکمیل ڈیڑھ دو صدیون تک ملتوی نہ رہی، اور انسانی سعی پر اوٹھا نہ رکھی گئی۔ رسالت اور تبلیغ رسالت رسول پر ختم ہوئی، نہ مصنفین صحاح پر۔

عربی زبان کا ماہر قرآن مجید کے رہتے ہوئے دین الٰہی کیلئے ساری کتابون سے بے نیاز ہوگا۔ ہان جو اوس زبان کا ماہر نہین وہ صرف و نحو، لغات، مصطلحات یعنی ادب کا ضرور محتاج ہوگا۔ پھر جن بزرگون نے اس احتیاج کو رفع کیا اون کا وہ ضرور شکر گذار ہوگا، ہمکو اون سب کا ممنون احسان ہونا چاہیے جنکی سعی کی بدولت ہم قرآن مجید سیکھنے سمجھنے کے لائق ہو سکے۔ اوسی طرح ہمکو تاریخ اسلام یا سوانح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حدیث لکھنے والون کا بھی ممنون ہونا چاہئے جنکی پاک نیتون اور پاک سعی کی بدولت ہمکو تاریخ اسلام سے آگاہی حاصل کرنیکا موقعہ ملا۔ مسلمانون کا ابتدائی تمدن اور معاشرت معلوم ہوسکی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح مقدس سے کسیقدر اطلاع حاصل ہوسکی۔ مگر ان سب باتون کے ایک حد تک نفع بخش ہونیکے باوجود بھی یہ ساری کتابین دین مین داخل نہ ہوجائنگی۔ انکو خبر و اخبار ہی کہنا اور سمجھنا صحیح ہوگا۔ ہان حصول دین کیلئے کہ مصطلحات سے اطلاع ہو سہولت کا باعث ہوسکتی ہین خصوصًا ہمارے لئے اور ہم جیسون کیلئے مگر یہ دین کی حصہ دار نہین ہوسکتین اور قرآن مجید کی جگہ نہین لے سکتین۔ یہ کبھی روا نہین رکھا جاسکتا کہ حبل اللہ یعنی خدائی نسبت توڑکر ادھر اودھر جوڑی جائے۔ یہ کبھی روا نہین رکھا جاسکتا کہ اوستاد یا ہادی یا مرشد سرتاج سہی مگر خدا کا شریک وسہیم ہو۔ گرچہ اونہین کی تعلیم وہدایت سے خدا تک رسائی بھی ہو۔

اے لوگو! اللہ اللہ ہے جل جلالہ، اوسکا کلام اوسکا کلام ہے عم نوالہ، اوسکا دین اوسکا دین ہے سبحان اللہ وبحمدہٖ، اوسکے اسماء وصفات ہین، اوسکی قدرت وافعال ہین، اوسکے احکام واقوال ہین غرض کسی بات مین کسی طرح کوئی بھی، اوسکا مشیر نہین، اوسکا شریک نہین ولا یشرک فی حکمه احدا۔

فآمنوا باللہ ورسوله والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ — والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۱۰)

حدیث کی حقیقت جیسا کہ مقدمہ مین بیان ہوئی اور جو مسلمہ علماء کرام ہے اوس روسے بھی اگر دیکھا جائے تو کس کس قسم کی حدیثین رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہی جانیکی حیثیت رکھتی ہین۔ اور کس کس قسم کی حدیثین حدیث ہی نہین ہین مگر حدیث سمجھی جاتی ہین؟

مسلمانو! دین کی بنیاد اگر قطعیات پر ہوگی تو دین مضبوط ہوگا اور مستحکم - اور اگر ظنیات اور شک و شبہ پر ہوگی تو وہ مشکوک ہوگا اور ڈھہ جانیوالا - الحمد اللہ کہ دین اسلام کی بنیاد ایسی نہین ہی جو کبھی ڈھاے ڈھہ سکے - کیونکہ اسکی بنیاد قرآن مجید پر ہی جو قطعی اور ابدی ہی - اگر اسکی بنیاد حدیث پر رکھو تو اوسکی حقیقت مفصلہ ذیل ہی -

حدیث کی حقیقت جو مسلمہ علماء کرام ہی اوسکو مین نے مقدمہ مین بیان کیا ہی - تو جس طرح پر حدیثین جانچی گئی ہین اوسکو مجھے پھر چھاپ دینا ہی -

موقوف اور موتوف کے تینون سلسلے مسند - متصل - اور منقطع جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہین، وہ کسی طرح بھی رسول کی حدیث نہین - جس کا سلسلہ بھی رسول تک نہ پہونچے اوسکو رسول کی حدیث کہنا اور اوسپر بنیاد دین قایم کرنا ظلم ہے -

مرسل - تابعی نے روایت تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کی مگر بیچ مین صحابہ کا ذکر نہ کیا تو سلسلہ روایت کیونکر درست ہوا اور کس طرح وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مسلم ہوگی اسلئے اسکو بھی معہ اسکے تینون سلسلون مسند متصل - اور منقطع کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تسلیم کرلینا صحیح نہین بلکہ حدیث ہی کے رو سے خطرناک ہی -

معلل - مین چونکہ پوشیدہ سبب طعن پاے جاتے ہین اس لئے کسی طرح قطعاً وہ انحضرت کی حدیث نہین ہوسکتی -

اسی طرح مدلس بھی سراسر مخدوش ہی -

اور - روایت تو کسی طرح بھی حدیث تسلیم نہین کی جاسکتی کیونکہ اس مین نہ تو صحت روایت ہی ہی نہ صحت راوی -

مرفوع کی قسم منقطع بھی حدیث نہین کیونکہ اسکا تو سلسلہ ہی منقطع ہے -

علمانے ایسی حدیثون کو بے خوف وخطر حدیث مین داخل کرکے قوم سے منوالیا ہی کہ یہ سب حدیثین
ہین اور حدیث کا منکر قول رسول کا منکر کافر ہے۔ اس کفر کے ڈر سے کوئی تحقیق نہین کرتا اور جو
تحقیق کرتا ہے وہ اپنی تحقیق کو ظاہر نہین کرتا۔ ایسی حدیثین خدا کر رسول کی ثابت نہین ہوتین ا
اسلئے وہ حدیث ہی نہین ہوسکتین۔ جنمین شک وشبہ کی گنجایش ہو اونکو رسول کی حدیث نکہو
بلکہ حدیث کی کتاب سے نکالدو۔

ہان مرفوع مسند متصل بس یہی ایک قسم کی حدیث رہ جاتی ہے جو قطعًا حدیث کہی
جاسکتی ہے بشرطیکہ راویون کی جانچ مین بھی صحیح اوترے یعنی وہ بھی صحیح یا حسن یا ضعیف یا غریب
ہو اور پھر یہ بھی یا متواتر یا مشہور ہو۔

یہ مانا کہ چونکہ لاکھون موضوعی حدیثین ثم الذین یلونھم مین ہی بن چکی تھین اسلئے موضوعی
اور صحیح حدیث کی تمیز کے لئے شرائط مقرر کئے گئے جو مقدمہ مین حدیث کے زیر سرخی بیان ہوئے مگر
دیکھنا یہ ہے کہ ان پر عملدرآمد کس طرح ہوا۔

صحاح مین اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری شریف ہی اسلئے صحیح بخاری کے ہی راویون
جانچنا طالب حق کے لئے کافی ہوگا۔

تعصب کی آنکھین پھوٹین۔ چونکہ حضرت امام اعظمؒ کوفی تھے اسلئے کوفہ والے جوش تعصب کے
سبب غیر معتبر نا قابل روایت حدیث سمجھے گئے۔ سنن ابی داؤد مطبوعہ مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۲۵ مین
ہے کہ کوفہ والون کی حدیث بے نور ہے۔ کوفہ عراق مین ہی اسلئے عراق والے بھی اسی مین
در آئے کہ ان کی سو حدیثون مین ۹۹ چھوڑ دو اور جو ایک لو بھی تو اوسے مشتبہ ہی سمجھو۔ تعصب کی
بنا پر انھون نے حضرت امام اعظمؒ کو (جو مسلمانون کے سرتاج تھے۔ اتباع قرآن مجید کے نمونہ
تھے۔ اور تفقہ جو مامور رہنما دین تھا اونہون نے اوسکی راہ کھولی۔ اور یہ کہکر کہ بغیر سند وتحقیق

میری باتون کو نہ مانو اپنے تفقہ کو بھی دین مین داخل نہ کیا) صرف اسوجہ سے کہ اونہون نے خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کیطرح کسی تصنیف سے نہ کوئی بدعت کھڑی کی نہ کسی تصنیف کو دین مین داخل کرکے اضافہ علی القرآن کیا، ان متعصبین نے انکو بری انکھون دیکھا کہ اونکا حافظہ ضعیف شمار ہوا۔ وہ حدیث سے جاہل گنے گئے۔ وہ مرجیہ، جہمیہ اور زندیق قرار دے گئے۔ خود حضرت امام بخاریؒ بھی حضرت امام اعظم رح پر چوٹ آئے ہین اور تہمتین دھری ہین۔ انکو ضعیف الحافظہ شمار کرکے بھی ان کے تفقہ کو ناکارہ کیا ہے۔ اور خود حضرت امام بخاریؒ کا تفقہ تھا کہ چارپایہ کے دودھ سے بھی حرمت رضاع ثابت ہوجاتی ہے۔ حضرت امام بخاری رح کی نسبت بھی دو جلیل القدر امامون یعنی امام ابو زرعہ اور امام ابوحاتم نے بسبب مسئلہ لفظ قرآن تحکم کیا ہے، یہانتک کہ اون سے روایت ترک کردی ہے جیسے شیخ الاسلام تاج سبکی نے فریاد کی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے کہ جس حدیث کو یحیی بن معین نہ جانتے ہون وہ حدیث ہی نہین۔ پھر صحیح بخاری کی کتنی حدیثین یحیی ابن معین جانتے تھے (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال مطبوعہ مصر صلالم) ایسے حال مین امام بن حنبل کے نزدیک صحیح بخاری کا کیا درجہ قرار پاتا ہے۔

امام مسلم نے اپنے صحیح کے دیباچہ مین امام بخاری کو منتحل الحدیث یعنی جھوٹ موٹ حدیث بنانیوالا لکھا ہے۔

امام ذہبی اور علامہ دمیاطی نے جواب فتوی مین امام بخاری کو امام الدنیا لکھا ہے۔ تعصب کی جنگ آزمائیان ملاحظہ کرو۔

روایت حدیث مین حافظہ کی شرط ہے اور اسکا اعتراض بلا کسی ثبوت کے حضرت امام اعظم رح پر کیا جاتا ہے اگر امام بخاریؒ کے حافظہ کو ملاحظہ کرو، کہ صحیح بخاری مین بابون کی تقسیم صحت حافظہ کو باطل کرتی ہے۔ دیکھو الجرح علی البخاری۔ اسکے سوا اُن کے اوہام بھی مشہور ہین جو بدیہی غلط ہین۔ دیکھو المتفق

والمفترق۔ من تصنیف خطیب بغدادی۔

بہرحال جن جن صاحبوں سے اماموں نے اور خود حضرت امام بخاری نے روایت کرنی ناجائز قرار دیا ہی، اور از روئے روایت اونکو مردود کیا ہی، اون سب سے بخاری مین روایتین موجود ہین، جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہی، اور جس پر ایمان وعمل کا دار ومدار ہی، اور جو عملاً ناسخ قرآن بھی تسلیم کیا گیا ہی

مثلاً

ملے۔ امام بخاری اور امام مسلم کے صدہا راوی عراق کے رہنے والے ہین۔ بہت سے راوی ایسے ہین جن کا ضعیف ہونا خود حضرت امام بخاری رحنے تسلیم کیا ہی۔ پھر بھی اون سے اپنی صحیح مین روایت کی ہی مثلاً چند نام سن لو۔

ابراھیم بن اسمعیل بن مجمع۔ اسمعیل بن ابان ابو اسحٰق۔ ایوب بن عائذ الطائی۔ حارث بن شبل۔ زھیر بن محمد التیمی العنبری۔ سعید بن ابو عروبہ۔ عبد اللہ بن ابی ولید عبد الملک بن اعین۔ عبد الوارث بن سعید۔ عطاء بن السائب بن زید۔ عطاء بن ابی میمونۃ البصری۔ عکرمہ بن خالد المخزومی۔ کھمس بن منھال۔ ان ضعفا مین سے اسمعیل بن ابان کو متروک الحدیث، اور عکرمہ بن خالد کو منکر الحدیث خود امام بخاری نے لکھا ہی، اور اون سے روایت بھی کی ہی (علامہ ذہبی۔ میزان الاعتدال۔ مجلد اول صـ ۔ اور طبقات الشافعیۃ الکبری جزو ثالث صـ ۱۲ اور تدریب الراوی مطبوعہ مصر صـ ۱۲۷) باوجودیکہ خود فرماتے ہین کہ جس راوی کی نسبت مین منکر الحدیث کہدون اوس سے روایت جائز نہین۔ نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ۔

ملے۔ مرجیہ کی نسبت حدیث بیان کیجاتی ہی۔ صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام

نصیب - احدهما مرجي والاخر قدري - كما رواه الترمذي - یعنی میری امت مین مرجیہ وقدریہ مسلمان نہین - اوران سے روایت کرنی ناجائز قرار دیا گیا ہے - اسپر بھی امام بخاریؒ کے مرجی راوی بھرے ہوے ہین -

امام بخاریؒ نے مرجیون سے روایت کی ہے - ان کی اس روش پر علامہ ذہبی نے بھی تعجب ظاہر کیا ہے (دیکھو میزان الاعتدال مجلد اول - صفحہ ۱۳۱) امام بخاریؒ نے کہا کہ ایوب مرجیہ مین سے تھا - اور ارجاء کے سبب اوسکو ضعفا مین داخل کیا ہے - تعجب ہے کہ ایوب پر طعن بھی کرتے ہین - اور اوس سے روایت واحتجاج بھی کرتے ہین -

اسی طرح امام ذہبی نے مقسم کی نسبت لکھا ہے کہ انسے امام بخاریؒ نے روایت بھی کی ہے اور ان کو ضعفا مین بھی شمار کیا ہے - (میزان الاعتدال - مجلد ثالث - صفحہ ۱۹۵)

امام بخاریؒ نے کہا کہ امام ابویوسف ضعیف ہین - اور ابوداود - اور نسائی نے لکھا کہ امام محمد ضعیف ہین - علامہ ذہبی نے صحیح بخاری کے ایک راوی محارب بن دثار کی نسبت لکھا ہے - وقال ابن سعد لا یحتجون به انه كان ممن یرجی علیا وعثمان ولا یشهد علیهما بایمان ولا بالكفر (میزان الاعتدال مجلد ثالث صفحہ ۹) یعنی ابن سعد نے کہا کہ لوگ محارب بن دثار کے ساتھ احتجاج نہین کرتے جو منجملہ اون کے تھا جو حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو مرجیہ کہتے تھے - اور نہ اون کے ایمان وکفر کی شہادت دیتے تھے - ایسون سے روایت لی گئی اوس کتاب مین جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے تو ایسی حدیثون کو قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھو تو سمجھو اور داخل فی الدین کرو تو کرو -

مزید تفصیل سے بیان کرنا غیرضروری ہے - مختصرا یہ کہ تذہیب تهذیب الکمال اور کتاب الجمع بین رجال الصحیحین لابن القیرانی الشیبانی ملاحظہ کرو -

ابراهیم تیمی - عمرو بن مرہ - ذر ہمدانی - ابو معاویہ ضریر - یحیی بن زکریا بن زائدہ
مسعر بن کدام - طلق بن حبیب - عبد العزیز بن ابی داؤد - عبد المجید بن عبد العزیز بن
ابی داؤد - خارجہ بن مصعب - محمد بن السائب - ابراہیم بن طہمان یہ سارے مرجیہ ہیں
اور تمام صحاح ستہ میں ان سے روایتیں بکثرت موجود ہیں - ایوب بن عائذ الطائی کو کتاب الضعفاء
الصغیر للبخاری ص۳ میں خود امام صاحب مرجی بھی فرماتے ہیں اور صدوق بھی - شبابہ بن
سوار الفزاری - عبد الحمید بن عبد الرحمن الحمانی یہ سب داعیان مرجیہ تھے، اور ان سارے مرجیوں سے
صحیح بخاری میں روایتیں موجود ہیں -

صحیح بخاری کے راوی جو نصب کے قائل ہیں (نصبی وہ فرقہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے بغض رکھتا ہے اور اون پر غیر کو ترجیح دیتا ہے) اسحق بن سوید العدوی ان پر ثقہ کا اطلاق
ہوا ہے - حریز بن عثمان - حصین بن نمیر الواسطی - قیس بن ابی حازم - یہ سب نصبی راویان
حدیث ہیں (دیکھو تہذیب التہذیب جزء اول - ص۱۳۶ و ص۲۳۹ و ص۲۹۷ -)

صحیح بخاری کے شیعہ راوی - اسمعیل بن ابان - جریر بن عبد الحمید - سعید بن
فیروز - سعید بن عمرو بن اشوع - خالد بن مخلد القطوانی - عباد بن العوام - عباد بن یعقوب
عبد اللہ بن عیسی بن عبد الرحمن بن ابی لیلی - یہ سارے شیعی راویان احادیث ہیں - (دیکھو
تہذیب التہذیب جزء اول - ص۸ و جزء ثانی ص۷ و جزء رابع ص۳۲ و ص۶۷ و جزء ثالث ص۱۱۱
و جزء خامس ص۹۹ و ص۹۰ و ص۲۸۵) امام بخاری کے شیعہ اور رافضی سب و شتم کرنے والے بہتیرے
راوی ثقہ ہیں -

صحیح بخاری کے قدریہ راوی - ثور بن یزید الحمصی - حسان بن عطیۃ المحاربی
حسن بن ذکوان (دیکھو تہذیب التہذیب جزء ثانی ص۳۵ و ص۲۵۱ و ص۲۷۷)

صیح بخاری کے خوارج راوی عکرمہ مولی ابن عباس - ولید بن کثیر - عمران بن خطان

(دیکھو تہذیب التہذیب جزء سابع ص۲۶۱ و جزء حادی عشر ص۱۴۸ و جزء ثامن ص۱۲۵)

صیح بخاری کے جہمی راوی - علی بن ہاشم (تہذیب التہذیب جزء سابع ص۳۹۲)

مثالاً مختصر سے نام دے گئے، فہرست کہاں تک دیجائے۔

صیح بخاری کے راویوں میں سے ایک جماعت ضعیف اور مجہول راویوں کی بھی ہے (دیکھو میزان الاعتدال مجلد ثالث ص۳) جسے تفصیل دیکھنی ہو وہ الجرح علی البخاری کا مطالعہ کرے جس نے عقیدت کا چشمہ اوتار کر حقانیت کھولدی ہے۔

اسقدر بیان سے اتنا تو ضرور واضح ہوتا ہے کہ انسانی تصنیف کتاب اللہ کی جگہ نہیں لے سکتی اور نہ کتاب اللہ کے مقابلہ میں اساس دین ہو سکتی ہے۔

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

احقاق حق

لوگ میری اس کتاب کے جستہ جستہ مقامات سے بالخصوص ان آخر کے دو نمبروں سے بدگمانی اور اعتراض کو اوٹھ کھڑے ہوں گے کہ قرآن مجید کو لغو، بیکار، مجمل، اور نامکمل سمجھتے ہیں اگر کوئی سمجھے تو مضایقہ نہیں، مگر حدیث کا معترض تو منکر حدیث ہوا اس طرح وہ کافر اور خلود فی النار کا مستوجب نہ ہوگا۔ مگر اونکو معلوم رہے کہ کسی کے کافر کہدینے سے کوئی کافر نہیں ہوتا، اور جنت وجہنم کے اختیارات کوئی خدا سے چھین سکتا ہے۔ میرا مقصد احقاق حق ہے۔ میں صیح حدیثوں کا منکر نہیں، اور نہ اوسکے منکر کو مستوجب سزا سمجھتا ہوں لیکن موضوعی اور غلط حدیثوں کا میں حامی

بھی نہین اور اسکے حامی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام رکھنے والا سمجھتا ہون -

اگلے بزرگون نے جائز یا ناجائز حدیث کے متعلق جو کوششین کین اون کا مطلب کیا تھا صحیح حدیثون کو غلط حدیثون سے چھنٹنا اسی غرض سے اونہون نے شرائط مقرر کئے ہین اون بزرگون کی عظمت کرتا ہون لیکن اون کو رسول مورد وحی نہین مانتا - نہ اون کے شرائط کو ما یوحی اور ما انزل اللہ مانتا ہون اسلئے حقیقت ہین میرا اختلاف اون شرائط سے ہے جن شرائط پر حدیثین پرکھی گئی ہین جسکو مین بیان کرونگا - کیونکہ اون شرائط مین کوئی قطعیت نہین -

اگر حدیثین اوس طرح پر جانچی جائین جس طرح پر وہ جانچی گئی ہین تو مینے ابھی اوپر کے نمبر مین دکھایا ہے کہ صرف ایک ہی قسم کی حدیث یعنی مرفوع مسند متصل جو راویون کے جانچ پر بھی صحیح اوترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہی جاسکتی ہے - اگر اس مین بھی تواتر کی قید لگاؤ تو سوائے قرآن مجید کے اور کیا رہیگا یا چار پانچ حدیثین - کیونکہ متواتر حدیثین یا تو ہین نہین یا تین اور پانچ سے متجاوز نہین - تو رہگی مشہور کی قید - اس طرح پر تو حدیث کا ذخیرہ ہی غائب ہو جاتا ہے - اسپر بھی یہ حدیثین افادہ ظن ہی کرتی ہین اور ظنیات سے نہین نکلتین - اور خدا نے فرمایا - ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ظن و گمان حق سے کچھ بھی بے نیاز نہین کرتا - (یونس ۳۶) اس لئے حدیثون کو اس طرح جانچو جس مین قطعیت پیدا ہو -

مین نے مقدمہ مین فیصلہ کی زیر سرخی قرآن مجید کی آیتون سے دکھایا ہے کہ قرآن مجید حق و باطل کی ترازو ہے اور خدائی ترازو - تو حدیثون کو قرآن مجید پر ہی کیون نہ تولو - جو حدیث قرآن مجید کے مخالف ہو تو وہ رسول کی حدیث ہو نہین سکتی - جو حدیث اضافہ علی القرآن اور قرآن مجید کی محدود کرنیوالی کم و بیش کرنے والی، اور اس طرح حدود اللہ کی توڑنے والی ہو، وہ بھی حکم خداوندی لا تعتدوا کے اصول پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہو نہین سکتی - تو ایسی حدیثین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ہو نہیں سکتیں اونکو حدیث کی کتابون سے نکالدو اور اونکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
منسوب بھی نکرو، اور قرآن مجید کے بالکل ہی مطابق ہونیکی صورت مین چاہے وہ موجودہ شرایط کے
روسے روایت اور راوی کے سلسلہ پر صحیح نبھی اوترین، لیکن وہ بعبارت دیگر قرآن ہین - قرآن
قول رسول ہی مگر منزل، اور حدیث قول رسول ہی مگر غیر منزل - دونون اقوال مین اتفاق تام کے سوا اور
کوئی صورت نہیں -

خلاف عقل حدیثین تو قرآن مجید کی مطابقت مین اوترینگی نہیں اون کو بھی حدیث سے اور
قول رسول سے خارج کردو -

انذار کی نسبت بھی حکم تھا وانذر بہ الذین الخ قرآن مجید سے انذار کرنیکا - اسلئے اس سے فاضل
جو انذار کی حدیث پائی جائے وہ بھی رسول کی حدیث نہیں -

اسی طرح ترغیب، ترہیب - فضائل - ازدیاد علی الدین - ازدیاد حلال و حرام - رسومات ملکی
انتظام شاہی وغیرہ وغیرہ جو قرآن مجید سے فاضل ہین، وہ رسول کی حدیث نہیں، خدا نے
فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم - دین کامل ہوچکا، نعمت قرآن مجید دیکر خدا نے تمام کردی
افسوس کہ قوم نے ادھر توجہ نہ کی، اور حدیث کو قرآن مجید یعنی خدا کی دی ہوئی ترازو پر نہ تولا -
اگر ادھر توجہ کرتی تو بہتیری حدیثین قرآن مجید کے احاطہ مین ملتین - اور وہ علاوہ اس کے کہ
متواتر کے درجہ سے کم نہ ہوتین، روایت اور راوی کے جانچ سے بھی بے نیاز کر دیتین مثلاً
کسقدر اصولی حدیث ہی - انما الاعمال بالنیات وانما لامرءٍ مانوی الخ اسکے اسماء رجال کو
کیون دیکھو راویون کے ادھیڑ پن مین کیون پڑو، اسکو قرآن مجید مین کیون نہ دیکھو - خدا فرماتا ہی
من یرد ثواب الدنیا نوتہ منہا ومن یرد ثواب الاخرۃ نوتہ منہا - جو ارادہ یا نیت کرتا
ہے ثواب دنیا کا اوسے وہ ملتا ہی - اور جو ارادہ یا نیت کرتا ہی ثواب اخروی کا اوسے وہ ملتا ہی

(آل عمران ۱۵۲) یعنی جیسی نیت ویسا پھل۔ قرآن و حدیث دونون کا ایک ہی مطلب ہے
اسی کو خدا نے سورہ بقر مین یہ ارشاد فرمایا ہے ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔ اعمال کا مواخذہ
خدا تمھاری نیت کے مطابق کریگا۔ جیسی نیت ویسا نتیجہ۔
اعمال کی ایک صورت اور بھی ہے۔ اعمال جاریہ۔ جیسے کھیتی کہ بوؤ ایک اور حاصل کرو سو۔
یعنی خیر جاریہ اور شر جاریہ۔ تو اسکے نسبت خدا فرماتا ہے۔ من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ
فی حرثہ ۵ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب ۵۔ جسکی نیت
آخرت کی کھیتی کی ہوگی تو ہم اوسکی کھیتی مین بڑھتی دینگے یعنی دین کیساتھ دنیا بھی۔ اور جس کی
نیت دنیا کی کھیتی کی ہوگی تو ہم اوسے دنیا تو دینگے مگر آخرت مین اوسکا کوئی حصہ نہ ہوگا (شوریٰ ۲۰)
خیر جاریہ ہی کو لوگون نے بدعت حسنہ بھی کہا ہے۔ جیسے قرآن چھاپنا۔ مختلف زبانون مین شایع کرنا۔ قرآن
سمجھنے کے ذرایع سہل کرنا۔ تبلیغ دین بکتابت کرنی۔ مدرسہ قایم کرنا۔ یتیم خانہ کھولنا۔ تراویح جاری کرنی
پاس انفاس اور پاس حواس کے طریقے نکالنا۔ اور کل وہ کام جو مسلمانون کی راحت رسانی، اونکی
ظاہری اور باطنی فلاح وبہبود کیلئے بہ نیت رضاے مولیٰ کئے جائین، اور اوس مین قیام ہو، اوسکے
فوائد متعدیہ جاریہ ہون، وہ خیر جاریہ اور حرث الآخرۃ مین داخل ہین، انکے ساتھ بدعت کا لفظ
استعمال کرنا صحیح نہین ہے۔ اسی طرح تعزیہ بنانا، علم و تابوت نکالنا، مرثیہ خوانی کی شاعرانہ غلط روایتی
مجلسین قایم کرنی جسمین اہل بیت کی تضحیک ہو، یا رسومات پیر پرستی، مزار پرستی، یا خدا طلبی ہی کے لئے
سہی ماسوا پرستی، یا ایسے کل وہ کام جو خدا کے ساتھ کی نسبت توڑ کر ماسوا کی نسبت کے ساتھ قایم ہو کر
داخل فی الدین ہون، وہ شر جاریہ یا حرث الدنیا مین داخل ہین۔ ماذبح لغیر اللہ کی طرح حرام
قرآن مجید کی مطابقت کی حدیثین اس کتاب مین بھی کہین کہین دی گئی ہین، اور بہتیری دی
جاسکتی ہین، مگر اسپر تو ضرورت ہے اک الگ کتاب لکھنے کی اک قرآن مجید کے مطابق حدیثین

الگ کردی جائیں تاکہ اون میں قطعیت پیدا ہو، اور راون حدیثوں میں راوی یا روایت کی جانچ کی ضرورت نہ رہے۔

اے لوگو! امتداد زمانہ کی یہ تاثیر دیکھکر کہ مسلمان برے حال کو پہونچ گئے ہیں، کیونکہ انکی نسبت خدا سے ٹوٹ گئی ہے، اور اسلئے اسلام کی ودیعتیں ان سے چھن گئی ہیں۔ ان میں ایک جماعت جو اپنے کو پابند شریعت کہتی ہے اوس نے قرآن کو پیٹھ پیچھے پھینکا ہے، اور احبار پرست ہو گئی ہے۔ اور دوسری جماعت جو اپنے کو بزمانہ صوفی کا لقب دئے ہوئے ہے، اوس نے بھی قرآن کو پیٹھ پیچھے پھینکا ہے، اور رہبان پرست ہو گئی ہے۔ خدا سے سب کی نسبت ٹوٹ گئی ہے۔ دل بیچین ہو گیا او یہ بیچین ہے۔ قرآن مجید ہرگز اوس سلوک کا مستحق نہیں جو اوسکے ساتھ مسلمان کر رہے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن ہی کی تعمیل خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔ جب قرآن کی اطاعت نہیں تو خدا و رسول کی اطاعت نہیں۔ اسی دکھ نے مجبور کیا کہ میں خدا اور رسول کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو پھر سے جوڑوں۔ اور خدا کی رضا اور اوسکے حکم و اشارہ کی تعمیل کروں۔ ایک دن یہ ہونا ہے اور ہو کر رہیگا۔ ایکدن قوم میری باتوں کو حق سمجھ کر گردن جھکائیگی مگر میرے بعد کیونکہ یہی خدا کا باندھا ہوا قانون فطرت ہے۔

مجھے کسی کے برا بھلا کہنے کی پرواہ نہیں کیونکہ میں خدا کے حضور میں خدا کی ہدایت سے اپنے رسول اپنے مولیٰ رسول اپنے مرشد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے مطابق اور رضا پاکر لکھ رہا ہوں اسلئے مجھے کسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ میرا نصب العین خدا کے سوا کوئی بھی نہیں۔ میرا لکھنا اوس کی رضا کی تعمیل ہے اور کوئی مقصد نہیں۔ مانو نہ مانو۔ حق کہو نا حق کہو۔ انتم بریئون مما اعمل و انا بری مما تعملون ۵

فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۱۱)

جو اقوال و افعال حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہوجائیں وہ حدیث ہیں۔ یا جو مشتبہ رہیں وہ بھی۔ یا جو صحابہ تک سلسلہ نسبت رکھتے ہوں وہ بھی۔ جو تابعین تک سلسلہ نسبت رکھتے ہوں وہ بھی۔ جو تبع تابعین تک سلسلہ نسبت رکھتے ہوں وہ بھی۔ یا جنکو علما نے حدیث تسلیم کرلیا ہو وہ بھی یا حدیث کے معنی کتاب حدیث کے ہیں؟

حدیث کا لکھنا اور بکتابت جمع کرنا تو ممنوع ہوا تھا۔ خدا اور رسول دونوں نے منع کیا تھا۔ قرآن میں بھی حدیث میں بھی۔ میں نے اوپر قرآن کی آیت بھی دیدی ہے اور حدیث بھی۔ قوم نے خلاف کیا تو اسپر قانع نہ ہوئی کہ جو اقوال و افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعاً اپنے مفروضہ شرایط ہی کے ساتھ ثابت ہوجائیں انہیں حدیث تسلیم کرے، بلکہ اندھیر یہ ہے کہ جو مشتبہ رہے وہ بھی حدیث ہے۔ جسکا سلسلہ خود نبی تک نہ بھی پہونچتا ہو وہ بھی حدیث ہے جسکا سلسلہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین تک ہی پہونچتا ہو وہ بھی حدیث ہے۔ یا جسکو علما نے حدیث تسلیم کرلیا ہو وہ بھی حدیث ہے۔ یا جسکے راوی بھی مجہول ہوں وہ بھی حدیث ہے یعنی اب تو حدیث کے معنی کتاب حدیث کے ہیں۔ افسوس ماقدروا الرسول حق قدرہ۔ رسول کی جو قدر کرنی چاہئے تھی وہ قوم نے نہ کی۔ اوپر عقیدت نے اوسے اور چمکایا تو بلا بینہ رب یہ تسلیم کرلیا گیا کہ حدیث مفسر قرآن بھی ہے بلکہ ناسخ قرآن بھی۔ افسوس ماقدروا اللہ حق قدرہ۔ خدا کی جو قدر کرنی چاہیے تھی وہ لوگوں نے نہ کی۔ (انعام ۱۱۲)۔

ایسی حدیث کی کتابیں کتاب اللہ کی شریک سہیم ہی ہوکر نہ رہیں بلکہ اب تو دین کا مدار ہی حدیث کی کتابوں پر ہوگیا ہے۔ اگر خدا قرآن مجید کو اوٹھالے، جیسے اُسنے توریت و انجیل کو اوٹھالیا، تو قوم کچھ فریادی نہ ہوگی کیونکہ جس طرح متی و یوحنا کی انجیل موجود ہیں ہمارے پاس بھی حدیث کے تیسوں پارے موجود ہیں بلکہ قرآن کا نعم البدل، کہ یہ مجمل ہے اور وہ مفصل۔ یہ بیکار ہے اور وہ کام کے

اور اگر خدا حدیث کو اوٹھالے تو بڑی مشکل آپڑے کہ فرقون کا اختلاف اسی پر - عالمون کی ڈھال تلوار یہی - صوفیون کی تلاوت اور درس کی پونجی یہی - وہ بھی اون کی جو تشرع ہون - اور کفر کے قتوونکا آلہ یہی مسلمانون کا میدان رزمگاہ یہی - اور حافظان قرآن حاملان وحی سہی ، محافظان کتاب الہی سہی ، مگر یہ رگڑے جھگڑے کے کام کے نہین تو ہین کس گنتی مین کس عظمت کے مستحق - افسوس خدا کے کلام کی حمایت کرنیوالا خدائے حلیم ورحیم کے سوا کوئی نہ رہا - اسی لئے دین و ایمان جاتا رہا - اور مسلمان نام کے مسلمان رہگئے - اگر دین حنیف کی پیرو جماعت ہوتی تو وان جندنا لهم الغلبون ہ بیشک ہمارا ہی گروہ غالب ہو (الصفٰت ۱۷۳) وہی غالب ہوتے ، کیونکہ خدا جھوٹا نہین - اگر مسلمانون مین ایمان ہوتا تو وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ہ تم ہی غالب ہوگے اگر تم مومن ہو - (ال عمران ۱۳۹) تم ہی غالب ہوتے کیونکہ خدا جھوٹا نہین - خدا کا تو یہ وعدہ تھا - لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا ہ خدا کافرون کو مومنین پر غلبہ نہ دیگا (النساء ۱۴۱) مسلمان مغلوب نہ ہوتے - مگر یہ بدیہیات مین داخل ہو کہ تمام دنیا کے مسلمان افسوسناک حالت کے ساتھ مغلوب ہین - مسلمانون کی تباہی کا راز اصل مین یہ ہو کہ خدا کو بھول بیٹھے - قرآن کو چھوڑ بیٹھے نسوا اللہ فانسیٰھم انفسھم خدا کو کیا بھولے کہ خدا نے خود اونہین کو اون سے بھلا دیا (حشر ۱۹) وہ اپنے سے ایسے بےخبر ہوئے کہ کتنے ہوش دلانیوالے مرگئے مگر انکو ہوش نہ آنا تھا نہ آیا جب خدا سے نسبت ٹوٹ گئی تو وہ عبادات مین ، معاملات مین ، اخلاق مین ، ادائے حقوق مین کیونکر صحیح اوترین - نہ انکا ایاک نعبد صحیح نہ ایاک نستعین ٹھیک - نہ یہ لا الہ الا اللہ سمجھتے نہ محمد رسول اللہ پر دھیان دیتے - جب کلمہ ایمان زبانی جمع خرچ ہوگیا جس سے دھیان بےحس ، اور دل بےخبر ، کہ یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم وہ منہ سے کہتے ہین جو اونکے دلون مین نہین (ال عمران ۱۶۷) تو ایسے حال مین ان کے اعمال کا کیا پوچھنا - چونکہ نیوالے واعظین وراثت انبیا کے تخت نشین لم تقولون ما لا تفعلون ہ کیون وہ کہو جو خود نکرو (صف ۲) کے مصداق ہین - غرض سارے کے سارے خدا کو چھوڑ بیٹھے - اور اس کے کلام سے منہ موڑ بیٹھے

فاین تذھبون تو اے لوگو! کہان جارہے ہو سنو سنو! الیس اللہ بکاف عبدہ کیا خدا اوسکے بندے کو کافی نہین۔

طاعت ما نیست غیر از وزرش پندار ما ✤ ہست استغفار ما محتاج استغفار ما

ہان تو میری غرض یہ ہو کہ حدیث کی کتاب تو حدیث نہین ہوسکتی۔ حدیث تو اقوال و افعال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہین جو بلا شائبہ شک و شبہ ہم تک پہونچین، اور ہم جانچ بھی لین کہ آپکے قول منزل اور قول غیر منزل مین اختلاف تو نہین، یا حدود اللہ تو نہین ٹوٹتے۔ بس یہ حدیث ہین۔ اور وہ کیسے اقوال و افعال حدیث نہین سمجھے جاسکتے تاکہ یہ شرک فی النبوت ہوگا۔ کیونکہ نہ تو صحابہ ایمان مین داخل اور نہ سب صحابہ ایک درجہ کے تھے۔ صحابہ مین مومنین بھی تھے، منافقین بھی تھے، برگزیدہ بھی تھے، خطاکار بھی تھے۔ ایسے بھی تھے جنکی اقتدا کی گئی، ایسے بھی تھے جنہون نے خلفا و صحابہ کو شہید کیا۔ ایسے بھی تھے جو ناصح مستحق تھے، ایسے بھی تھے جن پر حدود اللہ جاری ہوئے۔ ایسے بھی تھے جنہون نے حفظ کرکے قرآن مجید کی حفاظت کی، اور ایسے بھی تھے جو موضوعی حدیثون کی ایجاد سے دین مین وہ رخنہ ڈالا جو آجتک نہ بند ہوسکا۔ طالب دین بھی تھے طالب دنیا بھی۔ پھر صحابہ کی معصومیت، راویان احادیث کی معصومیت، قرآن سے ثابت نہین، داخل دین نہین، داخل ایمان نہین۔ معصوم رسول اللہ کے سوا کوئی نہین، پھر صحابہ پر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر نہین۔ ایسے حال مین اقوال و افعال صحابہ، تابعین، تبع تابعین کس اصول سے حدیث کہے جانیکا استحقاق رکھتے ہین۔ اور اسمار رجال کی کتابین کچھ وحی کی کتاب نہین، منزل من اللہ نہین، وہ کس اصول سے دین مین جگہ پانیکا استحقاق رکھتی ہین۔ یون بلا دلیل محض عقیدت کی بنا پر اتنا کچھ مانتے ہو تو تثلیث ماننے والے عیسائیون سے کیون جھگڑتے ہو۔ اور غلام امام شہید کی میلاد پر کیون منہ آتے ہو۔ عقیدت کے آگے تو نہ ثبوت کی ضرورت، نہ دلیل کی حاجت۔ آخر مجنون تو خلافت کا مستحق لیلا ہی کو سمجھے ہوئے تھا۔

اگر عقیدت نہین اور تحقیق کی آنکھون دیکھو تو کنزالوصول فی معرفۃ حدیث الرسول ملاحظہ کرو یہ کتاب قلمی بانکی پور لائبریری مین موجود ہے۔ لائبریری کا نمبر ۲۲ ہے۔ اوس کے صفحہ ۶۵ مین لکھا ہی کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ نے ایک کتاب تاریخ کی لکھی ہی جس مین اونھون نے ۲۵۶ھ تک کے اون راویون کے نام لکھے ہین جن سے روایت کی گئی ہی۔ اون راویون کی تعداد معہ عورت و مرد چالیس ہزار ہی۔ کیا اسمار رجال کی کتابین اتنے راویون کے حالات کے چھان بنان کی ذمہ دار ہوسکتی ہین، خصوصًا عورتون کے حالات کی۔ اسماء رجال نے خود حدیث کی حیثیت اخبار و تاریخ سے بیش نہین دی ہی۔

کیا دین اسلام کی بنیاد ایسی ہی روایتون پر ہی اگر قرآن مجید ہی دین اسلام کی بنیاد تسلیم نہو تو دین کی بنیاد ہی ہل جاتی ہی۔ اور ایک خطرناک دلدل پر قایم ہوتی ہی۔ لوگون نے ایسا ہی کیا، تو عمارت کمزور پڑ گئی۔ بہتیرے کنگرے گر بھی پڑے، اور بہتیری جگہ دیوارین شق بھی ہو گئین، جن سے غنیم کو راہ مل گئی اور کسوقت جبکہ عمارت والے آرام مین پڑے سوتے تھے۔ اللہ اللہ کل یوم ھو فی شان

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۱۲)

قرآن مجید مجمل ہے یا مفصل۔ کامل ہی یا ناقص۔ محتاج تفسیر ہی یا نہین۔ اگر محتاج تفسیر ہے تو رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے، یا خلفا نے، یا صحابہ نے کوئی تفسیر لکھی، یا لکھوائی، یا نہین۔ نہین لکھی تو قرآن مجید کو مجمل ناقابل عملدرآمد کیون چھوڑا۔ یہ تبلیغ دین کی تکمیل کی خدمت جو سب کامون سے، خلافت کے جھگڑون، اور فتح شام و مصر سے بھی مقدم تھی ترک کیون کی گئی۔ دراں حالیکہ ختم رسالت کے بعد کوئی نبی آنیوالا ہی نہین جو قرآن مجید کے اجمال کو کھولے۔ اور

اگر قرآن مجید مجمل اور محتاج تفسیر نہین ہو تو مجمل اور محتاج تفسیر بالاتفاق کیون تسلیم کیا جاتا ہے؟ آیا کسی آیت کے روسے، یا کسی حدیث مرفوع متصل کے روسے، یا کسی عالم کے کہدینے سے؟

یہ سوال علما کے شاخسانون سے پیدا ہوا ہے جو قرآن مجید کو مجمل کہدینے مین بے باک ہین حقیقت مین وہ مفصل ہو اور کامل ہو - نہ مجمل ہو نہ ناقص ہو - نہ معمہ اور چیستان ہو کہ محتاج تشریح و تفسیر ہو - ایسا ہوتا تو خدام اسلام جنہون نے اپنے آبائی ایمان اور اپنی عزیز جان تک اسلام پر نثار کیا وہ نبی کی حضوری مین اس خدمت سے چشم پوشی نہ کرتے، اور تفسیر لکھنے کی کوئی کوشش اوٹھا نہ رکھتے، جسپر آپکی مہر بھی ہو جاتی - بلکہ وہ بے تفسیر کے قرآن کو سمجھتے تھے اور اوسپر معمل رہے -

قرآن مجید مجمل کیون ہونے لگا جب خود خدا کا دعوی ہو کہ ہمنے مفصل کتاب اوتاری ہے وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا - وہ خدا ہی ہو جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اوتاری (انعام ۱۴۱) لفظ مفصل کی تاویل کرتے رہو، اور اس تاویل سے جھگڑون کی بنیاد قایم کرتے رہو، مگر اس صریح آیت کے بعد قرآن کو مجمل کہنے کا کسی کو حق نہین ہے - اگر تمکو قرآن مفصل معلوم نہ ہوا تو یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہو، سمجھ کی صحت کے درپے رہو جبتک سمجھ مین آلے - غرض قرآن مجید کو یا تو اوس طرح مفصل مانو جس طرح مین نے مفصل دکھایا ہو یا جس طرح تمہاری تشفی ہوسکے اگر مفصل ہی مانو، ورنہ قرآن مجید کا انکار ہوگا -

قرآن مجید اس دعوی کی تکرار پر تکرار سے بھرا ہوا ہو - خدا نے کئی جگہ خدا نے فرمایا ہو نفصل الآیٰت اور قد فصلنا الآیٰت اور کل شیئ فصلنٰہ تفصیلا - ہم آیتون کو مفصل بیان کرتے ہین * اور بیشک آیتون کو ہمنے مفصل بیان کیا ہو + اور ہمنے ہر چیز کو تفصیل کیساتھ بیان کیا ہو جو تفصیل کا حق ہو (توبہ ۱۲ + انعام ۱۵۱ + بنی اسرائیل ۱۳) ایسی آیتون سے قرآن مجید بھرا ہوا ہو، مگر قوم کو صریح آیتین پاکر بھی اپنی ذہانت نما تاویل مین ذری جھجھک پیدا نہین

ہوتی، اور قرآن مجید کو مجمل کہنے مین لکنت بھی نہین آتی۔ سنو سنو قرآن مجید کو یا اوس کے کسی حکم وہدایت کو مجمل کہنے سے تفصیل کی ساری آیتون کا انکار ہوتا ہے تو اس سے بچو اور خدا سے ڈرو۔ واللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین ٥

خدا نے فرمایا ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین ٥ اے رسول! ہمنے تم پر ایسی کتاب اوتاری ہے جس مین ہر چیز کا بیان ہے، اور وہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانون کے لئے (نحل ۱۲) ہر چیز کا ایسا بیان جو پردہ خفا مین ہو، یا مجمل ہو، یا ناکامل ہو، جسپر بغیر انسانی رائے کی تفسیر اور اضافہ کے عملدرآمد نہ ہوسکے، وہ ہدایت اور رحمت کیونکر ہے۔ مثلاً صلوٰۃ وزکوٰۃ کا امر اور سود کی نہی ہے موجود مگر صرف لفظی احکام تو ہین، اور کس طرح یہ تعمیل کئے جائین مجمل قرآن مین موجود نہین، اور ان کے نافرمانون کیلئے جہنم تیار ہے کیا عدل خداوندی اس کا مقتضی ہے۔ کیا یہ مقتضائے انصاف ہوگا کہ حکم تو ایسا مجمل دے کہ تعمیل نہ ہوسکے، اور اون کی تعمیل کیلئے انسان مرکب خطاونسیان کی تصنیفون اور طبع آزمایون کی طرف رجوع کرنا پڑے، تو ایسا حکم رحمت ہے یا زحمت۔ قرآن کا مجمل دکھائی دینا قدم کے آبائی عقیدون اور علمار متقدمین کی سطوت سے پیدا ہوا ہے، ورنہ میرے نزدیک تو بلاشبہ جیسا خدا نے فرمایا ہے قرآن مجید مین ہر دینی باتون کی چھوٹی ہون یا بڑی مفصل ہدایت موجود ہے، اور بلاشبہ قرآن مجید عین ہدایت ورحمت ہے۔ اوسکے معمل کو خدا کی بشارتین پہونچین۔

ولقد جئنٰھم بکتاب فصلنٰہ علی علم ھدی ورحمۃ لقوم یومنون ٥ ہمنے اونکو کتاب پہونچادی جسکو ہمنے بربنائے علم نہایت مفصل بیان کیا ہے اور یہ مومنون کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ (اعراف ۱۱) امنا وصدقنا۔ حیرت در حیرت کہ خدا مفصل کہے تو وہ غلط، اور علما مجمل کہدین تو وہ صحیح۔

خدانے فرمایا کتٰب فصلت ایٰتہ قرانًا عربیا لقوم یعلمون بشیرًا ونذیرا فاعرض اکثرھم فھم لایسمعون ٥ یہ اک کتاب ہی یعنی قرآن عربی زبان کا کہ اوسکی آیتین مفصل بیان کی گئی ہین۔ یہ سمجھ والون کیلیے بشیر و نذیر ہی تو ان مین سے بہتیرون نے اعراض کیا اور وہ سنتے ہی نہین (حم سجدہ) بے شک قرآن کی آیتین مفصل بیان کی گئی ہین، صدق اللہ تعالٰی۔ مگر لوگون کا حال یہی جب تھا اور یہی اب ہی پہلے کفار اعراض کرتے تھے سرکشی کیوجہ سے، اور اب مسلمان اعراض کرتے ہین مجمل کہکر علماء پرستی کی وجہ سے۔ اور تفصیل و تفسیر کے معنی سمجھائے گئے ہین حاشیہ چڑھانے اور رنگ آمیزی کرنیکے قل انما اتبع ما یوحی الیّ من ربی ھذا بصائر من ربکم۔ کہدو اے رسول! کہ جزاین نیست کہ ہم قرآن مجید کی اتباع کرتے ہین، یہ تمہارے خدا کی طرف سے بصیرت ہی۔ (اعراف ۲۴) معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مجمل قرآن کی اتباع کیسے فرماتے تھے۔ اگر آپکی اتباع کسی دوسری وحی غیر متلو یا حضرت جبرئیل کے مشورون پر تھی، تو یہ قرآن مجید کی اتباع کیونکر ہوئی۔ اور اگر قرآن مجید کو مجمل محتاج تفسیر کہو تو یہ بصیرت کامل ہوگی یا ناقص۔ نجات دلانیوالی ہوگی، یا دھندھلکے مین گرانیوالی حاشا قرآن مجید کی تجلی دھندھلی نہین، وہ تو خدائی تجلی ہی ہان جسے دکھائی دے۔ اسی کی تجلی مین رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ڈھلے ہوے تھے، اور اسی کی روشنی صحابہ اور ہر منزل مراد پر پہونچنے والون کی مشعل راہ رہی ہی۔

تفصیل و اجمال کا فیصلہ قرآن مجید طرح طرح سے کر رہا ہی اب اوسکے فیصلہ کو بھی مجمل کہدو تو پھر مفصل کسے کہوگے۔ قرآن مجید دیکر خدانے دین کامل کر دیا، یہ کسی کتاب کا محتاج نہین۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور اپنی کتاب دیکر اوسنے نعمت تمام کر دی کچھ آئندہ زمانہ پر اوٹھا نرکھی۔ اتممت علیکم نعمتی۔ خدا کی باتین ادھوری نرہین تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ تیرے پروردگار کا کلام سچائی اور انصاف مین پورا ہی۔ اسکے کلام کا کوئی بدلنے والا نہین (انعام ۱۵)

جہان یہ دعویٰ ہے کہ لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - دین کی کوئی چھوٹی بڑی بات چھوٹی نہین ہے جو خدا نے قرآن مین بیان نکردیا ہو - تو اب ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دکھاوے کہ جو باتین دین کی ہین چھوٹی ہون یا بڑی قرآن مین موجود ہین، اور جو قرآن مین نہین وہ دین کی بات نہین، پھر ساری باتین تمام ہین، کامل ہین، مفصل ہین، بصیرت حاصل کرنیوالون کیلئے بصیرت تام ہین، سراسر ہدایت و رحمت ہین - تو بشارت ہے مومنون کیلئے جو ایسا سمجھتے ہین -

اگر قرآن مجید کو مجمل کہو محتاج تفسیر تو اسکی دلیل قطعی کیا ہے، کونسی آیت اسکی حامی ہے، اگر کوئی آیت اسکی حمایت نہین کرتی تو یہ عقیدہ علی بنیہ رب نہین ہے، بلکہ تفصیل کی آیتون کے صریح خلاف ہے، بالفرض ایسا سمجھو تو اسکی تفسیر کروگے ظنیات سے، او ظنیات سے تفسیر کرنے مین وہ قطعی ظنی ہو جائیگا اور قرآن مجید کی قطعیت ہی کھو جائیگی، پھر جب قرآن مجید کی قطعیت ہی نہ رہی، تو چاہے تفسیر کرو نکرو دوسرے ظنیات کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے - ان الظن لا یغنی من الحق شیئا - ظن یعنی گمان حق سے ذرا بے نیاز نہین کرسکتا

خدا نے فرمایا - قل یا ایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل ۵ کہدو اے لوگو! خدا کیطرف سے تمہارے پاس حق آن آچکا تو جسنے ہدایت حاصل کی وہ اپنے لئے اور جو گمراہ ہوا تو اوسکا وبال بھی اوسی پر، ہم تم پر کچھ مسلط تو ہین نہین (یونس ۱۱) آپنے قرآن مجید لاکر دیدیا ہے چاہے ہدایت حاصل کرو نکرو، اب رسول کی ذمہ داری نہین - تو جو قرآن مجید کو مجمل کہکر اوسکی تفصیل و تفسیر کا آپکو ذمہ دار ٹھہراتی ہے تو اس سے آپ پر کوئی ذمہ داری عائد نہ ہوگی، کیونکہ قرآن مجمل ہے نہین، جیسا کہ خدا کا دعویٰ ہے - اگر مجمل ہے کہ احکام صاف نہین کھلتے تو من اھتدیٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذمہ دار ٹھہراؤ کہ ان اجمال کو کھولنے کے آپ ذمہ دار ہین تو ما انا علیکم بوکیل اور آپکی برأت ذمہ داری کی جتنی آیتین ہین وہ کیونکر صحیح ہو سکتی ہین - اسلئے قرآن مجید کو مفصل اور تمام اور کامل تسلیم کرنا ناگزیر ہے، کہ وہ کسی طرح تفصیل و تفسیر کا

محتاج نہین۔ تفسیر تو غیر عرب کیلئے ہے کہ وہ صرف ونحو اور لغات ومحاورات کے دقایق کو کھولے
تاکہ زبان نہ جاننے والون کیلئے باعث سہولت ہو۔ اس سے قرآن محتاج تفسیر وتفصیل نہو جائیگا۔
یہ کہنا کہ قرآن مجید نہایت مغلق، اور دنیا کے سارے علوم وفنون کی آمیزش سے نہایت ادق بنا کر
اوتارا گیا ہے کہ ہر کوئی اسکے مطالب کو پا نہ سکے، بلکہ برہمنون اور پنڈتون کی طرح مدرسہ کے سند یافتہ علما
ہی جو شان نزول کے اسرار وقصص اور ناسخ ومنسوخ کے رموز سے واقف ہون اسکو سمجھیں تو سمجھین
یا اسکے سمجھنے کیلئے ایام جاہلیت کے اشعار اور وہ بھی لاکھ دولاکھ یاد ہونے لازمی ہین۔ یا اسکے سمجھنے
کیلئے منطق، فلسفہ، طبعیات، علم مجادلہ وغیرہ وغیرہ، سلسلۂ نظامیہ کے سارے نصاب سے آگاہی ہونی
بلکہ ان مین کمال ہونا ضرور ہے، اسلئے ہمکو قرآن سے کیا فایدہ اور کیا تعلق، ہمکو اوس سے کیا کام اور
کیا واسطہ، ہمکو علما سے کام ہے جو ان صفات کے ہون، یا ایسے علما سے جو علما کی رایون اور راویون کے اختلافات کو
کتاب دیکھکر بیان کر سکیں۔ اور ان باتون کا ذخیرہ چونکہ تفسیر مین ہی ہے اسلئے ایسے علما جو تفسیر پڑھکر
ترجمہ کر سکتے اور اختلافات بیان کر سکتے ہون درکار ہین، تو قرآن سمجھا سکین یا نہ سمجھا سکین۔ یہ کہنا بھی صحیح نہین
ہے کیونکہ قرآن جن پر اوترا تھا یا جنکو تبلیغ کیا گیا تھا کوئی بھی ان صفات کا نہ تھا۔ نبی امی تھے
خدا ہی نے فرمایا النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ۔ اور وہ بھیجے بھی گئے تھے امیون ہی مین
هوالذی بعث فی الامیین رسولا۔ خدا نے امیون مین رسول بھیجا، درسی علما مین رسول
نہین بھیجا، اسی لئے فرمایا ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر، ہمنے قرآن نصیحت حاصل
کرنیکیلئے آسان بنایا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا۔ (القمر) خداوند عالم نے قرآن مجید ہر کس و
ناکس، عالم وجاہل، سب کی ہدایت کیلئے اوتارا ہے، اسلئے ویسا ہی آسان بھی کر دیا ہے، کہ ایک اعرابی
سمجھ لے، مگر لوگ سمجھنا چاہتے نہین وان کثیرا من الناس عن آیاتنا لغافلون، بہتیرے میری آیتون
سے غافل ہین۔ (یونس) سچ ہے سراسر غفلت ہے۔ اہل عرب قرآنی زبان کھو بیٹھے اور ہم بھی بدیسی

ہوکر ایسے اجنبی ہو گئے کہ اپنی عربی زبان سے بالکل غیر مانوس ہی نہیں بلکہ اوسکے حصول سے بھی غافل ہوئے کہ ادب عربی کی تعلیم مفقود ہو گئی۔ اسلئے قرآن سمجھنے سمجھانیکی صلاحیت ہی جاتی رہی۔ پھر قرآن کی تفصیل منکشف ہو تو کیونکر یہ کام تھا ادیب علما کا مگر کرنا پڑا مجھ جیسے جاہل کو، کیا کیا جائے خدا کی مرضی۔ قرآن مجمل ہے اور حدیث مفسر قرآن قطعی ہے۔ اس دعوی کی مدعی کونسی آیت یا کونسی حدیث صحیح ہے۔ ام لکم سلطٰن مبین فأتوا بکتابکم ان کنتم صٰدقین اگر تمہارے پاس کوئی واضح دلیل یعنی کوئی آیت ثبوت کی ہے تو اپنی کتاب پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ ہرگز پیش نہیں کرسکتے اکیونکہ قرآن نہ مجمل ہے نہ محتاج تفسیر افسوس قرآن مجید اس برتاؤ کا مستحق تو ہرگز نہیں کہ اوسکے ساتھ عقیدتاً اور عملاً یہ سلوک کیا جاوے کہ وہ مجمل کہکے پس پشت ڈالا جائے اور اوس میں تدبر و تفکر سے ہر شخص روکا جائے۔ الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ کیا ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ اون کے دل ذکر خدا اور تلاوت قرآن کے وقت عاجزی کریں (حدید ٢) وہ وقت آیا بھی اور گیا بھی۔ ایسے تلاوت کرنے والے خدا تک پہونچے۔ اب تو اسی کا رونا ہے کہ کاش قرآن کی بخشوع تلاوت ہر گھر میں جاری ہو اور تبلیغ کی خدمت پھر سے زندہ ہو، کہ قرآن کی معجز نما رہنمائی پھر اپنا جلوہ دکھائے کہ اللہ اکبر کے نعروں سے سارا عالم گونج اوٹھے، اور الا للہ الدین الخالص کا پھریرا پھر سے لہرانے لگے۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ   محمد رسول اللہ   والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (١٣)

تفاسیر جو موجود ہیں انکی حقیقت کیا ہے۔ اور اگر کوئی ان تفسیروں کے خلاف کوئی تفسیر بیان کرے تو چونکہ وہ تفسیروں کے خلاف ہے گرچہ وہ عربی زبان کے مطابق ہی کیوں نہو کیا وہ تفسیر

بالرائے ہوگی۔ اور تفسیر بالرائے کس آیت کے رو سے ممنوع ہے؟ اور ممنوع ہے تو تفسیرون مین اختلافات کیون پائے جاتے ہین۔ ؟

تو اسکی حقیقت یون ہے کہ قرآن مجید جس طرح خدا نے نازل فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمادی۔ نہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو محتاج تفسیر سمجھا، نہ خلفا نے، نہ صحابہ نے، اسلئے مدت مدید تک کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی جو تفسیر کیطرف مائل کرے۔ اللہ والے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، اوس مین تدبر و تفکر کرتے تھے، خدا کی راہ پاتے تھے، کہین اختلاف ہوا، اور اوس موقع پر کسی نے کوئی آیت پڑھ دی، مومنون کے سر جھک گئے۔ لیکن زمانہ نے پلٹا کھایا، اور نفسانیت نے اپنی ہوا باندھی، تو متعارض حدیثون اور مروجہ فلسفہ کے حملون، اور ملت و مشرب کی پاسداریون نے مرادی معنون کی اینٹون اور تاویلون کے مسالحہ سے تفسیر کی بنیاد قایم کی، اور اوسپر اپنے تبحر کا قلعہ اوٹھایا۔ رفتہ رفتہ تفسیر کا یہ کوہ رگڑے جھگڑے اور طبع آزمائیون کی رزمگاہ ہو گئی۔

اتل ما اوحی الیک قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ (عنکبوت ع۵) پر قرون اولی کا عمل بالجمیع تھا۔ اور افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا کیا لوگ قرآن مین تدبر نہین کرتے کیا اون کے دلون پر تالے لگے ہین (محمد ع۳) کی تہدید ہر وقت اون کے نصب العین تھی۔ قرآن مجید ہی ہادی سمجھا جاتا تھا، اور ایمان والے اسی کی روشنی مین اپنی رفتار قایم کئے ہوئے تھے۔ تا زیست قرآن مجید ہی اون کا دستور العمل رہا۔ اولئک ھم الفائزون ۵ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ۔

جب حدیث کی کتابین لکھی گئین تو قرآن مجمل قرار پایا، اور توجہ حدیث کی طرف جھکی، تو موا ادھر سے اودھر ہو گیا، حضرات نے یہ کہا کہ حدیث مفسر قرآن بھی ہے، قرآن سے بے نیاز ہی

کردیا، حالانکہ کوئی آیت یا کوئی حدیث صحیح اسکی حمایت کو نہین کھڑی ہو سکتی - ایسے حال مین قرآن کا مصرف تلاوت الفاظ، جھاڑ پھونک، عملیات، تسخیر جنات، توسیع رزق، وصال محبوبہ، ہلاکت دشمن، حصول اولاد، فتحیابی مقدمات، رد بلا، وغیرہ وغیرہ کے سوا اور کیا تجویز ہو سکتا تھا - قرآن پر قناعت نہ ہوئی تو حدیث پر قناعت کس طرح ہو سکتی تھی، اسلئے فقہ اور قانون ملکی بھی دین الہی کی جگہ لی - یون ذہانت اور تفنن نے اپنی گھوڑ دوڑ شروع کی - جب فلسفہ کا زور ہوا تو ضرورت ہوئی کہ قرآن اوسکے مطابق کیا جائے، اسنے تاویل کا دروازہ کھولا، اوسپر کمزور حدیثون نے اعانت پر اعانت کی - اور مختلف حدیثون نے اختلاف آرائی کی کھچڑی پکائی، یون تفسیرون کا انبار لگا، اور مذہب کو جاننے کیلئے کئی اونٹ کتابین درکار ہوگئین - اسکا لازمی نتیجہ تھا اختلاف کا ہونا، اور اختلاف کے سبب آپس مین جھگڑے ہونے، وہ ہو کر رہے - یہ تفسیر ہوئی - پھر جو کوئی ان جھگڑون کو بیان کر سکے وہ قرآن سمجھنے کا مستحق قرار دیا گیا - اب جب زمانہ بدلا، فلسفہ بدلا، اعتراضون کا کینڈا بدلا، تو مشکل پڑی کہ پہلا فلسفہ تو تفسیر مین داخل ہو کر دین ہو چکا تھا وہ چھوڑا جائے تو کیونکر، اسلئے کفر کے فتوون کے سوا اور چارہ کار ہی کیا رہا جب کفر کی گرم بازی بھی سرد ہوئی، اور دنیاداروں نے اسے لیڈری کا تمغہ بنا لیا، تو اب آنکھین کھلین، او سپر بھی کیا کھلین، یہ سوجھ نہین پڑتا کہ دین حنیف کی حمایت کیلئے انسانی ہتھیار کام نہین دینگے، خدائی ہتھیار یعنی قرآن اور صرف قرآن ہی لیکر میدان مین آجاؤ تو پھر میدان تمہارا ہی ہے اور کامیابی تمہاری ہی

حدیث کے رو سے کہ حدثوا عنی وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج بنی اسرائیل سے روایت کرنی جائز قرار پایا تھا کتابت نہین، مگر لوگون نے لکھا بھی - اور اخلاق و حکمت کی باتون اور روایتون کی تحقیق و اسناد کو غیر ضروری سمجھا، فضائل، ترغیب اور ترہیب کی حدیثون کی تحقیق بھی غیر ضروری سمجھی گئی - یہ روایتین حدیث و تفسیر کی منازل طے کرتی ہوئی جزو قرآن اور جزو عقائد قرار پاگئین

اور اس طرح دین اک کتبخانہ ہوگیا، اور اس سے فرقے بن بن کر جو جھگڑے اوٹھے تو دین الہی کتابون کا انبار خانہ ہوگیا۔ پہلے دین کے لئے مسلمانون کو اک قرآن کافی تھا، اور ابتو دین کی کما حقہ واقفیت کیلئے عمر نوح اور اونٹون کتابین درکار ہوگئین۔ جائز ہی کہ مسلمان اس کا رونا روئین، اور قرآن مجید سے اپنے عقائد کی اصلاح کرین۔

مفسرون کا اس کا ضرور شکر گذار ہونا چاہیے جو اونہون نے تحقیق لغات، حل محاورات، اور تسہیل زبان مین مصیبتین جھیلین اور ہمسے جاہل کیلئے قرآن سمجھنے کے ذرایع سہل کر گئے۔ خدا اونھین اسکا اجر عظیم دے۔ اور چونکہ ان مین اکثرون کے کارنامے مبنی بر حسن نیت تھے اس لئے بحسن اولئک رفیقا مین انکی قرارگاہ بنائے۔ اور جو غلطیان اون سے از راہ نیک نیتی سرزد ہوگئین اونھین معاف کرے۔ اونھین مین اپنا محسن اور سرتاج سمجھتا ہون، لیکن ساتھ اسکے انسان سمجھتا ہون جس سے غلطیان ہوسکتی ہین اور ہوتی رہتی ہین، پیغمبر اور مورد وحی نہین سمجھتا۔ مین اون کی رائے کو شخصی رائے سمجھتا ہون، اور شخصی رائے ضرور نہین کہ لغزشون سے پاک ہو، اسلئے مین انکی لغزشون سے متفق نہین۔ اور یہی خیال مفسرون کا بھی تھا جو کورانہ تقلید سے نکلے تھے اور یہی باعث ہوا اختلاف آرا کا۔ اور اختلاف آرا کا ہونا اقتضائے فطرت ہی۔

قرآن مجید کی آیتین شان نزول کی پابند کی جاتی ہین اگرچہ اسپر بھی اتفاق ہی کہ ہر چند شان نزول خاص ہوتا ہے مگر حکم و ہدایت عام سمجھی جائیگی۔ تو پھر شان نزول کی ضرورت کیا ہی۔ کہا جاتا ہی کہ بغیر شان نزول کے مطلب سمجھ مین نہین آتا۔ میرے نزدیک یہ غلط ہے۔ سارا قرآن پڑھ جاؤ۔ بے شان نزول کے سمجھ مین آئیگا۔ قرآن ہرگز شان نزول کا محتاج نہین۔ شان نزول تو قصے کہانیون کی دلچسپی کیلئے ہے، کیونکہ شان نزول مین اتفاق تو شاذ ہی ہے ہر جگہ تو اختلاف کا تماشا ہی، کوئی شان نزول کا ایک قصہ بیان کرتا ہی کوئی دوسرا، پھر حق کسکو سمجھا جائے؟ بوجہ اختلاف دونون مشتبہ

ہو جائیگا علاوہ ازین قرآن مجید تو قطعی ہے اور یہ قطعی نہیں کہ فلان واقعہ جو ہوا تھا یا فلان فلان جھگڑا جو ہوا تھا وہی باعث ہوا نزول آیت کا یہ واقعہ نہوتا تو ام الکتاب کی یہ آیت نازل ہی نہوتی اور اسکی عام ہدایت سے دنیا محروم رہجاتی اور دین ناتمام رہجاتا۔ یہ کہنا کہ نزول آیت کا فلان واقعہ سبب ہوا، شخصی رائے ہے، جس کی قطعیت کی کوئی دلیل اور سند نہیں۔ شخصی رائے کا غلط ہونا بھی ممکن ہے اور صحیح ہونا بھی۔ تو قرآن کو شخصی رائے، قیاس، اور وہم و گمان کا پابند کیون کرو وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ ان مین اکثر لوگ گمان پر چلتے ہین اور گمان حق سے کچھ بھی بے نیاز نہین کرتا۔ (یونس ۳۶)

تفسیرون مین قصص کے تماشے تو اور نرالے ہین حالانکہ قصے جو قرآن مین بیان ہوئے ہین وہ ہدایت کیلئے کافی ہین، پھر اون قصون مین رنگ آمیزیان کیون کرو۔ خدانے تو فرمادیا لا تلبسوا الحق بالباطل حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ (بقرہ ۴۲) مگر کوئی قصہ آمیزش سے خالی نہین۔ مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام پر مصیبتون کے پہاڑ ٹوٹے اونہون نے صبر کیا۔ اسمین تعلیم ہمکو صبر کی دی گئی ہے کہ باوجود پیغمبری کے اون پر مصیبتین آئین، تو جس طرح اونہون نے صبر کیا تم بھی صبر کرو یہ کافی تہا، کہ لگے تم ایک پیغمبر کو کوڑھی بنانے، اور شیطان کی فقرہ بازی خدا پر چلانے۔ کہا جاتا ہے کہ خدانے شیطان سے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف کی اور داد چاہی۔ شیطان نے خدا سے بھی شیطنت شروع کی کہ فلان فلان مصیبت بھی بھیج اور وہ صبر کرین تو جانین۔ رفتہ رفتہ گھر کا گھر صفایا ہوا، مویشیان مرین، اولاد مرے، بیبیان مرین، اور ہر دفعہ شیطان اپنا فقرہ چلاتا گیا، یہانتک کہ وہ خود بھی کوڑھی ہوئے۔ یہ اتنا کچھ ہوا شیطان کے قائل کرنیکو۔ اے اللہ تیری پناہ۔ قرآن ان کہانیون کا ذمہ وار نہین۔ قرآن کی تفسیر کو اس قسم کی روایتین اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا فریفتہ ہوئین۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام تو پیغمبر

خدا کے مخلصین بندے ہین، الا عباد اللہ المخلصین شیطان کی دست رسی سے خدا کے مخلصین بندے مستثنے ہین۔ زلیخا کی ہزار کوششون پر بھی آپ پاکدامن نکل گئے۔ جیل کی مصیبتین گوارا کین اور آلودہ نہ ہوئے۔ اس قصہ مین اور بہتیری نصیحتین ہین۔ مگر خدا نے نہ کہین زلیخا کا محل سجایا نہ یوسف زلیخا تصنیف کی۔ کیا یہ کافی نہ ہوا کہ گئے تم ایک پیغمبر کا ازار بند کھلوانے، اور سچے واقعہ کو افسانہ بنانے۔ اگر ایک پیغمبر کا بری نیت سے ازار بند کھولنا جائز ہو جائیگا، تو عوام کا تو زنا بھی جائز ہو جائیگا۔ خود حضرت یوسف علیہ السلام کی امت مین بہتیرے مقدس لوگ بری نیت سے ازار بند کھولنے کے مرتکب نہ ہوئے ہون گے، اور وہ تو تھے پیغمبر عباد مخلصین مین سے۔ قرآن مجید کے ساتھ قصون کا ضمیمہ بھی منسلک کر دیا گیا ہے اور اسکا نام رکھا گیا ہے تفسیر۔

یہ قصے اور ایسے ہی قصے تو وہ ہین جو قانون فطرت کے اندر ہین۔ مگر اون نافرمان قومون کے قصوں پر جن پر عذاب نازل ہوئے ہین، عذاب خداوندی کو خلاف قانون فطرت سمجھکر بعض کے دلون مین شک پیدا ہوتے ہین، اور مفسرین کی طبع آزمائیان، یا اہل کتاب کی کہانیون کی آمیزشین اور شکوک کا موقع دیتی ہین، اون کی تشفی کیلیے مین اتنا کہدینا چاہتا ہون کہ خدا کا قانون قانون فطرت ہی نہین قانون قدرت بھی ہے۔ قانون فطرت اور قانون قدرت کی الگ سرخی قایم کرکے مین نے اسکو مقدمہ مین بیان کر دیا ہے۔ عذاب خداوندی قانون فطرت کے اندر نہین قانون قدرت کے اندر آیا کرتے ہین۔ واقعات عالم ہوتے تو رہتے ہین قانون فطرت کے مطابق لیکن جب قانون قدرت کے کسی دفعہ کے اندر آجاتے ہین تو وہ اک دوسری پیدایش اور دوسرا رنگ اختیار کر لیتے ہین۔ ایجاد عالم۔ پیدایش مخلوقات انقلابات عالم۔ اور محافظت مخلوقات قانون قدرت کے اندر ہے۔ اور نظم عالم۔ قیام مخلوقات۔ ثبات عالم۔ اور تعلقات مخلوقات۔ قانون فطرت کے اندر۔ تم اک مکھی پیدا کرنیکی بھی قدرت نہین رکھتے تم قانون قدرت کو کیا سمجھو۔ یہ سمجھ سے پرے ہے۔

پھر جو واقعات قانون قدرت کے اندر ہوتے ہین اونھین قانون فطرت پر کیون تولو۔ کوئی ملک ڈوبا، کوئی شہر تباہ ہوا، کوئی قوم غارت ہوئی، تو یہ واقعات قانون قدرت کے اندر ہوتے رہتے ہین۔ سمجھو یا نہ سمجھو مگر بالبداہت تو ماننا ہی پڑیگا۔ کیا ملک و قوم کو غارت ہوتے تمنے نہین دیکھا، تمنے نہین سنا۔ ہان دیکھا بھی اور سنا بھی، مگر تمہین یقین نہین آتا۔ زمین کے کارخانے جو کھودے جارہے ہین تو زمین کے نیچے سے بڑے بڑے شہر بڑے بڑے مکانات۔ اور لائبریریان نکلی ہین۔ اور عاد و ثمود اور طوفان نوح وغیرہ وغیرہ واقعات کی تصدیق تو کرتی ہین۔ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔ میری غرض یہ ہے کہ قصص قرآنی جتنا کچھ قرآن مین ہین وہ قطعی اور سچے واقعے ہین، غلطی کا وجود کسی طرح بھی، کسی عنوان سے سہی، اونمین مطلق نہین ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ قصہ کیا ہے؟ اک ہدایت نامہ ہے میری مراد قرآنی قصون سے ہے نہ اوس اضافہ سے جو بطور شاخسانے مفسرون نے بنی اسرائیل سے لیکر اضافہ کیا ہے۔

خدا نے فرمایا۔ ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض۔ یاجوج و ماجوج دنیا مین مفسد ہین (کہف ۱۱) اسکی تفسیر مین اتنا کافی نہ سمجھا گیا کہ یاجوج و ماجوج دو مفسد قومین تھین کیونکہ یہ تو بالکل مجمل ہے سمجھ مین نہین آتا۔ ضرورت ہے تفصیل کی، تو تفسیر مین روایتون اور کہانیون سے ذائقہ دیکر اس اجمال کو یون کھولا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی محتلم منی سے یہ دونون قومین پیدا ہوئین۔ کوئی تفسیر بالحدیث کرتا ہے کہ ایک قسم اونکی اوس درخت کے مثال ہے جو ولایت شام مین ہے کہ طول اوسکا ایک سو بیس گز ہے۔ بعض قسم اونکی طول و عرض مین مساوی ہے۔ بعض قسم اون کی ایسی ہے کہ ایک کان اونکا بچھونا ہے اور ایک کان اوڑھنا۔ یہ حدیث بیان کیجاتی ہے جو مفسر قرآن ہے کہ قرآن پہلے سمجھ مین نہ آیا تھا اب آگیا۔ معلوم نہین یہ تفسیر کہان پر سے ہے۔ حاشا از روئے روایت یہ حدیث رسول کی نہین ہو سکتی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی پر کیا ہے تفسیر تو تماشا گاہ روایات ہے جہاں پر اوٹھا کر دیکھو۔ تفسیر طبری جلد دوازدہم۔ قیل یا ارض ابلعی ماءك ویا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی۔ حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا۔ اور اے آسمان تھم جا۔ پانی سوکھا دیا گیا۔ اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔ (ھود ع ۴) معلوم نہیں کہ اس میں مجمل کونسی بات تھی جسکی تفسیر کی ضرورت پڑی۔ تو اسکی تفسیر بالحدیث کیگئی ہے گرچہ وہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے مانا تو اوسے حدیث ہی کیوں کہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کر کے اوس سے تفسیر کیوں کرو۔ طبری بواسطہ ابن جریج راوی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا بالائی طبقہ پرندوں کیلئے تھا۔ اور زیرین درندوں کیلئے۔ اور طبقہ وسطےٰ حضرت انسان کیلئے۔ اندر سے کشتی کا طول ۳۰۰ گز تھا کشتی کعبۃ اللہ کے پاس آئی کعبہ تو ڈوبا نہ تھا خدا نے اوسے بلند کر کے بچا لیا تھا (اگر وہ بھی ڈوبتا تو کعبہ کی کونسی بے حرمتی تھی مگر بچایا ہوگا یہ ایسی خیال کہ کعبہ تو بیت اللہ ہے اور اپنے گھر کی حفاظت کون نہیں کرتا) تو اوس نے کعبہ کا سات بار طواف کیا اگرچہ کعبہ بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور طوفان نوح کے بہت بعد میں۔ پھر وہ کشتی یمن کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں سے پلٹ کر کوہ جودی پر دسویں رجب کو آکر ٹھہری جو جمعہ کا دن تھا تا آخر حدیث کیا تفصل و تفسیر کے یہی معنی ہیں۔

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ انسان کیلئے اوسکے آگے پیچھے پہرہ دار مقرر ہیں جو بحکم خدا اوسکی حفاظت کرتے رہتے ہیں (رعد ع ۲) اسکی تفسیر بالحدیث کنانۃ العدوی کی روایت سے یوں کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ مجھکو آپ اس سے مطلع فرمائیں کہ ہر ایک بندے کیساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ داہنے ہاتھ پر ایک فرشتہ نیکیوں کی نگرانی کیلئے بائیں ہاتھ پر ایک فرشتہ بدیوں کی دیکھ بھال کیلئے۔ دو فرشتے آگے پیچھے چنانچہ خدا فرماتا ہے لہ معقبات من بین

یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله۔ اور ایک پیشانی پر رہتا ہی کہ عاجزی اور جبہ سائی کرنیوالو
سر بلند کرے، اور متکبر کو ذلیل، دو فرشتے لبون پر درود و سلام کا شمار کرتے رہتے ہین۔ ایک فرشتہ
منہ کے اندر سانپ کو نہین جانے دیتا، اور دو فرشتے آنکھون پر ہوتے ہین۔ اسی طرح دس فرشتے
ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہین، رات دن ادن کا پہرہ بدلا کرتا ہی۔ ابلیس خود انسان کیساتھ
دن کو رہتا ہی اور رات کو اوسکی اولاد۔ یہ فرشتون کے جھنڈ مین ابلیس کدھر سے کود پڑا۔ اور یہ
تفسیر کہان پر سے ہوئی۔ اگر تفسیر بالحدیث کرد تو اسکو تحقیق تو کرلو کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہی۔ یقیناً
رسول کی حدیث ہی یا رسول کے ساتھ منسوب ہی صلی اللہ علیہ وسلم۔

تنزل الملئکة والروح فیها۔ اوس رات مین روح اور فرشتے اوترتے ہین (قدر) اسکی
تفسیر کیگئی ہی کہ ایک فرشتہ ہی جو ساتون آسمان کو ایک لقمہ بنا سکتا ہی جسکا سر عرش کے نیچے
ہی تو پاؤن ساتوین طبقہ زمین کے نیچے۔ اوسکے ایک ہزار سر ہین اور ہر ایک سر اس دنیا سے بہت بڑا
ہے۔ اور ہر چہرہ مین اوسکے ہزار منہ ہین، دور تک یسا ہی سلسلہ چلا گیا ہی۔ قرآن مین خدا نے فرشتہ
کہا تھا وہ مجمل تھا سمجھ مین نہ آیا تھا اوسکی یہ تفسیر ہوئی جس سے سمجھ مین آگیا، اور عقل کو تسکین ہو گئی۔
یمحو الله ما یشاء و یثبت وعنده ام الکتاب۔ خدا محو کر دیتا ہی جسکو چاہتا ہی اور قایم رکھتا ہے
جسکو چاہتا ہے، اوس کے پاس تو ام الکتاب موجود ہی۔ (رعد ع۶) اسکی تفسیر یون کیگئی ہی کہ خوش قسمتی
اور بد قسمتی کے سوا کہ یہ تو بدلتی نہین، باقی دیگر باتون کو جیسے خدا چاہے ادل بدل کیا کرتا ہی۔ بعض نے
خوش قسمتی اور بد قسمتی کیساتھ حیات و موت کو بھی بڑھایا ہی یہانتک تو خیر سے کسیقدر اتفاق ہوا۔ مگر
تعیین وقت مین اختلاف پڑ گیا۔ بعضون کے نزدیک یہ ادل بدل قدر کی رات مین کرتا ہی، بعضونکے
نزدیک شب برات مین، بعضون کے نزدیک یہ کارروائی روزمرہ ہوا کرتی ہی۔ یہ سب بڑے بڑون کے
اقوال ہین جن سے اختلاف کرنا قرآن سے اختلاف کرنا ہی جو کفر ہی۔ ان اختلافون کے ساتھ حدیث

کی طرف رجوع کیا گیا ہی، جو حدیث رسول کیساتھ منسوب کیگئی ہی، تاکہ حدیث مفسر قرآن ثابت ہو، وہ یہ ہی کہ حق تعالی رات کی پچھلی تین ساعتون مین نزول فرماتا ہی، پہلی ساعت مین اوس کتاب کا افتتاح کرتا ہے جسے خدا کے سوا کسی نے دیکھا ہی نہین، پھر اوس مین جیسا کچھ چاہتا ہی مٹاتا رہتا ہی، یا پچھلی ساعت مین یہ کارروائی ہوتی ہی، معلوم نہین کہ حدیث کے ہوتے پھر اختلافات کس بنا پر ہوئے۔

اس آیت مین نہ خوش قسمتی ہی نہ بد قسمتی، نہ حیات و موت سے بحث ہی، نہ دیگر معاملات سے۔ نہ قدر کی رات کا مذکور ہے، نہ شب برات کا۔ نہ خدا دن کا پابند ہے، نہ رات کا۔ نہ رات کی پہلی یا پچھلی ساعتون کا، نہ اوسکو عروج ہی، نہ نزول۔ نہ وہ حیز سے محاط ہی، نہ کتب بینی کا محتاج۔ نہ اوسکی رضا مین غلطی ہی، نہ اوسکو روز بنانے بگاڑنے کی ضرورت۔ نہ اوسمین تلون ہی کہ روز بنائے، روز مٹائے، خود بنائے، خود مٹائے۔ نہ اوس سے غلطی ممکن ہے کہ روز روز یا سال بسال وہ اپنی غلطیون سے متنبہ ہو، اور اوسکی اصلاح کرے۔ معلوم نہین کہ یہ سب قرآن مجید کے کن لفظون کی تفسیر ہے۔

اور بات اتنی ہی جو پوری آیت پڑھنے سے خود ظاہر ہو جاتی ہی۔ ماکان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ ط لکل اجل کتاب ط یمحو اللہ مایشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب۔ رسول کی یہ شان نہین کہ وہ بغیر حکم خدا کے کوئی آیت لاسکے۔ ہر زمانہ کیلئے ایک کتاب ہی۔ خدا جس کتاب کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہی اور جسکو چاہتا ہی قایم رکھتا ہی۔ خدا کے پاس تو ام الکتاب موجود ہی (رعد) اسکے بعد احکام تبلیغ ہین۔ اس آیت کا صاف مطلب یہ ہی کہ خدا نے جتنے رسول ان کو بھیجا اور وہ کتاب اللہ لائے تو وہ بے حکم خدا اپنے جی سے گڑھ کے لائے، کیونکہ یہ رسول کی شان سے بعید ہے۔ خدا نے ہر زمانہ مین کتاب بھیجی، مگر قرآن مجید کے سوا اب کوئی کتاب رہی نہین، کیونکہ خدا جس کو چاہتا ہے دنیا سے محو کر دیتا ہے جیسا کہ اوس نے اگلی کتابون کو محو کر دیا، اور جس کو چاہتا ہی قایم رکھتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کو قایم رکھا۔ یہ تو اک امر واقعہ ہی، بدیہیات مین داخل۔ یہ اتنی صاف اور صریح بات کا تفسیر مین

طومار باندھا گیا ہے اور اسی کا نام رکھا گیا ہے تفسیر۔

الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد ۔ کیا تمنے توجہ نہ کی کہ قوم عاد کیساتھ جو ارم کے رہنے والے بڑے بڑے ستون والے تھے کہ اس جیسی آبادی کسی شہر مین پیدا نہ کیگئی خدا نے کیا کیا (الفجر) اسکی تفسیر مین مفسرین نے باعث تباہی زلزلہ کو بتایا ہے اور زلزلہ کی علت یہ فرمائی ہے کہ زمین کو گائے سینگ پر اوٹھائے ہوئے ہے جب وہ سینگ بدلتی ہے تو زلزلہ آتا ہے ۔ یہ قرآن مجید کی تفسیر ہوئی داخل فی الدین ۔ کیا رطب و یابس کی کھچڑی پکا دو تو وہ تفسیر ہو جائیگی ۔ مگر زلزلہ کی اس علت سے اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ اسی زلزلہ کے ڈر سے ہندون مین گوپرستی آئی ہے تا کہ وہ گائے پوجے کی قوت سے قوی اور راضی رہے اور سینگ نہ بدلے ۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ چونکہ زلزلہ جاپان مین بہت آتا ہے ۔ اس لئے گوپرستی کی رسم جاپان سے چین ہوتی ہوئی ہندوستان پہونچی ہوگی ۔

یاجوج ماجوج کی تفسیر جہان پر کی ہے وہان قرآن کے اجمال کو یون کھولا ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ مین جنگ کرینگے اور آسمان پر تیر چلائینگے ، پھر خدا آسمان سے اون پر خون برسانیکا حکم دیگا ۔ یہ تفسیر ہو نہ ہو مگر خدا اور بندون کے وار دیکھنے کے لایق ہونگے ، اگرچہ جوڑ برابر کا نہین مگر آسمان سے جو خون برسیگا اس سے اونکو اپنی کامیابی کا یقین تو ہو جائیگا کہ دشمن کو مار لیا اور آسمانی بادشاہت جیسا کہ انجیل مین کہا گیا ہے لے لی ۔ اور اب دنیا کی شاہی بادشاہت نہین بلکہ رہی پہلا کم ہو گئی ۔ اور وقتی خوشامدیون کے ایڈریس اور اخباری دنیا کے غلغلہ سے دنیا کا چہل پہل دیکھنے کے لایق ہوگا ۔ تمام بے تار کی تار برقیان دوڑینگی کہ اب خدا کا راج نہین رہا ۔ یا پہلا کہ ہی پہلا کہ کی یا اوسکے وارث اور اوسکے اکلوتے بیٹے کا راج ہوگا ۔ تفسیر مین دلچسپی کی کمی دیکھکر مین نے اوسکو پورا کر دیا گرچہ وارث خدا کے راج کا حال تو کچھ لکھا ہی نہین اور دلچسپی اوسی مین زیادہ ہوگی ۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غرض تفسیرون کا حال کہانتک دکھایا جائے۔ مین تو تفسیر اوسے سمجھتا ہون جو قرآن مجید کے قواعد نحوی، لغات، مصطلحات کو حل کرے اور مطلب کو پھیلا دے کہ خدا نے کیا فرمایا جیسے تفسیر جلالین وغیرہ اور جو اختلاف علما کا بازار لگائے، قصے قصیون کا طومار باندھے وہ تفسیر نہین علما کے شناخسانے ہین اور تبحر کا ثبوت تفسیرون کے اختلافات کو دیکھو تو کونسی تفسیر ہے جو بالرائے نہین۔ مین انہین رایون سے تو گھبراتا ہون جسمین قرآن کا مطلب کھو جاتا ہے۔ مین چاہتا ہون کہ دینی حیثیت سے اوسی زمانہ مین پہونچو جو ہمارے رسول علیہ الصلواۃ والسّلام کا تھا تاکہ تم اون برکتون کے وارث بنو جو صحابہ پر نازل ہوئی تھین

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقران کلام اللہ

مسئلہ (۱۴)

قرآن وحدیث وفقہ تینون کی کیا کیا منزلتین ہین اور خدا و رسول کے ساتھ تینون کی کیا کیا نسبتین ہین۔ اور تفقہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا منزلت ہے؟

قرآن مجید کی نسبت مین نے اوپر بیان کیا ہے اور نقلاً اور عقلاً ثابت بھی کیا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے، توریت کی بشارت ہے، خدا نے اسے نازل فرمایا، رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ کتابت اور بذریعہ حفاظ اور سنا سنا کر اسکی تبلیغ فرمائی، جو متواتر اہم تک پہونچا اور ساری دنیا مین شایع ہوا، اور چون کا تون شایع ہے۔ پھر کلام ربانی کی منزلت کا کیا پوچھنا۔ اوسکی ثنا وصفت خود وہی کرے تو کرے انسانی زبان کی کیا بساط۔ ہزار قرب کوئی حاصل کرے مگر کلام تو متکلم مین ہے، متکلم سے ہے، کلام ربانی کی روحانیت اک خدائی نور ہے جو خدا ہی کیطرف ہادی ہے۔ یہ کلام ہے مقصود وہ معتاد قالب طے کرکے نہین آیا بلکہ چونکہ اوسکی کوئی صفت بھی اوس سے منتزع نہین ہو سکتی، خصوصاً صفت تکلم کہ متکلم سے منتزع ہو ہی نہین سکتی

اسلئے اسپر بھی کہ وہ کلام ہم تک پہونچا، اور یون اوسکی صفت تکلمی کا ظہور ہوا، وہ کلام متکلم ہی مین اور متکلم ہی سے ہے۔ پھر اسکے ذریعہ سے منازل قرب طے کرنے مین دوری کو گنجایش نہین، اور اسلئے اس راہ مین ٹھہراؤ کا مقام بھی نہین۔ اسکے مسافر کو چونکہ ٹھہراؤ نہین۔ رہزنون اور قزاقون کا کوئی کھٹکا بھی نہین۔ تل اوجبل پہاڑ ہے، جو کلام بے کیفی مین ڈوبا اور راوسکی کچھ تہاہ پائی وہ متکلم حقیقی تک پہونچا۔ ادھر ڈوبا اودھر پہونچا۔ یهدی الله لنوره من یشاء۔ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے۔ (نور ۳۵)

کلام ربانی کے ظاہر امتکلم ہمارے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ہین جیسے صفت خلاقی کے ظاہر امظہر والدین ہین۔ نہ خلاق حقیقی والدین ہین، نہ کلام ربانی کے حقیقی متکلم ہمارے رسول معصوم ہین صلعم۔ اسلئے اس کلام پاک کی تلاوت کا حق اگر ادا کر سکو، اور اس ہین ریاض قلبی صحیح نسبت اور یکسو توجہ کے ساتھ اگر کر سکو، تو رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے برزخ مقدس کی زیارت سے فیضیاب بھی ہو سکتے ہو، کیونکہ کلام پاک کے مظہر آپ ہی ہین۔ یہ تو کرنیکی بات ہے، کرکے دیکھو، اگر کر سکتے ہو۔ غرض خدا اور رسول سے ملانیوالی چیز ہمارے پاس قرآن مجید ہی ہے، تو واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا۔ خدا کی رسی کو مضبوط دھر لو اور اوس مین پھوٹ نہ ڈالو۔ (آل عمران ۱۰۳)

رہین حدیث کی کتابین۔ تو وہ مصنفہ رسول نہین، مصدقہ رسول نہین، محکوم بہ اطاعت نہین، ساری حدیثین منسوب بہ رسول بھی نہین، سلسلہ روایت اور راوی کی جانچ غیر قطعی، غیر محفوظ اور معترض علیہ ہین، باہمہ انتخاب جو رہتی بھی ہین اونکی قطعیت باہمہ تحقیق شائبۂ ظن سے خالی نہین، اسلئے حدیثین ظنیات مین ہین، خبر و تاریخ مین داخل، متواترات تو تین یا پانچ ہین، تو ظنیات کے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ وار نہین، پھر جس کے آپ ذمہ وار نہین اوس سے آپکی نسبت کو قایم کرنا، اور اوس سے آپکے دینی اقوال و افعال کی نسبت جوڑنی آپکی منزلت کو گھٹانا ہے، اور آپکے ساتھ ظنیات کی نسبت کرنی سوء ادب ہے۔ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور منزلت تو قرآن کے ساتھ ہے۔ قرآن کریم قولی قرآن

اور رسول کریم عملی قرآن ہین، قول بے کیف نے قرآن کا جامہ پہنا، اور فعل بے کیف یعنی حقیقت جامعہ نے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ خدا کا قول وفعل ایک ہے۔ احوال کو دو نظر آئیگا اور حقیقت بین کو ایک۔ وحدت کی جلوہ آرائیان دیکھو کہ ماد کو پہونچو۔

پھر حدیث کی کتابون کی منزلت موجودہ توریت وانجیل کی منزلت ہی یا خبر دا اخبار اور تاریخ وسوانح کی منزلت ہی۔ بلکہ بلحاظ اسناد روایت ان سب سے بالاتر۔ لیکن تحقیق وقطعیت کے روسے قرآن کریم سے کہین فروتر ہے، اور کسی سند سے داخل فی الدین نہین۔

مگر فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه۔ ہمارے ایسے بندون کو بشارت دو جو بات کو سن لیتے ہین پھر اچھی باتون کی پیروی کرتے ہین (زمر ۲۱) کے اصول پر حدیث سے، اقوال بزرگان سے، اقوال حکما سے، تاریخ سے، ناصحون یا واعظون سے، یا ہم سے اون سے کسی سے اچھی بات سن پاؤ تو اوس کے معمل ہو۔ یہ تمہارے لئے کامیابی اور بشارت خداوندی کا موجب ہوگا۔ یہ اک اصول خداوندی ہی جو مبنی ہی حکمت اور عقل پر۔ انسانی کلام نے اسیکو یون ادا کیا ہی خذ ما صفا ودع ما کدر، ان جو حدیثین یون جانچی گئین کہ جنکی تحقیق کما حقہ نہین ہوئی اونکو الگ کرو، جو خلاف عقل ہون علی الخصوص اونکو بھی۔ جو محقق ہون یعنی مرفوع مسند متصل حسن صحیح مشہور وغیرہ اونکو قرآن مجید کے آگے پیش کرو اگر وہ قرآن مجید کے مخالف نہون، اگر احکام وہدایات ربانی اور حدود اللہ کو کم وبیش کر کے توڑنیوالی نہون تو اونکو حدیث نہین بہ الفاظ رسول قرآن کہو یا قول رسول غیر منزل۔ جیسا کہ بالتصریح اوپر بیان کیا گیا ہے۔

رہی فقہ۔ تو خدا فرماتا ہی۔ فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون ۵ پھر انکی ہر جماعت مین سے کچھ لوگ کیون نہ نکلے کہ دین مین سمجھ پیدا کرین اور جب قوم کیطرف رجوع کرین تو اونکو ڈرائین شاید وہ بچتے رہین۔ (توبہ ۱۵) تفقہ کے معنی قضایا کے نہین بلکہ دین مین سمجھ پیدا کرنیکے ہین، کہ دین مین سمجھ پیدا کرلو تو وعظ ونصیحت سے

قوم کو ڈرا اور جو خدمت تبلیغ ہی۔ اسکی بہتری جگہ ہدایت ہی۔ لعلکم تفقھون ایک جگہ کیا بہتری جگہ ہے۔ صحابہ جو مسلمان حنیف اور خدا کی طرف یکسو تھے، وہ فقیہ تھے، جنہون نے اس تبلیغ کی خدمت کو ادا کیا، جو بار آور ہوئی، اور وہ فائز المرام ہوئے۔ اب تو قوم نے فقہ کو دو ٹکڑے کر ڈالا اور پھر فون الکلم کے مصداق بنکر اوسکے معنی بدل دئے۔ عملاً فقہ کی تقسیم کیگئی، فقہ شریعت اور فقہ طریقت، فقہ شریعت کے معنی اسلام کی ظاہری شریعت کے فتوون اور احکام سلطنتی کے ہوئے، اور فقیہ شریعت کو لقب دیا گیا امام کا۔ اسی طرح فقہ طریقت کے معنی باطنی اسلام کے ہدایات کے ہوئے، اور فقیہ طریقت کو لقب دیا گیا صوفی کا۔ رفتہ رفتہ فقہ کے معنی بیع وسلم واجارہ وکفالت وغیرہ کے متعلق فتوون کے لئے گئے ہین حالانکہ ایسے فتوے تو متعلق سیاسیات ہین، ان سے دین کو کیا تعلق، تعلق ہی تو بس اسیقدر کہ قرآن مجید کے اصول سے، اوسکی ہدایات واحکام سے، اوسکے اشارات اور دلالات سے، کوئی معاملہ خلاف نہ ہونے پائے۔ اسی طرح فقہ طریقت کے معنی طریقہ پیری ومریدی، رسومات خانقاہ، اور مجالس عرس وسماع کے لئے گئے ہین، حالانکہ یہ تو متعلق رسومات تصوف ہین، فقہ طریقت یا صراط اللہ کو ان باتون سے کیا تعلق۔ اسکو منہاج الحق مین دیکھو

فقہ کا پتہ جو قرآن مجید سے ملتا ہی اوسکے یہ معنی نہین کہ جی یا قضایا کرو، اور وہ قضایا نئے دین کی بنیاد ڈالے، قوم مین تفرقے پیدا کرے، اور بیت اللہ مین چار مصلے قایم کئے جاوین جنکو نبی یا صحابہ نے قایم نہ کیا۔ اگر خود بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے یا تشریف لاتے تو وہ بالضرور چارون مصلّے کا ایک مصلّے مسلمانون کا قایم کرتے۔ چنانچہ کسی فقیہ یا امام نے نیا دین قایم نہین کیا، اون کے ماننے والون نے اونکی طرف بہت کچھ منسوب کرکے، اون کے برگزیدہ صفات مین غلو پیدا کرکے، تفرقہ پیدا کیا ہی، اور اونکی رایون اور قضایا کو دین سمجھ رکھا ہی، مگر وہ اس سے بری ہین۔ کسی فقیہ نے یہ نہ کہا کہ میری رائے وحی منزل من السماء ہی، یا یہ بھی نہین کہ میرا قضایا یا الہام یا القائے ربانی ہی، اور کسی طرح بھی داخل

فی الدین ہو، بلکہ سب نے یہی کہا کہ میری باتون کو اوسوقت تک نہ مانو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ ہمنے کہان سے کہا، اوسکی اصلیت کیا ہو، اور اوسکی سند کیا ہو۔ قضایا کو چاہو وہ مصر و قسطنطنیہ یا مکہ و مدینہ یا کسی سلطنت اسلامی کے کیون نہون دین مین داخل کرنا، اضافہ فی الدین، تجاوز عن الحد، خدا کی دی ہوئی آزادی کی بندش، مملوکات عقلی پر قبضہ ناجائز ہو۔ ہان قرآن مجید مین سمجھ پیدا کرنا تفقہ ہو۔ اور اوسکو سمجھانا اور پھیلانا فقیہ و امام کا کام ہے علما کیلئے تو یہ تفقہ عبادت اور خدا رسی کا ذریعہ ہے اور جہلا کیلئے خدا کی رحمت۔ جاہل نے سمجھ سے کام نہ لیا اور نہ لے سکا پھر بھی راہ پر ہو لیا تو منزل کو پہونچیگا اور مراد کو پالیگا۔ کیا کوئی اندھا لکڑی یا دوسرے کی آنکھ کے سہارے منزل تک نہین پہونچتا، اسی لئے تو ضرورت تفقہ و انذار کی ہوئی کہ بے سمجھ سمجھدار کے سہارے تقلیداً چلین، اور قرآن کے جاہل قرآن کی ہدایت پا سکین۔ تو جس فقیہ نے احکام کیلئے قرآنی دفعات کی طرف رجوع کیا اور صریح آیتون سے جواب دیا تو وہ قطعی خدائی حکم ہو۔ اگر اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے جواب دیا تو اوسکی حقانیت مین بھی کیا کلام۔ استدلال مختلف ہون گے تو باہمہ اختلاف سب ہی حق ہون گے، چونکہ بر بنائے قانون الٰہی ہون گے، اور اسی لئے یہ اختلاف ہی رہین گے، فرقے اور پارٹیان نہ بنائین گے جیسے اختلافات صحابہ۔ اور جس فقیہ نے اپنی رائے کیطرف رجوع کیا یا غیر قطعی اسناد کیطرف تو وہ ملکی قانون ہو سکتا ہی دینی قانون نہین ہو سکتا۔ اسلامی قانون جسکو محمدن لا کہا جاتا ہو اوسکی نسبت قرآن مجید سے نہین ہے اور وہ اسلامی قانون نہین فقہ کی نسبت جو قرآن مجید کی آیت اوپر دی گئی ہو تو اوس مین خدا نے تفقہ کو کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہین کیا کہ مخصوص زمانہ ہی کے اندر جتنے فقیہ ہو جائین ہو جائین پھر نہین ہو سکتے۔ تو جب خدا نے مخصوص نہ کیا تو تم کیون مخصوص کرو۔ طائفہ فقہا ہر زمانہ مین ہونا چاہئے کہ جاہلون کی راہ بند نہ ہو اور عالمون کی رفتار کھونٹی نہ ہو، اور انذار و تبلیغ کی خدمت ہر زمانہ مین انجام پاتی رہے۔

فقہ طریقت یہ منہاج الحق کا حصہ ہو اسلئے اسکو یہان بیان کرنا غیر ضروری ہے۔

قرآن و حدیث و فقہ تینون کی نسبت مین نے بیان کیا۔ اس سے ظاہر ہوا ہوگا کہ کسکی نسبت خدا و رسول

کے ساتھ کس قسم کی اور کس درجہ کی ہے

مگر اللہ اللہ یہ کیسا اندھیر ہو گیا کہ خدا کے بندے خدا کی بندی ہو کر اوسکے بندوں کے بندے بنے، رشتہ عبودیت توڑ دیا گیا، اور احکام دینی کیلئے اہل حدیث حدیث کی طرف رجوع کرنے لگے، اور مصنفین صحاح کے مومن ہوئے اور اہل فقہ فقہ کی طرف رجوع کرنے لگے، اور فقہا کے مومن ہوئے، اور مسائل روحانی کیلئے اللہ والے طالب حق اپنے اپنے طریقوں کے پیر و مرشد کی تصنیف مکتوبات و ملفوظات، مقولے، شاعری، اور افسانوں کیطرف رجوع کرنے لگے، اور صوفیوں کے مومن ہوئے۔ خدا کا کلام کسی کام کا نہ سمجھا گیا، نہ وہ کسی مسئلہ کا ماخذ، نہ اوس سے تمسک پکڑنا ہی جائز۔ غرض مسلمانوں کا دین منزل عملاً سمجھا گیا صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی، سنن ابی داؤد، یعنی صحاح۔ اور ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز، فتاوی عالمگیری، فتاوی قاضی خان، اور روحانیت کے لئے مکتوبات و ملفوظات، اور ترکہ کیلئے سراجیہ کوئی قرآن تبلیغ کرے، قرآن کیطرف بلائے تو اوس سے زیادہ مجرم فاسق اور کافر کون، کیونکہ وہ حدیث کا منکر، فقہ کا منکر، حدیث و فقہ کی کتابوں کا منکر، اون کے مصنفین کا منکر سمجھا جائیگا، اور علما کا مرتد، اور دین سے برگردد تسلیم ہو کر خلود فی النار کا مستوجب قرار پائیگا۔ اے عزیزو نہ اس رفتار کا قرآن حامی نہ حدیث حامی، نہ اس چال سے خدا راضی نہ رسول خوش، نہ یہ خدا کا دین نہ رسول کا مذہب فاین تذھبون ٥ ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون تدبر و تفقہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں اضافہ نہیں ہے، بلکہ آپکے تفقہ نے ہمکو تعلیم دی ہے کہ تفقہ فی الدین جو مامور خداوندی ہے وہ ہے کیا چیز۔

عمل متواتر اور خبر و تاریخ سے بھی پایا جاتا ہے کہ اپنے تفقہ کی راہ کھولکر بھی ہماری تعلیم فرمائی ہے۔ مثلاً جہاں پر خداوند عالم نے مجاز کیا ہے وہاں آپنے کئی طرح پر عمل کر کے دکھا دیا ہے کہ اسمیں انسان مجاز کیا گیا ہے۔ خدا نے قیام کو فرمایا یہ نفرمایا کہ کیونکر کرو، تو یہ مجاز کی صورت ہوئی کہ قیام توکرو اور جیسے کرو۔ آپنے قیام کیا تو ہاتھ باندھا بھی، نہ بھی باندھا، سینہ پر بھی باندھا، زیر ناف بھی باندھا۔ علی ہذا آمین زور سے بھی کہی، اور آہستہ بھی

رفع یدین کیا بھی، اور نہ بھی کیا۔ نماز ادا میں دعا چاہئے تھی آپنے قنوت بھی پڑھی اور دعا بھی۔ تحیت و ثنا کرنی چاہئے تھی، آپنے آور تحیت بھی پڑھی اور التحیات بھی، خدا نے فرمایا فسبح باسم ربک العظیم اور سبح اسم ربک الاعلی۔ آپنے رکوع و سجود مین سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی بھی پڑھی، اور دوسری دوسری تسبیحین بھی، تاکہ واضح ہوجائے کہ یہ مجاز کی صورتین ہین، انکو مجاز سمجھنا، اور اوسیطرح بصورت مجاز عمل کرنا تفقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کرنی ہے، نہ انکو فرض کیطرح ادا کرکے فرائض پر اضافہ کرنا جس مختلف طرحپر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اوسی مختلف طرحپر فرقے ہوہو کر قوم بھی کرتی چلی آرہی ہے یہی عمل متواتر ہے جسکی شہادت تاریخ اسلام یعنی حدیث بھی دے رہی ہے۔ ہان مختلف طرحپر عمل کرنیوالے بجائے اسکے کہ سب طرز عمل کو مجاز سمجھکر جائز سمجھتے فرقے ہوہو گئے، یہ ظلم کیا، دین مین پھوٹ ڈالا جسکو خدا نے منع کیا تھا۔

آپکے مختلف اعمال دین، مجاز من اللہ کی مختلف صورتین ہین، مختلف ادیان نہین ہین، کوئی اوس طرح نہ کرے اور دوسری طرح کرے تو اوسکی نماز یا عبادت باطل نہ ہوجائیگی، مگر یہ تدبر و تفقہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ مورد وحی تھے، شیطان کا گذر آپ تک نہ تھا، آپکا تدبر و تفقہ اگر قطعاً ثابت ہوجائے کہ آپکا تدبر و تفقہ ہے تو اوسکو مجھ الو دہ گناہ کے کسی خیال سے بہتر سمجھنا توکسر شان رسالت ہے، سارے اولیا و صلحا سارے پیشوا اور اماموں کے تدبر و تفقہ سے بلند تر، ارفع تر، مطابق رضاے مولا، کہنا زیبا ہے۔ آپکے تفقہ کے آگے کسی کے تفقہ کا نام لینا غلط۔ ہان یہ ضرور ہے کہ آپکا تدبر و تفقہ قطعاً ثابت ہوجائے، یا عمل متواتر کی شہادت سے، یا اون حدیثون کی شہادت سے جنکی شرائط صحت کو مین نے اوپر بیان کیا ہے۔ جانچنے کے بعد جب یہ ثابت ہوجائے کہ یہ آپکا تدبر و تفقہ ہے تو ہر چند وہ علما و صلحا کیلئے موجب ہدایت و رحمت ہے مگر وہ آپکی وحی منزل کے درجہ مین نہین ہے۔ دین قرآن مجید مین کامل ہوچکا جسکا منکر کافر ہے، اور تفقہ ہے مجاز مین، مجاز کو کسی ایک صورت مین منحصر کرنا چاہے وہ اعلی و ارفع ہی صورت کیون نہ ہو، خدا کے مجاز کئے ہوے کو مائدہ دینا اور محکوم علیہ بنا دینا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تفقہ کے یہ معنی نہین کہ آپنے خدا کے مجاز کردہ

محکوم علیہ بنادیا ہی، بلکہ آپنے از روئے تفقہ تعلیم دی ہی کہ یہ مجاز کی صورت ہی، اور ایسی صورتون مین تفقہ کرنی چاہیے، نہ قطعی اور صریحی احکام مین۔ تفقہ مجاز مین ہی، چاہے تفقہ شریعت ہو یا تفقہ طریقت۔ اسکا غیر معمل نہ کافر نہ مستحق جہنم۔ اسلئے تفقہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چند ہم سو طرح کے فوائد سے فیضیاب بھی ہون مگر وہ دین منزل نہ ہوجائیگا۔ اے قوم فرق مراتب ضرور ہی۔ اللہ اللہ ہی، رسول رسول۔ نہ پیر و مرشد کو رسول بناؤ، نہ رسول کو خدا، نہ مقولات صوفیہ کو حدیث، نہ حدیث کو کلام اللہ۔ دین کو ساری آمیزشون سے پاک اور خالص کرو۔ الا للہ الدین الخالص (ہوشیار۔ کہ خدا کے لئے دین خالص ہی) اسلئے الیس اللہ بکافٍ عبدہ کیا خدا کے بندے کو خدا کافی نہین۔ (زمر ۳۶) منقوش دل رکھو۔ اور۔ اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم۔ کیا لوگون کو یہ کافی نہین کہ ہمنے تم پر اے رسول قرآن مجید نازل کیا جو اونکو پڑھکر سنایا جاتا ہی۔ (عنکبوت ۵۱) کو نصب العین رکھو۔ واقعی تعجب اور افسوس کا مقام کیون نہو گا اگر بندے کو خدا اور بندگی کو خدا کا کلام کافی نہو، جو بدولت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو عنایت ہوا۔

تفقہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صورت الہام ربانی ہی۔ مگر الہام کوئی بنیاد دین نہین قائم کرتا، نہ کلام ربانی کے مخالف ہوسکتا، نہ حدود اللہ کو کم و بیش کرسکتا ہی۔ الہام اوس القاے ربانی کا نام ہے جو پس پردہ ہو، جو روحانیت قرآن کریم اور اسرار فطرت کو منکشف کرے، اور بوقت ضرورت ایسی راہ کی رہنمائی کرے جو خطرات سے محفوظ ہو، اسلئے آپکا کلام منزل تو قرآن مجید ہے جو آپکی زبان مبارک سے بولا گیا مگر ہے منزل۔ اور آپکے کلام غیر منزل مین کئی قسمین ہین، کچھ تو آپکا تفقہ ہی جسکی حقیقت بیان ہوئی۔ اور کچھ الہام ہے جو وقتی مصلحت کے لحاظ کے ساتھ حسب اقتضائے ضرورت وقت ہی۔ اور کچھ روزمرہ کی باتین اور انسانی اقوال ہین کہ وہ بھی انسان کامل ہونے کے سبب کامل تر اور فلسفہ کی جان ہین۔ مگر چونکہ کلام غیر منزل منزل من اللہ نہین اسلئے یہ داخل فی الدین نہین۔ اسی لئے یہ کلام نہ جمع کئے گئے نہ لکھے گئے۔ اور اسی لئے آپ نے ان کی کتابت کو منع فرمایا تھا۔ جس کی تشریح بہت کچھ اوپر کی جاچکی ہے۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

مسئلہ (۱۵)

قرآن مجید عربی زبان اور اصطلاح عرب مین نازل ہوا ہی یا اپنی کوئی مخصوص اصطلاح مین، یا فرشتونکی اصطلاح مین، یا کوئی خاص خدائی اصطلاح مین، اگر عربی زبان اور اصطلاح عرب مین نازل ہوا ہی تو اسکی اصطلاح کے کھولنے اور واضح کرنیکا کوئی فرشتہ مجاز و مستحق ہی یا مصطلحات عرب۔؟

قرآن کریم عربی زبان مین نازل ہوا ہی اسلئے اسکے الفاظ و مصطلحات کو اہل زبان واضح کرنیکے مجاز و مستحق ہین نہ فرشتے عربی زبان مین جو قرآن کریم خدانے نازل فرمایا حضرت جبرئیل لائے، وہ لانیوالے تھے اسکی اصطلاح کو کھولنے کے وہ مجاز و مستحق نہ تھے۔ اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ قرآن مجید سمجھنے کے لئے یہ اک ضروری اصول ہی۔

خدانے فرمایا انا انزلنٰہ قرآناً عربیا لعلکم تعقلون۔ ہمنے قرآن مجید عربی زبان مین نازل کیا تاکہ تم سمجھو۔ (یوسف ۱) پھر یہ کیسا ظلم ہی کہ تم سمجھکر بھی نہ سمجھو، اور نہ مبہمی مصطلح الفاظ کو مجمل کہکر اوسکا بتانیوالا حضرت جبرئیل کو قرار دو باوجودیکہ وہ اہل زبان نہین۔

وانہ لتنزیل رب العلمین ہ نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین ہ بے شک یہ قرآن پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہی سلیس عربی زبان مین، اسکو جبرئیل تمہارے قلب پر لیکر اوترا ہی تاکہ تم ڈرسنانیوالون مین ہو۔ (الشعرا ۱۹۲ تا ۱۹۵) اس آیت مین خدانے حضرت جبرئیل کی خدمت بیان فرمادی، وہ تھے فرشتے، اور فرشتون کی شان ہی یفعلون ما یؤمرون جو حکم دیا گیا بس اوسی کے بجالانیوالے، پھر وہ قرآن کو، یا اوس کے احکام وہدایات کو، یا اوسکے الفاظ و اصطلاحات کو، کسکے حکم سے بیان کرنے اور بتانے کے اہل ہو سکتے تھے۔ اور اسکی ضرورت بھی نہ تھی

کیونکہ قرآن سلیس عربی زبان مین نازل ہوا ہی بلسان عربی مبین خود آنحضرت کی زبان مین - اسلئے
اسکے مصلحات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل زبان ہونیکی حیثیت سے حضرت جبرئیل سے زیادہ
واقف اور بتانیکے زیادہ مجاز اور مستحق تھے - اگر کسی خاص زبان مین عربی زبان کے سوا نازل ہوتا تو یہی
کہا جاتا - ولوجعلنه قرانا اعجمیا لقالوا لولا فصلت اٰیٰته ءاعجمی وعربی اگر ہم اسکو قرآن عجمی زبان کا
بناتے تو یہ ضرور کہتے کہ اسکی آیتین کیون نہ کھولکر بیان کی گئین، کیا قرآن تو عجمی زبان کا اور رسول عربی (فصلت ۵)
یہ کھلا کھلا ہی کہ قرآن مجید کے لغات و مصطلحات کوئی فرشتون کے خاص لغات و مصطلحات نہین ہین - نہ کوئی
خاص خدائی لغات و مصطلحات ہین جنکو واضح کرنیکے لیے بغیر حکم خداوندی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تکلیف
کرنی پڑے، اور ایسا کوئی حکم قرآن مجید مین نہین پایا جاتا - قرآن مجید ایسی سلیس عربی مین نازل ہوا ہی
کہ ایک اعرابی تک سمجھتا تھا - اہل عرب کو جب قرآن مجید سنایا جاتا تو وہ بے تکلف سمجھتے، اوسکی فصاحت
و بلاغت کے معترف ہوتے، اور اوسکی خوبی اور لاثانی ہونے پر قربان ہوتے تھے، یہ کسی نے بھی نہ پوچھا
کہ صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، سرقہ، زنا، ربوا، صدقہ، نفقہ، نکاح، طلاق، خلع، ایلا، ظہار وغیرہ
وغیرہ کون سے الفاظ بے معنی ہین - یہی وجہ تھی کہ قرآن مجید بلا کسی فرہنگ یا ہینڈ نوٹ یا ضمیمہ کے
تبلیغ اور شایع کیا گیا - اگر اسکے اصطلاحی الفاظ خدائی یا فرشتون کے ہوتے، تو قوم دل کھول کے معترض
ہوتی، کہ یہ کونسی زبان بولتے ہین، کیونکہ وہ نکتہ چینیون کیلئے دل کھول کے تلی بیٹھی تھی، بجائے اس کے
قوم نے اسکو ایسی قدر کی نگاہون دیکھا جسکی دنیا مین کہین مثال نہین ملتی، باوجود اسکے ساتھ مذہبی اختلاف
ہونیکے وہ بھی گہرے تعصب کے ساتھ اسکی ایسی قدر کیگئی کہ اسکے آگے سبعہ معلقہ کے ساتون جھنڈے
سرنگون کر دیے گئے - اگر ایسا ہوتا کہ قرآن مجید کوئی خاص اصطلاح مین نازل ہوتا جس سے قوم ناآشنا
ہوتی تو اوسکی تبلیغ لغو فعل ہوتا شان رسالت سے بعید - اور احکم الحاکمین کا ایسی اصطلاح مین حکم
دینا جس سے محکوم علیہ محض ناآشنا ہو لغو فعل ہوتا شان خداوندی سے بعید تر - اسلئے قرآن مجید ضرور

اونھین لغات و اصطلاحات مین نازل ہوا ہے جن سے قوم واقف تھی۔ کوئی نئی اصطلاح کا منتر لیکر نازل نہین ہوا۔ پھر یہ کیسا ظلم ہے کہ اصطلاحی الفاظ کو مجمل کہکر قرآن کو مجمل کہو نا قابل تعمیل۔

اوپر یہ آیت بیان ہوئی ہے انا انزلنٰہ قرانًا عربیا لعلکم تعقلون ۞ ہمنے قرآن مجید زبان عربی اوتارا تا کہ تم سمجھو۔ (یوسف ۱؍۱) اس نے واضح کر دیا کہ قرآن مجید اسیکی ہی زبان مین اوترا ہے جسکو ہم سمجھتے ہین، ہماری ہی سمجھ کے لئے تو اوترا ہے۔ مگر افسوس کہ قوم قرآن مجید سے نہ صلوٰۃ سمجھتی ہے، نہ صوم، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ ربوا، نہ حلال و حرام ہی، نہ کوئی ایک حکم ہی۔ سارا ہی کچھ مصطلح خاص و مجمل ہے۔ لیکن ایسا سمجھنا قرآن مجید کے خلاف ہے، کیونکہ خدا نے فرمادیا۔ وکذٰلک انزلنٰہ حکمًا عربیا۔ اسی طرح ہمنے حکم عربی زبان مین اوتارا۔ (رعد ۵)

اے لوگو! یہ ظلم ہے کہ تم احکام کو خاص اصطلاحی الفاظ مین مانو جنکو فرشتے آکر بتائین۔ مین ہر ایک حکم کو قرآن کریم کی ہی آیتون سے واضح کرتا جاؤنگا کہ ہر حکم مصطلح الفاظ مین ہے جس سے قوم واقف تھی۔ ایسی آیتون سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے کہانتک لکھی جائین۔ یاد نہ رہین گی، اسلئے یہ چند آیتین جو اوپر مین نے دی ہین انھین بھولنا نہ چاہئے، اور اس پر ایمان لانا چاہئے، کہ خدا نے قرآن مجید عربی زبان مین ہمارے سمجھنے اور ہماری ہدایت کیلئے اوتارا ہے، اور اسلئے سارے احکام عربی زبان مین اوسنے دئے ہین۔ اگر ہم عربی زبان کی لاعلمی سے، کسی لغت و اصطلاح کی تحقیق سے مجبور ہون تو اس سے قرآن چیستان، معمہ، اور اپنی خاص اصطلاح کا نہ ہوجائیگا۔ معلومات کے ذرایع بند ہوجائین تو اس سے قرآن پر کیا الزام۔

اگر ہم لغات و محاورات، عمل متواتر سے، قول متواتر سے، تاریخ و اخبار یعنی حدیث سے، اور لغات و محاورات کی کتابون سے، یا تفسیر کی کتابون سے، تحقیق کرین تو جو محقق ہوگا اور اوس سے جو قرآن کا مطلب سمجھا جائیگا وہ صحیح ہوگا۔ مگر وہ کتابین قرآن یا قرآن کا فرد مقابل یا داخل فی الدین نہ ہوجائینگی۔ ہان قرآن سمجھنے کا ذریعہ ہونگی جیسے اوستاذ۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ — محمد رسول اللہ — والقرآن کلام اللہ

تنبیہ

ان پندرہ سوالون کے حل کرنیکے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ اگر قرآن مجید ہی دین اللہ ہی جو مکمل ہے محتاج تکمیل نہین۔ مفصل ہی محتاج تفسیر نہین، تو احکام خداوندی قرآن مجید سے کسطرح ثابت ہوتے ہین؟ یہ کیا اندھیر ہے کہ احکام تو بھیجے احکم الحاکمین اور وہ خود فرمائے کہ ہمنے قرآن مجید مفصل نازل فرمایا ہی۔ تفصیل کی بہتری آیتین اوپر دی گئی ہین، اور اسکا تو ایک نمبر ہی الگ دیا گیا ہی۔ مفصل اسلئے نازل کیا کہ مخلوق ومحکوم کو عدم تعمیل کی نسبت عذر نہ رہی۔ مگر قوم باوجود دعویٰ اسلام کے اس خدائی دعوے سے اپنے کو بری الذمہ سمجھ کر مجھے مدعی قرار دیتی ہی اور مجھ سے ہی جواب بھی طلب کرتی ہی کہ اگر قرآن مجید کی آیتین مفصل ہین تو احکام قرآنی مفصل بتاؤ۔

حقیقت مین نہ مین مدعی نہ مدعا علیہ نہ میرا خود کوئی دعویٰ۔ نہ مین کچھ، نہ میرا دعویٰ کچھ۔ مگر ہان خداوندی قانون یاد کرکے مین نے خدائی وکالت کا امتحان پاس کیا ہی۔ اسلئے وکالتاً مجھے جواب دینا پڑا ہی اور مین جواب دونگا اور ثابت کردونگا کہ خدائی دعویٰ جھوٹا نہین بلکہ بدیہی ہی کہ آنکھ والے دیکھین اور خدا کی آیتون پر ایمان لائین۔ ہان اتنی فرمایش کرنی ضرور ہی کہ دیکھنے والے محبت ماسوا اور محبت احبار ورہبان کی عینک اوتار ڈالین، اور طلب حق کی آنکھون دیکھین۔

خدا نے فرمایا کہ ہمنے قرآن مفصل اوتارا، تو اسپر ایمان لاؤ، اور اسکے آگے سر جھکا دو، ورنہ وقفہ کا زمانہ کفر کا زمانہ ہوگا۔ اگر یہ تمہاری سمجھ مین بھی آجائے تو فہم سلیم کا شکر ادا کرو۔ نہ آئے تو سمجھنے کیلئے تلاش وتجسس مین لگے رہو یعنی ایمان کیلئے نہین بلکہ اطمینان کیلئے۔ جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ولکن لیطمئن قلبی (بقرہ ۳۵) یعنی اسنے خدا ایمان تو ہی اطمینان قلبی درکار ہی۔

جو احکام خداوند عالم نے قرآن مجید مین فرما دیے ہین وہ قطعی فرض ہین۔ اگر اشارتاً یا تذکرتاً یا قصون مین فرمایا ہی یا بطور موعظت و نصیحت کے فرمایا ہی تو یہ بھی فرض ہی ہی۔ طرز بیان کے بدلنے سے اصطلاح بدل سکتی ہی، اور اوسکو واجب لازم کہنا موزون ہوسکتا ہی مگر اس تبدل اصلاح سے فرضیت نہین جائیگی۔ ان سب کا منکر باغی و کافر، اور ان کا نافرمان گنہگار و فاسق سمجھا جائیگا۔ خدا کے احکام و ہدایات چاہے کسی طرز بیان سے ہون اونکی تعمیل سے چھٹکارہ نہین۔ ان احکام و ہدایات کے سوا نوافل ہین یعنی فاضل عبادات اور نیکیان تقرباً الی اللہ، خدا کی محبت اور اوسکی عظمت و جلالت، اوسکے خوف اور اوسکی رضا کے جوش مین کرنی، جیسا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، صلحا و اتقیا نے کیا، یہ مزید اجر کا باعث ہین، ولکل درجات مما عملوا۔ ہر ایک کیلئے اپنے اعمال کے حساب سے درجے ہین (انعام ۱۶) تو اعمال نوافل جتنا کرو اور جیسا کرو، اوتنا پاؤ اور ویسا پاؤ۔ وہ نوافل ہی ہین جو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ فرض کے کئے، جنہین قوم نے سنن و واجب کا لقب دیکر فرائض کے ہم پلہ بنا دیا ہی، بلکہ فرائض کے دائرہ مین تو رسم و رواج ملکی اور عادات و خصائل قومی کو بھی داخل کر لیا ہی۔ حالانکہ نوافل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوافل ہی سمجھنا اتباع رسول تھا نہ واجب و سنت موکدہ و غیر موکدہ قرار دیکر اضافہ علی القرآن کرنا۔ آپنے قرآن مجید پر ایک نقطہ کا اضافہ نہ کیا، اور نہ اسکو پسند فرماتے تھے کیونکہ آپ تو شان عبودیت کے کامل تر نمونہ تھے۔

احکام خداوندی جو مختلف الفاظ اور مختلف طرز بیان مین آئے اوس مین ہم درجہ دینے والے کون کہ یہ حکم بڑا ہی، یہ منجھولا ہے، یہ چھوٹا ہی، مالک کا حکم تو حکم ہی ہی گرچہ وہ مختلف الفاظ مین آئے مثلاً فرض علیکم۔ کتب علیکم۔ حرم علیکم۔ فاجتنبوہ۔ فاحذروہ۔ وغیرہ وغیرہ مختلف الفاظ مختلف طرز بیان ہین جیسے تم کہو کہ یہ کام کرنا تمکو لازم ہی، ضروری ہی، لابدی ہی، یا ناجائز ہی، ناروا ہے، منع ہی، اسکے پاس نہ پھٹکو، اس سے کنارہ کش رہو، یا ایسا کرنا ہماری خوشنودی کا باعث ہی،

اور ایسا نہ کرنا ہماری خفگی کا باعث، سب کے معنی یہ ہین کہ امر یا نہی جو مولا کا حکم ہی اوسکی تعمیل فرض اور ضروری ہی، چاہے وہ حکم جن الفاظ مین آوے۔

حاکم تو خدا ہی اور حکم بھی اوسی کا الا لہ الحکم اور سب واجب التعمیل۔ پھر اس مین علمی شاخسانے ملانے، اسمین مدارج قایم کرنے، اور دین اللہ مین واجبات مستحبات مکروہ مکروہ تحریمی، اور مشتبہ وغیرہ وغیرہ الفاظ اضافہ کرنے سے تو اوسکی قطعیت ہی کھو جایگی، کیونکہ یہ اصطلاحات علی بعینہ صاحب نہین ہین۔

مین نص قرآن مجید کو سمجھتا ہون جو دین اللہ ہے اور جسکا منکر بے دین ہی۔ صریح حکم صریح فرض ہے دلالۃ النص اور اشارۃ النص ہدایات ربانی ہین، یہ بھی فرض ہین، نوافل عبادات فاضلہ غیر فرض ہین موجب ازدیاد اجر۔

ہر ظاہر کا باطن ہی جیسے انسان مین روح یا الفاظ مین معنی۔ اگر لفظ بے معنے ہے تو مہمل ہی۔ یا انسان بے جان ہی تو مردہ ہے مٹی مین ملانے کے قابل۔ اسیطرح شریعت اسلام ہی کہ ظاہر و باطن ملا کے شریعت ہی۔ مگر قومی اصطلاح کی مجبوری سے سمجھنے اور سمجھانیکیلیے مین بھی ظاہر شریعت کو شریعت کہونگا، اور باطن شریعت کو طریقت۔ طریقت یا روحانیت اسلام کو تو مین **منہاج الحق** مین بیان کرونگا، اس کتاب مین شریعت اسلام کو بیان کرنا ہی کہ قرآن مجید نے کونسی شریعت سکھائی ہے جسکی آنحضرت نے تبلیغ فرمائی، تاکہ اسلام کے سارے فرقے اسی شریعت حقہ پر اپنی اپنی شہعیتون کو تولین، اور فیصلہ کا حق جسکو قرآن مجید سے غصب کرکے اورون کو دیا ہے اوس حق کو پھر قرآن مجید کو واپس کردین۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ — والقرآن کلام اللہ

عبادات

اس سرخی مین مجھے قرآن مجید کے سارے احکام وہدایات کو بیان کرنا مقصود نہین ہی کیونکہ اسکے لئے تو خود قرآن مجید ہی موجود ہی - بلکہ صرف چند احکام وہدایات کو بیان کرنا ہے جنکی نسبت قدم قدم پر سوال ہوتا ہی کہ اگر قرآن مجید اپنے مفصل ہونیکے دعوے مین سچا ہی تو ان احکام کو مفصل بتاؤ - اور اون احکام کو اسلئے بھی مفصل دکھانا ہے تاکہ ہر فرقے اپنی اپنی غلطیون کی قرآن مجید سے اصلاح کرین، اور فرقہ بندی سے تائب ہوکر واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لین -

یہ خدمت تھا ہی بڑے بڑے علامہ اور اماموں کے کرنیکا - مگر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو کہ اوس نے یہ خدمت لینی چاہی مجھ جیسے اُمّی اور جاہل سے - یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید

طہارت

طہارت کوئی غیر مانوس لفظ نہین - قوم طہارت کو جانتی تھی، ضرورت بتانیکی نہ تھی - قرآن مجید کچھ محاورات و مصطلحات کی کتاب تھوڑی ہی، اوسکا کام مصطلحات کو بیان کرنا نہین ہی - خدا نے فرمایا - ینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطن - خدا ہی تمپر بدلی سے پانی برساتا ہی تاکہ تمھین پاک کرے، اور تم سے شیطانی ناپاکی کو دور کرے - (انفال ۲) تو جب ناپاک ہواکرو تو ناپاکی کو دھو ڈالو، اور نہا دھوکر طہارت حاصل کرو - پانی کا مصرف پینے کے سوا پاک کرنا بھی ہے - وانزلنا من السماء ماءً طھورا - ہمنے آسمان سے پانی برسایا جو پاک صاف کرنیکی چیز ہے - (فرقان ۵)

جنابت بھی ناپاکی ہی اسلئے خدا نے فرمایا - وان کنتم جنبًا فاطھروا - اگر ناپاک ہوا کرو تو طہارت کرلیا کرو یعنی نہالیا کرو (مائدہ ۲) ناپاک ہونا بھی لوگ جانتے تھے اور طہارت بھی، اسلئے نہ جنابت کو بتایا نہ طہارت کو، کیونکہ نہ فرشتون کی

زبان کے الفاظ نہیں ہین۔

رہا یہ کہ طہارت کیلئے پانی کیسا چاہیئے، اسکے اوپر طبع آزمائی کرنے، اور بال کی کھال کھینچنے کی ضرورت نہیں ہین، کیونکہ وہ شکوک ہون گے، اور شک کرنیوالون کا شک تو بدیہیات سے بھی نہیں جاتا۔ اتنا یاد رکھنا کافی ہے کہ قرآن مجید مین بحکم خداوند لایزال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیب اور ستھری چیز کو حلال کیا ہے، اور گندہ اور نجس چیز کو حرام یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبٰئث (اعراف ۱۹۱) ستھری اور گندی چیز کو کون سا ذی تمیز تمیز نہیں کرتا۔ تمیز کرتے ہو تو اسکی تعمیل کرو، اور اسکو مجمل نا قابل تعمیل نہ سمجھو۔ اس مین ماکول و مشروب سب داخل ہین۔ محرمات جنکو خدا نے حرام کر دیا ہے، اور گندی چیزین بھی کہ انکو بھی خدا نے حرام کر دیا ہے، باقی تمام ستھری چیزین طیب اور طاہر ہین۔ انکو کھاؤ پیو اور استعمال مین لاؤ۔ بس جیسا پانی پی سکتے ہو کہ یہ طاہر ہے، اوسی سے نہا بھی سکتے ہو کہ تمکو طہارت حاصل ہو یعنی جس پانی کو پاک اور صاف سمجھو، اور تمکو اطمینان قلبی حاصل ہو، وہ طیب اور حلال ہے، مشروباً بھی اور استعمالاً بھی۔ طیب کوئی فرشتون کا لغت نہیں ہے۔ ہر کوئی سمجھتا ہے کہ طیب، پاک اور ستھری چیز کسکو کہتے ہین اوسی کو خدا نے حلال کیا الیوم احل لکم الطیبات آج تمپر ستھری چیزین حلال کی گئین۔ (مائدہ ۱۷۷) اکلاً بھی، شرباً بھی، استعمالاً بھی۔ خدا کی اس تعمیم کو تخصیص کا حق کسکو حاصل ہے

طہارت ہی کیا، سارے ہی احکام مبنی بر دیانت ہین۔ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم خدا مواخذہ اعمال قلوب اور نیات پر کریگا۔

کپڑون کی طہارت کی نسبت حکم ہوا ثیابک فطھر والرجز فاھجر۔ اپنے کپڑے پاک رکھو اور پلیدی سے دور رہو۔ (مدثر ۱) یعنی اپنے کو بھی پاک رکھو اور اپنے کپڑون کو بھی، جسکی ضرورت عبادت کیلئے بھی ہے، حفظان صحت کیلئے بھی، اور خوش زیست کیلئے بھی۔

حیض و نفاس کی نسبت فرمایا۔ لا تقربوھن حتی یطھرن۔ حیض میں عورتون کے نزدیک نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہولین (بقرکلا ۲۸) وہ پاک نہین ہین تو مجنبہ کی طرح نماز بھی نہین پڑھ سکتین۔ اور پاک ہوتا ہی آدمی نہا کر جیسا کہ بیان ہوا۔

مسجد حرام کی طہارت کی نسبت فرمایا طھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود۔ مسجد حرام کو طواف کرنے والون، اور نماز پڑھنے والون کیلئے پاک رکھو (حج ۴) مسجدین بھی نماز ہی کیلئے بنائی جاتی ہین، تو انکو بھی پاک رکھنا لازم ہے۔ انما المشرکون نجس فلا تقربوا المسجد الحرام (مشرکین نجس ہین تو یہ مسجد حرام کے نزدیک نہ جانے پائین) نجاست شرک چھونے سے نہین لگ جاتی مگر حرمت مین دھبہ ڈالتی ہی۔ اسلئے مسجدون مین مشرکون کو نہ جانا چاہیے کیونکہ اوسکی عظمت و حرمت مین دھبہ آئیگا۔ کیونکہ مسجدین جو عبادت کیلئے بنائی جاتی ہین وہ شعائر اللہ اور حرمات اللہ مین داخل ہین۔ ذلک و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب اور ذلک و من یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ۔ (حج) اسی اصول پر کل اون چیزون کی حرمت ہی جو خدا کے ساتھ منسوب ہون۔ جیسے ھدی اور قلائد وغیرہ۔ حج کے قربانی کے جانور۔

یاد رکھو ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین (خدا توبہ کرنے والون اور پاک رہنے والو نکو پسند فرماتا ہے) ظاہر و باطن دونون پاکی مطلوب ہی۔ باطنی پاکی توبہ سے حاصل ہوتی ہی اور جسمانی پاکی طہارت سے۔ اسی لئے توبہ اور طہارت دونون کو فرمایا۔ مطلب یہ بھی ہی کہ ذروا ظاھر الاثم و باطنہ (ظاہر اور باطن دونون گناہون سے بچو) تو گناہون سے بھی پاک رہو، اپنے جسم کو بھی پاک رکھو اور کپڑون کو بھی، اور عبادت کیلئے مسجد یا عبادت کی جگہ کو بھی۔ اور پاکی کی حالت مین عبادت کیا کرو۔

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ | محمد رسول اللہ | والقرآن کلام اللہ

غسل

غسل کوئی انوکھی اصطلاح نہین ہے۔ نہ یہ کوئی فرشتون کی زبان کا لفظ ہے۔ اس سے عرب کی ساری قومین واقف تھین۔ بلکہ گویا یہ دنیا کی ساری قومون مین تھا اور ہے کہ جب ناپاک ہو تو نہا لو۔ یہانتک کہ بطخون کو بھی تمنے دیکھا ہوگا کہ جفتی کے بعد وہ خوب ہی نہاتی ہین، پانی نہین ملتا تو نہانیکی نقل کرتی ہین گویا یہ اک اقتضائے فطرت ہے جب غسل جنابت سب دینون مین ہے تو اس سے قوم بالضرور واقف تھی خدا نے حکم دیا، بندون نے تعمیل کی۔

غسل کی نسبت خدا نے فرمایا۔ یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰری حتی تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا۔ مومنو! نماز کے قریب نہ جاؤ دران حالیکہ تم حالت سکر مین ہو یہانتک کہ تم یہ جان سکو کہ تم بولتے کیا ہو۔ اور نہ جب نماز کے نزدیک جائے مگر مسافر۔ اگر تم مریض ہو، یا مسافر، یا کوئی تم مین سے پاخانہ سے آئے، یا جماع کرو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو۔ (النساء ع ۷) لمس کے معنی جماع کے بھی ہین اور اختلاط کے بھی۔ اور اس آیت کا یہ ٹکڑہ وان کنتم مرضیٰ سے آخر تک وضو کی آیت مین بھی ہے۔ اسلئے غسل کی آیت مین ہمنے لمس کا ترجمہ جماع کیا ہے اور وضو کی آیت مین اختلاط حسب اقتضائے حال۔ مجامعت کو لمس سے تعبیر کرنا تہذیباً ہے جس طرح اسی مجامعت کو خدا نے فرمایا من قبل ان یتماسا۔ اس آیت مین غسل کے احکام ہین، حتی تغتسلوا اسکا موید ہے یہ وضو کے احکام نہین کیونکہ وضو کا لفظ یا اوسکا اشارہ بھی کسی لفظ سے نہین پایا جاتا۔

اس آیت سے بہتیرے احکام معلوم ہوتے ہین، ہر حکم پر ہمنے نمبر دیدیا ہے اس سے پہلے کہ مین کچھ اس آیت کے متعلق لکھون علما کی رائین لکھدینی چاہتا ہون تاکہ حقیقت منکشف ہو سکے۔

۱؎ لا تقربوا الصلوٰۃ مین صلوٰۃ سے مراد بعضون نے مسجد لی ہے - یعنی حالت سکر مین مسجد کے قریب نہ جاؤ - لیکن اس سے حتی تعلموا ما تقولون دو لخت اور بے جوڑ ہو جاتا ہے - کیا معنی ہون گے کہ مسجد کے قریب نہ جاؤ جب تک یہ نہ جانو کہ تم بولتے کیا ہو - اسلئے صلوٰۃ کے معنی نماز ہی کے ہین ۔ اسسے آیت کا مفہوم نہین بگڑتا - تو پھر مراد کیون لو -

۲؎ اس حکم کو لوگون نے حرمت خمر سے منسوخ کیا ہے - خدا نے تو منسوخ نہین کیا مگر لوگون نے منسوخ کرکے خدا کے اس حکم کو اوٹھا دیا ہے - اس آیت سے خدا کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے شراب پی - اوسنے نافرمانی تو کی مگر چلا نماز پڑھنے کہ نماز کے حکم کی نافرمانی کرکے دوہری نافرمانی کیون کرین - تو خدا نے اسسے روکا کہ نشہ کی وجہ سے تم اس عبادت کے بھی قابل نہ رہے - تم نماز کے قریب نہین جا سکتے - اگر اس آیت کو منسوخ کر دوگے اور نشہ مین نماز کی بھی اجازت دوگے تو یہ نافرمانی ہوگی - نسخ سے خدا کا ایک حکم اوٹھ جاتا ہے جسکے اوٹھانیکا کوئی بھی مجاز نہین -

۳؎ "جب بے نہائے نماز کے نزدیک نہ جائے مگر مسافر" خدا نے مستثنےٰ کیا مگر لوگون نے مسافر کو مستثنےٰ نہین کیا - جس خدا نے مسافر کی رعایت قصر نماز سے نماز مین کی اور روزہ بعد کو رکھ لینے سے روزے مین کی ، اوسنے حالت جنابت مین استثنا کرکے نماز کی اجازت دی مگر تیمم کرکے جیسا کہ اسی آیت مین او علی سفر سے واضح کیا ہے - مگر لوگون نے مستثنےٰ نہین کیا - پانی ملنے پر مسافر کو بھی نہانا ہی ہوگا - چاہے زن و فرزند ریل پر چھوٹ جائین مگر اسٹیشن پر اوترکر اوسکو نہانا ضرور ہے -

۴؎ "مریض ، مسافر ، یا کوئی پاءخانہ سے آئے یعنی اوسکو حدث یا پاءخانہ یا پیشاب ہو ، یا جماع کرے اور پانی نہ پائے تو تیمم کرے" بعضون نے پانی نہ ملنے کی قید سب کے ساتھ لگائی ہے ، اور راپنے جی سے مراد لیا ہے وضو ، جس کا اشارہ بھی آیت مین نہین ہے ، کیونکہ وضو کی آیت مین خود ان چارون کی نسبت حکم موجود ہے - تو انکے خیال کے مطابق اگر پانی ملنے کی قید سب کے ساتھ لگائی جائے تو مریض کو بھی پانی ملنے پر نہانا ہی ہوگا

تو اوس غریب کی تو جان ہی گئی۔ مسافر کو بھی پانی ملنے پر نہانا ہی ہوگا تو خدا کا استثنا کرنا الا عابری
سبیل بے کار اور لغو ہو جائیگا۔ اور جنب جب پاخانہ سے آئے اور پانی نہ پائے تو تیمم کریگا تو یہ
پاخانہ سے آنیکی قید ذکر کیا معنی پیدا کیا۔ یہ تو محض بیکار اور لغو ہو جاتا ہے۔ اسلئے پانی نہ ملنے کی قید سب کے ساتھ نہیں ہو سکتی
بعضوں نے پانی نہ ملنے کی قید مریض و مسافر کیساتھ تو نہیں لگائی اور باقی دو کے ساتھ لگائی۔ مگر اسکی کوئی
وجہ نہیں دی کہ دو کے ساتھ پانی کی قید کیوں لگائی اور دو کو چھوڑا کیوں۔ کس قاعدہ اور کس حق سے۔
بعض نے کہا کہ مریض پانی نہ پائے تو تیمم کرے، اس سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ پانی پائے تو کیا کرے
تو حدیث سے یہ رخصت ملی کہ جب بھی تیمم کرے، تو جب مسئلہ یہ نکلا کہ مریض پانی پائے نہ پائے تیمم کرے تو پانی کی
قید لگانے سے کیا نتیجہ نکلا۔ اور خدا نے ایسا ادھورا حکم دینے سے بتدوین کیحق میں کیا کیا بھلائی مضمر رکھی۔ دیکھو تفسیر کبیر
مختلف رائیں تو بیان ہوئیں مگر یہ فیصلہ نہوا کہ بالآخر قرآن کا مطلب کیا قرار پایا۔
میرے نزدیک نہ تو یہ صحیح ہے کہ لم تجدوا ماءً یعنی پانی نہ ملنے کی قید سب کے ساتھ ہے اور نہ یہ
صحیح ہے کہ یہ قید دو کے ساتھ ہے اور دو کے ساتھ نہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے۔
سکاریٰ جب اصطلاح میں عام ہے تو اسکو نشہ کیساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں۔ اسلئے اسکے معنی یہ
ہیں کہ دماغ ٹھکانے نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایسا مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً سکرت ابصارنا
تو جب تم حالت سکر میں یعنی دماغ تمہارا کسی نشہ یا غلبۂ نیند یا کسی بیماری کی وجہ سے یا جنون یا اختلال
حواس کی وجہ سے مختل ہو، تو اوسوقت تک تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبتک تم کو یہ علم نہ ہو سکے کہ تم زبان
سے کہہ کیا رہے ہو۔ نہ جنب بغیر غسل کئے نماز پڑھے، ہاں مسافر مستثنے ہے یہ نماز پڑھ سکتا ہے مگر کیونکر
اسکو آگے بتایا ہے، او علی سفر میں یعنی جنب مریض، اجنب مسافر، تیمم سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔
او جاء احد منکم من الغائط میں کم کی ضمیر جنب مریض اور جنب مسافر کی طرف ہے۔ معنی یہ
ہیں کہ جب جنب مریض یا جنب مسافر پاخانہ سے آئے تو تیمم کرے، یعنی بہ تجدید تیمم نماز پڑھ سکتا ہے

مطلب یہ ہیکہ حدث پاٸخانہ پیشاب جس طرح ناقص وضو ہین اور ناقص تیمم بھی جو بعوض وضو ہو، اوسی طرح یہ اوس تیمم کے بھی ناقص ہین جو بعوض غسل ہو۔ اسلئے جنب مریض اور جنب مسافر تیمم سے نماز تو پڑھے مگر جب حدث پاٸخانہ اور پیشاب ہوجایا کرے تو تیمم کرلیا کرے۔ اور جماع کرو تو پانی نہ ملنے پر بہ تیمم نماز پڑھ سکتے ہو، اور پانی ملنے پر غسل کرکے۔ یعنی لٰمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا حدا کا فرمودہ ہے، اور لم تجدوا ماءً لٰمستم النساء کے ساتھ منضم ہے حتی تغتسلوا سے ظاہر ہوتا ہیکہ یہ اوپر کی آیت غسل کے متعلق ہے۔ اسلئے فلم تجدوا ماءً کے معنی یہاں پر فلم تجدو ماءً للغسل ہے۔ یعنی نہانے کیلئے پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو۔

مسئلہ یہ نکلا کہ جس کا دماغ اپنے حال مین نہ ہو، اور وہ یہ سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو کہ وہ عبادت کررہا ہے یا کفر بھانک رہا ہے، اوسوقت تک وہ نماز نہین پڑھ سکتا جبتک وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔ جسکو احتیاج غسل ہو وہ بے غسل نماز نہ پڑھے۔ جنب مریض اور جنب مسافر بہ تیمم نماز پڑھ سکتا ہے چاہے وہ پانی بھی پائے مگر حدث پاٸخانہ اور پیشاب کے بعد اوسکو تجدید تیمم کرنا ہوگا کیونکہ تیمم ٹوٹ گیا۔ اور جس نے جماع کی ہو وہ غسل کرکے نماز پڑھے، اور پانی نہ پائے تو تیمم کرکے۔

فآمنوا باللّٰہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللّٰہ   محمد رسول اللّٰہ   والقرآن کلام اللّٰہ

وضو

قوم وضو کو جانتی تھی جیسے غسل کو، اسکی توضیح کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ وضو مصطلح قوم تھا مگر چونکہ وضو شرط صلوٰۃ ہے اسلئے وضو کی تاکیداً تصریح فرمادی۔ کیونکہ وضو کی آیت سورہ مائدہ مین ہے اور سورہ مائدہ مدنی ہے۔ اور صلوٰۃ فرض ہوئی ہجرت کے پانچ برس قبل، تو آیت وضو کے پیشتر کیا نماز بے وضو پڑھی جاتی تھی۔ اور جب وضو شرط صلوٰۃ ہے تو اگر وضو پہلے نہ تھا تو

کیوں نہیں نماز کے ساتھ ساتھ وضو کی آیت بھی نازل ہوئی۔ وضو تو پہلے سے تھا اس میں تو اختلاف نہیں، اختلاف اس میں ہے کہ آیا ہر نماز کے قبل وضو کر لینا لازم ہے یا وضو ٹوٹنے پر۔ وضو پہلے سے کیوں نہ ہوتا، کیونکہ اسلام ازلی مذہب ہے اور صلواۃ بھی ہر مذہب میں تھی جیسا کہ صلواۃ کے بیان میں اسکی آیتیں دی جائینگی۔ تو جب صلواۃ بھی ازلی ہے تو شرط صلواۃ وضو بھی ازلی ہے۔ اور اسلئے تو قوم جانتی تھی کہ صلواۃ کے قبل وضو یعنی منہ ہاتھ پاؤں دھو لینا اور سر کا مسح کر لینا اک لازمی حکم ہے خدا نے فرمایا۔ یاایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلواۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ط وان کنتم جنبا فاطھروا و ان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء ا فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منه ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم۔ (مومنو جب نماز کیلئے کھڑے ہوا کرو یعنی جب نماز کا ارادہ کرو تو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو ڈالا کرو، اور سر کا مسح کر لیا کرو، اور ٹخنوں تک پاؤں دھو لیا کرو اور اگر تم ناپاک ہو تو نہا لو۔ اور اگر تم مریض ہو یا مسافر ہو یا کسی کو تم میں سے حدث یا پاخانہ یا پیشاب ہو یا عورت کے ساتھ ملامست کرو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ اس طرح کہ منہ اور ہاتھ کا پاک مٹی سے مسح کر لو۔ خدا تم پر تکلیف اور تنگی ڈالنی نہیں چاہتا وہ تو چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے۔ (المائدہ کا ملا) اس آیت سے بھی چند مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوا کرو تو وضو کر لیا کرو، اسکے یہ معنی نہیں کہ جب جب نماز کیلئے کھڑے ہوا کرو تو وضو کر لیا کرو یعنی ہر دفعہ کھڑے ہونے پر یا ہر وقت کی نماز کیلئے وضو کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ بیکار کی دقت ہے اور خدا اسی آیت میں فرمایا ہے ما جعل اللہ لیجعل علیکم من حرج (یہ وضو تم پر دقت ڈالنے کیلئے نہیں فرض کیا گیا بلکہ مقصود طہارت ہے اسلئے وضو ہے وضو کی ضرورت نہیں) مقصود طہارت ہے اور وہ حاصل ہے۔ بلکہ اذا قمتم

الی الصلوٰۃ کے معنی یہ ہین کہ جب نماز پڑھنی چاہو تو وضو کر لو۔ یعنی نماز حالت وضو مین ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر ہر نماز کے قبل وضو کر لینا لازم ہوتا تو وضو ٹوٹنے کے کوئی معنی نہ تھے اور خدا نے ناقضات وضو کو فرما دیا ہے۔

ناقضات وضو۔ پائخانہ، پیشاب، حدث، اور ملامست عورت ہے۔

ملے ایدیکم الی المرافق فرمایا۔ ہاتھ دھونے مین کہنیان بھی داخل ہین، کیونکہ ید کا لفظ پوری ہاتھ پر بولا جاتا ہے، کہنی غیر جنس نہین ہے وہ الی کے تحت مین داخل ہے۔ دوسرے الی بمعنی مع ہے، اور یہ قرآن مین استعمال ہوا ہے۔

ملے وارجلکم کی قرأت بالفتح بھی ہے اور بالکسر بھی۔ کسی نے فاغسلوا پر عطف کیا اور کسی نے وامسحوا پر۔ اسلئے کسی نے پاؤن دھویا اور کسی نے پاؤن کا مسح کیا۔ چونکہ دونون بر بناء قانون الٰہی ہے اسلئے دونون جائز، مگر چونکہ پاؤن کے دھونے مین مسح آگیا اور مسح مین پاؤن کا دھونا نہ آیا اسلئے احتیاط کا اقتضا پاؤن کا دھونا ہے اسکے سوا احکام خداوندی مصالح اور فوائد عباد پر مبنی ہین، اور پاؤن گرد و غبار سے آلودہ، اور اجرام ارضی سے زیادہ ملبس ہوتا ہے، خصوصًا طاعون کے زمانہ مین، اسلئے بنظر حفظان صحت بھی پاؤن کا دھونا زیادہ اعلیٰ اور زیادہ قرین عقل ہے۔ اور پاؤن کا دھونا علاوہ صفائی کے مقوی دماغ بھی ہے، اسلئے خدا کی رضا پاؤن دھونے ہی کی معلوم ہوتی ہے اور اسلئے ارجلکم بالفتح زیادہ صحیح قرأت ہے۔ جو تواتر آ بسلسلہ حفاظ پہونچا ہوا اور شائع ہے۔

ملے جب ناپاک ہوا کرو تو طہارت کر لیا کرو، یعنی نہا لیا کرو۔ اسکو غسل کی آیت مین اوپر بیان کیا گیا ہے۔

ملے اگر مریض یا مسافر ہو تو تیمم سے نماز پڑھ لیا کرو۔ ان دونون کے ساتھ پانی ملنے نہ ملنے کی

قید نہین کیونکہ خدانے فرمادیا ہی ماجعل اللہ لیجعل علیکم من حرج خدا تمپر دقت ڈالنی نہین چاہتا۔ اور اس مین شک نہین کہ مریض و مسافر کیلیے پانی میسر آسکنے پر بھی دقیتن لاحق ہوتی ہین اسلئے مرض وسفر نہایت قوی عذر ہے جسکا خدانے ہر حکم مین لحاظ رکھا ہے۔ گویا ماجعل اللہ لیجعل علیکم من حرج انہین دونون کی نسبت فرمایا ہی جن کا لحاظ ہر حکم مین اوسنے رکھا ہی۔

ملٹہ تم مین سے جب کوئی پاٰخانہ سے آئے (یہ تہذیباً کہا گیا یعنی پاٰخانہ پیشاب اور حدث ہوجائے جن باتون کو پاٰخانہ سے تعلق ہی تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا۔ ورنہ صرف پاٰخانہ سے گھوم آنے سے وضو نہین ٹوٹتا۔ یہ تہذیب گفتگو ہر زبان مین ہی) یا کوئی عورت سے ملامست کرے۔ تو وضو کرلیا کرے۔ اور پانی نہ پائے تو تیمم کرے (جیسے پانی پاک کرنیوالی چیز ہے مٹی بھی ہی۔)

صلواۃ کیلئے وضو کا ہونا شرط ہے اسلئے وضو کا تیقن ہونا چاہیے تاکہ شرط فوت ہونہ مشتبہ رہے۔ تو نیند یا غشی مین چونکہ وضو کا تیقن نہین ہوسکتا اسلئے جاگنے یا ہوش آنیکے بعد پھر وضو کرلینا ضرور ہے تاکہ شرط صلواۃ متیقن ہوجائے۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقران کلام اللہ

تیمم

طہارت کی ایک شان تیمم ہے۔ طہارت پانی سے بھی ہوتی ہی اور مٹی سے بھی۔ استنجا پانی سے کردیا کلوخ لو طہارت حاصل ہوجائیگی۔ مگر اولیٰ پانی سے طہارت ہی کہ اس مین طہارت کاملہ ہوتی ہی اسی لئے اصل غسل اور وضو ہی، اور بحالت مجبوری غسل اور وضو کی جگہ تیمم۔

تیمم بھی غسل اور وضو کی طرح ازلی ہے۔ قوم غسل اور وضو کو جانتی تھی تو تیمم کو بھی۔ تیمم بھی عربی ہی زبان کا لفظ ہے۔ تیمم پہلے نہ ہوتا تو یہ لفظ آتا نہین، اور اونکا لفظ ہوتا۔ غسل و وضو

کی طرح تیمم بھی صلواۃ کا مقدم جزو ہے، تاکیداً خدا نے فرما دیا ہے۔

خدا فرماتا ہے فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ۔ تیمم کیا کرو پاک مٹی سے تو مسح کر لیا کرو منہ اور ہاتھوں کا۔ (النساء ع ۷)

تیمم غسل کے عوض بھی ہے، اور وضو کے عوض بھی۔ تیمم جو غسل کے عوض ہو اوس کا بیان غسل کی سرخی مین ہوا۔ اور جو وضو کے عوض ہو اوسکا بیان وضو کی سرخی مین ہوا۔

تیمم بحالت مجبوری ہے۔ اور غسل اور وضو دونون مین مجبوری ہے پانی کا نہ ملنا اور مرض وسفر اور جو ناقضات وضو بیان ہوئے ہین وہی ناقضات تیمم بھی ہین۔ کیونکہ تیمم وضو کی جگہ پر ہے۔ پانی کا نہ ملنا تو ایسی مجبوری ہے کہ آدمی غسل یا وضو کر ہی نہین سکتا۔ اسلئے اوسکو بجز اسکے کہ وہ مٹی سے طہارت کرے یعنی تیمم اور کوئی راہ ہے نہین۔

مریض ومسافر کے ساتھ پانی کی قید نہین لگی گئی کیونکہ اگر پانی نہ ملنے کی قید لگاؤ تو مریض کی تو جان ہی گئی کہ بحالت مرض مین اوسکو غسل کرنا پڑا باوجودیکہ خدا نے فرمایا ما جعل اللہ لیجعل علیکم من حرج۔ خدا تم پر دقت ڈالنی نہین چاہتا۔ اسی طرح مسافر بھی جسکی رعایت صلواۃ قصر اور زمانہ صوم کے بدلنے سے کی گئی ہے آفتون مین پڑتا کہ پانی کے پیچھے ٹرین کھل گئی، اور وہ عورتون اور بچون سے معہ ٹکٹ جدا ہو گیا۔ اور علی ہذا سفر کے سیکڑون مصائب۔ علام الغیوب بندون کی ساری دقتون سے واقف ہے، اوس نے مریض ومسافر کو بعوض غسل اور وضو کے تیمم کی رخصت دی۔ اور اصولاً فرما دیا ما جعل اللہ لیجعل علیکم من حرج۔ خدا کو تکلیف دہی مقصود نہین اوسکو تو طہارت مقصود ہے۔ پانی سے طہارت کو فرمایا اور بحالت مجبوری ودقت تیمم کی راہ کھولدی۔

قربان اپنے خدا کے جس نے بندگی مین بھی ہماری ہر طرح کی مجبوریون اور زحمتون کا لحاظ رکھا
قربان اپنے خدا کے جس نے بندگی مین بھی ہماری ہر طرح کی مجبوریون اور زحمتون کا لحاظ رکھا اور سہولتون کی راہین کشادہ کین۔ اور بایں لحاظ کہ بندہ مجبور ہو کر کہین نافرمانی اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائے۔ اقتضائے فطرت کے قانون کو کہین ٹوٹنے نہ دیا۔

اے خدا! ہمکو پاک کر ساری ناپاکیوں سے ظاہری بھی اور باطنی بھی جسم پاک ہو اور دل بھی دماغ پاک ہو اور روح بھی- اے خدا وہ پاکی دے کہ جسم نافرمانیوں کی آلودگیوں سے پاک ہو اور روح تیرے ماسوا سے- چلین پھرین مگر تیرے ہوکر- کہین سنین مگر تیری کہی- ملین اوس سے جو کبھی جدا ہی نہو- اور دیکھین اوسی کو جو اوجھل ہی نہ ہو- انی لا احب الافلین-

اے خدا! اپنے چہرہ کے نور مین پناہ دے- اور مجھ متوالے کو اپنی پاک محبت کی گود مین اوٹھا لے کہ ہماری دید و شنید، ہماری گفتار و کردار سب کچھہ تیری محبت مین، تیری یاد مین، تیرے مواجہ کے ساتھ اور تیرے حضور مین ہو- دل بیار و دست بکار جیسے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برتا اور زندگی کا حق ادا کیا، اے بارش رحمت اوسی رسول کا صدقہ اک چھینٹ ادھر بھی- اے فریادرس یہ تیرے عاشق کی فریاد ہے، اور تیرے سوا فریاد سننے والا ہے کون- بارش رحمت کی جھڑی لگا دے کہ مجھے حقیقی غسل و وضو نصیب ہو قبل اسکے کہ لحد سے تیمم کرنی پڑے-

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ — والقرآن کلام اللہ

اذان

واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوًا و لعبًا (اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے یعنی اذان دیتے ہو تو لوگ اس کا مضحکہ اوڑاتے ہین- المائدہ ع ۹) اذان کی مشروعیت کیلئے یہ اک آیت کافی ہے-

دوسری جگہ نماز جمعہ کے متعلق خدا نے فرمایا- یاایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع- مومنو! جب جمعہ کے دن اذان دی جایا کرے تو بیچنا چھوڑ کر نماز کیلئے فوراً چل کھڑے ہوا کرو (جمعہ) اس سے بھی اذان کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے

اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن کم سے کم نماز جمعہ کے وقت تو دوکان بند کردینی چاہیئے۔ یہ خدا کا فرض کردہ ہے۔

اعلان صلواۃ بھی ازلی ہے جیسے صلواۃ ازلی۔ قوم نے جس طرح صلواۃ کو ضایع کیا کہ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلواۃ واتبعوا الشہوات۔ ایسے سلف کے ایسے خلف ہوئے کہ اونہوں نے نماز کو ضایع کردیا اور متبع شہوات ہوئے۔ کہ نماز مین باجا گانا بھی جاری کیا۔ اگر جاون مین جاکر دیکھ لو۔

اوسی طرح اوس نے ناقوس اور گھنٹے وغیرہ بجاکر اعلان صلواۃ کو بھی ضایع کیا۔ مسلمانون نے اذان قایم کی۔ جس سے غرض اعلان صلواۃ تھی، خدا نے پسند فرمایا، اور اسکو نادیتم الی الصلوۃ فرمایا۔ جب اوسنے پسند فرمایا تو اوسکی مشروعیت قایم ہوگئی۔

اعلان صلواۃ ازلی شے ہے، مگر کیونکر اعلان ہو یہ مجاز کی صورت ہے جیسے اعلان کرو مسلمانون کے تفقہ نے اذان کی صورت اختیار کی۔ مگر جب خدا نے اسے پسند فرمایا اور جائز کردیا تو اب اسکی صورت فرض کی ہوگئی۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ | محمد رسول اللہ | والقرآن کلام اللہ

صلواۃ

خداوند عالم نے انسان کو ہزارون طرح کی قوتین اور نعمتین عطا کین، اور ہر ایک سے شکر یعنی عبادت اور خراج کا طالب ہوا، تاکہ وہ وسیلہ تقرب ہو۔ روح دی تو روحانی عبادت توبہ، ذکر، فکر، مراقبہ محاسبہ، اتقا وغیرہ وغیرہ کا (جس کا بیان منہاج الحق مین کیا گیا ہے) حکم دیا۔ جسم دیا تو جسمانی عبادت جہد وجہاد، اطاعت والدین، خدمت خلق، رفاہ عام کے کام وغیرہ وغیرہ کا حکم دیا۔ جسم و روح کو منضم کیا اور اس طرح کہ ایک سے دوسرا اثر پذیر ہے، تو عبادات مشترکہ صلواۃ وصوم اور

حج وزکواة وغیرہ وغیرہ کا حکم دیا-

مجھے صلواة کو بیان کرنا ہے- صلواة روحانی عبادت یعنی خدا کی یاد اور اوسکی رسی اور ساری باطنی قوتون کی محافظت کے ساتھ ایسے اعمال جسمانی کا بجالانا ہے جو اتقا کا محافظ اور روحانیت کے عروج کا باعث ہے- سارا جسم روح کی موافقت اور ساری ظاہری قوتین ساری باطنی قوتون کے ساتھ ملکر حضوری مین حاضر ہو کر نعمائے آلہیہ کا عملی شکر ادا کرتی ہین، اور مستحق انعام واکرام ہوتی ہین- صلواة کا حکم تو ایسا مہتم بالشان ہے جس کی تاکید سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے- اور تاکید بھی اس عظمت سے کیگئی ہے جسکی حد نہین- مثلاً خدا کا فرمان صادر ہوا اقیموا الصلواة ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون- نماز کو قایم کرو اور مشرکون مین سے نہ ہو جاؤ جنھون نے اپنے دین کو پراگندہ کرلیا اور فرقے فرقے ہوگئے اور ہر فرقہ اپنے حال مین مست ہے- (پ۲۱ روم ع۴) لوگون نے اس آیت کی نافرمانی دل کھول کے کی- دین کو پراگندہ بھی کیا، فرقے فرقے بھی ہوگئے، اور حق بینی کی آنکھین بند کرلین کہ ہر فرقہ اپنے حال مین مست ہے اور اپنے اگلون کی قابلیتون کا سرشار- اسی پر بس نہین، نماز کیا قایم کرتے کہ کوئی تو لگا اسکو منحوس بتانے کہ نماز مجھے راس نہین آتی، اور یہ تو فلاکت زدون کا شیوہ ہے مسجدون مین جاکر دیکھ لو- کوئی لگا اس کی فرضیت ہی پر اعتراض کرنے- اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ

ملا- خدا نے صلواة تو فرض کی مگر یہ بتایا ہی نہین کہ صلوة کونسی چیز ہے- اسلئے فرض ہوتا ہے لفظ صلواة اور طرز صلواة غیر فرض- صلواة کے معنی دعا کے بھی ہین تو جب طرز اوس نے فرض نہ کیا تو صلواة کے معنی دعا کے کیون نہ سمجھے جائینگے- کسی وقت دعا کرلو نماز ادا ہوگئی- اگر دعا کے معنی نہین اور طرز اوس نے بتایا ہی نہین تو فرض کیا ہوا- ایسے مجمل فرض کی تعمیل محال ہے-

ملا- حکم قطعی تو سمجھا جائے مجمل، اور اوس کا طرز عمل سمجھا جائے ظنیات غیر قطعی سے، تو وہ

حکم قطعی رہے گا یا غیر قطعی اور ظنی ہوجایگا، اور ان الظن لا یغنی من الحق شیئاط ظنیات حق سے کچھ بھی بے نیاز نہین کرسکتے۔ صلوٰۃ کہی تو جائے فرض کہ ان الذی فرض علیک القرآن۔ قرآن فرض کیا گیا ہی اور قرآن مین لفظ صلوٰۃ فرض ہوتا ہی اور طرز صلوٰۃ بتایا جاتا ہے حدیث سے، تو سوائے لفظی فرضیت کے اور فرضیت کیا رہتی ہے۔

۱۳۔ اگر کوئی کہے کہ مانا صلوٰۃ فرض ہی مگر اس طرز سے اوسکی فرضیت ہم تسلیم نہین کرتے کیونکہ یہ طرز حدیث سے ہے اور حدیث ظنیات مین داخل ہے اور ظن مستوجب فرضیت نہین کیونکہ حدیث کی اجتماع اور حفاظت کا، اور اوسکی آمیزشون سے پاک اور محفوظ رکھنے کا ما نہ خدا نے ذمہ لیا نہ خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، پھر اس کا ذمہ دار کون ہو۔ اور پھر حدیث کی کتاب پر ایمان لانے کیلئے جامعان احادیث اور ہزارون راویان احادیث پر ایمان لانا شرط ہی، ورنہ حدیث خطرہ مین پڑجائیگی۔ اور ان بزرگون پر اور اتنے بزرگون پر ایمان لانا داخل ایمان نہین تو بتاؤ کونسی نماز خدا کی فرض کردہ ہے۔

۱۴۔ تارک صلوٰۃ تو ایک طرح کا مشرک ہو، اور جہنم مین جھونکا جائے، تو کیا یہ ارحم الراحمین کا عدل ہوگا کہ طرز نماز تو بتائے نہین اور اوسکے مخصوص طرز پر ادا کئے جانیکا طالب ہو، کیا یہ عدل و رحم کا اقتضا ہوسکتا ہے۔

۱۵۔ اگر طرز صلوٰۃ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر چھوڑا گیا، کہ جس طرح آپ چاہین نماز پڑھ دین، وہی نماز مطلوب ہی، اور اوسکے سے وحی غیر ضروری ہی۔ تو کیا رحمۃ اللعلمین کی شان کے یہ زیبا ہوگا کہ خدا کی مرضی جان کر طرز صلوٰۃ اور علی ہذا سارے مجمل احکام کا ضمیمہ قرآن مجید مین ضم نفرمایئن، اور تبلیغ قرآن کے ساتھ شامل نہ فرمایئن۔ اور جامعان احادیث پر ختم رسالت ملتوی کرکے مجمل ناقابل عملدرآمد قرآن تبلیغ فرمایئن جس سے حدیث جمع ہوتے تک قرآن کی

نقیل صدیون سنی سنائی باتون پر، اور لوگون کی دیکھا دیکھی ہوا کرے، جس مین غلطی اور موضوعات
کا خطرہ ہو۔ اس خیال سے تو نماز کا ستون ہی ہل جاتا ہے؟

نماز کو منحوس کہنے والے تو جہلا کے گمراہ لوگ ہین جو شیطان کے جھپیٹ مین آگئے ہین۔ وہ نہین
سمجھتے کہ مسلمانون کا عروج اونھین نمازی مسلمانون سے ہوا تھا جو نماز کو نماز کی حق ادائیگی کے
ساتھ ادا کرتے تھے۔ آج مسلمان نماز چھوڑ کر ایک طرح کی شرک مین مبتلا ہو گئے ہین جب فلاکت
زدہ اور اس برے حال کو پہونچے ہین جو اون کے کرتوتون کی سزا ہے۔

ہان ان لوگون کے اعتراضات البتہ ابھی بیان ہوئے چونکہ بربنائے قرآن وحدیث ہین اسلئے
قابل توجہ ہین۔

یہ سارے اعتراضات پیدا ہوتے ہین صرف اس عقیدے سے کہ قرآن مجید خود قرآن مجید کے دعوے
کے خلاف مجمل مانا گیا ہے حالانکہ وہ مجمل نہین جیسا کہ مسائل حل طلب کے نمبر ۹ مین یہی مسئلہ قرآن مجید سے
حل کیا گیا ہے۔ جب قرآن مجید اپنے مفصل ہونیکا مدعی ہے تو مجھے یہی دکھانا ہے کہ حکم صلوٰۃ مجمل نہین
مفصل ہے۔

اے قوم! قرآن مجید کوئی لغت کی کتاب نہین اصطلاحات کی کتاب نہین جسمین لغات اصطلاحات
حل کئے جائین۔ اور لغتا پیچھے ایام جاہلیت کے اشعار سند مین لائے جائین۔ قرآن مجید تو روحانی
اور جسمانی ترقیون اور تکمیل انسانیت کا قانون ہے جو زبان عرب مین نازل ہوا ہے جسے لوگ بولتے
اور سمجھتے تھے۔ تاکہ وہ سمجھین اور فائز المرام ہون جیسا کہ مسائل حل طلب نمبر ۱۵ مین بوضاحت
اور بدلائل قرآنی ثابت کیا گیا ہے۔ اسلئے صلوٰۃ کیا سارے ہی احکام اسی اصول پر دیئے گئے
ہین۔ جب ہی قوم نے حکم سنا اور اوسکی تعمیل کی۔ یہ غلغلہ بلند ہی نہ ہوا کہ ما الصلوٰۃ و ما الزکوٰۃ
مثلاً۔ خدا نے فرمایا۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ چور مرد ہو یا عورت

اون کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ (مائدہ ۵ ع ۶) یہ نفرمایا کہ سرقہ کیا چیز ہے اور سارق کسے کہتے ہین۔
اسی طرح اوس نے فرمایا۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ
زانی اور زانیہ ہر ایک کو سو کوڑے مارو (نور ع ۱) یہ نفرمایا کہ زنا کیا ہے اور زانی کسے کہتے ہین
اسی طرح اوس نے فرمایا۔ احل اللہ البیع وحرم الربوٰا۔ خدا نے بیع کو حلال کیا اور ربوا
کو حرام۔ خدا نے ربوا کو حرام کیا اور اوسکی سزا خلود فی النار قرار دی، مگر یہ بتایا ہی نہین کہ بیع
کونسا معاملہ ہے جو حلال کیا گیا، اور ربوا کونسا معاملہ ہے جو حرام کیا گیا۔

چور کے ہاتھ کٹے، زانی اور زانیہ کو کوڑے لگے، سود خوار جہنم مین جھونکا گیا، مگر نہ چوری کو
بیان کیا نہ زنا کو نہ ربوا کو۔ کیون بیان نہ کیا؟ کیا لکھتے ہی بھول چوک سے، لاعلمی سے، یا ظلماً، نعوذ باللہ
منہا۔ یہ تو خدا کی نسبت کفر کے تخیلات ہین۔ بیان اسلئے نہ کیا کہ بیان کرنیکی ضرورت نہ تھی۔ قوم جانتی تھی
کہ چوری کیا ہے، زنا کیا ہے، ربوا کیا ہے، یہ اوسی کی بول چال کے الفاظ تو ہین۔ کیا اندھیر کہ ہم تم سے یہ الفاظ
بولین تو تمہاری سمجھ مین آجائین، اور خدا فرمائے تو یہ مصطلحات معمہ اور چیستان ہوجائین کہ لاینحل
ہون۔ مجمل ہوجائین کہ بغیر تفصیل وتفسیر کے سمجھ مین آنے ہی کے نہین۔ یون مجمل کہنے کو کھڑے ہو
تو وہ ہر بات ہے، ہر مفصل بھی مجمل ہے۔ مثلاً۔ خدا پر ایمان لاؤ۔ اسے مجمل کہدو کہ کیسے خدا پر، پھر ایمان لانا
کیا معنی، ایمان تو ہونیکی چیز ہے، یقین تو آورد یا تکلف سے نہین ہوتا۔ تو کیسے خدا پر ایمان مطلوب ہے، ایا صورت
دار خدا پر، جو انسان کی شکل وصورت کا ہو، یا بے صورت خدا پر۔ یا ایسے خدا پر جو ایک جگہ بیٹھا ہوا ہو
یا ایسے خدا پر جو ہر جگہ ہے۔ پھر آورد کرکے زبردستی ایمان لایا جائے تو اوسکی ذات پر، یا صفات پر
بھی۔ اوسکے وجود پر یا اوسکے شہود پر بھی۔ قرآن اوسی کی طرح قال وحال سے، یا زمانہ حال کیطرح رٹا
منہ بولا ایمان۔ اگر اجمال کے یہ معنی ہین تو وہ ہر بات ہے اور ایسا اجمال کبھی حل ہونیکا نہین اور ایسا
نہین ہے تو قرآن مجید کا کوئی حکم بھی مجمل نہین ہے۔ خدا کا فرمان ہے وفصلناہ تفصیلا ہر حکم کو اوسنے

اپنی جگہ پر مین دکھاتا بھی جاؤنگا۔

اس اتنے بیان سے میری غرض یہ ہی کہ محاورہ زبان جسے اہل زبان سمجھتے ہین وہ مجمل نہین کہا جاتا اور جب محاورہ کے مفہوم سے سامع مطمئن ہوا تو وہ مفصل ہے جیسے خدا نے سرقہ کو نہ بیان کیا، زنا کو نہ بیان کیا، ربوا کو نہ بیان کیا، صلواۃ وصوم کو نہ بیان کیا، حج وزکوۃ کو نہ بیان کیا کیونکہ یہ قوم کے مصطلحہ الفاظ ہین، ان اصطلاحون سے وہ کما حقہ واقف ہی یہ کوئی فرشتون کی اصطلاح نہین۔ عربی زبان مین قرآن اوترا ہی۔ عربی زبان کی یہ اصطلاحین ہین۔ اسلئے حکم صریح ہے صاف اور واضح۔

منتہی الارب مین صلواۃ کے معنی دعا، درود، تعظیم، اور نماز کے لکھے ہین۔ اور قرآن مجید مین صلواۃ کا لفظ تقریبًا سب معنون مین مستعمل ہوا ہی۔ اسلئے صلواۃ کا لفظ جو "اقیموا" کے ساتھ استعمال ہوا ہی، اسکے معنے قوم نے اگر نماز کے سمجھا تو صحیح سمجھا۔ اس سے یہ سمجھنا بھی صحیح ہوگا کہ قوم صلواۃ کو جانتی تھی جب صلواۃ کے معنی نماز کے ہین۔ اور وہ ضرور جانتی تھی، کیونکہ لوگ مسلمان ہوتے آتے، اسلام تبلیغ کیا جاتا، اسلام لاتے، اور صلواۃ وزکواۃ کا حکم سنا دیا جاتا، سنکر سر تسلیم خم کرتے، اور فرمان برداری کا قول وقرار کر جاتے، نہ کسی نے کبھی یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ ما الصلواۃ وما الزکواۃ۔ نہ انکو کوئی رسالہ لکھکر دیا جاتا کہ وضو اور نماز مین اتنے فرائض ہین، اتنے واجبات وسنن ہین، اتنے مستحبات ومکروہات ہین۔ اس سے ظاہر ہے کہ صلواۃ وغیرہ احکام کی اصطلاح معلوم القوم تھی۔

صلواۃ کا لفظ بھی قرآن مجید مین جہان جہان امر کے ساتھ یا صیغہ مضارع کے ساتھ آیا ہی غالبًا تمام ہی الف لام کے ساتھ آیا ہے مثلاً اقیموا الصلواۃ یا یقیمون الصلواۃ یہ الف لام بھی بتا رہا ہے کہ صلواۃ معلوم القوم ہے، کوئی انوکھی لامعلوم اصطلاح نہیں ہے۔ قرآن لامعلوم اصطلاح مین نہین اوترا ہے۔ اور جب عربی اصطلاح مین اوترا ہی

تو اس کو واضح کرنے کے آنحضرت مجاز ہین صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جبریئیل علیہ السّلام اس کے مجاز نہین ہین کیونکہ یہ اہل زبان نہین ۔

ہمنے مسائل حل طلب کے نمبرون مین قرآن مجید کی آیتون سے ثابت کیا ہی کہ دین اسلام ازلی ہے۔ یہی دین سب پیغمبرون پر نازل ہوا۔ اسلئے دین کے سارے احکام سب دینون مین ایک ہی تھے۔ کیونکہ سارے ہی ادیان دین اسلام ہی تھے منزل من اللہ۔ اور منزل من اللہ مین اختلاف ہو نہین سکتا۔ لو کان من عند غیر اللہ لوجدو فیہ اختلافاً کثیرا (النساء ۱۱) اس لئے صلواۃ سب دینون مین تھی جسکی آیتین آگے دی جائینگی۔ جب صلواۃ ایک تھی تو مختلف طرز کی صلواۃ کا توہم بے بنیاد اور غلط ہے۔ بس یہی صلواۃ ازلی ہے، قوم اس سے واقف تھی، اسلئے صلواۃ کا حکم مجمل نہین۔ ایسا مجمل حکم دینا جسکی عدم تعمیل کی سزا، اوسکی ناخوشنودی اور جہنم ہو، شان خداوندی سے بعید ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حکم تو دیا گیا مجمل، اور اسکی تفصیل چھوڑی گئی حضرت رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر، تو ایسی صورت مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع مجمل کا حکم کیسا۔ کہ اتبع ما اوحی الیک۔ قرآن مجید کی اتباع کرتے رہو۔ (انعام ۱۰۶) اور مسلمانون کو اس حکم کے کیا معنے اتبعوا ما انزل الیکم۔ قرآن مجید کی اتباع کرتے رہو۔ (اعراف ۳) بجائے اسکے حکم دینا تھا اکتب للقوم ما تعمل یا اکتبوا اعمال رسولکم۔ اور جب یون ہی سارے مجمل قرآن کی تعمیل کو آپ کے عمل پر ہی چھوڑنا تھا تو ایسے مجمل قرآن کی کیا ضرورت تھی۔ سارا دین اسلام ہی آپ کے طرز عمل پر چھوڑا جاتا۔ اور آپکے اعمال لکھوائے جاتے۔ اوسپر آپکی مہر ثبت ہوجاتی۔

تاکہ وہ مفصل قرآن موجودہ قرآن و حدیث اور تحقیقات روایت ور او ی سے
بے نیاز کر دیتا، خصوصاً ایسے حال مین کہ اب کوئی نبی آنیوالا ہی نہین جو اجمال کو
کھولے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ ہمہ تن قرآن مجسم تھے۔ آپ کے سارے اعمال و افعال
متمسک بہ قرآن تھے۔ محدود بحدود اللہ۔ نہ کم نہ زیادہ۔ قرآن مجید کبھی مجمل نہ سمجھا
گیا۔ نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمل سمجھا، نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔
ایسا ہوتا تو ہمارے رسول جنکا دل ہماری بہتری کیلئے کڑہتا تھا، اور صحابہ جو دین و
ملت کے جان نثار تھے، ضرور خیال کرتے، اور قرآن کی تفسیر کا ضمیمہ اور اوس کے
مصطلحات کی فرہنگ ضرور قرآن مجید کے ساتھ ضم کر جاتے۔ اور اسلام ٹولیون
مین تقسیم ہونے سے بچ جاتا۔

خود خداوند باری تعالیٰ ایک قصہ کو تو دس جگہ بیان کرے، اور احکام اور اہتم بالشان
احکام کو جسکی نافرمانی سے انسان سا ضعیف الفہم مخلوق جہنم مین جھونکا جائے یون
مجمل اور ناقابل تعمیل صورت مین بیان کرے۔ اور پھر ایسے اجمال کا تو محافظ ہوا،
ذمہ وار ہوا، اور اوسکی تفصیل و تفسیر کا نہ حکم دے، نہ محافظ ہو، نہ ذمہ وار ہو، اور
محکومون کے اس نازک حال پر نہ خدائے رحیم ہی کو رحم آئے، نہ رسول کریم
ہی کا کرم گرمائے، نہ صحابہ کرام ہی کا خون حمیت و ہمدردی جوش کھائے،
اور سب کی غفلتون اور بے رحمیون سے قرآن یون مجمل رہجائے، اور محکوم کی معقول
حجت کی شنوائی نہو۔ مین ایسے خیال کی جس سے ایسے اعتراضات خدا اور رسول پر ہون جرأت
نہین کر سکتا۔ کوئی مقدس جماعت کرے تو کرے۔ سبحٰن اللہ عما یصفون۔ حاشا
قرآن مجمل نہین، اسلئے ایسے اعتراضون کی گنجائش ہی نہین قرآن ایسا مجمل سمجھا جاے کہ

اور سکے احکام بلا آمیزش کسی دوسری انسانی کتاب کے غیر قابل تعمیل ہون، تو دین کی بنیاد ہی نہین رہتی۔

اے لوگو! قرآن مجید ہرگز مجمل نہین، خدا ہرگز ظالم نہین کہ وہ مجمل احکام دیکر جواب طلب کرے، اور جزا و سزا عمل مین لائے، خدا نے احکام مفصل دئے ہین، اس کا ثبوت عقلاً تو آپ سن چکے، اب قرآن سے سنو اور سمجھو کہ جو صلواۃ سارے مسلمان ادا کر رہے ہین یہی فرض ہے، اور اسی طرح فرض ہے۔ اختلافات جو کچھ ہین تو وہ مجازہ مین ہین۔ اور باہمہ اختلافات سب کی نمازین صحیح اور مفروضہ خداوندی ہین۔ کوئی نیا فرض نہین بلکہ ازلی فرض۔ خود قرآن مجید اسکا ثبوت پیش کر رہا ہے۔

اصطلاح صلواۃ ازلی ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلواۃ۔ اے ہمارے خدا! مین نے تیرے معزز گھر خانہ کعبہ کے پاس اس بیابان مکہ مین جہان کھیتی نہین اپنی کچھ اولاد لا کر بسائی ہے تاکہ اے خدا یہ نمازین پڑھین۔ (ابراھیم ۱۱) یہی صلواۃ کا لفظ ہے جو اسی معروف اصطلاح مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین بھی مستعمل تھا اور اسوقت بھی ہے۔ لفظ ایک ہے تو معنی اور مفہوم دو نہین ہو سکتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا۔ رب اجعلنی مقیم الصلواۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء۔ اے خدا مجکو توفیق دے اور میری اولاد کو بھی کہ ہم نماز پڑھتے رہین اے پروردگار میری دعا قبول فرما (ابراھیم ۱۱) یہ ہملوگون کی صلواۃ بھی دعاء ابراہیم علیہ الصلواۃ والسلام ہی صلواۃ اسوقت بھی تھی اور اسوقت بھی ہے۔ خدا جو حکم بھیجے وہ تو دونون حکم مین کوئی تفرقہ نہ بتائے، بلکہ وہ حکم دے فاتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ پھر دوسرا کوئی وہ علامت ہی

کیون نہ ہو تفرقہ کرنے والا کون

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ واذ بوانا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود اور جب ہمنے ابراہیم کیلئے جگہ خانہ کعبہ کی ٹھہرادی تو حکم دیا کہ ہمارا کسی کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنیوالون اور قیام ورکوع وسجود کرنیوالون یعنی نماز پڑھنے والون کیلئے بیت اللہ کو پاک و صاف رکھنا۔ (حج ۱۳) یہ آیت خیال کرنے اور یاد رکھنے کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نماز مین قیام ورکوع وسجود سب تھا اور برایں ترتیب تھا کہ پہلے قیام پھر رکوع پھر سجود۔ ہماری نماز مین بھی تو وہی سلسلہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری نماز وہی ابراہیمی نماز ہے۔ جب تو خدا نے فرمایا ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا پھر ہمنے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو خدا کی طرف یکسو ہو رہے تھے۔ (نحل ۱۵) ملت کے لفظ مین ساری ابراہیمی شریعت آگئی۔ اسلئے اسلام ناسخ سب ملتون کا نہین بلکہ مصدق سب ملتون کا ہے۔ منجملہ اور احکام ملت ابراہیمی کے نماز اور وقت نماز اور طرز نماز صابی کے یہان وہی پائی جاتی ہے جو اپنے کو ابراہیمی المشرب کہتے تھے جسکا بیان آگے آئیگا۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ وہ اپنے گھر والون کو صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم دیتے رہتے (مریم ۱۳) اسپر بھی قوم سمجھتی ہے کہ ہماری صلوٰۃ غیر مصطلح قوم فرشتون کی صلوٰۃ ہے جس کے امام حقیقی ہمارے رسول نہین بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سب کچھ سہی مگر ہمارے رسول رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے اہل نہ تھے۔ عالم مین حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ہین) ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنپر ہماری جان فدا ہو اون کیلئے بھی رحمت تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

کتنے ہی بڑے ہوں مگر وہ باہمہ بڑائی ہمارے رسول علیہ السلام کے دامن رحمت کی احاطت کے اندر تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام سے کافروں نے کہا۔ اصلوٰتک تأمرک ان نترک ما یعبد ابآءنا۔ کیا تمہاری صلوٰۃ تمکو یہ حکم دیتی ہے کہ جسکی پرستش ہمارے باپ دادے کرتے تھے ہم اوسکو چھوڑ دین (ھود ﮐ۹) حضرت شعیب علیہ السلام کے یہان بھی نماز تھی۔ یہ تو ایسا ازلی فرض ہو کہ حضرت لقمٰن نے بھی اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی یا بنیّ اقم الصلوٰۃ۔ بیٹا! نماز پڑھتے رہنا حضرت لوط۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت اسحٰق۔ اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ واوحینا الیہم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ۔ ہمنے اون کی طرف نیک کام کرنے اور صلوٰۃ و زکوٰۃ ادا کرنیکی وحی بھیجی تھی۔ (انبیاء ﮐ۵) کہین پر سلسلہ کوئی خفی سے خفی اشارہ بھی نہین پایا جاتا کہ فعل خیرات اور صلوٰۃ و زکوٰۃ مین کوئی تفرقہ یا اختلاف ہو۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ اگر بدلی تو فعل خیرات بدل کر کیا ہوا اور لا اختلاف قایم کرنا اصول ٹھہرایا گیا! پھر ہر چیز مین اختلاف قایم کیا گیا کہ پہلے احکام کھوٹے تھے کھرے ہوئے ناقص تھے کامل ہوئے۔ نسخ کے لائق تھے منسوخ ہوئے۔ خلاف فطرت تھے اب مطابق فطرت ہوئے۔ علم کے شاخسانون نے تعصب و اختلاف کی شراب پلا کر ایسا مدہوش و بدمست کیا کہ قرآن پر تاویل و مرادی معنون کی پنسل سے اصلاح کا خط کھینچا، اور اوسکو یا تو مجمل کہکے الگ کیا یا شخصی رایون سے محرف کیا۔ اور بجائے اسکے کہ عمل کی ترازو مین اپنا پلہ جھکاتے لطافت و ظرافت اور مجہول روایتون کے شاعرانہ پیرایہ مین دیگر امم کے مقابلہ مین اپنی منہ بولی بڑائی ثابت کرنے لگ گئے۔ تو اس کا نتیجہ پیغمبرون کی تحقیر کے سوا اور کیا ہاتھ آتا۔ جو ہمارے ایمان مین داخل ہین۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی شان مین خدا نے فرمایا واوحینا الی موسیٰ واخیہ ان تبوءا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا الصلوٰۃ۔ ہمنے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی طرف وحی بھیجی کہ مصر مین اپنی قوم کیلئے گھر بناؤ (بیوت کا لفظ ہو یعنی اوس مین متعدد مکانات ہون) اور اوس گھر کو اپنا قبلہ بناؤ اور نماز قایم کرو (یونس ۹) اس آیت سے چند باتین معلوم ہوتی ہین۔ ایک تو یہ کہ مصر مین قبلہ بنانیکو کہا گیا، اور اوس کا نقشہ بتایا گیا کہ اوس مین کئی گھر ہون۔ حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے زمانہ تک یہود کا یہی قبلہ تھا جو مصر مین تھا۔ قبلہ کا اختلاف اور طرز بناوٹ کا اختلاف اسلئے ہوتا رہا کہ خدا کی مخلوق قبلہ ہی کو معبود نہ سمجھ لے، بلکہ قبلہ کو نماز کی یکجہتی کیلئے اک سمت مفروضہ خداوندی سمجھے۔ خدا یہ تبدیل نہ کرتا رہتا تو قبلہ بھی اک بت ہی ہو جاتا۔ دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر یعنی مذہب یہود مین صلوٰۃ فرض تھی۔

صلوٰۃ کا ایک لفظ استعمال ہو رہا ہو اسکے پچاس معنی کس طرح ہو سکتے ہین۔ کہ تمام طرز صلوٰۃ بدلتا گیا مگر سب طرزون کے ادا کرنیکیلئے ایک ہی لفظ رہگیا۔ خدا نے تفرقہ نہ کیا مگر جس علامہ کا جی چاہے یہودیون کی رطب و یابس روایتون کی بنا پر تفرقہ ڈالدے توڑ ڈالدے گرچہ اسکا وہ مجاز نہین۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا۔ مجکو خدا نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا تا زیست حکم دیا ہے۔ (مریم ۲۱) اگر عیسائی نماز نہین پڑھتے، زکوٰۃ نہین دیتے، تو اس سے خدا کا حکم اوٹھ نہ جائیگا۔ عیسائیون پر بھی صلوٰۃ و زکوٰۃ فرض تھی۔

اسی لئے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر خدا نے فرمایا تھا۔ قال اللّٰہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ۔ اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہوگے تو ہم تمہارے ساتھ ہین (مائدہ ۳)

اسی طرح ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر علیها۔ اپنے گھر والون کو نماز کی تاکید کرتے رہو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ (طٰہٰ ۱۳۲)

اس کے سوا اور بیسیون آیتین ہین

حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت اسمعیل۔ حضرت اسحٰق حضرت شعیب۔ حضرت یعقوب حضرت موسیٰ۔ حضرت ہارون۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ہمارے نبی اخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سب پر صلوٰۃ فرض تھی، اور زکوٰۃ بھی۔ چونکہ ایک ہی لفظ صلوٰۃ کا استعمال ہوا ہے بلا کسی فرق و امتیاز کے، اسلئے ان صلواتون مین تفرقہ کرنیکا کوئی مجاز نہین۔ سب پر بالضرور وہی قائمین والرکع السجود والی ابراہیمی صلوٰۃ فرض تھی اور یہی دین قیم کا اقتضا بھی ہے۔

کیا اتنی آیتون سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ صلوٰۃ کی اصطلاح ازلی ہے اور یہ معلوم القوم تھی قوم جانتی تھی کہ صلوٰۃ کسکو کہتے ہین۔

حکم تو ایسا مہتم بالشان اور رفیع المنزلت۔ حکم دینے والا قادر و قیوم خدا۔ پہونچانے والے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبران نہ صرف زبانی اور عمل سے، بلکہ کتاب اللہ دیکر۔ مگر افسوس اوسکے بندون نے اوسکی قدر یہ کی کہ زمانہ گذرا تو پچھلون نے وہ نماز ہی بدل دی اور ضایع کر دی جس کا رنگ تم گرجاؤن مین دیکھتے ہو۔ اسی کو خدا نے فرمایا فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات۔ ایسے سلف کے ایسے خلف پیدا ہوئے جنہون نے نماز کو ضایع کر دیا اور متبع شہوات ہو گئے (مریم ۵۹) پھر بھی سب نہین بگڑے۔ منهم المؤمنون واكثرهم الفسقون۔ بعض ہی اون مین مومن ہین اور اکثر تو فاسق ہین (آل عمران ۱۱۰) آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین بھی بعض بنی اسرائیل ٹھکانے کی نماز پڑھتے تھے۔ ليسوا سواءً من اهل الكتاب امة قائمة يتلون ايٰت الله اٰناء اليل وهم يسجدون۔

سب برابر نہین اہل کتاب مین کچھ ایسے بھی ہین کہ راتون کو قیام مین اللہ کی آیتین پڑھتے اور
اور سجدہ کرتے ہین (آل عمران ۱۱۳) انکو صلحا بھی خدا نے فرمایا ہے۔ بعض تو نماز پڑھتے تھے مگر اکثر
متبع شہوات ہو گئے تھے۔ کہ نماز کی یہانتک درگت بنی کہ باجا گانا سب ہی نماز مین داخل ہوا۔
اور یون خدا پرستی کی جگہ حسن پرستی اور شہوت پرستی قایم ہو گئی۔ جسکو خدا نے فرمایا واتبعوا
الشھوات۔ ایسا ہی ہندون مین بھی ضرور رسول آئے ولکل امۃ الرسول۔ تو ان کے
یہان بھی نماز ضرور ہوگی۔ مگر وہ بگڑی تو ایسی بگڑی کہ صلواۃ اللہ بدل کر غیر اللہ کی پوجا بنی۔ ہر چند
یہ اسلام سے کفر و شرک کی حد کو نہو پنچے، تاہم آفتاب کی پوجا کرتے ہوئے مین نے دیکھا ہے،
اوس مین قیام بھی ہے، رکوع بھی ہے، سجود بھی ہے، مگر افسوس کہ یہ غیر اللہ کے لئے ہے۔
اکثر یہود و نصاریٰ تو صلواۃ ضایع کر چکے تھے جیسا کہ مین نے اسکی آیت اوپر دی ہے۔ مگر بعض
ٹھکانے کی نماز بھی پڑھتے تھے، اسکی آیت بھی دی گئی ہے۔ انہین کیساتھ خدا نے صابیین کا ذکر بھی
فرمایا ہے۔ ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابیین من امن باللہ والیوم
الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون۝
بے شک وہ جو اپنے کو مومن کہتے اور ایمان کے مدعی ہین اور وہ جو اپنے کو یہود و نصاریٰ کہتے ہین
اور صابیین (تو ان نامون سے کچھ نہین ہوتا بلکہ) جو ایمان لائے اللہ اور روز آخرت پر، اور عمل
صالح کرے، تو اوسکے لئے خدا کے یہان اجر ہے اور نہ اوسکو خوف ہوگا، نہ وہ محزون ہوگا (بقرہ)
اس آیت سے ضرورت پڑی صابی کی تحقیق کی۔ تو اس نے بھی اس عقدے کو بہت کچھ حل کیا۔ تحقیقات
سے صابی کے مفصلہ ذیل حالات معلوم ہوئے جنکو ہمارے اس باب سے تعلق ہے۔
یونس اور صابی حضرت شیث علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ صابی سے صابیین کی
جماعت نکلی۔ یہ اپنے کو ابراہیم المشرب کہتے تھے، اور پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی امت۔ انہین سے

مرادین مانگنے لگ گئے تھے، جیساکہ زمانہ کا دستور ہے۔ دنیا مین ایسا ہی ہوا کیا ہی۔ امتداد زمانہ سے یہ بھی مذہب کو ایسا کھو بیٹھے تھے کہ ستارہ پرست ہو گئے تھے۔ صیل سرہ سرّبّا انکی کتاب ربانی کا نام ہے جو آرم کی زبان مین ہی۔ اور ایک دوسری کتاب بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے منسوب تھی وہ شاید انکی احدیث ہو۔ یہی دو کتابین انکا دستور العمل تھین۔ اول اول تو کعبۃ اللہ ہی ان کا قبلہ تھا، جب ستارہ پرست ہو گئے تو قطب جنوبی اور قطب شمالی کی طرف سجدہ کرنے لگ گئے۔ مکہ کی بڑی عظمت کرتے۔ اور حج بھی آتے تھے، مگر جب بگڑے تو مکہ معظمہ کے فاران پہاڑ مین کسی مقام کا حج کرنے لگ گئے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے اور ایک مہینہ کا۔ نماز بھی پڑھتے تھے اوقات کی پابندی اور رکعات کی پابندی کے ساتھ۔ انکے یہان سات وقتون کی نمازین تھین پانچ وقت ضروری اور دو وقت غیر ضروری۔ پانچ وقت جو ضروری تھی وہ ٹھیک ہماری جیسی۔ صبح۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ اور عشا کی نمازین تھین۔ اور دو وقت جو غیر ضروری تھی وہ تہجد اور چاشت کی نمازین تھین رکعات کی پابندی اور طہارت کی نگہداشت کے ساتھ۔ طہارت کا ان کے یہان بھی بڑا خیال تھا۔

مین نے قرآن مجید کی آیتون سے اسمین ثابت کیا ہی کہ بلا نسخ آیۃ من ایت اللہ حضرت نوح علیہ السّلام کے وقت سے سب پیغمبرون کا ایک ہی مذہب تھا یہی مذہب اسلام۔ اور سب کے سب ہی مسلمان تھے۔ اور سب ہی کی کتابین ایکدوسرے کی یکسانیہ مصدق تھین اسلئے صلواۃ وزکواۃ بھی سب پر ہی فرض تھی بلاتفرقہ۔ اور اسلئے صلواۃ کی اصطلاح کوئی انوکھی اصطلاح نہین وہی ازلی اصطلاح ہے جس سے قوم واقف تھی، اور جو صابئین کے یہان پائی جاتی ہے۔ اور کچھ اللہ والے اہل کتاب مین بھی جاری تھی۔ جسکی قرآنی شہادتین اوپر بیان ہوئی ہین۔ جب صلواۃ وزکواۃ کی اصطلاح سرقہ۔ زنا۔ ربوا۔ اور نکاح وطلاق وغیرہ وغیرہ

کی طرح معلوم القوم تھی تو انکو بلکہ سارے ہی احکام کو مجمل کہنا کسی طرح صحیح نہین بلکہ وہ مفصل
ہین۔ اور قرآن مجید کا یہ دعویٰ کہ وہ مفصل ہے بالکل برحق ہے۔
یہ کہنا کہ صلواۃ تو تمام فرض تھی مگر وہ مختلف طرز کی صلواۃ تھی ناقص و ناتمام، اسلام آخری
نے اسکو کامل کیا ہے کسی طرح صحیح نہین۔ خود فرض کرنیوالے خدا نے ایک لفظ صلواۃ کا فرمایا
ہے بلا کسی تفرقہ و امتیاز کے۔ پھر کسی کو تفرقہ اور امتیاز پیدا کرنیکا کیا حق ہے۔ اسکے سوا صلواۃ
من عنداللہ فرض ہوئی، اور من عنداللہ مین اختلاف ہو نہین سکتا۔ ولو کان من عند
غیراللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ (النساء ۸۲) اسی لئے خداوند عالم نے صلواۃ
فرض کی تو لفظ اقیموا کے ساتھ۔ کہ صلواۃ تو تم جانتے ہی ہو بس اوسی کو قایم کرو۔
میری سمجھ مین نہین آتا کہ اس مین اجمال کیا ہوا۔ اگر کوئی صلواۃ کی اصطلاح سے واقف
نہ ہو، تو اس عدم واقفیت اصطلاح سے قرآن مجید اپنے دعویٰ تفصیل کے خلاف مجمل کیون
ہو جائیگا۔ تو جن اوقات اور جن رکعات کے ساتھ صلواۃ پڑھی جاتی ہے، اسی کا نام صلواۃ
ہے۔ صلواۃ اسی کو کہتے ہی ہین۔ آج سے نہین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے
جیسا کہ قرآن مجید کی آیتون سے دکھایا گیا۔ تو جسکا جی چاہے قرآن مجید پر ایمان لائے،
جسکا جی چاہے قرآن مجید کے خلاف علماء کی مختلف رایون پر ایمان لائے۔

ایسا سمجھو تو کیا یہ تعجب اور حیرت کا مقام نہ ہوگا کہ احکام باطنی اور سارے اخلاق اور
تمدن کے احکام، اور سارے اوامر و نواہی، اور ہدایات ربانی، جو تحریف سے بچکر رہ گئے
ہین، سب مین اسلام اون ادیان کے بالکل مطابق اور تمام تر مصدق ہے، اور مخالف ہے
تو یہی ارکان اربعہ نماز و روزہ اور حج و زکواۃ مین۔ مثلاً قتل و خون ریزی، چوری، زنا، ظلم و
فساد، غیبت۔ بہتان۔ عیب جوئی حسد۔ جھوٹ۔ جھوٹی گواہی۔ ہمسایہ کی حق تلفی۔ تہمت خصوصاً

یا گدامن عورتون پر - ناپاک مرد وعورت کا عبادت گاہ مین جانا یا کتاب اللہ چھونا - تمام ممنوع ہے - مردار - سور - مسکرات وشراب اور مذبوح بغیر اللہ تمام حرام ہے - والدین کا احترام نکاح وطلاق کے احکام - ایلا - خلع - پردہ - جانورون کی حلت وحرمت تمام ایک ہے - اسلام کے روزے یہود وصابی کے سے ہین - صابی کے یہان بھی روزہ ایک مہینہ کا تھا اور مفروضہ پانچ وقتون کی نمازین بھی - اور ہفتہ کے ایک معینہ دن مین وقت مقررہ پر کاروبار سے دنیوی چھوڑ کر نماز تمام ہے / یعنی صلواۃ جمعہ - کیونکہ جمعہ کے دن کا متبرک ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے - امتداد زمانہ نے کتاب اللہ پر / عقائد اور دیگر اعمال مذہبی پر / ہاتھ صاف کیا / تو اوس نے جمعہ پر بھی چھاپہ مار کر سنیچر اتوار کو قائم کیا - جب ان ساری باتون مین / اور علی ہذا بہتیرے احکام وہدایات مین / تفرقہ نہین ہے / تو کس آیت کے رو سے اور کس اصول پر یہ خیال صحیح ہوگا - کہ اور ادیان مین صلواۃ کی اصطلاح اور تھی اور اسلام مین خاص طرح کی صلواۃ مراد ہے جب خدا نے قریب قریب ہر حکم مین فرما بھی دیا ہے کہ یہی حکم ہمنے پہلے بھی دیا تھا / جیسا کہ نماز کے متعلق آیتین بیان ہوئین - اور ہر حکم کے زیر سرخی مین بیان بھی کرتا جاؤن گا - اسلئے صلواۃ ہی کیون کوئی حکم بھی تفرقہ کے ساتھ نہین آیا - بلاشبہ کتب الہی ایک دوسرے کی یکسانہ مصدق ہین - یہ کہنا کہ فلان قوم کی صلواۃ مین قیام نہ تھا / رکوع نہ تھی / سجدہ نہ تھا / یا وہ نامکمل اور ناقص صلواۃ تھی / انہین مغرورون کیلئے جائز ہوگا جنکا عقیدہ ہے کہ کتب الہی ایک دوسرے کی بلکہ قرآن مجید کی آیتین بھی آپس مین ایک دوسرے کی ناسخ ہین - مستزاد یہ کہ بعض آیتین متروک التلاوۃ ہین / داخل قرآن نہین اور یہ کھلے کھلے وانا لہ لحافظون کے منکر ہین - اور سارے قرآن کو مشتبہ بنا رہے ہین اگر یہ دوسری قومون کی نماز برہنہ آئین / اوسکو کھوٹی بتائین / جس کی دلیل وہ قرآن سے نہ لاسکین تو کوئی تعجب کا مقام نہ ہوگا -

اصطلاح صلواۃ - اسمین تو کلام نہ رہا کہ صلواۃ ازلی فرض ہی ہر پیغمبر پر فرض تھی جس کی آیتین دی گئین - تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ صلواۃ مصطلح قوم تھی اور قوم اس اصطلاح سے واقف تھی، جو حکم خداوندی سنکر عمل ہوئی - اب مجھے اس اصطلاح کو بیان کرتا ہو کہ وہ تھی کیا؟ عمل متواتر سے اصطلاح صلواۃ برواضح ہوتی ہے - قوم نے جو کچھ سمجھا تھا اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نماز پڑھی اور حکم خداوندی کی تعمیل کی تھی قوم اوسی طرح کرتی چلی آرہی ہو اور تاریخ مذہب یعنی حدیث بھی تمام تر اس عمل متواتر کی موید ہے - تو ان دونون سے اصطلاح صلواۃ جو واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے -

صلواۃ کے پانچ وقت مقرر ہین - صبح - ظہر - عصر - مغرب - عشا - اور ہر نماز وضو رہتے ہوئے ہونی چاہیے - صبح کی ۲ رکعتین - مغرب کی تین - اور ظہر - عصر - اور عشا کی چار چار رکعتین ہین ہر رکعت مین قیام - رکوع - سجود علی الترتیب ہی - اور ہر دوسری رکعت کے بعد قاعدہ - قیام مین الحمد اور کلام الٰہی کی کچھ آیتین پڑھنی چاہئین - اور رکوع و سجود مین تسبیح و تحمید اور قاعدہ مین تحیات و درود -

یہ روز کی نماز ہوئی - جمعہ کے دن بجائے ظہر جمعہ کی دو رکعتین - خوف دشمن کیوقت کہ دشمن مقابل ہو مقتدی کی ایک اور امام کی دو رکعتین - ایسے خوف مین کہ نماز پڑھنی دشوار ہو تو سوار یا پیادہ جس طرح ہو سکے - سفر کی دو رکعتین ہین سوائے مغرب کے - صلواۃ اصطلاحاً اسی کا نام ہے اور یہ ازلی اور ابدی ہے -

یہ اصطلاح جو مین نے چند سطرون مین بیان کی اسپر تعجب نہ کرنا چاہیے کیونکہ اک اک لفظ کی اصطلاح کھولنے مین ورقون سیاہ ہو سکتا ہے - آج بھی صلواۃ کی وہی اصطلاح ہی جو تھی مثلاً تم کسی سے کہو کہ فلان صلواۃ کا پابند ہی تو سامع اسکا وہی مطلب سمجھیگا جو بیان ہوا -

کیا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ صلواۃ اسی کو کہتے ہی تھے اور کہتے ہی ہین - ہمسے تمسے فرق تو صرف اسی قدر ہے تم کہتے ہو کہ صلواۃ کی یہ اصطلاح تیرہ سو برس سے ہے اور ہم کہتے ہین کہ ازلی ہے جس کے ثبوت مین آیتین ہمنے دیدی ہین -

اصطلاح صلواۃ قرآن مجید سے - صلواۃ فرض موقت ہی - خدانے فرمایا - ان الصلواۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا - بے شک صلواۃ مومنون پر فرض موقت ہے - (النساء ۱۵) یعنی ذکر - فکر - مراقبہ - تسبیح - تکبیر - تحمید - اور تہلیل ہزار کرتے رہو، ہر وقت کرتے رہو یہ عبادت ہوگی - موجب خیر و برکات ہوگی، باعث افضال و نعمائے الیہ ہوگی باعث تصفیہ و تزکیہ روحانیات ہوگی - مگر اس سے صلواۃ مفروضہ سے سبکدوشی نہ ہوگی - کیونکہ صلواۃ بہ اوقات مقررہ بہ طرز خاص مفروضہ خداوندی ہے اسلئے کوئی عبادت اسکی بدل نہین ہو سکتی -

اوقات صلواۃ کی نسبت ارشاد خداوندی ہے اقم الصلواۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقران الفجر - نماز پڑھا کرو آفتاب کے ڈھلنے سے تاریکی شب تک اور نماز صبح - (بنی اسرائیل ۹) ظہر کے وقت سے نماز کا سلسلہ چلتا ہی عشا کے وقت تک - اور اسکے سوا صبح کی نماز ہے -

خدانے فرمایا - سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن اناء اللیل فسبح واطراف النھار - نماز پڑھو اپنے خدا کی صبح کی عصر کی - اور اناء اللیل یعنی عشا کی - اور نماز پڑھو اطراف نہار کے وقت یعنی ظہر و مغرب کی - (طہ ۵) پانچون وقت کا حکم صادر فرمایا -

جس طرح قرآن مجید مین خود خداوند باریتعالی کے بہتیرے اسماء حسنی یعنی صفاتی نام ہین -

جس طرح قرآن مجید مین رسول خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بہتیرے صفاتی نام ہین جس طرح قرآن مجید مین خود قرآن مجید کے بہتیرے صفاتی نام ہین جو اسی کتاب مین اوپر کہین بیان بھی ہوئے ہین - اوسی طرح صلواۃ وزکواۃ کو بھی مختلف صفاتی نامون سے فرمایا گیا ہی - زکواۃ کو صدقہ مفرد صفہ بتایا گیا ہی جیسا کہ مصارف زکواۃ کے بیان مین دیکھو اوسی طرح صلواۃ کا نام تسبیح و تحمید بھی ہے چونکہ صلواۃ سراسر تسبیح و تحمید ہی ہی - یون تو تسبیح و تحمید انسان ہر وقت کر سکتا ہی - مگر جب موقت کر دیا تو وہ صلواۃ کا صفاتی نام سمجھا جائیگا - تسبیح و تحمید موقت صلواۃ ہی ہے - اسی لئے اس مین صلواۃ کو تسبیح کے نام سے فرمایا -

خداوند عالم نے مختلف وقتون کی صلواۃ کی الگ الگ بھی تاکید فرمائی ہی مثلاً من قبل صلواۃ الفجر - صبح کی نماز (نور) من بعد صلواۃ العشاء - صلواۃ عشاء (نور) حافظوا علی الصلوات والصلواۃ الوسطیٰ - صلواۃ عصر (بقرہ) اقم الصلواۃ طرفی النہار - ایک طرف مین اختلاف کرو مگر دوسری طرف تو نماز مغرب ضرور ہی یعنی نماز مغرب کا حکم (ہود) اقم الصلواۃ لدلوک الشمس - یعنی ظہر کی نماز (بنی اسرائیل) پانچون وقت کا حکم کھلا کھلا ہے -

خدا نے فرمایا حافظوا علی الصلوات - پانچون وقت کی نماز کی محافظت کرو (البقرہ ۳۱ ع) محافظت کے معنی یہ ہین کہ ہمیشہ پڑھو اور اچھی پڑھو مسلمانون کی تعریف اوس نے فرمائی الذین ھم علی صلواتھم دائمون ٭ وہ اپنی نماز پر مداومت کرتے ہین (معارج) تو قضا نہ ہونے دو - ناغہ نہ کرو ہمیشہ پڑھا کرو - مومنون کی تعریف مین ہی - والذین ھم فی صلواتھم خشعون ٭ وہ اپنی نماز خشوع سے پڑھتے ہین (مومنون) تو نماز مین خشوع کو لازم سمجھو - اوسکا حکم ہے اقم الصلواۃ لذکری - تو نماز مین اوسکی یاد ہونی ضرور ہے (طٰہ) ورنہ بادشاہ

کے حضور مواجہہ ادھر اودھر تو ظلم ہے - نماز ایسی تو ہو کہ ان الصلواۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر - جو برائیون سے روکے - وہ نماز نہین جو برائیون سے روکے نہین -

طرز صلواۃ - ہم حکم دئے گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کے - اور اونکی صلواۃ تھی قائمین والرکع السجود - تو ہماری نماز بھی وہی قیام ورکوع وسجود والی قایم ہوئی -

رکعات کی نسبت سورہ نساء کے پندرہوین رکوع مین صلواۃ قصر کو دیکھو - اوس نے فرمایا کہ جنگ کے وقت ایک جماعت مسلح رہکر امام کے پیچھے ایک رکعت پڑھ چکے تو وہ حفاظت کو کھڑی ہو اور دوسری جماعت آکر ایک رکعت وہ پڑھ لے - یہ صلواۃ قصر ہوئی اور قصر کے معنی نماز کو آدھی کر دینے کے ہین - تو جب امام کی دو رکعتین ہوئین اور مقتدیون ایک ایک - اور یہ آدھی نماز ہے - تو اس سے معلوم ہوا کہ بلحاظ مقتدیون کے قصر کا اصل نماز دو رکعت ہے - اور بلحاظ امام کے قصر کے ۲ اصل نماز چار رکعتین ہین یعنی نماز کی بہی دو چار رکعتین ہین - اور تین چار مین داخل ہے اسلئے نماز کی رکعتین ۲-۳-۴ ہین - صبح وشام ۲-۳ - اور باقی وقتون مین چار چار -

صلواۃ کی اصطلاح معلوم ہونے کے بعد اتنی تفصیل کی ضرورت نہ تھی صرف نماز کا حکم دیناہی کافی تھا - یہ تو خدا کا احسان ہے کہ اوس نے اوس اصطلاح کو بھی اتنا کچھ واضح کردیا -

مین بیان کرچکا ہون کہ لوگ صلواۃ کی اصطلاح سے یعنی وقت صلواۃ اور طرز صلواۃ سے واقف تھے جب تو معراج کے پہلے اور فرضیت صلواۃ کے پہلے بھی صلواۃ پڑھی جاتی تھی آنحضرت بھی پڑھتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بھی - پھر وہ کونسی صلواۃ تھی - کیا وہ مقبول بارگاہ

لم یزل نہ تھی ۔صلواۃ جو مصطلح تھی ۔ جو پیغمبرون پر فرض ہوئی تھی ۔ جو صابیین کے یہان پائی بھی جاتی ہے ۔ اور جو بعض اللہ والے اہل کتاب بھی پڑھتے تھے ۔ اور جس مین آپنے قائمین والرکع السجود والی صفت پائی ۔ وہ آپنے پڑھی ۔ وہی ابراہیمی مصطلح صلواۃ فرض ہوئی ۔ وہی قوم نے پڑھی ۔ اور وہی بسلسلہ تواتر عملی ہم تک پہونچی ۔ فرق جو پڑا وہ اب اگر اہل قرآن کی نماز مین ۔ اور بالعموم روحانیت نماز مین ۔

روحانیت نماز تو بالکل ہی کھوئی گئی ۔ خدا نے فرمایا تھا ۔ اقم الصلواۃ لذکری میری یاد کیلئے نماز پڑہاکر (طہ ۱۱) اب نماز جو ہے بھی تو اوس مین اوسکی یاد سے واسطہ ہی نہین ۔ یا رسمًا ہے یا عادتًا ۔ الا ماشاء اللہ ۔ نماز کا رکن اعلی تھا ولذکر اللہ اکبر ۔ سب سے بڑا رکن اوسکی یاد ہے ۔ (عنکبوت ۵) آج اس رکن اعلی کیطرف متوجہ کرنیوالا کوئی نہین ۔ خدا نے مومنون کی صفت مین اول صفت یہ فرمائی ہے ۔ الذین ہم فی صلوا تہم خشعون ۵ مومن وہ ہین جو اپنی نمازین خشوع سے پڑھتے ہین ۔ (مومنون ۱) آج اسکی نافرمانی پر ملامت کرنے والا کوئی نہین ۔ رفع یدین اور آمین بالجہر کے جھگڑے ان اہم اور ضروری اور قطعی احکام و ہدایات سے مقدم تر سمجھے گئے ہین ۔ مومنون کی صفت پائی جائے یا نہ پائی جائے مگر ہر کوئی منہ بولا مومن ہے اور مومنون کے انعام و عنایات کا دعویدار ۔ مگر خدا کہین فقرون مین آتا ہے ۔

اے لوگو! غفلت بہت بڑا شیطان ہے اس سے پناہ مانگو ۔ اور خدا کی یاد ہی نماز کی جان ہے اس سے غفلت نکرو ۔ پہلے قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ کیونکہ حکم ہے فول وجہک شطر المسجد الحرام ۔ منہ مسجد حرام کیطرف کر لیا کرو ۔ (بقرہ) قبلہ کی سمت نہ معلوم ہو سکے تو اینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ مجبورًا جدھر منہ کر وادھر ہی قبلہ ہے ۔ پھر نماز خشوع و خضوع

سے ادا کرو۔ قیام کرو تو قوموا للہ قانتین۔ اللہ کے حضور مین کھڑے ہوا کرو تو مودب (بقرہ ۳۱) جسم بھی مودب ہو اور روح بھی۔ ظاہر بھی مودب ہو اور باطن بھی۔ یہ عام ہے تو اسکی تخصیص نہ کرو۔ یہی خشوع وخضوع ہے۔

قیام مین پڑھو کیا اور کس طرح تو اسکو خدا فرماتا ہے۔ ولا تجھر بصلواتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلا ۝ وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ اپنی نماز مین نہ تو بہت زور سے پڑھو اور نہ بالکل ہی آہستہ بلکہ معتدل آواز سے پڑھو۔ اور الحمد للہ پڑھا کرو اللہ ایسا ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے، نہ خدائی سلطنت مین اوس کا کوئی شریک ہے، نہ کمزوری کی وجہ سے اوسکا کوئی مددگار ہے۔ اور اوسکی تکبیر کیا کرو جو تکبیر کا حق ہے (بنی اسرائیل ۱۲۱) یعنی نماز کی ہر حرکت مین تکبیر کیا کرو جب کبرہ تکبیرا کا حق ادا ہوگا۔ بعد تکبیر الحمد پڑھا کرو یعنی سورہ فاتحہ۔ فاتحہ تو سبع مثانی ہے۔ سات آیتون والی سورہ جو ہر رکعت مین دوہرائی جاتی ہے۔ ولقد اٰتینٰک سبعاً من المثانی والقران العظیم ہمنے تمکو سات آیتون والی سورہ دی جو نماز مین دوہرائی جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کا قرآن دیا (حجر ۶) تو الحمد پڑھ کر قرآن مجید مین سے جو پڑھ سکو وہ پڑھو۔ پھر خدا فرماتا ہے اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوٰۃ ط تلاوت کیا کرو قرآن مجید کی درانحالیکہ تم نماز قایم کرو یعنی قیام مین قرآن مجید پڑھا کرو۔ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے۔ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر الیل والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءو ما تیسر من القران تمہارے خدا کو معلوم ہے کہ تم اور تمہارے چند ساتھی تقریباً دو ثلث شب کبھی نصف شب

اور کبھی ثلث شب نماز مین کھڑے رہتے ہین۔ اللہ رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے۔ اللہ جانتا ہے
کہ تم وقت کا اندازہ نہین کر سکتے۔ اوس نے تمہارے حال پر رحم کیا۔ اب جتنا قرآن آسانی سے
پڑھا جائے پڑھو (مزمل آخر رکوع) غرض سورہ فاتحہ کے بعد جس قدر قرآن آسانی سے پڑھ سکو
پڑھا کرو۔ اور جب امام قرأت کرے تو اذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا تو چپ چاپ سنا کرو۔

قیام کی نسبت تو ہدایت مفصل معلوم ہو گئی، اب رکوع وسجود کی نسبت ارشاد ہوتا ہے ــــ
یا ایہا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم۔ ایمان والو! رکوع کیا کرو اور
سجدہ کیا کرو اور عبادت کیا کرو اپنے خدا کی (مومنون ۵) یعنی رکوع وسجدہ خدا کی عبادت کیلئے
ہونا چاہئے۔ نہ تو ایسا ہونا چاہئے کہ رکوع وسجدہ مین خدا کا دھیان ہی نہو کہ وہ عبادت خدا کی نہوگی
اور نہ کسی دوسرے کو رکوع وسجدہ کرو۔ رکوع وسجدہ خدا کی عبادت کیلئے کیا کرو۔ رکوع وسجدہ مین
کرو کیا۔ تو خدا نے فرمایا فسبح باسم ربک العظیم۔ تو سبحان ربی العظیم و بحمدہ۔ اور سجدہ
مین سبحان ربی الاعلی پڑھا کرو۔ کیونکہ خدا نے فرمایا فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین
خدا کی تسبیح وتحمید کیا کرو درانحالیکہ تم سجدہ مین ہوا کرو۔ تسبیح ہونی چاہئے کوئی تسبیح ہو۔ مگر
سب سے بہتر ہے سبحان ربی الاعلی وبحمدہ کا پڑھنا تاکہ سبح بحمد ربک کی پوری تعمیل ہو۔

قضائے صلواۃ خدا کا حکم واجب التعمیل۔ اور انسان مجبوریون کی نشانہ گاہ
اگر نماز یا کوئی عبادت مفروضہ کسی مجبوری سے یا بھول چوک سے قضا ہو جائے تو فریاد کی جگہ
ہے کہ بلا سرکشی مجبوراً نافرمان بنا پڑتا ہے۔ اللہ اللہ اوس الراحمین خدا نے اسکی راہ بھی
کھولدی ہے۔ اوس نے ارشاد فرمایا۔ وهو الذی جعل اللیل والنهار خلفة لمن
اراد ان یذکر اواراد شکورا۔ خلفه بالکسر کے معنی منتہی الارب مین ہے من فاته
امر باللیل ادرکه بالنهار وبالعکس۔ تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اوس شخص کے لئے

جو خدا کی یاد اور اوس کے شکر کا ارادہ کرے خدا نے رات اور دن بنایا ہے کہ جو رات کو فوت ہو وہ دن کو ادا کرے اور جو دن کو فوت ہو وہ رات کو۔ یعنی دوسرے وقت ادا کرلے۔ (فرقان ۱۷۷) اس آیت سے قضائے نماز یا قضائے عبادت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔

خداوند عالم نے صلواۃ فرض کی تو صیغۂ واحد اور صیغۂ جمع دونوں کے ساتھ۔ یعنی فرداً فرداً بھی نماز پڑھ سکتے ہو اور بجماعت بھی۔

صلواۃ عید الضحیٰ اور قربانی کی نسبت حکم ہے۔ فصل لربک وانحر پہلے نماز پڑھ لو تو قربانی کرو (کوثر) یہی عمل متواتر سے بھی چلا آتا ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لیتے ہین اوس کے بعد قربانی کرتے ہین۔

یہ اتنا بیان تو صلواۃ مفروضہ کی نسبت ہوا۔ لیکن ہم مسلمانون مین اسکے سوا بھی نمازین ہین مثلاً صلواۃ تہجد۔ صلواۃ واجبات وسنن۔ صلواۃ اشراق۔ صلواۃ چاشت صلواۃ عید الفطر صلواۃ الجنائز۔ صلواۃ کسوف وخسوف۔ صلواۃ التراویح۔ ان ساری نمازون کی نسبت مین الگ الگ بیان کرنا چاہتا ہون۔

صلواۃ تہجد۔ آنحضرت علیہ السّلام پر مخصوص فرض تھی۔ آپنے اوسکی تعمیل کی۔ پھر جنکو عبادت کی چاٹ لگی وہ ایسے سہانے اور مطمئن وقت کی عبادت سے جسمین اخلاص ہی کا رنگ جلوہ آرا ہو کب چوکنے والے تھے خدا نے یہ اک اصول تعلیم فرمادیا ہے۔ من تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم۔ جو اپنے شوق سے کوئی نیک کام کرے تو بے شک اللہ قدر دان بھی ہے اور واقف کار بھی (بقرہ ۱۹۱) اس اصول کے مطابق خدا نے ایسون کی قدر دانی بھی کی اور مقبول بارگاہ بھی بنایا۔ اسی طرح خداوند عالم نے اک دوسرا اصول بھی تعلیم فرمایا ہے۔ من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ (جو کوئی آخرت کی کھیتی کی نیت کریگا تو اوسے ہم اوسمین

بڑھتی رہین گے) یعنی جو کوئی خیر جاریہ کی بناڈالیگا تو وہ علاوہ اوسکے ثواب کے خوشنودی مولیٰ سے بھی متمتع ہوتا رہے گا۔

انہین دواصولون پر صلواۃ واجبات وسنن مورد وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلواۃ نوافل ہین مطیع وہ ہے جو نوافل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نوافل ہی سمجھے اور رواجبات وسنن کے بدعتی اصطلاحات قایم کرکے فرض سے نہ ٹکرائے۔

صلواۃ فطر صلواۃ شکر ہے، کہ روزے رکھے فرض کو ادا کیا انعام الہیہ کے مستحق ہوئے، پھر اس کا شکر کیون نہ ادا کرین۔ اوس نے بھی فرمادیا ہے۔ کن من الشکرین۔ یہ مورد وحی صلی اللہ علیہ وسلم کا تفقہ فی الدین ہے۔ اسی کا نام دین مین سمجھ پیدا کرنا ہے کہ آپنے کن من الشکرین کی تعمیل حرث الآخرۃ کے اصول پر کی۔ آپنے ادائے صوم کے شکر کا طریقہ ایسا خیر جاریہ قایم کرکے فرمادیا کہ ابتک تیرہ سو برس تو ہوئے صلواۃ الفطر کس حب سے ادا کی جاتی ہے کہ جس کا سر کبھی بھی خدا کے آگے نہین جھکتا اوسدن وہ بھی خدا کے حضور مین سر بگر جاتا ہے۔ یہ تفقہ بھی اونھین دونون قرآنی اصول کے اندر ہے۔

صلواۃ الجنائز بھی آپ ہی کا قایم کردہ خیر جاریہ ہے۔ یہان صلواۃ بمعنی نماز نہین بلکہ صلواۃ بمعنی دعا ہے۔ یہ تو میت کے لئے دعا کی اک شان ہے۔ قرآن ایسے رسول کے اور ایسے تفقہ فی الدین کے۔ دعا اس طرح کرنے سے غرض یہ ہے کہ میت کو دیکھکر اپنے آگے کا سوچ ہو اوس کی مغفرت کی دعا اپنی مغفرت کو یاد دلائے۔ اوسکی بےبسی دیکھکر جس کا مال باقی ہو وہ مال معاف کردے، جس کا دل دکھا ہو وہ اوس کا قصور معاف کردے، جپر ظلم ہوا ہو وہ اوسپر ترس کھائے اور رحم کا برتاو کرے۔ اور ایک جماعت خدا کے حضور مین طالب مغفرت ہو کہ غیرت خداوندی جوش مین آئے کہ میرے بندے معاف کررہے ہین اور ہم تو ارحم الراحمین ہین۔ میرے

بندے مغفرت مانگ رہے ہین اور عطا و بخشش تو ہمارا ہی کام ہے - اللہ اللہ اس تفقہ کے کتنے راز بیان کئے جائین - یہ تفقہ بھی اونہین دونون قرآنی اصولون کے اندر ہے

قرآن مجید مین بھی صلواۃ جنازہ کا سراغ ملتا ہے - اسی لئے اسے فرض کفایہ کہا گیا ہے - خدا نے فرمایا ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ - منافقون کی نہ نماز جنازہ ہی پڑھو نہ اوسکی قبر پہ کھڑے ہی ہو (توبہ ۱۱)

صلواۃ کسوف وخسوف بھی اونہین قرآنی اصولون کے اندر آپکا تفقہ ہے - فطرت کے وہ انقلابات جو عظمت وجلال کبریائی ظاہر کرتے ہین وہ موجب ہوتے ہین رجوع الی اللہ کے - صلواۃ کسوف وخسوف رجوع الی اللہ کی ایک نہایت مقدس شان ہے - اور اظہار ہے اس کا کہ اے آفتاب پرستو! دنیا مین سورج کی تاثیرات دیکھکر جو سورج کی پرستش کرتے ہو اسوقت دیکھ لو کہ اوس قادر قیوم نے اوس کے اثر کو روک دیا - اس لئے اوس فعال مطلق کی عبادت کرو وہ مستحق عبادت ہے اوسکے آگے جھکو اس کا وہی مستحق ہے -

یہ سب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل ہین جو عبادت اور خیر جاریہ کا رنگ لئے ہوئے ہین - توانکو اسی طرح محض حبا للہ پڑھو تو موجب خیر و برکات اور موجب ازدیاد نعمت ہونگے مگر ان کو فرض سے نہ ٹکراؤ -

صلواۃ التراویح انہین اصولون پر خلیفہ دویم نے قایم کی - نماز تو محبت کیساتھ شان تقدیس خداوندی کی طرز مستی ہے - کسی عاشق سے پوچھو وہ نوافل نہ پڑھے تو کیا کرے - مگر صلواۃ تراویح نے علاوہ عبادت ہونیکے استحفاظ قرآن مجید کا وہ رنگ نکالا جسکی رنگینی سے اسلامی دنیا زنگار رنگ ہے -

ہر چند یہ ساری نمازین فرض نہین مگر عبادات نافلہ موجب خیر و برکات ہین اور خدا کی قدر دانی کی مستحق جیسا کہ آیت اوپر بیان ہوئی ومن تطوع خیرا الخ ہر چند یہ نمازین صریح فرض تو نہین ہین مگر احاطۂ قرانی کے اندر تفقہ ہے۔ ان کے بجالانے والے عنایات و قدر دانی کے مستحق ہین۔ یہ سارے نوافل رسول ہین صلی اللہ علیہ وسلم جو مورد وحی ہین۔ یہ عبادات خیر جاریہ کے نمونے ہین۔ اسی اصول پر طبع قرآن۔ قیام مدرسہ کو کتب خانہ و یتیم خانہ و چھاپہ خانہ وغیرہ وغیرہ خیر جاریہ قایم کئے گئے ہین۔ ایسے کل امور جن سے انسان کے دین و دنیا کا بھلا ہو اور مخلوق خدا کی بھلائی ہو وہ [illegible] ث الاخرہ اور خیر جاریہ ہین۔ پھر بھی یہ فرض نہین داخل دین نہین ان کا منکر کافر نہین غیر معمل گنہگار نہین۔ اور انکا معمل فواید سے بہرمند۔

ایک کھٹکا یہ ہوتا ہے کہ آور تو آور خود مسلمانون کی نمازون مین اختلافات ہین۔ پھر صحیح کسے سمجھائے اور غلط کسے۔ اختلاف ہین ہے اور صلواۃ سبھی کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کیون نہ سمجھا جائیگا کہ آور دینون ہین صلواۃ تھی مگر وہ اور طرح کی اور اسلامی طرز سے الگ تھی۔ یہ خیال صحیح نہین ہے۔ مسلمانون مین سارے فرقون کی صلواۃ صحیح ہے اور سب ایک ہی صلواۃ ہے۔ صلواۃ ازلی بلا اختلاف۔ اختلاف جو دکھائی دیتا ہے وہ اعمال مجازی کی مختلف صورتین ہین۔ جسکا محکوم مجاز کیا گیا ہے۔ مثلاً خدا نے فرمایا قیام کرو۔ یہ نفرمایا کہ قیام کیونکر کرو پاؤن کیسے رہین۔ ہاتھ کیسے ہین۔ باندھے جایئن نہ باندھے جایئن۔ باندھے جایئن تو کہان پر۔ نہ باندھے جایئن تو کسطرح چھٹے رہین۔ اس سے سمجھنا چاہئے کہ خدا کو ہاتھ باندھنے سے مطلب نہین اوس نے قیام کا حکم دیا ہے۔ اور ان باتون مین مجاز کیا ہے۔ اس مجاز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف صورتون مین مجاز کی طرح ادا کیا ہے۔ ہاتھ باندھا بھی ہے نہ بھی باندھا ہے۔ قوم بھی مختلف

طرح پر ادا کرنے لگی - یہ اختلاف نہ تھا - مجاز کی مختلف صورتین تھین - مگر افسوس کہ ایک خاص طرح پر ادا کرنے والا اک فرقہ بن گیا - اور یون فرقے بن بن کر مسلمان جو بھائی بھائی تھے وہ ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے لگے - حالانکہ سمجھنا تھا کہ سب ہی صحیح اور ٹھیک ہی - مثلاً آپنے ہاتھ باندھے بھی نہ بھی باندھے - زیر ناف بھی باندھے - سینہ پر بھی - رفع یدین کیا بھی نہ بھی کیا - آمین بالجہر بھی کہی بالخفا بھی - اس سے سمجھنا تھا کہ اس مین انسان مجاز ہی اور کسی ایک طرح پر کرنا اوسیطرح صحیح ہی جس طرح دوسری طرح پر کرنا - مگر لوگ لگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو بھی ڈگری ڈسمس دینے کہ آخری فعل صحیح ہے اور سارے افعال ماسبق کا ناسخ - تو کیا پہلے افعال آپکے غلط ہین - چار جائز فعل کرو تو کوئی پہلے پیچھے ہوگا ہی - ان باتون پر جوتے لات کی ٹہرتی ہی - مقدمہ کا بازار گرم ہوتا ہی - خیر یہ تو اپنے تعصبات کے نتیجے کو بھگت رہی ہین - مجھے کہنا صرف اسقدر ہے کہ مسلمانون کی صلواۃ مین اختلاف نہین - اعمال مجاز مین اختلاف نظر آتا ہی تو وہ اختلاف نہین اعمال مجاز کی صورتین ہین - صلواۃ ازلی بھی ہی جو ہمیشہ سے ایکسی ہی - مجاز کی صورتین ہمیشہ طرح طرح سے رہی ہونگی اور ہین -

اے خدا! مین نے تیری صلواۃ مفروضہ کو بیان کیا کہ یہ تو ہی نے فرض کیا ہی اور تیرے فرض کیے ہوئے کو ماسوا کی آمیزش سے پاک کیا ہی کیونکہ تو نے فرمایا ہی ولا یشرک فی حکمہ احدا - خدا اپنے حکم مین کسیکو شریک نہین کرتا (بنی اسرائیل) تو اے خدا! میرے اس بیان مین جو لغزش ہوئی ہو اوس سے درگذر جو فروگذاشت ہوئی ہو اوسکو معاف فرما - نفسانی نقطے جو پڑ گئے ہون اونکو دھو دے - اور ہمکو اپنے چہرہ کے نور مین پناہ دے کہ ہمکو تیرے سوا اور کہین پناہ نہین - اور نہ تیرے سوا اور کوئی نہین -

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ — والقرآن کلام اللہ

صوم

خدا نے صوم فرض کیا تو یہ کوئی انوکھا فرض نہین - یہی صوم اگلون پر بھی فرض تھا اسلئے قوم صلواۃ کیطرح صوم کی اصطلاح سے بھی واقف تھی - قوم کے ہی اصطلاح مین تو قرآن اوترا ہے -

وہ اصطلاح خود قرآن مجید سے، عمل متواتر سے، اور تاریخ مذہب یعنی حدیث سے یہی واضح ہوتی ہے کہ رمضان کا چاند دیکھو تو پورے مہینہ رمضان کا روزہ رکھو - وہ اس طرح کہ صبح کاذب سے لیکر شام تک نہ کھاؤ نہ پیو نہ عورت کے پاس جاؤ - افطار کر لو تو پھر سب کرو - بس یہی صوم ہے جو فرض ازلی ہے -

خدا نے فرمایا - یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایمان والو! تمپر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ اگلون پر فرض ہوا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ - (بقرہ ۲۳) اس سے ظاہر ہے کہ صوم فرض ازلی ہے اور یہ پرہیزگار بنانے کیلئے ہے -

واقعی کونسا مذہب ہے جس مین روزہ کسی نہ کسی طرح نہ ہو - مگر فطرت کے اصول کے مطابق فطال علیھم الامد فقست قلوبھم - امتداد زمانہ سے لوگون کے قلوب سخت ہوگئے - لوگون نے صلواۃ ازلی کیطرح صوم کو بھی بگاڑا - اور روزے نے بھی بگڑ بدل کر سیکڑون شکلین اختیار کرلین - مسلمانون مین بھی باوجود کتاب اللہ محفوظ رہنے کے سوا پہر کا روزہ رسماً جاری ہوکر اوٹھا - روزے مین بھی لوگون نے بہت کچھ اختلاف ڈال رکھا تھا - زمانہ صوم مین بھی، اور طریقہ صوم مین بھی تو یہ کام تھا قرآن کا کہ وہ اختلاف کو مٹائے وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی

اختلفوا فیہ۔ ہمنے قرآن اسی لئے تمپر اوتارا کہ وہ مختلف فیہ باتون کا فیصلہ کر دے۔ خدا کو فیصلہ کرنا تھا اوسنے فیصلہ کر دیا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس وبینٰت من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس مین قرآن نازل ہوا جو لوگون کیلئے ہدایت اور تمیز کی کھلی کھلی نشانی ہی۔ اس مہینہ مین جو زندہ موجود ہو وہ اوس مہینہ کا روزہ رکھے۔ (بقرہ ۲۳ ع) رمضان کے مہینہ کا روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ اگلون پر فرض کیا گیا تھا۔ صلوٰۃ کی طرح خدا نے صوم کی اصطلاح بھی بتا دی اور اختلافون کا فیصلہ کر دیا۔

اسلام ازلی ہے تو اوسکے احکام بھی ازلی ہین مصدقا لمابین یدیہ اسلئے روزہ بھی مثل نماز اور مثل دیگر احکام کے فرض ازلی ہے۔ صورتین تو بگڑ ین مگر صابئیین کے یہان ایک مہینہ کا روزہ بھی رہگیا۔ مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ مہینہ کونسا تھا ایا یہی رمضان کا یا کوئی دوسرا۔ کچھ ہی ہو مگر خدا نے تو فرما دیا کہ جیسا اگلون پر فرض تھا وہ تمپر فرض ہوا۔ خدا نے کچھ فرق نہ بتایا تو ہمکو سمجھنا چاہئے کہ جو ہم پر فرض ہوا وہی اگلون پر فرض ہوا تھا۔

یہی اصطلاح جو قرآن سے معلوم ہوئی یہی عمل متواتر سے معلوم ہوتی ہے اور یہی تاریخ مذہب یعنی حدیث سے۔ اسلئے مسلمانون مین صوم کے متعلق اختلاف یا جھگڑے یا کمی وبیشی نہین ہے اور نہ یہ حکم مجمل سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے پورا رکوع اور آیتون کا لکھنا طوالت طلب ہی اور بہ این وجہ اختصار مناسب ہے۔ تو مختصر یہ ہی کہ سورہ بقرہ کا تیئسوان رکوع پڑھ جاؤ اوسمین کافی طرح سے روزہ کا بیان موجود ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ماہ رمضان کا چاند دیکھو تو اوس مہینہ کا روزہ رکھو۔ مریض ومسافر دوسرے مہینے مین گنتی پوری کر لین۔ اور جو کوئی بغایت تکلیف ومصیبت سے برداشت کرسکتا ہو جیسے بوڑھا تو وہ اگر اس پر بھی روزہ رکھے تو یہ اوسکے

حق میں بہتر ہے ورنہ وہ فدیہ دے کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ کیونکہ روزہ برداشت سے باہر کچھ ظلماً نہیں فرض کیا گیا۔ خدا کچھ ظلم و سختی تھوڑے کرتا ہے۔ اوسکی تو مرضی ہے کہ بندہ آسانی سے اوسکے حکم کی تعمیل کرے۔

رمضان میں اعتکاف کچھ فرض تو نہیں ہے مگر تقرباً الی اللہ اعتکاف کرو تو معتکف ہوکر عورت کے پاس نہ جاؤ۔ رمضان میں دن کو عورت کے پاس نہ جاؤ اور اعتکاف میں نہ دن کو نہ رات کو۔ اعتکاف تقرباً الی اللہ کیا جاتا ہے کچھ فرض نہیں ہے اسلئے اسکا بیان منہاج الحق کا حصہ ہے۔

ایسا حکم جو ہر طرح ہماری ہی بھلائی کے لئے ہے افسوس کی بات ہے کہ اس زمانہ کی مذہبی تاریک روشنی میں روزہ اک مصیبت کا پہاڑ اور خلاف فیشن سمجھا جاتا ہے۔ ایسے مسلمانوں کے ہاتھوں صلوٰۃ و صوم دونوں مذبوح ہیں۔ بے باکی سے کہا جاتا ہے کہ ہماری فاقہ مستی سے خدا کو کیا فائدہ۔ یہ تو عربوں کے لئے تھا جنکو خون زیادہ پیدا ہوتا تھا اور اونکو اعتدال پر لانے کی ضرورت تھی۔

مجھے ضرورت پڑی کہ اس اعتراض کیطرف کچھ نہ کچھ توجہ ضرور کروں کیونکہ نئی روشنی کی تاریکی بجلی کی طرح بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک ایسی جماعت کی تشفی ضرور ہونی چاہیے جو نافرمانی کو لیڈری کا تمغہ سمجھے ہوئے ہے۔ ایسے فرقہ کی تشفی چونکہ عقلی ہی دلائل سے ہو سکتی ہے اسلئے تھوڑی دیر میں اسرار قرآنی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

خداوند عالم نے انسان کو پیدا کیا اوسکو طرح طرح کی قوتیں دیں کہ وہ اون قوتوں کے سہارے دنیا کے دشوار گذار گھر لپھانیوالے جنگل کو طے کرکے بہشت میں داخل ہو۔ جو اجتماع خاطر کا، اطمینان کلی کا، اور کمال خوشیوں کا مقام ہے۔ اور حکیم خدا نے رسول بھیجکر کتاب بھیجکر راہ بتادی، اور اون قوتوں کی رہنمائی بھی کی۔ اتنی قوتوں کی

رہنمائی کے لیے جس کے اطراف خطرون سے گھرے ہون بہتیری ہدایتون کی ضرورت تھی، تو اوس نے ساری ہدایتین دیکر انسان کو ممنون احسان کیا۔ گرچہ یہ ناشکرا ان ہدایتون کو ظلم وجبر اور سر پہ پہاڑ سمجھتا ہے۔

احکام وہدایات تو اتنے کہ کوئی قوت حدود اللہ سے باہر قدم نہ رکھے کہ یہ کرو یہ نکرو، یون چلو یون نہ چلو، یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ، یہ بولو یہ نہ بولو، ادھر دیکھو ادھر نہ دیکھو، اسکی سنو اوسکی نہ سنو، جوش دکھاؤ غصہ نکرو، بیوی کرو زنا نکرو، سچ بولو جھوٹ نہ بولو، طلب کرو ہوس نہ کرو، ہمت کرو طمع نکرو، خرچ کرو اسراف نکرو، جمع کرو بخل نکرو، اور علی ہذا۔ قوانین فطرت نے بھی اسی کی تحریک کی، اور عقل دور اندیش نے بھی اسی کی تائید کی۔ ہدایات کی تو تھاہ نہین۔ اور انسان ضعیف البنیان اوس پر دائین بائین نفس وشیطان دو دوست نما دشمن دربغل۔ ایسے حال مین اس دشوار گذار جنگل کو طے کرنا پہاڑ ڈھانے سے کم نہین۔ خدا نے روزے کی روحانی قوت سے اس پہاڑ کو ڈھانیکی ترکیب بتائی ہے۔

اچھی بری باتون کی فہرست تو ہر کوئی گنا دیتا ہے۔ ہر مذہب کی اخلاق کی کتابین اسکی فہرست سے بھری پڑی ہین۔ لامذہب کا سر بھی اسکے آگے جھکا ہوا ہے۔ اچھا برا ہر کوئی سمجھتا ہے جسکو تمیز ہے۔ مگر سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ تعلیم بے تربیت وبال ہے اور علم بے عمل جان کا جنجال۔ ضرورت ہے کہ ساری قوتین بے راہ روی سے روکی جائین، اور اونکی تربیت کی جائے، تاکہ اچھے ہی اعمال سرزد ہون، اور برے اعمال کا سد باب ہو۔ روزہ فرض کرکے خدا نے حقیقت مین ساری قوتون کی تربیت کی ہے۔

قوتین تو بہتیری ہین مگر وہ حرکت مین آتی ہین خواہش سے۔ اسلیے خواہش کی تربیت کرنی چاہیے تاکہ قوتین بے جگہ متحرک ہی نہ ہون۔ اسی تربیت خواہش کا نام صوم ہے۔

مثلاً بھوک ہے کھاؤ نہین۔ پیاس کی شدت ہے مگر پیو نہین کہ دن کو کھانے پینے کا حکم اوس محبوب حقیقی کا نہین ہے۔ بھوک مین غصہ ہے، اور غصہ مین زبان تیزی کرنی چاہتی ہے، مگر غصہ کو تھوک ڈالو، اور زبان کو روکو، کہ یہ رضائے مولی کے خلاف ہے، اس سے روزہ خراب ہوجائیگا آنکھین دیکھنے اور کان سُننے کو خدا نے دئے ہین۔ تم دیکھتے سنتے ہو، مگر دیکھو آنکھ اور کان کو قابو مین رکھو، کہ نہ ناجائز دیکھو نہ ناجائز سنو، اس سے روزہ خراب ہوجائیگا۔ بیوی موجود اور جائز خواہش بھی، مگر دیکھو دنکو پاس نہ جاؤ، ورنہ روزہ خراب ہوجائیگا۔ ہر سال ایک مہینہ لگاتار اس طرح ریاض کرکے اپنی قوتون کو اپنی قدرت مین رکھو، اور یون خواہشات کی روک تھام سے اپنی قوتون کی تربیت کرتے رہو۔ صوم حقیقت مین تربیت اخلاق کا اک قوی طریقہ ہے۔

روزہ ہر چند اپنے اصلی رنگ مین نہ رہا مگر ابتک عوام مین بھی یہ زبان زد ہے کہ روزہ رکھکر بری باتون سے روزہ برباد نکرو۔ یہی معنی ہین لعلکم تتقون کے جو خدا نے روزہ کی آیت مین فرمایا ہے۔ اسکی مزید تصریح منہاج الحق مین اخلاق کی زیر سرخی دیکھو۔

علم کی روشنی نے بھی سمجھایا تو یہی کہ روزہ فاقہ مستی ہی نہین بلکہ معدہ کو مفید، اور بہتیری بیماریون کو نافع ہے۔ مگر خدا نے لعلکم تتقون فرماکر بتادیا کہ صوم ساری قوتون کی روک تھام اور ساری نیکیون کی جڑ ہے۔ اخلاق کے لئے نسیم سحر، اور گلزار تمدن کیلئے باد بہاری ہے۔ ایک مہینہ خواہشون کے روکنے کی عادت ساری نیکیون کی بنیاد، اور ظاہری و باطنی حواس کی تربیت ہے۔ تو صرف منہ کو روزہ رکھنا نہ چاہئے بلکہ سارے حواس اور سارے جذبات کو روزہ رکھنا چاہئے، کہ لعلکم تتقون کی تعمیل ہو۔ حقیقت مین یہ اعتکاف روحانی ہے۔ افسوس ہے کہ ایسی بیش بہا ہدایت کی قوم نے جیسی قدر کرنی چاہئے نہ کی اور روزہ کی روحانیت کو کھو دیا۔ اسلئے روزہ پر اعتراض ناسمجھی سے ہے خدا سمجھ سلیم دے۔

فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

حج و عمرہ

خدا نے حج فرض کیا تو یہ بھی کوئی انوکھا فرض نہین - یہ فرض بھی ازلی ہے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے وقت سے - جسکا پتہ اس آیت سے بھی ملتا ہے - واذ بوانا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود ہ اور جب ہمنے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کر دی تو یہ حکم دیا کہ ہمارے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا - اور میرے گھر کو طواف کرنیوالون (یعنی حج کرنیوالون) اور قیام و رکوع و سجود کرنیوالون (یعنی نماز پڑھنے والون) کے لئے پاک رکھنا (بقرہ ۲۵) اس سے پتہ لگتا ہے کہ حج حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر بھی فرض تھا - دوسرے - الحج اشھر معلومات - حج کے مہینے معلوم ہین (بقرہ ۲۵) اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حج فرض ازلی ہے - مگر چونکہ امتداد زمانہ سے کعبۃ اللہ بت خانہ بنا دیا ہوا تھا - یہان بھی بت پرستی ہونے لگی تو حج کعبۃ اللہ جو پہلے کرتے تھے اوسے چھوڑ کر جبل فاران کا جو مکہ کے پہاڑ کا نام ہے حج کرنے لگ گئے تھے اور اہل کتاب کا قبلہ ہی بدل چکا تھا - اسلئے لوگونکو صرف حج کا زمانہ ہی معلوم رہگیا تھا جیسا کہ خدا نے فرما دیا ہے - ارکان حج بگڑ بدل کر ماسوا کے لئے ہو گئے تھے - اسلئے حج کی اصطلاح دھندلی پڑ گئی تھی - تو ضرورت پڑی کہ خداوند عالم اس اصطلاح کو کھولکر فرما دے - وہ اوس نے اتنا مفصل فرما دیا ہے کہ قرآن کے مجمل کہنے والے بھی اسکی تفصیل سے انکار نہین کر سکتے -

خدا نے فرمایا - اذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من

بھیمۃ الانعام جز فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر ۵ ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق - لوگون کو حج کے لئے پکار دو - لوگ تمہاری طرف پیادہ پا اور دبلی سواریون پر جو راہ دور سے آتی ہین آئین گے - (یعنی دور دور سے لوگ آئین گے) اور اپنے فائدون کو بھی دیکھینگے اور مواشی چارپائے جو ہمنے اونھین دے رکھے ہین ایام معلوم مین اون پر اللہ کا نام لیکر ذبح کرین گے - لوگو! قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجون کو بھی کھلاؤ - پھر لوگون کو چاہیے کہ اپنے بدن کا میل دور کرین (یعنی توبہ استغفار کرین جس سے گناہ کا میل دور ہوتا ہے) اور اپنی منتین پوری کرین اور خانہ کعبہ کا طواف کرین (حج ۱۷)

دوسری آیت مین خدا نے فرمایا - وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ۔ حج بیت اللہ لوگون پر خدا کا فرض ہے جو راہ کی استطاعت رکھتا ہو (آل عمران ۱۰) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امن راہ شرط ہے - اگر امن نہین تو راہ کی استطاعت نہین - غرض کسی وجہ سے اگر استطاعتِ راہ مفقود ہو تو حج فرض نہین -

حج وعمرہ فرض کیا تو یہ بھی تاکید فرمادی کہ اس مین شائبہ پرستش ماسوا نہ ہو - اتموا الحج والعمرۃ للہ - حج وعمرہ خالص خدا کے لئے ادا کرو - (بقرہ ۲۴) یعنی جس طرح نماز کے لئے بیت اللہ اک سمت مفروضہ خداوندی ہے - اوسی طرح حج کے لئے وہ مقام مفروضہ خداوندی ہے - نہ کوئی نماز مین بیت اللہ کو سجدہ کرتا ہے - نہ کوئی حج مین بیت اللہ کا طواف کرتا اور بیت اللہ پر قربان ہوتا ہے - معبود حقیقی اور محبوب حقیقی وحدہ لاشریک کے سوا کوئی نہین - سجدہ بھی اوسیکا ہے اور طواف بھی اوسی کا -

خدا نے فرمایا - الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی

و اتقون یا اولی الالباب - حج کے مہینے تو مشہور ہین ان مہینون مین جو شخص حج کی نیت کرے تو پھر وہ حج مین نہ عورت سے ملاعبت کرے۔ نہ گناہ کرے۔ نہ جھگڑا کرے۔ اور تم جو نیک کام کرتے ہو اللہ اوسکو جانتا ہے۔ زادراہ ساتھ لے لیا کرو کہ بہترین زادراہ سوال کرنے اور چوری کرنے سے پرہیز کرنا ہے۔ اے عقل والو مجھ سے ڈرتے رہو۔ (بقرہ ۲۵) اس آیت سے حج کے متعلق اتنی باتین معلوم ہوئین۔ ۱ حج کا مہینہ مشہور ہے یعنی یہ کوئی نیا فرض نہین ازلی فرض ہے۔ ۲ حج مین عورت سے ملاعبت ۳ گناہ کرنا ۴ جھگڑا کرنا ۵ زادراہ ساتھ نہ لینا ممنوع ہے۔ تو جو لوگ بے زادراہ جاتے ہین اور اسکو خدا کی محبت کی نشانی سمجھتے ہین وہ نافرمانی کرتے ہین یا سوال کر کے مبتلائے گناہ ہوتے ہین۔ اس آیت مین چار باتین حج مین ممنوع ہوئین۔

خدا نے فرمایا۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ فان احصرتم فما استیسر من الھدی و لا تحلقوا رءوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ ط فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک ط فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی ط فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج و سبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ ط ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام - حج و عمرہ اللہ کے واسطے ادا کرو۔ اگر مجبوری آپڑے (یعنی احرام کے بعد کعبہ نہ پہونچ سکو۔ کیونکہ احرام نہ باندھا تو مجبوری نہین) ایسی صورت مین جو قربانی میسر ہو بھیجدو۔ اور قربانی جب تک اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ تو جو کوئی تم مین مریض ہو، یا جسکے سر مین کچھ دکھ ہو، تو وہ اوسکے عوض مین روزے رکھے۔ صدقہ دے یا قربانی کرے۔ پھر جب عذر رفع ہو تو جس نے حج اور عمرہ ساتھ کیا ہو وہ جو کچھ میسر آئے قربانی کرے۔ اور جو نکرسکے وہ تین روزے ایام حج مین اور سات روزے گھر آکر رکھے۔ اس طرح دس روزے پورے کرے۔ یہ سہولت اوسکے لئے ہے جس کا گھر مکہ مین نہ ہو

(بقرہ ۲۴۱) اس آیت سے چار باتین معلوم ہوئین ۱۔ حج وعمرہ خالص اللہ کے واسطے ادا کرنا۔ ۲۔ احرام کے بعد کعبہ نہ پہونچ سکو تو قربانی کا جانور کعبہ مین بھیجو۔ ۳۔ اور حج مین جب تک قربانی نہ کر لو سر نہ منڈاؤ۔ ۴۔ مریض ومجبور سر منڈانے کے عوض روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ عذر رفع ہوجائے تو اگر حج وعمرہ کی نیت ساتھ کی ہو تو قربانی کرے جو نہ کرسکے وہ تین روزے حج مین اور سات روزے گھر آکر رکھ لے مگر وہ جس کا گھر مکہ مین نہ ہو۔

ایام تشریق حج کا زمانہ ہے۔ حج خالصاً لوجہ اللہ ادا کرنا چاہیے۔ استطاعت راہ دیکھکر اور زاد راہ لیکر گھر سے نکلنا چاہیے۔ ان کے سوا اور ہدایتین بھی بیان ہو چکین۔

من بعد ۱۔ احرام باندھنا۔ خدا نے فرمایا۔ غیر محلی الصید وانتم حرم۔ حالت احرام مین شکار کو حلال نہ سمجھو۔ (مائدہ ۱) اس سے احرام باندھنا بھی معلوم ہوا اور حالت احرام مین شکار کا ممنوع ہونا بھی۔ مگر بحری شکار نہین۔ احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما۔ ۲۔ حج مین تجارت ممنوع نہین۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (بقرہ ۲۵۱) اور جب تم عرفات سے واپس چلو تو مشعر حرام یعنی مزدلفہ کے نزدیک اللہ کو یاد کرو جس طرح تمکو سکھایا گیا ہے یعنی لبیک لبیک اللھم لبیک وسعدیک کا ورد رکھو۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھدٰکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین ۵ (بقرہ ۲۵۱) یہ جو خدا نے فرمایا وان کنتم من قبلہ لمن الضالین۔ اگرچہ اسکے قبل تم راہ بھولے ہوئے تھے۔ اسکے یہی معنی ہین کہ لوگ کفر وشرک مین مبتلا ہوکر اور کعبہ کو بتخانہ بناکر تلبیہ بھول گئے تھے۔ خدا نے بتادیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تلبیہ لازمی ہے ورنہ خدا ضالین نہ فرماتا۔ غرض عرفات مین حاضر ہونا اور لوٹ کر مشعر حرام یعنی مزدلفہ مین تلبیہ پڑھتے

رہنا۔ حکم حج مین داخل ہے۔ ۱۳؎ حج مین بیت اللہ کا طواف کرنا ضرور ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق (حج ۲۹) ۱۴؎ مقام ابراہیم مین نماز پڑھنا ضرور ہے واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (بقرہ ۱۲۵) ۱۵؎ صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنا بھی ضرور ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ صفا و مروہ بیشک خدا کی نشانیان ہین۔ خانہ کعبہ کا حج کرنیوالا یا عمرہ کرنیوالا اگر ان دونون مقامات کے درمیان طواف کرے تو کوئی مضائقہ نہین۔ کوئی شوق سے نیکی کرے تو اللہ قدردان اور علیم ہے فمن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم (بقرہ ۱۵۸) ۱۶؎ حج مین سر منڈانا بھی ضرور ہے۔ ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ۔ مگر جب قربانی اپنے ٹھکانے پر پہونچ جائے۔ یہ آیت اوپر بیان ہوئی ہے (بقرہ ۱۹۶) ۱۷؎ پھر قربانی کرنا بھی ضرور ہے۔ فصل لربک وانحر (کوثر) یہ حج ہوا۔ اور عمرہ ہے فقط احرام باندھنا۔ طواف کرنا۔ سعی بین الصفا والمروہ۔ اور سر منڈانا۔ حج و عمرہ ساتھ ساتھ بھی کر سکتے ہو اور الگ الگ بھی۔

کہان تک اس باب کو طول دیا جائے قرآن مجید نے خود ازلی حج کی اصطلات کو کھول دیا ہے اور واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اور جتنا بیان کر دیا ہے قوم کرتی بھی ہے عمل متواتر مین بھی یہ ارکان پوری طرح ادا کئے جاتے ہین۔ اور عمل متواتر بھی اس اصطلاح کو بتا رہا ہے۔

ہان نماز روزہ اور زکواۃ تو وہ فرض ہے جو شخصی طور پر ادا کیا جاتا ہے اور روزانہ یا ہر سال ادا کیا جاتا ہے۔ مگر حج عمر بھر مین ایک دفعہ ہے اور مقامی فرض ہے کہ بیت اللہ مین ہی ادا کیا جاتا ہے۔ اسلئے مقامی حالات کے بدلنے سے اسمین فرق آسکتا ہے۔ آج اسلام کو تیرہ سو برس ہوئے مقامی حالات بہت بدل گئے۔ عربی زبان تک بدل گئی۔ تمدن اور اطوار تک بدل گئے مطوفین اور پانڈوان تک بن گئے۔ بیت اللہ مین فقہا نے چار مصلے قایم کئے تو اہل روایات نے

بھی رمی الجمار اور حجر اسود کا چومنا۔ اضافہ علی القرآن کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے۔ اور یہ ہونا تھا کیونکہ امتداد زمانہ کا خاصہ ہی کہ کوئی چیز اپنے حال پر نہین رہتی انسان ہی کو دیکھو بچہ اور جوان ہو کر بوڑھا ہو جاتا اور بچہ کیطرح بے بس ہو کر مر جاتا ہی۔ تو پھر انسان کا مذہب اس اثر گردونی سے کیون بچے۔ یہ بھی نہ بچا یہانتک کہ اسلام آخری بھی۔ مگر الحمد للہ کہ کلام اللہ نہ محو ہونیکا نہ مٹنے کا نہ متغیر ہونیکا نہ متبدل ہونیکا۔ وہ تو بحفاظت خداوندی محفوظ ہی۔ اور محفوظ رہے گا بھی۔ یہ موعود ہے۔ اسلئے ہم بگڑین گے بھی تو پھر سنورین گے ہماری اصلاح کا دروازہ بند نہین ہونیکا۔

دین اللہ بکمالہ قرآن مجید کے اندر ہی۔ کتاب الحج جو منزل من اللہ نہین وہ دین نہین ولا یشرک فی حکمہ احدا۔ وہ اپنے حکم مین کسی کو شریک نہین کرتا۔ اسلئے احکامات ربانی کو کم وبیش کرنا حدود اللہ کو توڑنا ہے۔ جس طرح پانچ رکعات نماز کی فرض نماز سے سبکدوش نہین کر سکتین اوسی طرح رمی الجمار اور بوسہ حجر اسود حج مفروضہ سے سبکدوش نہین کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تعمیل کی قرآن مجید پر کچھ اضافہ نہ کیا۔ اگر رمی الجمار یا بوسہ حجر اسود کیا بھی ہوگا تو اوسکو حج مین داخل نہ کیا ہوگا مصلحت وقت کے اقتضا سے کچھ کیا ہوگا۔ لوگون نے حج مین داخل کر کے اضافہ علی القرآن کیا۔ حدیث و روایت کو قرآن مجید کے آگے پیش کرو اگر مخالف یا حدود اللہ کو کم وبیش کرنیوالی ہو تو وہ رسول کی حدیث نہین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حج کا بیان بھی قرآن مجید مین مفصل موجود ہی اسلئے مجھے اسکی نسبت زیادہ بیان کرنا ضرور نہین ہے جو کچھ بیان کیا گیا وہ کافی ہی۔ مزید مسائل بیان کرنیکی ضرورت نہین۔ ہان غیر اقوام حج پر زیادہ تر اسی سے معترض ہین اور اونکی دیکھا دیکھی نئی روشنی کے مسلمان بھی اکہ بت پرستی

اسلام مین بھی اک ضروری چیز اور عبادت مین داخل ہے مثلاً طواف اور حجر اسود کا بوسہ یہ پوجا نہین تو کیا ہے۔ مورت کا نہین تو مکان اور پتھر کا سہی۔ اسلئے مین احکام حج کے متعلق کچھ عقلی تقریر بھی کیا چاہتا ہون۔ اگرچہ بظاہر یہ میرے موضوع سے باہر معلوم ہوتا ہی۔ مگر چونکہ میری عقلی تقریر بھی احاطۂ قرآنی ہی کے اندر ہوگی اسلئے مین مختصراً محض نفعاً للحق کچھ بیان کردینا ضروری سمجھتا ہون۔

اے لوگو! نام تو بیت اللہ ہے مگر حقیقت مین یہ بیتُ اللہ ہی۔ ایسا نہین کہ خدا کا وہ گھر ہے جسمین وہ بیٹھا براج رہا ہی۔ اور وہی مسلمانون کا دیوتا ہی۔ نعوذ باللہ منھا۔ بلکہ وہ تو خدا کی عبادت کیلئے، صلوٰۃ و حج کیلئے اک سمت مفروضۂ خداوندی ہی۔ خود خدا نے فرمایا۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدًی للعلمین۔ پہلا گھر جو لوگون کے لئے قبلہ بنایا گیا وہ یہی [illegible] ہی جو مکہ مین ہی اور لوگون کیلئے ذریعہ برکت و ہدایت ہی۔ (آل عمران ۱۰) کعبہ تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السّلام نے بنایا، اور یہ اونکا قبلہ تھا، اسلئے یہ پہلا قبلہ تھا جو لوگون کیلئے بنایا گیا۔ لوگون کا حج مین جمع ہونا جسمین تجارت بھی ممنوع نہین جسکو ساری دنیا کی کانفرنس کہنی چاہیے اسطرح بلحاظ تبادلۂ خیالات، بلحاظ ہدایت و مشورہ، موجب برکت و ہدایت ہی۔ قبلہ ہمیشہ بدلتا رہا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السّلام کا قبلہ کعبہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبلہ مصر مین تھا جسکا بیان اوپر ہوچکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا قبلہ بیت المقدس تھا اور مسلمانو ن کا وہی کعبہ قبلہ ہوا جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا تھا۔ سب اپنے اپنے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے اور طواف او رحج کرتے تھے۔ یہ قبلہ کا تبدل بھی بین شہادت اسکی ہی کہ قبلہ کو سجدہ یا اوسکا طواف نہین کیا جاتا بلکہ وہ اک سمت اور مقام مفروضۂ خداوندی ہی تاکہ اوس ایک خدا کی عبادت مین بھی وحدت و یگانگت ہی کا رنگ رہے کہ سب بیک وقت ایک ہی طرف جھکین۔

خدا نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ بنانیکے لئے جگہ ٹہرا دی تو حکم دیا کہ دیکھو میرا کیسکو شریک نہ کرنا - واذ بوانالا براھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا (حج ع۴) اسی طرح جب ہمارے نبی کو حج کا حکم دیا تو فرمایا - حنفاء للہ غیر مشرکین بہ - اللہ کے ہو رہو کسی کو اوسکا شریک نہ ٹہراؤ (حج ع۴) اسکے ساتھ حج مین خدا کو یاد کرنے اور تلبیہ کا حکم کھلی کھلی شہادت ہے کہ بیت اللہ اک سمت اور اک مقام مفروضۂ خداوندی ہے اور اوسکے ارکان خالصاً لوجہ اللہ ہین جسمین شرک کی ذری آمیزش نہین -

اب اعمال حج اور اوسکے فلسفہ کی طرف توجہ کرو تو واضح ہوگا کہ حج جس طرح طالبون اور محبون کیلئے تقرب کا زینہ ہے اوسی طرح عامیون کیلئے بھی موجب فلاح و برکات -

اے لوگو! تشتت احوال کا نام تکلیف و مصیبت ہے اور یکسوئی کا نام آرام و راحت تشتت احوال ہوتا ہے تشتت خیال سے - خیال یکسو ہو جائے تو نہ تشتت احوال ہو نہ مصیبت ہی محسوس ہو - اگر یہ یکسوئی دنیاوی ہوگی تو موجب ہوگی دنیاوی کامیابیون کی - اور اگر دینی ہوگی تو موجب ہوگی دین و دنیا دونون کی کامیابیون کی - وہ یکسوئی محبت ہی سے حاصل ہوتی ہے - ہر مذہب کی ابتدا اور انتہا حقیقت مین محبت ہی ہے ، جو بڑھکر ایمان ہو جاتی ہے ، اور ایمان کے مدارج طے کرتی ہے گرچہ فی زمنا وہ ملوث ہو گئی ہے - لا الہ الا اللہ - خدا کے سوا کوئی مقصود و محبوب نہین - اسی پاک یکسوئی کا ہادی ہے - ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ - میری نماز اور عبادتین اور میری حیات و موت تک خدا کے لئے ہے جو پروردگار عالم ہے جسکا کوئی شریک نہین - اوسی پاک یکسوئی کا رہنما ہے - مگر یہ یاد رکھو کہ یہ یکسوئی بغیر محبت کے حاصل نہین ہو سکی - اسی لئے خدا کی محبت قرآن مجید مین سختی کیساتھ فرض کی گئی ہے - سورہ توبہ کی وہ آیت قل ان کان اباءکم الخ پڑھ جاؤ - اس مین خدا نے ایک فہرست دنیا کی محبوب ترین چیزون بیان کر کے فرمایا ہے کہ اگر یہ سب یعنی ماسوی اللہ تمکو خدا سے

زیادہ پیارے ہین تو عذاب خداوندی کے منتظر رہو۔ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ۔ یعنی خدا ہی کی محبت تمہین ابدی سکون بخشنے والی اور یکسو کرنیوالی ہے۔

بت پرست یہ کہنے کھڑے ہوتے ہین کہ محبت بے دیکھے نہین ہوسکتی ہی اور تم خدا کو بے اوسکی کوئی مورت قایم کئے ہوئے نہین دیکھ سکتے۔ اسلئے تمکو خدا کی محبت نہین حاصل ہوسکتی۔ یہ تو عقل کا اندھاپن ہی کہ مورت خدا سمجھی جائے، یا خدا کی صفت کا تشکل قایم کیاجائے اور اوسپر مجنونانہ یقین خلاف واقعہ اور خلاف عقل اور خلاف ہدایت قایم کیاجائے۔ تو اونکو اونکا بنایا ہوا تودۂ خاک کا خدا مبارک ایسا ہوتا تو سارے بت پرست عاشقان خدا ہوتے۔ یہ لوگ محبت کو جانتے ہی نہین کہ محبت ہے کیا شئے۔ یہ طلب و محبت اور ہوس و شہوت مین فرق کر نہین سکتے۔ محبت سمجھ رکھا ہی شہوت بازی کو حالانکہ محبت اک جذبۂ طلب ہے جسکی حرارت مین خنکی اور تڑپ مین سکون ہی جسمین نہ فراق ہی نہ وصال جسمین بیچینی ہے نہ سکون۔ وہ اک جذبہ جذبات الٰہی ہی۔ دیکھکر جو محبت ہوتی ہے وہ شہوت ہے عشق مجازی تحریک شہوت کے تماشے ہین، اسی کو یہ محبت سمجھتے ہین۔ عورتون سے محبت شہوانی پسندیدگی اور فطرتی شہوت کی تحریک ہی۔ دوستون اور ہمجلیسون کی محبت تناسب مزاج اور اپنے اغراض و مقاصد کی ہمواریان ہین جو شکوک سے اوکھڑتین اور بدگمانیون سے ٹوٹ جاتی ہین۔ انھین شہوت رانیون اور وہم بازیون کا نام انہون نے محبت رکھا ہی یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ

ہان محبت تو بے دیکھی ہی ہوتی ہی۔ یہ خاصۂ فطرت ہی کہ جو چیز حاصل نہو، جو چیز آنکھ کے اوجھل ہو اور وہ گران بہا ہو تو اوسکی حصول کی طلب دلمین پیدا ہوتی ہی طلب جب بڑھتی ہی تو شوق ہوجاتی ہی یہی شوق عود ہوتا، خلت ہوتا، اور محبت ہوجاتا ہی۔ مثلاً اگر کوئی برگزیدہ شخص جو غائبانہ احسانات کرے اور کرتا رہی اور وہ متصف بصفات کمالیہ بھی ہو جسکے غلغلہ نے دل و دماغ کو فتح کیا ہو، اسکے ساتھ غائبانہ محبت ہوگی۔ گرچہ یہ بھی حقیقی محبت نہین بلکہ اغراض و خواہشون کی تیرنگیان ہین تاہم بے دیکھی اور عظمت کا پہلو لئے ہوئے ہے اسلئے اک طرح کی

محبت اسکو کہہ سکتی ہین۔ یہہ بھی اوسکے دیکھ لینے، اوسکے بدل جانے، یا اوسکے مرجانیکے بعد نہ رہیگی
ہرچند اوسکی عظمت دلون مین رہ جائے۔ کیونکہ یہ محبت بھی فانی کے ساتھ ہوگی تو اوسکے یا اوس کے
فنا ہونیکے بعد وہ محبت بھی اپنی قرارگاہ نہ پاکر فنا ہوجائیگی۔

محبت اور حقیقی محبت اگر ہوسکتی ہے تو خدائے غائب ہی سے، اور وہی محبت کے لایق اور
اس کا مستحق بھی ہے۔ اوس کے صفات غیر محدود، اوس کے احسانات اوسکے انعامات
اوسکے افضال واکرام لاتعد وبے غایات ہر لحظہ اور ہر حال مین وارد ہوتے رہتے اور اوسکا
طالب بناتے ہین۔ اوسکی غیبوبیت اوسکے طلب کو شوق، شوق کو مودت، مودت کو خلت، خلت کو
محبت بنادیتی ہے۔ یہی محبت بڑھکر عالی ظرفون مین ایمان کامل اور عبودیت پیدا کرتی ہے، اور کم ظرفون مین
عشق وجنون۔ منزہ ذات کی محبت محبت کو منزہ بناتی جاتی ہے، اور سمانہ سکی، کم ظرفون مین پڑی تو دیوانہ
یہ بے راہ ہوئی تو اس مین تنزہ کی باس تک نہین ہوتی اور ہوس وشہوت کے درجہ پر نزول کرجاتی ہے
یہ ہے اوسی پاک محبت کی مستی اور اوس مقدس ہستی کی بھڑاس نکالنے کی راہ ہے اور عاشقون کے قربان ہونیکا طرز
اے محبان حق! اوٹھو اور حج کو چلو۔ اگر محبوب کے باندھے ہوئے حدود نہ ٹوٹین۔ دیکھو شرک کا شمہ نہ ہو
اور نافرمانی نہ ہونے پائے۔ ہوشیار محبت مین دیوانے نہ ہوجاؤ۔ حقوق فروگذاشت نہ ہون۔ امن
راہ کو دیکھ لو۔ زادسفر ساتھ رکھ لو کہ ماسوا کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے یعنی شرک کی چھینٹ نہ پڑنے
پائے۔ بہ این ہوشیاری ظاہری اور باطنی ہوش وحواس کی آراستہ اور جان نثار فوج کے ساتھ چلو۔
میقات مین پہونچکر محبت کو اجازت دو کہ ضبط وتحمل سے آزاد ہو۔ ترک تکلف، ترک عیش وراحت،
ترک زیب وزینت کرکے فقیرانہ اور مجانہ بھیس بناکر احرام باندھو۔ اور محبوب کی پکار فقروا الی اللہ
کا لبیک لبیک مین حاضر ہون مین حاضر ہون پکار کر جواب دو، مگر اس طرح کہ دل اور زبان دونون
ہمدل اور ہم زبان ہون ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

جو شخص دل رکھتا ہو یا کان لگا کر توجہ سے سنتا ہو اوسکے لئے بے شک ان باتون مین نصیحت ہی (ق)
دل کی آواز اگر رسا ہوئی اور تمنے کان لگایا تو جواب سنو گے کہ او ڈھونڈھنے والا! مجکو بہ این
قرب نہین دیکھ سکتا تو میری تجلی گاہ کے گرد جو دربار ربانی ہونیکی حیثیت سے بیت اللہ کہا
جاتا ہے طواف کر۔ طالب طواف کرتا، اور قربان ہوتا ہو۔ قربان ہی ہوجاتا اگر یہ قربانی کیونکہ ہو
کیونکہ جان دیدیتے کا تو جان دینے والا ہی مانع ہو۔ اسلئے طواف کرتا اور جان کے عوض مال
قربان کرتا اور قربانی دیتا ہے۔ یہ ہو قربانی کی حقیقت خدا بھی فرماتا ہو۔ لن ینال اللہ لحومھا
ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ خدا کے یہان قربانی کا گوشت نہین پہونچتا نہ اوسکا
خون پہونچتا ہے بلکہ وہ دلی جذبات پہونچتے ہین جو جوش زن ہوکر ماسوا سے منقطع کرتے اور
اتقا کے رنگ مین رنگ دیتے ہین۔ خدا جان کا طالب نہین ہوتا ہے مگر جہاد مین۔

طواف بیت اللہ پرستش بیت اللہ نہین ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان مین بھی طواف کیا جاتا
ہے کیونکہ صفا و مروہ بھی خدا کی نشانیان ہین۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (بقرہ ۱۹۱)
ان دونون پہاڑیون کو بھی خدا نے اپنی تجلی گاہ قرار دیا ہے اسلئے ان کے درمیان بھی طواف کی
ہدایت ہوئی۔ طالب دیدار غیب الغیب کا متلاشی ادھر اودھر دوڑتا اور طلب کی بھڑاس
نکالتا نہ پھرے تو کیا کرے۔ اور جو دل محبت سے خالی ہے اور حقیقی محبت سے ناآشنا وہ
ظاہر پرست نہ ہو تو کیا کرے۔ دونون مجبور ہین۔

مقام ابراہیم بھی خدا کی نشانیون مین سے ہے۔ فیہ آیٰت بینٰت مقام ابراھیم
اس مقام کو بھی خدا نے اپنی تجلی گاہ منظور فرمایا ہے۔ طالبین ان نشانیون سے مراد پاتے ہین اسلئے
اس مقام مین صلوٰۃ شکر ادا کرتے ہین۔

سر منڈانا۔ کوئی بت پرستی نہین یہ تو رب العزت کے حضور مین اپنی تذلیل ہے۔ احرام

اوسکی ابتدا الٹی اور حلق راس اوس کی تکمیل ہے۔

رمی الجمار اور بوسہ حجر اسود کا ذکر تو قرآن مجید مین نہین ہے اسلئے یہ حج مین داخل نہین یہ بعد کے اضافے ہین۔ مگر تاریخ سے یعنی حدیث سے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ آپکا فعل ہے۔ مین تو اس حدیث کو بھی تسلیم نہین کرتا کہ یہ اضافہ علی القران ہے اور ان احکم بینھم بما انزل اللہ کے خلاف۔ تو اگر آپنے ایسا کیا بھی ہوگا تو اوسکو ہرگز حج مین داخل نہین کیا ہوگا۔ اقتضائے وقت یا اقتضائے طبیعت سے کچھ کیا ہوگا۔ چاہے آپنے کیا ہو نہ کیا ہو مگر یہ افعال بھی بت پرستی یا بت پرستی کے مماثل نہین اسکی تصریح بھی مین یہ فرض کرکے کردینا چاہتا ہون کہ آنحضرت نے ممکن ہے کہ ایسا کیا ہو صلی اللہ علیہ وسلم۔

رمی الجمار پر غور کرو یہ بدیہی تبرّی عن ماسوا ہے اور دل کا اک قصد ہے جو فعل مین لاکر قوی کیا جاتا ہے حواس ظاہری اور باطنی دونون کی اس پاک ارادے مین شرکت ہوتی ہے۔ رمی الجمار تو ماسوا کی بت پرستی سے کنارہ کشی کا عزم بالجزم ہے۔ کنکریان ظاہر مین تو معمولی ستون پر پھینکی جاتی ہین مگر حقیقت مین ماسوا پر پھینکی جاتی ہین کہ ہمکو ماسوا سے مطلب نہین۔ اسی لئے اسوقت پڑھا جاتا ہے

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو حی لا یموت وھو علی کل شئی قدیر

بوسۂ حجر اسود کے معنی یہ ہین کہ عاشق تیرے چوکھٹ کا پتھر چوم کے رخصت ہوتا ہے اور دلمین اور بھی درد بھر کر لئے جاتا ہے کہ اے غیب الغیب اے ورا الورا تیرا دیوانہ دوڑا دھوپا کہان سے کہان مارا پھرا، ادھر دوڑا اودھر دوڑا اور تو غیب الغیب ہی رہا۔ جو کچھ ان تجلی گاہون مین دیکھا تو وہ تجلی طور بھی تو نہ تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ تو وہم و فہم دید و شنید اور جذبات دریافت سے اعلی تر ہے اور تو ہی حمد حقیقی کا مستحق ہے۔ پھر حجر اسود کا بوسہ پتھر کی عظمت سے نہین بلکہ یہ تو مجنون کے لئے مقام آہ و فریاد اور رخصت کے وقت بھرے دل سے چوکھٹ چومنا ہے

اے لوگو! حج کے سارے مقامات بت پرستی نہین بلکہ بت پرستی کے مذبح ہین۔ اور حج کے سارے

افعال بھی بت پرستی نہین بلکہ قطع ماسوا کے محرک ہین- نماز مین سارے اعضاے ظاہری اور قوائے باطنی سکون کے ساتھ بے حرکت خدا کے حضور مین حاضر ہوتے ہین اور حج مین سارے اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی دوڑ دھوپ اور حرکت کیساتھ خدا کے حضور مین حاضر ہوتے ہین- بیت اللہ نماز کیلئے سمت مفروضہ خداوندی ہے اور حج کے لئے مقام مفروضہ خداوندی ہے- ارکان صلوٰۃ اور ارکان حج دونون عبادت ہے اور دونون کا مقصود خدائے غیب الغیب اور خدائے وراء الوراہی اگر بیت اللہ کو بت بنانا ہوتا تو بیت اللہ کے بت کیون توڑے جاتے- اور پھر ارکان حج مین خدا ہی کیون یاد کیا جاتا- اور بیت اللہ کی یاد یا ذکر کسی ایک مقام پر نہین ہے- اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حج کے حکم کے ساتھ ساتھ شرک کی امتناع اور تاکید ہے جو اسلام کی اصلی غرض ہے-

افسوس کا مقام ہوگا اگر اس ممتنع شرک ہی کیساتھ حج متہم ہو- جاہل سے جاہل مسلمان بھی خدا کے سوا کسی انسان یا بیت اللہ یا پتھر یا پہاڑ کسی کو بھی نہ خدا سمجھتا نہ خدا کا شریک کرتا ہے، نہ خدا سمجھ کر کسی کے آگے قیام یا رکوع یا سجود یا کوئی وہ عبادت جو خدا کیلئے مخصوص ہو کرتا ہے پھر حج کو بت پرستی کہنے کا کسی کو کیا استحقاق ہے- اگر وہ اسکو نہین سمجھتا تو یہ اوسکی جہالت ہے- افعال اخلاص شرک نہین ہو جا سکتے-

میرے نزدیک حج کسی شخص کی یادگار یا کسی رسم کی یادگار نہین ہے کیونکہ یہ ساری نسبتین ماسوے اللہ سے جتی ہین- اور محبت خداوندی کی غیرت اسکی حمایت نہین کرتی حضرت ابراہیم علیہ السلام امتحان محبت دینے کو کھڑے ہوئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جان حاضر کردی- حضرت ہاجرہ علیہا السلام تلاش آب مین بے بسی کے ساتھ دوڑین- یہ واقعات ہین کہ ان سے فوائد حاصل کرو- مگر یہ سنۃ اللہ نہین کہ پیغمبرون کے امتحانات کو وہ عبادت مفروضہ قایم کرے- اور آجکل کی رسم کے مطابق وہ یادگار قایم کرے- نہ حضرت ایوب علیہ السلام کے

صبر کی یادگار قایم ہوئی - نہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کنوین مین گرنے کی - نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریا مین بہائے جانے اور چالیس برس جنگل مین مصیبت جھیلنے کی - نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر موت سے بچ جانیکی - نہ خود ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت کی - خدا کو یادگار قایم کرنیکی ضرورت نہین -

علاوہ اسکے کہ حج محبوب کی مستی محبت کا اظہار اور طلب مین صبر و سکون کیلئے آہ رسا ہے اسکو دنیاوی حیثیتون سے بھی دیکھو تو اسکے فوائد بے شمار ہین - اخوت اسلامی کی زندگی - شیرازۂ قومیت کا استحکام - تبدل خیالات کا مقدس بزم - ایکدوسرے کی اعانت وہمدردی کے لئے بہترین موقعہ - ایکدوسرے سے دماغی اخلاقی اور روحانی اور ہرطرح کے فوائد حاصل کرنیکا بہترین ذریعہ - پھر اسکے ساتھ تجارت بھی ممنوع نہین اسلئے تجار کے لئے معلومات و ترقی تجارت کے لئے بہترین مواقع - الغرض ساری دنیا کے مسلمانون کا ٹون ہول نہین بلکہ ورلڈ ہول خدا نے دیدیا ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہون اور اپنے بہبودی و ترقی کیلئے اس خدائی کونسل مین مشورے کرین - ایکدوسرے کی اصلاح کرین ، ایکدوسرے کی ہمدردی کرین یہ ایسی بہترین عبادت ہے جسمین اپنے لئے ، قوم کے لئے ، ملک کے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے ایسے بہترین نقد فوائد مظمر ہین جسکی مثال دنیا کے کسی طبقہ مین نہین مل سکتی -

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسی بہترین عبادت کی ودیعتون کا مسلمانون ہی کے ہاتھون خون ہوا - جب سے مسلمان حنیف نہ رہے ، یکسو نہ رہے ، اون سے محبت و اخلاص کی صفت زائل ہوگئی - اونکی عبادتین ، ریا ، عجب ، پندار ، اور رسم و عادت سے آمیزش پاگئین تو اون کے خیر و برکات بھی کھو گئے - انا للہ و انا الیہ راجعون ؁

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

حلال وحرام

خدا کی قدرت دیدنی ہے اور قابل غور - اوس نے طرح طرح کے نباتات طرح طرح کے حیوانات پیدا کئے اور طرح طرح کے دماغ اور سمجھ کے انسان پیدا کئے ہر مخلوق مین طرح طرح کی بوقلمونی اور نیرنگیان ہین - ان مین سے ہر ایک ایکدوسرے کی موجب پیدائش اور موجب حیات ہے، تو ایکدوسرے کو کھا بھی جاتا ہے - بہتیرے نباتات وحیوانات کو انسان کہا جاتا اور بہتیرے انسان کو مار ڈالتے اور کھا جاتے ہین - انسان انسان ہی سے پیدا ہوتا ہے تو انسان کو انسان ہی مار ڈالتا بھی ہے - تعالیٰ شانہ -

نباتات پر غور کرو تو بہتیرے نباتات انسان کیلئے زہر ہین تو بہتیرے تریاق بھی ہین - بہتیرے انسان کیلئے مضر اور باعث آلام ہین　　تو بہتیرے　　اوسکے لئے ہواصاف کرنیوالے اور بہتیرے رزق ہین موجب حیات - اسیطرح حیوانات پر غور کرو بہتیرے انکو ڈسنے والے اور پھاڑ کھانیوالے ہین تو بہتیرے انکی سواری اور بار ڈھونے کیلئے ہین اور بہتیرے ان کے لئے رزق ہین اور موجب حیات

اسی کے ساتھ فطرت پر غور کرو تو ساری مخلوق جس طرح اپنے دشمن اور ہلاک کرنیوالی چیزون سے فطرتاً واقف ہے، اوسیطرح اپنے رزق کو پہچانتی اور اوسکے سہارے زندگی حاصل کرتی ہے - انسان بھی پیدا ہوتے دودھ پینا ہی جانتا ہے، سیانے ہونے پر حیوانی اور جنگلی زندگی مین حیوانی رزق پر بسر کرتا ہے، اور جب انسانیت کے جامہ مین آتا ہے تو انسانی رزق کو پہچانتا اور انسانی رزق حاصل کرتا ہے - کوئی مخلوق ایسی بھی ہے جو اپنے رزق سے واقف نہین - یہ تو فطرتی اقتضا ہے کہ فطرتی بھوک پیاس کو اوس چیز سے بجھائے جو فطرتاً اوسکی رزق ہے - اسی لئے حکم خداوندی ہوا

کلوا واشربوا من رزق اللہ - خدا کے دیے ہوئے رزق مین سے کھاؤ پیو۔

چونکہ ہر مخلوق بہ این نادانی اپنے رزق کو جانتی پہچانتی ہو تو انسان بہ این دانائی اپنے رزق سے واقف نہو خلاف عقل ہے - اسلئے یہ عبث اور لایعنی فعل ہوتا اگر خدا ساری مخلوقات کی فہرست دیدیتا کہ ان مین اتنی چیزین تمہارے لئے رزق ہین - انسان فطرتاً ہمیشہ سے اپنی رزق سے واقف ہے اسلئے خدا نے رزق کی چیزون کی فہرست نہ دی بلکہ اون مین سے جو جو مخفی نقصانات جسمانی یا روحانی ہین اونہین حرام کر کے ممنوعات کی فہرست دی ہے۔

خدا فرماتا ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام - مردار، خون، سور کا گوشت، اور جو جانور خدا کے سوا کسی اور کے نام زد کیا گیا ہو، جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، جو چوٹ سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو کسی جانور کی سینگ سے مرا ہو، اور وہ جانور جسکو درندون نے پھاڑ کھایا ہو مگر مرنے سے پہلے جسکو ذبح کر لو، اور نیز جو کسی تھان پر چڑھا کر ذبح کیا گیا ہو، اور نیز ساجھے کے جانور کا گوشت جو جوئے کے طور پر پانسون سے آپس مین تقسیم کیا گیا ہو، یہ سب تم پر حرام کئے گئے۔ (مائدہ ۱۱) جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ سور، اور مردار، یا جسکی نسبت کسیطرح بھی ماسوے اللہ سے کی گئی ہو وہ سب حرام ہین۔ خدا ظاہری یا باطنی کسی طرح بھی شرک کی آمیزش کو پسند نہین کرتا - وہ اک لمحہ کیلئے بھی نہین چاہتا کہ تم میرا کھاؤ اور دوسرے کا گاؤ۔

خدا نے خود بھی فرما دیا ہے - احلت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ - چوپائے مواشی تم پر حلال کئے گئے بہ استثنا، اون کے جنکی حرمت اوپر بیان کی گئی تو بتون کی ناپاکی سے بچو (یعنی

بتون کی طرف منسوب کرکے پاک کو ناپاک نہ کردو۔ بنسبت ماسوا کی پلیدی پاک کو ناپاک کردیتی ہی) اور قول زور سے بچو (یعنی اپنے جی سے حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہ بیان کرو) بس یکسو خدا کے ہو کر حلال طیب کھاؤ جس مین شرک کی ذری آمیزش نہو۔ (مائدہ ع ۱) لوگون کی عادت ہوتی ہی بات کو کریدنے کی وہ لوگون کی تھی۔ لوگ آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتے تھے۔ لوگون کے سوال پر خدا نے جواب دیا۔ یسئلونك ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات وما علمتم من الجوارح مكلبين تعلمونهن مما علمكم الله فكلوا مما امسكن عليكم واذكروا اسم الله عليه واتقوا الله ان الله سريع الحساب ٥ اليوم احل لكم الطيبات وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم۔ تم سے لوگ پوچھتے ہین کہ اون کے لئے کیا کیا حلال ہی تو جواب دیدو کہ تمہارے لئے کل ستھری چیزین حلال کردی گئین۔ اور جو شکاری جانور تم نے سدھا رکھے ہون کہ جو خدا نے تمکو سکھایا ہے انکو سکھا دو، تو اوس شکار مین سے کھاؤ جو وہ تمہارے واسطے پکڑ رکھین، اور اوس پر اللہ کا نام لے لو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ تجاوز نہو جائے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ آج تمہارے لئے سب ستھری چیزین حلال کردی گئین۔ اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال اور تمہارا کھانا اون کے لئے۔ (مائدہ ع ۱)

مسلمانون کو یہ احکام کچھ نئے نہین دئے گئے۔ جیسا کہ مین نے ثابت کیا ہے کہ دین اسلام ازلی ہے تو اوسکے احکام بھی ازلی ہین۔ ہمکو فرمایا گیا۔ احل لکم الطیبات۔ تمہارے لئے کل ستھری چیزین حلال کی گئین۔ تو ضرور یہی حکم اور ادیان مین بھی تھا۔ اور بالضرور سارے رسول یہی حکم لائے۔ خدا خود فرماتا ہے۔ یا ایها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ رسولو ستھری چیزین کھاؤ اور عمل صالح کرتے رہو۔ (مومنون ع ۳) بلا شبہ ہر دین مصدقا لما بین یدیہ تھا۔ مگر لوگون نے اختلاف ڈالا۔ اس رکوع کو چند آیت اور پڑھ جاؤ اور واضح ہو جائیگا۔ تو لوگون نے

اختلاف ڈالا۔ کہ اور احکام کی طرح حلال وحرام مین بھی کمی وبیشی کرتے رہے۔ عوام نے حرام کو
حلال کیا تو خواص نے حلال کو حرام کیا اور اوس کا نام تورع رکھا۔ خدا نے بھی فرمادیا۔ قل
ارأیتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا ط قل آ اللہ
اذن لکم ام علی اللہ تفترون۔ اے رسول! کہدو بھلا دیکھو تو سہی تمہارے خدا نے
جو تمکو رزق دی تو تمنے اوسمین حلال وحرام ٹھہرالیا۔ بھلا پوچھو تو سہی کیا خدا نے تمہین حکم
دیا ہے یا تم اوسپر بہتان باندھتے ہو۔ (یونس ۶) اگر حکم دیا ہے تو آیت پیش کرو۔

خدا نے فرمایا۔ اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منہا ومنہا تاکلون۔ خدا نے
ہی تمہارے لئے چارپائے پیدا کئے تاکہ بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو تم کھاؤ (مومن ۸۱)
تو سواری کے جانورون سے سواری کی خدمت لو، اور جو جانور کھائے جاتے ہین اونھین
کھاؤ۔ یہ خدا کی ہدایت ہے۔ گھوڑے، خچر، ہاتھی وغیرہ سواری کے جانور ہین تو انھین
کھاؤ نہین ان سے سواری کا کام لو۔ قربانی کے بیان مین اونٹ کی اجازت دیدی ہے تو
اسے کھاؤ ہر چند یہ سواری کے کام مین بھی آتا ہے۔ جو جانور سواری کے ہین اون سے ڈھونے کے
یا توپ مین لگانے کے یا اور منافع کے کام بھی لو۔ ولکم فیہا منافع کثیرۃ۔ تمہارے
لئے ان مین بہتیرے منافع ہین (مومن ۸۰) والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا
وزینۃ ط ویخلق ما لا تعلمون ۵ اوس نے پیدا کئے گھوڑے خچر اور گدھے تاکہ تم اون سے
سواری کا کام لو، اور زینت کیلئے بھی۔ اور پیدا کریگا وہ بھی جو تم نہین جانتے (نحل ۸)
خدا نے بھی صاف فرمادیا کہ گھوڑے خچر اور گدھے ہمنے سواری اور زینت کیلئے پیدا کئے ہین تو
اونکو اونکی فطرت کے خلاف تمکو کھانا جائز نہ ہوگا۔ حرمت کیلئے لفظ حرمت ضرور نہین
شراب اور جوے کیلئے لفظ اجتناب خدا نے فرمایا اور ان چیزون کی حرمت کیلئے اوس نے

فرمایا کہ ہمنے انکو کھانے کیلئے نہین بلکہ سواری اور زینت کیلئے بنایا ہی ہے۔ اسکی تصریح اوپر بھی ہو چکی ہے۔ اور سواری کیلئے خدا وہ چیزین پیدا کریگا جو تمہارے علم مین بھی نہین ریل گاڑی ہو چکی۔ ہوائی جہاز ہو چکے۔ زپلن ہو چکا۔ اور خدا جانے اور وہ کیا کیا بنائیگا اوسکی خلاقی کا جائزہ کون لے۔

نباتات مین تو اوس نے باغ بنائے ٹٹون پر چڑھائے ہوئے اور بغیر چڑھائے ہوئے یعنی بیلین اور کھڑے درخت۔ اور کھجور اور کھیتی مختلف ذائقون کی، اور زیتون اور انار مشابہ اور غیر مشابہ، ان کے پھل کھاؤ اور خدا کا شکر کرو۔ وھو الذی انشأ جنٰت معروشٰت وغیر معروشٰت والنخل والزرع مختلفاً اکلہ والزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ ط کلوا من ثمرہ اذا اثمر (انعام ۱۷) خدا نے احسان جتایا ہے۔ ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات۔ تمہارے ہی لئے وہ اوگاتا ہے کھیتی، زیتون، کھجورین، اور انگور، اور ہر قسم کے پھل۔ غرض ہر طرح کی کھیتی سے پیداوار حاصل کرو اور کھاؤ کھلاؤ اور خدا کا شکر کرتے رہو۔

اسی طرح حیوانات مین اوس نے پیدا کئے چوپائے جنپر لادا جاتا ہے، اور بعض پست قد زمین سے لگے ہوئے، تو ان مین خدا نے جو تمہاری رزق کیلئے بنایا ہے اونھین کھاؤ اور شیطان کی راہ نہ چلو۔ (یعنی حلال کو حرام یا حرام کو حلال نکرو) شیطان تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے خدا نے آٹھ جوڑے پیدا کئے۔ بھیڑ مین سے نر و مادہ دو، اور بکرے مین سے نر و مادہ دو، اے رسول! پوچھو تو سہی کہ کیا خدا نے دونون نر حرام کئے ہین یا دونون مادینین، یا ان کے پیٹ کے بچے بھی۔ مجھے بہ سند کتاب اللہ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ اسی طرح اوس نے پیدا کئے اونٹ مین سے دو اور گائے مین سے دو۔ اے رسول! پوچھو تو سہی کہ خدا نے دونون نر حرام کئے ہین یا دونون

مادہ نین یا ان کے پیٹ کے بچے بھی - ایا تم موجود تھے جسوقت خدا نے یہ حکم دیا تھا - تو اے لوگو! اوس سے بڑھ کے ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگون کو جہالت سے گمراہ کرے - ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۵ ثمنیۃ ازواج ط من الضان اثنین ومن المعز اثنین قل ءالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صٰدقین ۵ ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ءالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین ط ام کنتم شھداء اذ وصٰکم اللہ بھذا فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم - (انعام ۱۷) اونٹ اور بیل ہر چند لادنے اور سواری کے کام کے ہین مگر خدا نے ان کو حلال کر دیا ہے - تو یہ اوس حکم سے نکل گئے جو اوپر بیان ہوا کہ بعض جانور سواری اور زینت کے ہین - تو اونکو اونہین مصارف مین لاؤ -

یہ خدا نے حلال کی فہرست نہین دی ہے بلکہ حلال کو لوگون نے طرح طرح سے حرام کر دیا تھا خدا نے بتا دیا کہ یہ جائز نہین - اسمین یہ جملہ بھی خیال رکھنے کا ہے جو خدا نے فرمایا - فاتوا بکتٰبکم ان کنتم صٰدقین - حلال و حرام بتانے کے لئے کتاب اللہ طلب کی - یعنی حلال و حرام کرنیکا حق خدا ہی کو ہے اسلئے اے مسلمانو! جب کوئی چیز حرام بیان کی جائے تو تمکو اس سوال کا حق ہے - قل ھلم شھداءکم الذین یشھدون ان اللہ حرم ھذا - یعنی کوئی آیت سند مین پیش کرو -

پینے کے متعلق خدا نے فرمایا - انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۵ جنس نشہ یعنی نشہ کی کل چیزین - جنس جوا یعنی جوئے کی کل قسمین - بتونکی کل جنس یعنی اسکی کل شکلین - اور پانسے کی کل جنس یعنی اسکی کل شاخین - سب ناپاک شیطانی کام ہین تو ان سے بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ - وجہ حرمت بھی اسی کے بعد ہی خدا نے فرما دی - انما یرید الشیطٰن

ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون - شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ نشہ اور جوے کے چلتے تمہارے آپس میں بغض و عداوت ڈالدے، اور تمکو نماز اور یاد الٰہی سے باز رکھے، تو کیا اب بھی ان چیزون سے تم باز نہ آوگے (مائدہ ۱۲) یعنی ہر چیز جو تمہارے آپس میں بغض و عداوت ڈالدے، اور تمکو نماز اور یاد الٰہی سے روکے، وہ ممنوع خداوندی ہے۔

خدا کا صاف لفظون مین فاجتنبوہ بصیغہ امر منع فرمانا اور اوسپر فھل انتم منتھون جیسے سخت امتناعی لہجہ مین منع فرمانا لفظ حرمت سے خصوصیت پیدا کرتا اور زیادہ سخت تر ہی۔ چونکہ یہ افعال ناشائستہ انسان کی مایۂ ناز چیز عقل ہی پر حملہ آور، اور دین و دنیا دونون کیلئے سخت نقصان رسان ہین - اپنی ذات کیلئے بھی - اپنے تعلقات کیلئے بھی - معبود کی عبودیت سے باز رکھنے والے بھی اور صحت دماغ کے ساتھ مجنون بنا دینے والے بھی ہین - اسلئے ان کی حرمت کیلئے خصوصیت کیساتھ الفاظ امتناعی فرمائے گئے۔

خدا نے فرمایا - کلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا خدا نے جو تمکو رزق دی ہی اوسمین سے حلال طیب کھاؤ - واشکروا نعمۃ اللہ اور خدا کی نعمتون کا شکر کرتے رہو (نحل ۱۵) الیوم احل لکم الطیبات - آج تمپر ستھری چیزین حلال کی گئین (مائدہ ۱) مین نے بیان کیا ہی یہی ازلی حکم ہی اور یہی حکم سارے رسول لائے علیہم السلام - تو حلال و حرام کا سوال خدا کی دی ہوئی رزق مین پیدا ہوتا ہی جسکو انسان نے رزق نہین سمجھا وہ رزق نہین ہی - انسان اپنے رزق سے فطرتاً واقف ہے - غلیظ انسان کا ہو یا حیوان کا یا کسی کا بول و براز ہو، اور درندے، شکاری جانور، زہریلے جانور، مردار خوار جانور - حشرات الارض - کتے، بلی، چوہے، چھچھوندر وغیرہ وغیرہ جنگلی جانور انسان نما حیوانون کو چھوڑکر انسان نے کبھی ان چیزون کو رزق نہین سمجھا - ایسی ساری

چیزین کبھی بھی نہ انسانی رزق مین شمار ہوئین اور نہ ہوتی ہین۔ نہ کبھی طیب اور پاکیزہ سمجھی جاتی تھین نہ سمجھی جاتی ہین۔ یہ چیزین ہمارے کھانے ہی کے لئے نہین ہین۔ اسلئے ان چیزون مین حلال وحرام کا سوال ہی پیدا نہین ہوتا۔ اسی طرح سڑی گلی چیزین بھی طیب اور ستھری نہین سمجھی جاتین۔ قرآن مجید مین خدا اور رسول نے طیبات کو حلال کیا ہے اور خبائث کو حرام۔ یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث۔ مگر ہم مسلمانون نے خیرات اور نیک کامون کیلئے انکو بہتر سمجھا ہے۔ جب چیز سڑ گل جائے۔ جو کھانا بگڑ کر خراب ہو جائے، وہ نوکرون، ماماؤن، اور پیٹ کے دکھیارون کو تقرباً الی اللہ دیا جاتا ہے، اور یون عاقبت کا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہے۔

حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین خدا نے فرمایا یامرھم بالمعروف و ینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث۔ رسول بھلے کامون کا حکم دیتے اور برے کامون سے منع کرتے، اور ستھری چیزونکو لوگون کیلئے حلال کرتے، اور گندی چیزون کو حرام کرتے ہین۔ (اعراف ۱۹) اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش اور اپنی رائے سے حلال وحرام فرماتے تھے۔ کیونکہ آیتین اوپر دی گئی ہین کہ آپ حلال وحرام قرآن مجید مین تلاش فرماتے تھے۔ چونکہ قرآن مجید ہم لوگون کو آپ ہی سے ملا۔ چونکہ احکام قرآنی آپ ہی کی زبان سے ارشاد ہوتا تھا اسلئے حکم خدا اور حکم رسول ایک تھا۔ خدا کا حلال وحرام کرنا رسول کا حلال وحرام کرنا تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لئے اس آیت مین حلال وحرام کی نسبت آپکے طرف کی گئی، اور اسی لئے آخر آیت مین خدا نے بتا دیا واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئک ھم المفلحون۔ جو قرآن کے پیچھے ہوئے وہی فائز المرام ہین۔ قول منزل آپکی زبان سے بیان ہوتا تھا اسلئے اسکی نسبت بلکہ سارے قرآن کی نسبت آپکے ساتھ کی گئی۔ آپ سے حلال حرام کی نسبت لوگون نے پوچھا تو آپنے بحکم خداوندی جواب دیا قل لا اجد فی ما اوحی الیّ محرماً

علیٰ طاعم یطعمهٗ الا ان یکون میتۃ الخ- کہدو اے رسول! کہ کسی کھانیوالے پر جو وہ کھائے ہم قرآن مجید مین مردار وغیرہ وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز حرام نہین پاتے (انعام ۱۴۵) اور فاضل چیزون کی نسبت جسکا بیان کتاب اللہ مین نہین خدا نے افترا علی اللہ فرمایا ہی قل ارایتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا- قل اٰ اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون- اے رسول! کہدو بھلا دیکھو تو سہی کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لئے اوتاری تو ان مین سے بعض کو تمنے حلال و حرام ٹھہرالیا- کہدو ایا اللہ نے حکم دیا ہی یا تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو (یونس ۵۹) حاشا آپ اپنی طرف سے حلال و حرام نفرماتے تھے- کیونکہ خدا کا فرمان تھا یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک- اے نبی کیون حرام کرتے ہو اوسکو جسکو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہی- (تحریم ۱) یعنی حلال و حرام کرنیکا خدا ہی مستحق ہی- خدا نے فرمایا ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب- تم اپنی زبان سے جھوٹ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہی یہ حرام ہی کہ لگو اللہ پر جھوٹا افترا کرنے (نحل ۱۱۶) تو سونے اور ریشم اور رگانے کی حرمت کی کوئی آیت پیش کرو- اگر کوئی آیت نہین ہے تو اسکی حرمت کی حدیث کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلیم ہوسکتی ہے- آپنے قرآن سے فاضل حرام کیا ہی نہین-

ایک خدشہ ہوتا ہی جسے صاف کردینا ضرور ہے- وہ یہ ہی- کہ دین اسلام ازلی ہی اور حلت و حرمت بھی ازلی- اگر یہی دین سب پیغمبرون پر نازل ہوا- اور اگر دین اللہ ایک دوسرے کا ناسخ نہین بلکہ مصدق ہے- تو یہود پر فاضل چیزین کیون حرام تھین جیسا کہ خدا نے فرمایا وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھورھما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون

ہمنے یہود پر تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کردیا تھا - اور گائے اور بکریوں میں سے اون دونوں کی چربی کو جو اونکی پیٹھ یا انتڑیوں یا ہڈیوں سے ملی ہو - یہ ہمنے اونکی سرکشی کی سزا دی تھی اور بلاشبہ ہم سچ فرماتے ہیں (انعام ۱۸۱)

میرے نزدیک یہ خدشہ نرا خدشہ ہے کیونکہ خدا نے تو خود آخر آیت میں فرما دیا ہے کہ یہ حرمت اسلام ازلی میں نہیں بلکہ اون کے لئے سزا اً تھی - یعنی مذہباً نہیں اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ومصدقا لما بین یدی من التورٰۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم میں اسلئے آیا ہوں کہ توریت جو میرے سامنے ہے اوسکی تصدیق کروں اور حلال کروں بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں (آل عمران ۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بدولت یہ سزا اون کے سر سے ٹلی -

خدا نے اسکو اور بھی صاف کردیا ہے فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرًا واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل یہود کے ظلم کی وجہ سے ہمنے پاک چیزوں کو جو اونکے لئے حلال تھیں حرام کردیا تھا یہ اس ظلم کے سبب سے کہ اونہوں نے بہتیروں کو خدا کی راہ سے روکا تھا، اور بسبب اونکی سود خواری کے کہ وہ سود سے منع کئے گئے تھے، اور لوگوں کا مال ناجائز کھانیکے سبب سے - (النساء ۲۲۲) خدا نے فرمادیا کہ یہ حرام کرنا اونکی سرکشی اور ظلم کے سبب سے سزا اً تھا - یہ بھی فرمادیا کہ یہ چیزیں حلال وطیب تھیں جو اقتضائے اسلام ازلی تھا بری چیزوں کی طرح خدا نے بحری چیزوں کو حلال فرمایا - احل لکم صید البحر وطعامہ متاعًا لکم - بحری شکار اور اوس کا کھانا تمہارے لئے حلال کیا گیا (مائدہ ۱۳) یہ حلت تو حالت احرام میں بھی رہی - یہ خدا کی مہربانیاں ہیں -

اوس نے فرمایا۔ وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا۔ خدا ہی ہے جس نے دریا کو تمہارا مسخر کر دیا کہ تم اوس سے تازہ گوشت کھاؤ۔ یعنی مچھلیاں اور دوسرے جانور (نحل ۱۴) اب تم مچھلی یا گائے کے گوشت کی نسبت یہ ارادہ کرلو کہ اسکو ہم کبھی نہ کھائینگے کیونکہ اس سے دل سیاہ ہوتا یا عمل ٹوٹتا ہے، تو یہ تورع نہ ہوگا، بلکہ یہ بھی حلال کو حرام کرنا ہے جو ممنوع خداوندی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد کا واقعہ بیان ہوا۔ اگر اس طرح حلال کو حرام کیا کرو تو علاوہ نافرمانی کے تمہیں گھاٹے مین رہو گے۔ قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم وحرموا ما رزقھم افتراء علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین ہ بے شک وہ بہت گھاٹے مین رہے جنہون نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے مار ڈالا اور خدا نے جو رزق اونکو دی اونمین سے خدا پر جھوٹ بہتان باندھکر حرام کیا۔ بلاشبہ یہ لوگ گمراہ ہوگئے۔ اور یہ ہدایت پانے والے بھی نہین (انعام ۱۴۱) رزق حلال کو حرام کرنا ایسی گمراہی ہے جس سے وہ ہدایت پا بھی نہین سکتا۔

خدا کا یہ حکم یاد رکھو۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۔ ایمان والو! طیب اور ستھری چیزین جنکو اللہ نے حلال کیا ہے اونکو حرام نہ کرو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ خدا حد سے تجاوز کرنیوالون کو پسند نہین کرتا۔ (مائدہ ۱۲) خدا کے حرام کئے ہوئے سے فاضل حرام کرنا تجاوز عن الحد ہے۔

افسوس ہے کہ قوم نے خلاف رضائے مولا بہت کچھ حرام کیا ہے۔

خدا نے حلال وحرام بیان کر دیا کہ اللہ کے دئے ہوئے رزق مین جو انسانی رزق فطرتاً اوس نے دی ہے باستثنا چند سب حلال ہین۔ وقد فصل لکم ما حرم علیکم۔ جو اوس نے حرام کیا اوسکو بالتفصیل بیان کر دیا۔ فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بآیاتہ مومنین جسپر خدا کا نام لے لیا گیا ہو تو اوسے کھاؤ اگر خدا کی آیتون پر تمہارا ایمان ہے (انعام ۱۴) ولا تاکلوا

منما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق۔ جسپر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اوسے نہ کھاؤ کہ یہ فسق ہے (انعام ۱۲۱) ومالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم اور تمھین کیا ہوا کہ جسپر خدا کا نام لیا گیا ہو اوسے نہ کھاؤ کیونکہ جو تم پر حرام کیا گیا ہے اوسکی تو تفصیل کر دی گئی ہے۔ (انعام ۱۱۹) اب یہ صریح ظلم ہوگا کہ خدا کے اس تفصیل کے دعوے کو نہ مانو۔ اور اوسکو مجمل کہکر انسانی تصانیف کے رو سے حلال کو بھی حرام کرو، اور حرمت کی فہرست بڑھاؤ کہ اتنا خدا نے حرام کیا، اتنا رسول نے، اتنا اماموں نے، اتنا بزرگان دین نے، اور اتنا بطور تورع یا عامل ہونیکے سبب اجنہ وشیاطین کو تابع کرنیکے لئے ہمنے آپ اپنے اوپر حرام کر لیا۔ تو جو جی چاہے کہو اور کرو مگر رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت نہ دھرو۔ آپنے کوئی چیز بھی حرام کر کے اضافہ علی القرآن نہین کیا، اور حدود اللہ کو نہ توڑا کہ یہ شان رسالت سے بالکل ہی بعید ہے۔

یہ تو حرمت ظاہری کی نسبت ہوا جسکو تعلق کھانے پینے سے ہے۔ اسپر کتابین لکھی گئین، جھگڑے قایم ہوئے، فرقے بنے اور ہر فرقے نے اپنی راہ الگ کی۔ کسی کے یہان وہ حرام، کسی کے یہان یہ حرام، علمی شاخسانون نے ہوائی قلعے اوٹھائے۔ مگر باطنی حرمت جسکو خداوند عالم نے نہایت مہتم بالشان طرح پر فرمایا ہے اوس سے چشم پوشی کی گئی، اور یہ اعمال صالحہ کی زمین بجائے اسکے کہ تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت، امر معروف ونہی منکر، یعنی بذریعہ تبلیغ تخم ریزی کیجاتی سینچی جاتی، وہ نفس وشیطان کے پولو یعنی چوگان بازی کا میدان، اور سیر حاصل زمین بنجر بنائی گئی ہے۔ حرمت باطنی کو خدا فرماتا ہے۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئًا وبالوالدین احسانا ج ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ج ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ط ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تعقلون ۵ ولا
تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہٗ ج واوفوا الکیل و
المیزان بالقسط ج لا نکلف نفسًا الا وسعھا ج واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربٰی ج
وبعھد اللہ اوفوا ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تذکرون ۵ وان ھذا صراطی مستقیما
فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ط ذلکم وصٰکم بہ لعلکم تتقون ط
اے رسول! کہدو کہ آؤ مین تمکو پڑھکر سناؤن کہ تمہارے خدا نے تمپر کیا کیا چیزین حرام کی ہین
وہ یہ ہین کہ کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھراؤ - مان باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو - مفلسی کی وجہ سے
اپنی اولاد کو قتل نکرو، تمہین بھی ہم ہی رزق دیتے ہین اور اونھین بھی ہم ہی - کھلی یا چھپی
بے حیائیون کے قریب نہ جاؤ - کسی کی جان ناحق نہ مارو جسکا مارنا خدا نے تمپر حرام کیا ہے - انہین
باتون کا خدا نے تمکو حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھدار بنو - اور ہان تا بلوغ تم یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ
مگر بھلائی کی نیت سے - ناپ اور تول انصاف کیساتھ پوری پوری کیا کرو، ہم تکلیف مالا یطاق
نہین دیا کرتے - جب بولو تو انصاف سے بولو گو تمہارا اقربا تمہین ہی کیون نہ ہو - اللہ کا عہد پورا
کرتے رہو (ایمان لائے تو اوسکی کتاب پر چلنے کا عہد ہو گیا - تو اوس ایفاے عہد مین سارے
احکام کی تعمیل آگئی) خدا نے ان باتون کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو - اور یہ بھی اوس نے
فرما دیا ہے کہ یہی صراط مستقیم ہے اسی پر چلے چلو اور راہین نہ چلو جو خدا کی راہ سے تمہین پھیر دین،
یہی خدا نے تمہین حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ (انعام ۱۹) کیا خدا کے ساتھ شرک کرنیکے بہانے
نہ ڈھونڈھے گئے - کیا مان باپ کیساتھ سلوک جو مامور خداوندی ہے کیا جاتا ہے - کیا بے حیائیون سے
احتراز کیا جاتا ہے کیا مال یتیم نعمت غیر مترقبہ سمجھکر ہڑپ نہین کیا جاتا - کیا ناپ تول مین عدل
و انصاف برتا جاتا ہے - کیا حق گوئی کو مسمار کرکے اوسکی تختگاہ جھوٹ نے نہین چھین لی، کچھ یون

مین جھوٹ اور فریب ہی کی نوبت بجا کرتی ہی۔ کیا ایمان لانے ہی سے جو وعدہ فرمان پذیری احکام بندہ جاتا ہی وہ ایفا کیا جاتا ہے۔ کیا اوسی خدا نے یہ احکام نہین دئے جس نے سور کو حرام کیا ہی۔ کیا فرق ہے ان چیزون کی حرمت مین اور سور کی حرمت مین۔ پھر کیون ان حکمونکی نافرمانی سور اور مردار کھانیکے برابر نہین سمجھی جاتی۔ بلکہ وہ ہوشیاری اور عقلمندی سمجھی جاتی ہے پھر کیون نہ پتھر پڑین ایسے سمجھنے والون کی سمجھ اور ایسے حال والون کے حال پر۔

خدا نے دوسری جگہ فرمایا۔ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق۔ کہدو اے رسول! کہ خدا نے کھلی چھپی سب بے حیائیون کو حرام کر دیا ہی اور گناہ اور ناحق کی سرکشی کو بھی (اعراف ۱۸) کیا یہ باتین حرام سمجھی جاتی ہین رنڈیون کا بازار اوسی طرح گرم ہی، اور شرابخانے اوسی طرح آباد۔ نہ اونکی آمدنی مین گھاٹا، نہ اسکی آمدنی مین کمی۔ سور کا گوشت مسجدون مین پھینکدینے سے وہ بھی کافرون کے تو خون خرابہ ہو جاتا ہی، اور ایسے حرام کے مرتکبین کے ساتھ کیا برتاو کیا جاتا ہے۔ بجائے اخلاقی سزا کے بھی کیا انکی عظمت مین کچھ فرو گذاشت کیا جاتا ہے۔ وہ دن لد گئے کہ مسلمان اور جھوٹ شراب، زنا، بے حیائی، اور سرکشی تعجب بالائے تعجب۔ اب تو یہ کہاوت ہی کہ مسلمان اور سچ مسلمان اور شراب و زنا سے پرہیز۔ مسلمان اور بے حیائی و سرکشی سے کنارہ کشی حیرت در حیرت اللہ کے قدرت اور قدرت کے تماشے۔

ربوا حرام۔ یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا۔ ایمان والو! سود نہ کھاؤ (آل عمران) احل الله البيع وحرم الربوا۔ خدا نے بیع کو تو حلال کیا اور ربوا کو حرام (آل عمران) مگر ربوا کس طرح شیر مادر ہی۔ ربوا کا مسئلہ تو اسی کتاب مین ایک الگ سرخی قایم کر کے نہایت مشرح بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید ہی سے حل کیا گیا ہے۔

کسی کا مال ناحق کھانا اور رشوت دینی دونون حرام - لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوابھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون - آپسمین تم ایکدوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکمون کو رشوت دو کہ لوگون کے مال سے ناجائز کچھ حاصل کرو حالانکہ تمکو علم ہو (بقرہ ۲۳) آج کچہریان انہین محرمات سے گرم ہین اور اسکے معین ومددگار ہی قوم کے لیڈر مانے جاتے ہین ع تفو بر تو اے چرخ گردان تفو - ایسی قوم سدھر چکی -

افسوس کہ اگلی امتون کی طرح مسلمانون نے بھی بہتیری حرام چیزون کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے - سود - مال یتیم - اوپری آمدنی یعنی رشوت - ناپ تول کی بے ایمانیون سے تمتع - وعدہ خلافی - زنا یہ سب حلال وطیب - شراب فیشن مین داخل - بے حیائی کی کل باتین حیادار بنکر کیجاتی ہین - اسی طرح سونا چاندی حرام جسکو خدا نے حرام نہ کیا - ریشمی لباس حرام جسکو خدا نے حرام نہ کیا - گانا حرام جسکو خدا نے حرام نہ کیا اور علی ہذا بہتری چیزین - یہانتک کہ زینت بھی حرام - باوجودیکہ خدا نے فرمایا تھا قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبٰت من الرزق ط قل ھی للذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ اے رسول! کہدو کہ جو زینت خدا نے اپنے بندے کے لئے پیدا کی اوسکو اور رزق طیب کو حرام کس نے کیا - کہدو کہ یہ تو مومنون کیلئے اس دنیا مین ہے جسمین اورون کی بھی شرکت ہے اور قیامت کے دن تو خالص انہین کے لئے ہوگی - (اعراف ۱۳) زینت کو خدا نے تو حرام نہ کیا مگر ہم مسلمانون نے حرام کر کے شوکت اسلامی کھوئی - اگر یہ ساری چیزین حرام ہین تو ھلم شھداءکم الذین یشھدون ان اللہ حرم ھذا - اپنے گواہون کو لا حاضر کرو جو گواہی دین کہ خدا نے ان چیزون کو حرام کیا ہے (انعام ۱۸)

خدا نے حرام وحلال بیان فرما دیا اس دعوے کے ساتھ کہ ہمنے مفصل بیان فرمایا ہے

مگر مباح و مشتبہ وغیرہ کا کہین پتہ نہین کیونکہ شک و شبہہ اسلام مین ہے نہین۔

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

اصلاح تمدن

انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ جذبات فطریہ متقاضی تمدن ہین۔ تمدن اگر وحشیانہ یا بر بنائے اوہام ہے، تو روح ملوث اور داغدار ہوگی، اور اوس کے اخلاق تباہ کن ہون گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تمدن بر بنائے اصول فطرت قایم ہو، تاکہ انسان بہ اقتضائے فطرت الہیہ اپنے کمال عروج تک ترقی کر سکے، اور اوس کے صفات جو ودیعات خداوندی ہین اس طرح ظہور پذیر ہون کہ اوس کا تمدن موجب فلاح دارین ہو۔ اوس رحیم خدا نے ہماری ضرورت کو دیکھا، اور ہمکو تمدن کے اصول بھی اصول فطرت کے مطابق تعلیم کیا۔

اصول تمدن عین اصول اخلاق ہے۔ اسلئے بلحاظ صفائے باطن کے اصول اخلاق، معہ اوس کے ما لہ و ما علیہ کے منہاج الحق مین اخلاق کی سرخی مین قرآنی اصول سے فلسفیانہ اور علمی تقسیمون کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اوسمین دیکھو۔ مگر اصلاح تمدن کا وہ حصہ جسے معاشرت کہو، وہ بھی معاشرت زن و شوہر مجھے اسمین بیان کرنا ہے۔ تاکہ وضح ہو کہ اپنے احکام مین قرآن مجید کسدرجہ مفصل ہے جسکو لوگون نے کسدرجہ مجمل مانا ہے۔

معاشرت زن وشو

نکاح

نکاح کی ضرورت بدیہی ہے۔ اگر نکاح کرنا دنیا سے اُٹھ جائے تو تمدن قایم نہو، اور انسان ہے مدنی الطبع، اسلئے نکاح کا اوٹھ جانا خلاف فطرت ہوگا، پھر اس کے نتایج بھی تباہ کن ہونے لازمی ہین۔ اگر نکاح نہوا کرے تو فطرتی جذبات عیاشانہ ہوجایئن گے، جو مولد ہون گے تباہی اخلاق کے، اور سوزاک و آتشک جیسے امراض ردیہ کے۔ اعتبار نسل جو جانورون مین بھی موجب افزونی قدر و قیمت ہے، وہ انسان مین مشتبہ ہوکر کھو جائیگا۔ اور پرورش اولاد اور اوسکی تعلیم و تربیت کا معاملہ خطرہ مین پڑجائیگا، اور قومیت کی کشتی بھنور مین پڑجائیگی۔ اس کے سوا عورت جو فطرتاً کمزور اور مجبور مخلوق ہے اوس کا سہارا ٹوٹ جائیگا۔ نکاح تو ایسی فطرتی چیز ہے کہ اس سے بعنوان مختلف جنگلی اور وحشی قومین بھی مستثنےٰ نہین۔ نکاح نہو تو جوڑا ہی قایم نہو، اور انسان پیدا کیا گیا ہی جوڑا۔ خلقنکم ازواجا۔ خلاق فطرت نے انسانی فطرت بتادی۔ اسلئے فطرتاً جفت قایم ہونا ضرور ہے۔

نکاح کے فطرتی اقتضا کو خلاق فطرت نے اور بھی واضح کردیا۔ ومن اٰیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ خدا کی نشانیون مین سے ہے کہ اوس نے تمہارے ہی جنس سے تمہارے لئے بیبیان پیدا کین تاکہ تم اون سے تسکین دلی حاصل کرو۔ اور اوس نے تمہارے اور اون کے درمیان پیار و محبت پیدا کردی (روم ۳)

چونکہ یہ نکاح فطرتی چیز ہے اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو چھوڑ کر سارے پیغمبرون کو دیکھ جاؤ

سے بیبیان تھین نکاح وطلاق کے متعلق احکام ابتک اس محرف توریت مین بھی موجود ہین
جب نکاح فطرتی چیز ہے۔ جب نکاح سارے پیغمبرون نے کیا اور سارے دینون مین تھا،
تو یہ کوئی انوکھی چیز نہ ہوئی کہ خدا اس کی اصطلاح کو بیان کرتا۔ قوم اس اصطلاح سے واقف تھی۔
حکم ہوا، سمجھ گئی اور یہ آواز بلند ہوا۔ کہ ما النکاح
نکاح کے معنی منتہی الارب مین عقد زناشوئی بستن کے ہین۔ اور اصطلاحًا جو عمل متواتر
اور تاریخ مذہبی سے پایا جاتا ہی اور جسکی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہی وہ زن شو کا معاہدہ
ہے جو بعوض مہر اور بہ ذمہ داری نفقہ کم سے کم دو گواہون کے سامنے بہ نیت عفت منعقد ہو
بس یہی نکاح ازلی ہے۔
چونکہ عورت و مرد کی محبت فطری محبت ہی۔ اور جذبہ محبت بے راہ کرنیکی قوت قوی رکھتا ہے،
اسلئے ضرورت ہوئی فطرتی اقتضا کے روک تھام، اور بے راہ روی سے روکنے کی، جو نکاح سے
کی گئی۔ اسی لئے ضرورت ہوئی نکاح کے متعلق قوانین کی۔
قوانین متعلق زن شو قرآن مجید مین اتنے مفصل موجود ہین کہ انہین مجمل کہنے والے بھی
مجمل نہین کہہ سکتے۔ اسلئے اُسکے متعلق مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر خلق اللہ کے فائدے کیلئے
کسیقدر خدائی احکام لکھدینا ضرور ہی تا کہ قوم نکاح بھی خدا کا حکم و ہدایت اور عبادت سمجھکر کرے۔ اور
رسومات نکاح خلاف رضائے مولی سمجھکر ترک کرے۔ اور اسوجہ سے بھی لکھنا ضرور ہی کہ نکاح کے
معاملہ مین ہمارے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو زبان درازیان ہوتی ہین انکی قلعی کھولدیجائے۔
سورۃ النساء کے تیسرے رکوع سے پانچوین رکوع تک پڑھ جاؤ اور بہ تفکر پڑھو وہ عورتون ہی کے متعلق
احکام و ہدایات ہین۔ بنظر اختصار ہم صرف خلاصہ مطلب پر اکتفا کرتے ہین۔ اور جگہ بہ جگہ پھر چھاتے
بھی جائینگے۔

ایمان والو! تمکو جائز نہین کہ عورتون کو میراث مین زبردستی لے لو۔ نہ یہ جائز کہ تم اونکو بند کرو کہ جو کچھ تمنے اونکو دیا ہے اوسمین سے کچھ لے لو۔ جب تک وہ مرتکب بدکاری نہ ہون۔ اگر تم طلاق دیکر دوسرا نکاح کرنا چاہو تو تم اپنے دیئے ہوئے مال کو واپس نہین لے سکتے کیونکہ یہ سخت گناہ ہے کیونکہ تم نے پیار و محبت سے ایک دوسرے سے مستفیض ہو چکے

محرمات نکاح ۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیہ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المومنین ۔ زانی زانیہ اور مشرکہ ہی سے نکاح کرے۔ اور زانیہ کے ساتھ زانی اور مشرک ہی نکاح کرے۔ مومنین کیلئے ایسے تعلقات حرام ہین (نور ۳۱) یہ اس اصول کہ الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثات ۔ گندی عورتین گندے مردون کیلئے ہین اور گندے مرد گندی عورتون کیلئے (نور ۳۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین خدا نے فرمایا ۔ ویحرم علیھم الخبئث ۔ وہ اون پر گندی چیزین (بحکم خدا) حرام کرتے ہین (اعراف ۱۹) پاک و ناپاک مومن اور مشرکہ، پاکدامن اور زانیہ کا ساتھ ہونا، امن تمدن کا، فلاح و بہبود کا، اور مال و جان تک کا تباہ کن اور بربادکن ہے، اور اس مین بڑے بڑے خطرات بھی ہین۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ توبہ شرک اور زنا بلکہ سارے گناہون کو دھو دینے والی اور پاک کرنیوالی ہے۔ یعنی بعد توبہ حرمت نہین رہتی۔

"باپ کی منکوحہ حرام ہے ۔ لا تنکحوا ما نکح اباءکم من النساء ۔ باپ کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو (النساء ۳)"

محرمات نکاح کی فہرست سورۃ النساء کے چوتھے رکوع مین دیکھو "حرمت علیکم الخ یعنی تمہاری مائین، بیٹیان، بہنین، پھوپھیان، خالائین، بھتیجیان، رضاعی مائین، رضاعی بہنین تمہاری ساسین، اور ربیبہ یعنی بیویون کی بیٹیان جن بیویون کے ساتھ تم صحبت کر چکے ہو اور بیٹون کی بیویان یعنی بہوین، یہ ساری عورتین تم پر حرام کی گئین، اور نیز دو بہنون کا

بیک وقت نکاح مین ہونا، اور شوہر دار عورتین، یہ سب حرام کی گئین یہ خدا کا تحریری حکم ہی۔ ان کے سوا اور سب عورتین حلال ہین"

" تو جن عورتون سے نکاح کرنا حلال ہوا، اون سے نکاح کرو۔ مگر نکاح بہ نیت عفت ہو، اور مہر دینا بھی فرض ہی۔ تو جن سے تم ہم صحبت ہوئے اونکا پورا مہر ادا کر دو۔ ہان جو کچھ وہ خوشی سے بعد نکاح معاف کر دین وہ معاف ہو جائیگا۔ اگر مسلمان بیبیون سے نکاح کرنیکا تمکو مقدور نہ ہو تو مملوکہ مومنہ سے باذن اوس کے مالک کے نکاح کر لو، اور حسب دستور اون کا مہر دیدو۔ یہ نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ وہ قید نکاح مین لائی جائین، نہ زنا کرنیوالی ہون نہ چوری چھپے آشنائی کرنیوالی۔ یعنی نہ بازاری عورتون کی طرح، نہ خانگیون کی طرح"

بیواؤن اور لونڈی غلامون کی نسبت فرمان خداوندی ہی۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصلحین من عبادکم وامائکم۔ بیواؤن اور نیک چلن لونڈی غلامون کا نکاح کر دو۔ (نور ۱۴) تو لونڈی اور غلامون کا نکاح اونکو کر دینا لازم ہی جنکے قبضۂ اقتدار مین وہ ہین۔ ورنہ خدا فرماتا کہ لونڈی اور غلامون کو چاہیے کہ وہ نکاح کر لین۔ بجائے اسکے خدا نے وانکحو فرما کر حکم دیا۔ اسی طرح بیواؤن کا نکاح بھی کر دینا چاہیے مگر بلا رضامندی نہین کیونکہ بغیر رضا کے تو نکاح ہو ہی نہین سکتا۔ معاہدہ مین تراضی طرفین ضرور ہے۔ یہ حکم بمصالح دیا گیا تاکہ ایسا نہو کہ لونڈی غلام کسی غدار اور گھر کے دشمن سے نکاح کر لین کہ یہ خطرناک ہوگا۔ لونڈی اور غلام کا ہونا، اور اون کی بیع و شرا، یہ عرب کی پرانی رسم ہی ایام جاہلیت کی۔ اس رسم کے مطابق لوگون کے پاس مسلمان ہون یا غیر مسلمان لونڈی اور غلام ہوتے تھے اور اسکی رسما بہتیری صورتین تھین۔ تو غلام اور لونڈی کیلئے عبادکم وامائکم کے الفاظ خدا نے فرمائے یعنی غلام اور لونڈی، اور مملوکہ جو خدا نے فرمایا ہی تو دونون مین بہت فرق ہی۔ اسلئے ماملکت ایمانکم کا ترجمہ لونڈی اور غلام کرنا بالکل غلط ہے۔ اس کا

واضح بیان آگے خود آئیگا۔

معاشرت زن شو۔ نکاح کے بعد عورتون کے ساتھ تمکو کس طرح معاشرت کرنی چاہیے تو اسکے جو کچھ خدا نے فرمایا ہے وہ بالکل مطابق فطرت الہیہ ہے۔ اوسنے زن و شو مین خدا اور بندہ کا رشتہ نہین جوڑا ہے، نہ شوہر کو سجدہ کئے جانے کے لایق بتایا، بلکہ خدا کا فرمان ہی عاشروا ھن بالمعروف۔ بیبیون سے بھلائی کیساتھ معاشرت کرو۔ (النساء ع۳) کہنے کو تو ایک لفظ ہے مگر اسکی وسعت ہر ایک برتاؤ کو حاوی ہی۔ فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا۔ اگر وہ تمکو نہ بھاوین تو بہت ایسا ہی کہ ایک چیز ناپسند ہو اور خدا نے اوسمین خوبیان رکھی ہون (النساء ع۳) انسان تو متضاد قوتون او عیب و ہنر کا معجون مرکب ہی۔ ایک قوت گھٹی تو ایک بڑھتی ہی۔ بینائی نے جواب دیا تو قوت سامعہ نے ترقی کی اسی طرح عیب کسی مین ہوتا ہی تو خوبی بھی اوسمین ہوتی ہی، اور اس عیب و ہنر کی آمیزش سے کوئی خالی نہین۔ صدقے اوسکی شان عطیات کے۔

اس مین شک نہین کہ بلحاظ فطرتی عطیات، اور فطرتی جوابدہیون کے، اور بلحاظ اسکے کہ مرد نفقہ دیتا ہے اور دینے والے کا ہاتھ اونچا ہوتا ہے، مرد کا درجہ عورتون سے بڑا ہے۔ للرجال علیھن درجۃ۔ مرد کا درجہ عورتون سے بڑا ہی۔ الرجال قوامون علی النساء۔ مرد عورتون پر غالب ہین (النساء ع۶) یہ خلاق فطرت نے فطرت بتادی۔ یہ رکوع پورا پڑھ جاؤ تو اس مین زن و شو ہی کے متعلق احکام و ہدایات ہین یعنی "جو بیبیان نیک ہین وہ شوہرون کا کہا مانتی ہین اور بحفاظت خدا شرمگاہ کی غائبانہ حفاظت کرتی ہین۔ ہان جن عورتون کی نافرمانیون کا تمکو اندیشہ ہو تو اونکو سمجھاؤ، اون کو ہم بستری سے الگ کردو، اسپر بھی نہ مانین تو اونکو مار و سزا کرو پھر اگر مطیع ہوجائین تو اون پر کسی طرح کا الزام ندو۔ اسپر بھی اگر تمکو ان کے ساتھ کھٹ پٹ کا

اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے کنبے سے اور ایک ثالث عورت کے کنبے سے مقرر کرو اگر یہ دونون صلح و اصلاح چاہین گے تو خدا صلح کرا دیگا" دو بادشاہ در اقلیمے نگنجد - ایک کو دوسرے کا مطیع ہونا اصلاح تمدن کے لئے ناگزیر ہے - مگر حقوق مین دونون کے مساوات ہے - ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اون کا حق تم پر ویسا ہی ہے جیسا اون پر تمہارا (بقرہ ع ۱۳۱) ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ ھن لباس لکم و انتم لباس لھن وہ تمہاری پردہ پوش ہین اور تم اون کے پردہ پوش (بقرہ ع ۲۳) تو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ تم اون کو کمزور اور بے جان مخلوق سمجھکر یورپ کی طرح ظاہری جھوٹ خوشامد کا سبز باغ دکھلا کر اون کا سب کچھ دبا بیٹھو کہ اون کی کوئی چیز نہین سبکے مالک تم - خدا کی مخلوق جیسی تم ویسی وہ - اس لئے ہونا چاہیئے یہی کہ مردون کا محصولہ مردون کا اور عورتون کا محصولہ عورتون کا

للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن (النساء ع ۵)

جس حکم نے نکاح کا سلسلہ قایم کیا عورتون کے حقوق کی نگہداشت کی اور یون تمدن کی بنیاد رکھی اوس نے جذبات فطریہ کو بالکل مطلق العنان نہ چھوڑ دیا کہ وہ بے راہ ہو کر تباہ کن ہو جائین اسلئے اوس نے اوسکی حد بندی بھی قایم کر دی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنٰی الا تعولوا واٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا نکاح کرو اون عورتون سے جو تمکو پسند آئین دو - تین - چار تک - اگر تمکو یہ اندیشہ ہو کہ اون مین عدل و انصاف نکر سکوگے تو ایک ہی سے نکاح کرو - اور لونڈیان جو تمہاری ہین - اسمین کم سے کم یہ تو ہوگا کہ تم ایک ہی طرف نہ جھک پڑوگے - اور مہر خوشی سے دیا کرو - اگر وہ بخوشی اوس مین سے کچھ چھوڑ دین تو اوسے کھاؤ خدا مبارک کریگا (النساء ع ۱) اس آیت سے مفصلۂ ذیل

باتین معلوم ہوتی ہین۔

۱۳ مہر خوشی سے ادا کرنا۔ اسکی متعدد آیتون مین تاکید آئی ہے، فاتوھن اجورھن متعدد جگہ آیا ہی۔ ایسی صورت مین اتنا مہر مقرر کرنا جسکی ادائیگی محال معلوم ہو، یا جس کے ادا کرنیکی نیت ہی خیر سے نہو، تو وہ تو دھوکا دہی ہی جس سے نکاح جائز نہوگا۔

۱۴ جو عورتین پسند آئین ان سے نکاح کرو، ان پسندگی تین ہی تین ہین تینون جائز ہونگی۔ ایک تو اعتماد پر پسند کرنا کہ لڑکا بالغ بھی ہو جائے جب بھی وہ دور اندیش نہین ہو سکتا، نہ زمانہ دیدہ، اسلئے وہ اپنی خامی کو لحاظ کرکے والدین کی ہی خواہانہ پسند کو اپنی ہوس آلود پسند پر ترجیح دی تو یہ دور اندیشانہ پسند بھی جائز ہی۔ دوسرے صفات سنکر پسند کرے تو یہ بھی جائز۔ تیسرے دیکھکر پسند کرے تو یہ بھی جائز۔ تینون صورتین صحیح ہین۔ اسلئے پسند کرنیکے لئے اگر کوئی ایک نظر دیکھ لینا چاہے تو وہ دیکھ سکتا ہی اسکو مذموم سمجھنا خدا کی ہدایت کی تحقیر ہے۔ مگر والدین کا جبر اً بلا پسند شادی کرنیوالیکے شادی کردینا جائز نہوگا۔ نہ یہ جائز ہوگا کہ پسندیدگی کیلئے وہ عیاشانہ صورتین اختیار کی جائین جو یورپ کی روش ہی جسے کورٹ شپ کہا جاتا ہی یہ خلاف شرع ہوگا۔ اور حدود اللہ کو توڑ دینے والا اور عصمت کو داغدار کرنیوالا بھی ہے اور مقناطیس کو پانی مین ڈال دو اور کہو کہ نہ ملے کیا یہ ممکن ہی اجنبی تک بیچ مین پردہ نہ ڈالو، یا اقتضائے فطری کو مقناطیس سے نکال نہ لو۔ اگر یہ کہو کہ کورٹ شپ سے ایکدوسرے کے صفات ایکدوسرے کو معلوم ہو جاتے ہین، تو اس منافقانہ اور بناوٹ کی ملاقات سے معلوم ہوتے نہین، نہ وہان ہی صفات انسانی کی قدر دانیون کا ہوتا ہے۔ اسلئے عملاً اسکا نتیجہ بھی الٹا ہی ثابت ہوا، علاوہ حرام کاری کے بدنتائج کے طلاق کے مقدمات جتنی تعداد مین اور جتنی تحش بنیادون پر یورپ مین ہوتے ہین، اسکی مثال اسلامی دنیا مین تو نہین ملسکتی۔ یہ چند سطرین رسومات یورپ کے دلدادون کے لئے لکھی گئین۔

لمسٖ جب خدا کی ذات و صفات تک مین علمار کے اختلافات اور جھگڑے موجود ہین تو اوسکی کوئی آیت اختلافات سے کسطرح بچ سکتی ہے۔ مثنیٰ وثلث وربٰاع اس کے معنی بعضون کے نزدیک ہین دو دو تین تین، چار چار، یعنی اٹھارہ نکاح تک جائز۔ بعضون کے نزدیک مثنیٰ وثلث وربٰاع کے معنی یہ نہیں ہین کہ چار تک کرو بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ دو دو تین تین چار چار جتنا نکاح کرو کوئی حد ہی نہیں۔ لیکن یہ سب طبع آزمائیان ہین۔ مثنیٰ وثلث وربٰاع کی اصطلاح جو عمل متواتر سے بلا اختلاف واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ چار نکاح تک خدا نے جائز کیا ہے اور محاورۂ عرب بھی اسی کا موید ہے۔

لمسٰ خدا نے اسکے بعد ہی فرمایا کہ عدل و انصاف نہ کر سکو تو ایک ہی نکاح جائز۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیک وقت چار بیبیان بشرط عدل جائز ہین۔ اگر تعداد بڑھاؤ گے تو فتذروھا کالمعلقة کتنی معلق پڑی رہینگی اور یہ ناجائز ہے۔ اور فساد پیدا کرنیوالا۔ تیرہ سو برسون سے مختلف ممالک کا عمل متواتر مین شہادت ہے جسکو مین بیان کرون گا۔

وہ قوت جو تکثیر خلقت انسانی کیلئے خدا نے فطرتاً انسان مین ودیعت رکھی ہے اوسکو بہ حزم و احتیاط عمل مین لانے کیلئے اوس نے نکاح کا قانون بنا دیا۔ تاکہ تکثیر خلقت انسانی خطرون سے بچکر اور فوائد تمدن کو مضبوط کرتے ہوئے عمل مین آئے۔ جیسا کہ مینے اوپر بیان کیا ہے۔ اب اگر اسکو کمی و بیشی دونون طرف سے محدود نکرو، تو نکاح کا قانون ٹوٹ جائیگا اور مصائب کے دریا اومنڈ آئین گے۔

مثلاً اگر نکاح اوٹھا ہی دو، تو شہوت فطریہ، زنا، جلق، لواطت لمکے زہر سے مسموم ہوکر تباہ کن ہوجائیگی۔ اور توالد و تناسل اور پیداوار فطرت کی تخم ریزی ہی بند ہوجائیگی۔ تو ایسا شخص فطرت کا مجرم، قوم و ملک کا مجرم، اور شجر غیر مثمرہ کیطرح ایندھن ہی کے کام کا

ثابت ہوگا اگرچہ اپنے اوصفات کے سبب سا یہ دا ہی ہو۔ یہ زہر بھی یورپ مین پھیلنے لگا ہی۔
یا اگر ایک ہی عورت سے نکاح کرنا جائز قرار دو جیسا کہ یورپ مین رائج ہی۔ تو اولاً یہ خلاف
فطرت ہی۔ مردم شماری گواہ ہی کہ یہ استثناء معدودے چند مقامات کے تمام دنیا مین عورتین
مردسے زیادہ پیدا ہوتی ہین۔ تو اگر ایک ایک کا جوڑا حسب رواج یورپ قایم کرو تو باقی عورتون کا
کیا نظم ہے۔ کیا وہ بدکاریون مین مبتلا ہون اور اخلاق کا قانون مجبوراً توڑ بیٹھین۔
ثانیاً اگر اختلاف مزاج کے سبب، یا بی بی کے بانجھ ہونیکی سبب، یا اوس کے مبتلائے امراض
ہونیکے سبب مرد کیلئے دنیا جہنم ہو تو کیا اس جہنم مین وہ تازیست پڑا جلتا رہی، کیون اوسکے لئے
بہشت کا دروازہ نہ کھولا جائیگا۔ اور کیون وہ طلاق دینے پر مجبور کیا جائیگا کہ بے بس عورت
بے پناہ ہوجائے۔ اور وہ ایک کے ہوتے دوسرا نکاح نہ کرسکے۔ ثالثاً حمل کے تین چار مہینہ
بعد سے ایام رضاعت تک مرد کا بی بی کے پاس جانا بچہ کے لئے مضر اور علم کے خلاف ہی۔ تو کیا وہ
ان مضرات کا نشانہ بنے یا مرتکب بدکاری ہو۔ رابعاً ایام رضاعت تک فطرت کی پیداوار
یعنی تکثیر خلقت انسانی کن منافع کی بنیادون پر روک دی جائے درانحالیکہ پوپولیشن یعنی مردم
شماری کی ترقی ہزار طرح کے منافع کا اکر ہے۔ آدمی بڑھنے سے قومی قوت بڑھتی ہے،
ضرورتین بڑھتی ہین، اور الضرورۃ ام الایجاد۔ اب دوسرے سرے کیطرف خیال کرو۔
یعنی بیک وقت چار بیبیون سے زیادہ جائز کردو تو نکاح کے فواید ہی مٹ جائینگے۔ عورتین
معلق چھوڑدی جایا کرینگی، یہ اون پر ظلم ہوگا۔ اس سے اون مین بغاوت آئیگی۔ اون کے دل خراب
ہوجائین گے۔ پھر تمدن خطرناک ہوجائیگا۔ گھر مین بجائے محبت کی خوشگوار ہواکے نااتفاقیون
کی سموم چلنے لگیگی، اور گھر جہنم ہوجائیگا۔ کیونکہ ظلم کے پھل کبھی میٹھے نہین ہوتے۔ اسکی تلخی
آور سو طرح کے نقصانات پیدا کریگی۔

ہان یہ سوال ہوسکتا ہی کہ چار ہی کا عدد کیون اختیار کیا گیا کس اصول پر ؟

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ چار بیبیون کی تعداد لازم نہین کی گئی، بلکہ بحسب ضرورت چار تک کی تعداد جائز رکھی گئی ہی - کیونکہ صحیح المزاج عورت و مرد جب یکجا ہونگے تو حمل رہنا چاہیے - فرض کرو حمل کے پانچ مہینے بعد سے مرد نے بی بی سے احتیاط کیا، تو ایام رضاعت تک کم سے کم پندرہ سولہ مہینے اوس کے احتیاط و تجرد کے ہونگے - اب اگر تین بیبیان اور ہین تو وہ ہر کے پاس چار چار پانچ پانچ مہینے جا سکتا ہی، اور فطرت کی پیداوار بڑھا سکتا ہے - اس حساب سے تین بیبیون مین اگر وہ از دیاد قوت کے سبب انضباط نہ کر سکتا ہو تو اپنے تجرد کا زمانہ تقسیم کر سکتا ہی اور اسیطرح سلسلہ جاری رہ سکتا ہی - اب اسپر غور کرو، اور بتاؤ کہ اس سے بہتر عدل و انصاف کا، قانون فطرت کے مطابق، قوائے فطریہ کی نگہداشت کیساتھ، تعداد بڑھاکر قومی شیرازہ کا مضبوط کرنیوالا اور کونسا قانون ہوسکتا ہے

چار نکاح کا حکم نہین دیا گیا بلکہ چار نکاح تک بشرط عدل و انصاف جائز کیا گیا ہی - اور عدل و انصاف کی نسبت اوس نے فرمایا - ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة ط وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیماہ ہرگز تم اسکی طاقت نہین رکھتے کہ عورتون مین انصاف کرسکو، اگرچہ تم اسکی ہوس بھی کرو، تو نہ جھک پڑو پورا جھکنا کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو (وہ ادھر کی رہین نہ ادھر کی) اور اگر صلح و پرہیزگاری سے رہو تو خدا غفور رحیم ہے (النساء ع ۱۹) اگر یہ کہو کہ چار بیبیون تک بیک وقت نکاح مین کرنا بشرط عدل جائز ہی، اور عدل کو ناممکن کہا گیا تو اس سے چار کی جگہ حرمت نکلتی ہی - تو ایسا نہین ہے خدا کے حکم ایکدوسرے سے اس طرح مختلف ہو نہین سکتا - یہ انصاف ناممکن ہونے سے بھی زیادہ ناممکن ہے - کہا گیا کہ تم ہرگز عدل کی طاقت نہین رکھتے - بلا شبہ عدل کا پہاڑ اوٹھالینا رسولون کو چھوڑکر عام آدمیون سے ممکن ہی نہین کہ دو بیٹیون مین

عدل حقیقی نہین ہو سکتا بیبیون مین کس طرح ہو سکتا ہی۔ اسیکو اوس نے فرمایا لن تستطیعوا تم ہرگز عدل کی طاقت نہین رکھتے۔ اسلئے جو عدل مطلوب ہے وہ یہ ہی فلا تمیلوا کل المیل ایک بیوی کیطرف ایسا نہ جھک پڑو کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو یعنی برتاو عادلانہ رکھو۔ اگر صلح و اصلاح سے رہو، اور ظلم و تعدی سے بچتے رہو، وان تصلحوا و تتقوا، تو دلون کا دانائے حال دلون کی بے انصافی کو معاف کر دیگا۔ فان اللہ کان غفوراً رحیما۔ المختصر چار بیبیون کا بیک وقت نکاح مین رکھنا بشرط عادلانہ برتاو کے خدا نے جائز کیا ہی۔ اسمین مردون کی ضرورتون کا بھی لحاظ کیا گیا، اور عورتون کے حقوق کا بھی

۵ اس آیت مین خدا نے فرمایا ہی فواحدۃ او ماملکت ایمانکم عادلانہ برتاو نکر سکو، تو ایک بی بی جائز ہی، اور مملوکہ تمہاری۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مملوکہ سے نکاح کی ضرورت نہین۔ اگر ہو تو فواحدۃ بیکار ہو جاتا ہی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ مملوکہ سے مساویانہ برتاو مطلوب نہین کھلا کھلا فرق مراتب ہی۔ اسی لئے مملوکہ کے زنا کی سزا بھی نصف ما علی المحصنات من العذاب ہے (النساء ۱) دوسری جگہ خدا نے فرمایا۔ والذین ھم لفروجھم حفظون الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم۔ مومنین وہ ہین جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہین اور وہ اپنی بیبیون اور مملوکہ کے سوا اور کسی کے پاس نہین جاتے (مومنون ۱) اگر مملوکہ سے نکاح ہونا ضروری ہو تو وہ مملوکہ نہ رہیگی ازواج مین داخل ہو جائیگی۔ اور خدا نے ازواج و مملوکہ دو لفظ فرمایا ہے۔ مملوکہ سے نکاح اسلئے ضرور نہین کہ مملوکہ ہونا ہی نکاح ہے۔ اور جان دیکر جنگ مین وہ حاصل کی گئین تو وہی مہر ہے۔

۶ اس آیت مین ماملکت ایمانکم ہے تو یہ تحقیق طلب ہے کہ اسکے معنی کیا ہین جس کا ترجمہ مین نے مملوکہ کیا ہے

عبد اور امۃ کا لفظ قرآن مجید مین موجود ہی جس کے معنی غلام اور لونڈی کے ہین۔ اسکے سوا

قرآن مجید مین خدانے ماملکت ایمانکم فرمایا ہے جس کے معنی لونڈی غلام کے نہین ہین کیونکہ لونڈی غلام کیلئے تو خاص الفاظ ہی موجود ہین اسلئے اس کا ترجمہ مملوکہ کرنا صحیح ہے مملوک اور مملوکہ وہ مرد و عورت ہین جو جنگ مین ہاتھ آئین جو قوت بازو اور جان بازی سے حاصل کی جائین اور احساناً یا فدیہ دیکر وہ چھوڑائی نگئی ہون - چونکہ یہ مملوک جان پر کھیل کر حاصل کیجاتی ہین اور جان سب سے قیمتی - یہی انکا نکاح اور یہی انکا مہر اسلئے یہ بے نکاح کے حلال ہوئین - انہین کی گردنون کا آدمی مالک ہوتا ہے کہ انکے حاصل ہوتے وقت چاہے انکو مار ڈالے قید کرے آزاد کرے یا فدیہ کا فائدہ اوٹھائے -

گرفتاران جنگ کی نسبت ہدایت ہے - فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا - تو کافرون سے جب تمہاری مٹھ بھیڑ ہوجائے تو انکی گردنین مارو یہانتک کہ جب انہین خوب خون بہا چکو تو مضبوطی سے مقید کرلو اس بعد یا احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لیکر یہانتک کہ جنگ ختم ہوجائے - (محمد ۱) اس آیت سے مفصلہ ذیل باتین معلوم ہوئین -

۱ کافرون سے بہادرانہ لڑو اور خون کا دریا بہادو -

۲ جب غالب آ و تو اونکو مقید کرلو - خدا اسیقدر فرماتا تو ہمیشہ کیلئے اونکو قید رکھنا اور اون پر قومی خزانہ صرف کرنا پڑتا - بہتیرے لنگڑون بے ہاتھ والون اور نکمون کو ناحق کھلانا پڑتا - اسلئے اوس نے اختیار دیا کہ -

۳ تا اختتام جنگ اونکو احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو تمکو اختیار ہے - اگر یہ حکم ہوکہ تمکو چھوڑ دینا ہی ضرور ہے تو احساناً نہوا بلکہ حکماً ہوا - احساناً کے معنی ہی یہ ہین کہ تمکو اختیار ہے نکمون کو یون چھوڑ دے سکتے ہو اور تندرستون کو فدیہ لیکر -

اب جو چھوڑا سے نہ جائیں وہ مقید رہیں، وہی مملوک اور مملوکہ ہیں۔ اونکی اولاد مملوک یا مملوکہ نہیں ہو سکتی، وہ ازاد پیدا ہوئی اور آزاد ہے۔ لا تزر وازرة وزر اخرى۔ حضرت آدم کا گناہ اونکی اولاد پہ عائد نہیں ہو سکتا۔

غرض مملوک اور مملوکہ کا ترجمہ غلام اور لونڈی کرنا غلط ترجمہ ہے۔ اور انکی اولاد مملوک یا مملوکہ نہیں ہو سکتی۔ ان کی بیع و شرا کو خدا نے کسی آیت سے مجاز نہیں کیا ہے۔

ہان لونڈی غلام کی رسم عرب مین جاری تھی، اور انکی بیع و شرا بھی۔ خدا نے کسی آیت مین نہ اس کا حکم دیا، نہ اسکو جائز کیا، ہر چند اوسنے صاف لفظون مین منع بھی نہیں کیا، لیکن اشارة النص سے ایک طرح کی امتناع پائی جاتی ہے، یعنی احسانا غلام آزاد کرنا موجب ثواب ہے۔ مکاتبت کے ذریعے سے غلام آزاد کرنیکی ہدایت ہے۔ اکثر خطاؤن اور گناہون اور لغزشون کے عوض فتحریر رقبة مومنة لونڈی غلام آزاد کرنے کی ہدایت الگ ہے۔ مصارف زکوٰۃ مین خدا نے وفی الرقاب فرمایا ہے، یعنی بیت المال کے مصارف مین سے غلام آزاد کرانا بھی ہے۔ یہ سارے ہدایات آزاد کرانے کے ہین، اور غلام بنانیکی ایک ہدایت بھی نہیں۔ کیونکہ دنیا مین مساوات کی تعلیم اسلامی ہی تعلیم ہے، نہ لبرل کی، نہ نیشنلسٹ کی،

مساوات کی تعلیم یہان تک ہے کہ دشمن جنگ کے قیدی جو نہ چھوڑے گئے نہ چھوڑا ئے گئے، یعنی مملوک و مملوکہ اون کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا کہ وہ خاندان کے اجزا بنا لئے گئے اور کھانے پہننے سب مین مساوات قائم رکھا گیا۔ اوس سے کہین بہتر برتاؤ جو آج یورپ اپنے ہم مذہب یوریشین، اپنے نوکرون، اور اپنی رعایا کے ساتھ کر رہا ہے۔

اسلام مین غلامی کا تو کیا ذکر، دشمن قیدیان جنگ کیساتھ وہ سلوک کیا گیا جسکی مثال نہیں۔ نہ اون کے ساتھ بدسلوکی ہوئی، نہ اونکی بے قدری کی گئی، نہ قومی فنڈ پر بار پڑا

کڑکس سے غرباپسین، انکو آزادی بھی ملی مگر وہ آزادی نہین کہ وہ بغاوت، فوج کشی اور دشمنانہ جنگ کو کھڑے ہوسکین۔ دشمن کا بھی بھلا، اور اپنا بھی، کیا اس سے بہتر کوئی قانون عدل وانصاف کا ہوسکتا ہے۔

یورپ جو برتاؤ آزاد مزدورون ورکلیون کے ساتھ ظالمانہ اور غلامی کا کرچکا ہے وہ اسلام کے سرتھوپے تو یہ دوسرا ظلم ہے۔ اسلام نے لونڈی غلام بنانے اور انسان کی بیع وشرا کا کہان حکم دیا ہے، کوئی آیت پیش کرو۔

ہان یہ افسوس کی جگہ ہے کہ ماملکت ایمانکم کا ترجمہ لونڈی غلام کیا گیا اور لونڈی غلام بنانا یا اونکی بیع وشرا یعنی ایام جہالت کی نامحمود رسم پھر سے جاری کی گئی، اور مقدس مقام مین بھی، اور آزاد انسان کا چوری چھپے ظلماً لاکر اونکی گردنون مین طوق غلامی پہنا کر اونکی بیع وشرا جاری کی گئی اور یون اسلام مطعون کیا گیا۔ ایسی عورتین ہرگز بے نکاح جائز نہین ہوسکتین، کیونکہ یہ مملوکہ نہین۔ اور حقیقت مین وہ آزاد ہین۔ کسی مجبور کو پکڑ لاؤ تو وہ غلام نہ ہوجائیگا۔ وہ فریادی ہے اور بے قصور۔ اوسکی فریاد بادشاہ نہ سنے تو خدا تو سنیگا۔

چونکہ یہ بیان نکاح کا ہے، اسلئے بے محل نہوگا اگر مین نکاح کے متعلق اون سب باتون کو بیان کرون جس سے حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیان مسلمانون پر حرام کی گئین کیونکہ وہ مسلمانون کی مائین ہین وازواجہ امھاتھم (احزاب) اسلئے حکم ہوا۔ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذلکم کان عند اللہ عظیما ہ یہ جائز نہین کہ نبی کی بیبیون کے ساتھ نبی کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ بلاشبہ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ (احزاب ۷ع) جب نبی کی

بیبیان داخل محرمات اور مسلمانون کی مائین ہین، تو نبی روحانی باپ ہوئے، اس رشتہ سے کل مئمنین اخوانکم فی الدین۔ دینی بھائی ہوئے اور روحانی سید بھی۔ یہ اخوت دینی نہین مٹنے کی، تو یہ روحانی سیادت بھی نہین مٹنے کی۔ افسوس کیون نہو اگر بھائی کو بھائی بھائی نہ سمجھے۔ اور ماتم کی جگہ کیون نہ ہو اگر بیٹا ماں کو ماں نہ سمجھے۔ نالائق ہے وہ اولاد جو آپس مین لڑمرے، اور ناشدنی اور مردود بارگاہ ہے وہ اولاد جو ماں پر تہمتین دھرے۔ ایسی اولاد زندہ در گور بہتر۔

امہات المومنین مین سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا، اسکے متعلق روایات غیر معتبرہ کی بنا پر قصے گڑھے گئے، جس نے اس واقعہ کو مخالفون کی زبان درازیون کا نشانہ گاہ بنادیا۔ ہر کس زدست غیر نالہ کند ٭ سعدی از دست خویشتن فریاد مین اغیار کو کیا کہون جب اپنون ہی نے وقصے قصیون کو دین بنادیا ہی، جن قصون کے نہ خدا اور رسول ذمہ وار ہین، نہ قرآن ذمہ وار، وہ دینی حیثیت سے قابل تسلیم ہی نہین۔ یہ واقعہ قرآن مجید مین بیان ہوا ہے، تو جو کچھ قرآن مجید سے واضح ہوتا ہی اوسے مین بیان کر دینا چاہتا ہون، تاکہ حق و باطل الگ الگ ہو جائے۔

خدا فرماتا ہی۔ اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسك علیك زوجك واتق اللہ وتخفی فی نفسك ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ فلما قضی زید منہا وطرا زوجنکہا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاءھم اذا قضوا منہن وطرا وکان امر اللہ مفعولا ٭ ماکان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ ط سنۃ اللہ فی الذین خلوا من من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا الذین یبلغون رسلت اللہ

ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ وکفی باللہ حسیبا ۵ یاد کرو جب
اوس شخص سے جسپر اللہ نے بھی اور تمنے بھی انعام وفضل کیا تھا تم کہنے لگے کہ "اپنی بی بی کو اپنے
پاس رہنے دو طلاق نہ دو۔ اور خدا سے ڈرو۔ اور تم اپنے دلمین چھپاتے ہو جسکو خدا ظاہر کرنیوالا ہی
اور تم لوگون سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا اسکا مستحق ہی کہ تم اوس سے ڈرو" تو جب زید طلاق دے چکا تو ہمنے
اوسکو تیرے نکاح مین دیدیا۔ تاکہ لے پالکون کی بی بی سے نکاح کرنے مین بعد اوسکے مطلقہ ہونیکے
مسلمانون کو کوئی دقت نہ رہی (کیونکہ مُنہ بولا بیٹا بیٹا نہین ہو جاتا) اور اللہ کا حکم تو ہونا ہی ہے
خدا نے جو نبی کے لئے فرض کردیا اوس مین نبی کو کوئی مضائقہ نہوا۔ یہ تو سنت اللہ ہی جو اگلے
نبیون مین جاری رہی (یعنی جو اللہ نے فرض کردیا اوسکی تعمیل مین کچھ مضایقہ نہوا) اللہ کا
حکم تو اندازے پر مقرر کیا ہوا ہی۔ ایسے نبی جو تبلیغ رسالت کرتے ہین۔ اللہ ہی سے
ڈرتے ہین۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہین ڈرتے۔ اور وہ سمجھتے ہین کہ اللہ حساب لینے کیلئے
کافی ہی۔ (احزاب ۵)

بات کھلی کھلی صاف صاف ہی۔ اونگلی رکھنے کی جگہ نہین۔ مگر روایتون اور طبع آزمایون نے
اس مین شاخسانے کھڑے کئے، اور اس واقعہ کو افسانۂ محبت بنا دیا، تو مخالفین لگے زبان
درازیان کرنے، اور سخت وسست کا انبار لگانے۔ اور واقعہ اتنا ہی کہ حضرت زید رضہ کے ساتھ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہتیرے نیک سلوک ہوئے تھے، یہانتک کہ آپنے حضرت زینب کو
اون سے بیاہ ہی دیا تھا۔ مزاج نے موافقت نہ کی، دونون مین کھٹ پٹ ہوئی، ایسے حال کیلئے
خدا کا فرمان تھا۔ وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکما من
اھلھا ان یرید اصلاحاً یوفق اللہ بینھما۔ اگر زن وشو کے درمیان کھٹ پٹ
کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ شوہر اور ایک پنچ بی بی کے کنبہ سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونون صلح واصلاح

چاہین گے تو خدا دونون مین موافقت کرادیگا۔ (النساء ع۶) اور اس ثالثی سے حضرت زید ڈرتے تھے کہ یا تو لوگ ملامت کرین گے کہ خاندان نبوت کے ساتھ بے قرینگی کی۔ یا بیچ بچاؤ کر دین گے۔ اور اختلاف مزاج حالت اصلاح پذیر ہونے نہ دیگا۔ اسلئے طلاق کی ٹھان چکلے تھے، اور زن وشوی اس رنجش کو ملامت کے ڈر سے چھپاتے تھے، اسلئے وہ آئے تھے نبی سے استمزاج لینے۔ آپنے فرمایا کہ اپنی بی بی کو اپنے پاس رہنے دو، طلاق نہ دو، خدا سے ڈرو، تم اپنے دلمین ملامت کے ڈر سے رنجشون کو چھپاتے ہو، اور ثالثی کی خواہش نہین کرتے، تو اگر یہ رنجش بڑھتی رہی تو ایکدن ظاہر ہوجائیگی، خدا ظاہر ہی کر دیگا۔ تو لوگون سے نہ ڈرو خدا سے ڈرو، اس کا وہی مستحق ہے۔ اور قصے قضئیے طے کر دو، میل وموافقت سے رہو، اور طلاق نہ دو۔ جب اختلافات نہ مٹے، اور حضرت زید طلاق دے چکے تو قصہ قوم مین آگیا اور خدانے ظاہر ہی کر دیا۔ تو یہ موقعہ تھا کہ لے پالکون کی بی بی سے نکاح کا جواز جو اسلام ازلی کا منشا تھا، اور قوم کے ہاتھون تباہ ہوگیا تھا، پھر سے زندہ کیا جائے۔ اسلئے خدا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کر دیا۔ لوگ پابند رسوم تھے، اور لے پالک کی بی بی کو بیٹے ہی کی بی بی سمجھتے تھے، اور اوس سے نکاح کرنا مذموم وحرام حالانکہ منہ بولا بیٹا بیٹا نہین ہوجاتا نہ اوسکی بی بی بہو۔ یہ اوسی درجہ مذموم سمجھا جاتا جس طرح آج کوئی چچی سے نکاح کرے تو وہ مان کے ساتھ نکاح کرنا سمجھا جاتا ہے، اور رسما محرمات مین چچی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یقیناً ایسی سخت مذموم رسم ٹوٹ نہین سکتی تھی جبتک اسکے لئے خود آپکی ذات مستجمع صفات کھڑی نہ ہوتی۔ اسلئے خدا نے آپکو اس نکاح کا حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح کرلو تاکہ مومنین متبنٰے کی زن مطلقہ سے نکاح کرنے مین مضایقہ نہ سمجھین۔ آپنے تعمیل کی۔ لوگون نے یون مرچ طلایا کہ نکاح عرش پر ہوا، اس دنیا مین نہوا۔ مگر اس

دنیا مین عرش کا نکاح معتبر نہین، اس دنیا کا نکاح معتبر ہی جسمین شاہدین عادلین کی ضرورت ہوتی ہی۔ غرض ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ نہ نبی کو کچھ تامل ہوا نہ ماسوی اللہ کا ڈر۔ کیونکہ یہ تو سنتہ اللہ ہے کہ رسولون کو ماسوی اللہ کا ڈر ہوتا ہی نہین اسکی شہادت خود خدا نے دی۔ جب تو وہ لوگون کی رسم تو رسم اون کے دین و مذہب کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہین۔ قرآن مجید اسی مختصر سے قصہ کا ذمہ وار ہی۔ اس قصہ مین نے پالک کی مطلقہ بی بی سے جواز نکاح، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت علی الخلق احیاے دین کیلئے رسوم کا توڑنا، اور اس توڑنے مین خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرنا۔ ان باتونکی تعلیم و تربیت کے سوا اور کیا پایا جاتا ہی۔

مگر لوگون نے اولاً تو یہ ظلم کیا کہ اپنی طرف سے آیت کو دو لخت کیا۔ حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید سے فرما رہے ہین۔ امسک علیک زوجک (اور) واتق اللہ (اور) وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ (اور) وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ۔ یہ سب حضرت زید سے آنحضرت صلعم کا قول ہی۔ مگر بے وجہ اور بے دلیل سادہ لوحون نے کلام کو دو لخت کر دیا۔ اور بیچ مین وتخفی فی نفسک سے قول خدا مخاطب بہ رسول فرض کر لیا۔ اور اس فرض کر لینے سے یہ اتہام رسول پر ڈھالا کہ آپ دل مین کچھ اور مخفی رکھتے تھے، اور حضرت زید سے کچھ اور فرما رہے تھے، اور یہ اندرونی محبت کے کرشمے تھے۔ دوسرے آپ خدا سے ڈرنیکے بجائے جو رسولون کی لازمی شان ہوتی ہی لوگون سے ڈرتے تھے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اے اللہ تیری پناہ۔ نبی کی شان سے یہ دونون باتین بعید ہین۔ نہ نبی کے ظاہر و باطن مین فرق ہوتا، نہ وہ ماسوی اللہ سے ڈرا کرتے ہین۔ اونکی شان کو اسی آیت مین خدا نے فرما دیا ہی۔ مگر یہ آفت ڈھائی گئی آیت کو دو لخت کرنے، اور اپنے مافی الضمیر کی مراد لینے کی عادت سے۔

پھر جب ایتون کا یہ حال ہو تو معترض کیون نہ اعتراض کی تلوار اوٹھائے- اس اعتراض کے جواب مین کتابین لکھی گئین، مگر نہ قرآن پیش کیا گیا، نہ قرآن سے یہ محذوف مانا ہوا جملہ کاٹا گیا جس سے قرآن مین اصلاح دیا گیا ہی- روایتون کی ننگ آمیزیون اور شہرت پائے ہوئے علما کی گلکاریون نے یہ آفت ڈھائی ہے- تو ان کے غلغلون سے نہ ڈرو اور حق کا اعلان کرو- واللہ احق ان تخشاہ

ایسے برگزیدہ رسول- خاتم انبیا- مجسم خلق و حیا- متصف بصفات کمال کی ثنا و صفت ہجو ملیح کے طور پر کی جاتی ہے، جسکو بیان کرتے ہوئے تہذیب ایمان منہ بند کرتے ہین- ایسی روایتین جنکو سنکر رعب نبوت سے دل کانپ اوٹھتا ہی، اور جن کے دوہرانے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین- جن روایتون کی بدولت امہات مومنین کی شان مین بیدیون نے گستاخیان کی ہین- جن روایتون کی بدولت نبی کی قوت رجولیت کا درجہ قایم کیا گیا ہے- سچ ہے- اے خدا! تو بڑا رحیم ہی

اگر کوئی کسی کے والدین کی شان مین کہے کہ آپکے پدر بزرگوار کو ساٹھ مردون کی شہوت تھی یا فلان رات آپکے مان کی شب زفاف تھی- یا آپکے والد تقدس آب کو بازارون مین غیر عورتون کو دیکھکر جب شہوت ہوتی تو وہ اپکی عفت مآب ان پر اوتارتے تھے- یا آپکے والدین گال پر گال رکھکر کھیلتے تھے- اور یہ مین اسلئے کہتا ہون کہ آپ گھر کی روش سے آگاہ ہون، اور ان باتونکو اپنا دستور العمل بنائین- یا آپکے والد نے فلان عورت کو نہاتے ہوئے دیکھ پایا، اور فریفتہ ہوگئے دلمین قصد کیا کہ یہ مطلقہ ہو تو اوسکے ساتھ نکاح کرین- اتفاق شوہر طلاق دینے کو ہوا، تو آپکے والد اوسے طلاق سے منع کرتے تھے اور دلمین تھا کہ یہ طلاق دیدے تو جھٹ نکاح کر لین تو ایسے حال مین کہ تمکو اپنے والدین کی تقدس مآبی پر ایمان ہو، تم اوسے جھوٹا کہو گے یا سچا- اوسے دوست سمجھو گے یا دشمن- ایسے بدزبان اور بدتہذیب کی تم عزت کرو گے یا گھر سے نکال دو گے خلعت دو گے یا قدرت ہونے پر سزا- اقرار مین ان باتون کی تحقیقات کرتے پھرو گے یا

اوسکو بیہودہ سمجھو گے۔ پھر کونسا انصاف ہوا، اور کونسی غیرت ہوئی، کہ جو کچھ اپنے والدین کیساتھ روا نہ رکھو، وہ اپنے روحانی والدین کی شان مین فخریہ اور عالمانہ بیان کرو، اور ایسے بیانات کو داخل دین سمجھو، اور ان سے مسائل مستخرج کرو، اور اوس کا خلق اللہ کو حکم دو، اور دعوی کرو کہ یہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ اور فاستمسک بالذی اوحی الیک کی تعمیل ہے۔

ایسی ایسی روایتین موجود ہین، اور نبی کی امت اور خاندان سیادت بھی ایسی روایتونکو حدیث کہنے لگ گئے ہین، ان کی غیرت بھی کھوئی گئی ہے، اور اسی نے موقعہ دیا اغیار کو زبان درازیون کا۔

اس بیان سے میری غرض صرف اسقدر ہے کہ زن وشو کے متعلق، اور اونکی طرز معاشرت کے متعلق جو روایتین قرآن مجید کے خلاف، یا قرآن مجید سے فاضل، یا غیر مہذب، یا پوشیدہ معاملات بی بی کی زبانی بیان ہون، وہ سب دشمنون یا سادہ لوح دوستون کی گڑھی ہوئی یا اوڑائی ہوئی باتین ہین۔ اس معاملہ مین بھی قرآن مجید کو ہی نصب العین رکھو۔ اور اسپر ایمان لاؤ کہ نبی ہمہ تن قرآن مجید تھے، آپکے کل اعمال قرآن مجید کی تعمیل کامل تھے۔ بیبیون کے ساتھ بھی آپکی طرز معاشرت عاشروھن بالمعروف کی تصویر عکسی تھی۔ عاشروھن بالمعروف کی وسعت اک گونہ غیر محدود احاطہ گھیرے ہوئے ہے۔ اسلئے فاضل باتین فضول ہین۔

اے لوگو! سوچو اور سمجھو۔ جس طرح کل عیش و آرام اور کل دنیاوی چیزون سے تمتع کا دائرہ آپ پر تنگ تھا، کہ نہ سونے کو آرام کا بستر، نہ کھانیکو پیٹ بھر روٹی۔ ادھر پے در پے فاقے، اور اُدھر دشمن کی فوج خون کی پیاسی، سامان جنگ ندارد، خزانہ خالی، مومنین

تنگ حال کا بوجھ سر پر، منافقین مار آستین، اور مشرکین واہل کتاب دشمن در بغل یہ دنیا بھی عجب تماشاہ قدرت ہے۔ بادشاہ دو جہان اور یہ حال۔ محبوب رب العلمین اور راتے جنجال۔ اور سپر صبر اور شکر مطلوب تھا پر نہ کبھی آہ دل سے نکلی، نہ کبھی فغان لب پہ آیا، نہ گلہ، نہ شکوہ، ہمیشہ خوشدل، ہمیشہ خوش حال۔ اے خدا میری ناشدنی جان بھی تو اس قابل نہین کہ ایسے رسول پر فدا ہو۔

اسی طرح نکاح کے معاملہ کو خیال کرو۔ آپنے دنیا کی چیزون سے کیا دلچسپی لی۔ قوم تو سیکڑون بیبیان کرتی رہی، اور آپنے شباب مین نکاح بھی کیا تو ایک بیوہ عورت سے۔ جب سن اوترا، اور رسالت کی خدمت سپرد ہوئی تو ضرورتون نے کئی شادیون پر مجبور کیا جو بیان کیا جائیگا ذرا اسکو بھی تو خیال کرو کہ سارے مسلمانون کو خدا نے محرمات کی فہرست دی کہ حرمت علیکم الخ (النساء ۴) اتنی عورتین تم پر حرام کی گئین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے حلال عورتون کی فہرست دی کہ یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی الخ (احزاب ۵) اے نبی تم پر مفصلہ ذیل بیبیان حلال کی گئین۔ وہ جنکا مہر تم دے چکے ہو، ماں باپ کے بھائی بہن کی بیٹیان جو ہجرت سے ہون، اور وہ عورت جو اپنے کو ہبہ کردے بشرطیکہ تمہاری بھی رضا ہو۔ مسلمانون کو محرمات کی فہرست دیکر دنیا جہان کی عورتین خدا نے حلال کردین کہ احل لکم ما وراء ذالکم (النساء ۴) اور آنحضرت کی نسبت دائرہ تنگ کردیا گیا کہ لا یحل لک النساء من بعد۔ اب سے آپکے لئے عورت حلال نہین۔ (احزاب ۶) مسلمان بیک وقت چار بیبیون کے مجاز کئے گئے، اور نبی کے لئے آئندہ نکاح ہی ناجائز ہوا۔ ذرا تنگی دائرہ کو دیکھتے جاؤ۔ اگر آنحضرت کی بیبیان انتقال فرماجاتین تو آپکو مجردانہ زندگی بسر کرنی ہوتی، اور مسلمانون کی بیبیان

مرتی رہین اونکی راہ بند نہین۔ ایسے احکام سے کھلا کھلا آپکی بے نفسی اور تزکیہ نفسی کا اظہار ہے نہ نفس پرستی کا۔ مگر بدبین کی نگاہون پر پتھر پڑ گئے ہین، وہ سمجھنے ہی کے نہین لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اذان لا یسمعون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا اولیك کالانعام بل ھم اضل

قرآن مجید مین خدا نے کہین نہین فرمایا کہ نبی کیلئے نو بیبیان جائز۔ ہان جب اشاعت اسلام کا بوجھ سر پر پڑا، تو آپکو نوبت جانبازی کی پہونچی، جان پر بھی کھیلے مسلمان بھی جانباز ثابت ہوئے، مال و اولاد بلکہ اپنی جانین بھی قربان کر دین۔ ایسون کی بیبیان بے کس ہو گئین، بے بس ہو گئین، جنکا کوئی پرسان حال نہ رہا، اون کا بوجھ اوٹھانیوالا بے پناہون کو پناہ دینیوالا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون ہو سکتا تھا مسلمانو نکی تو دنیا تنگ ہو رہی تھی، آپنے اونکو امہات مومنین بنا کر دنیا و دین مین اونکی عزت افزائی فرمائی۔ اسی لئے ایک کے سوا آپنے سب شادیان مطلقہ سے کین۔ یہ شادیان مجبوریون سے ہوئین اور رحمدلی سے، کہ شوہر کی جگہ اونکو شوہر ملا جو خدا کا رسول ہے اور اولاد کی جگہ اونکو سارے مسلمان ملے۔ اور ایسی شادیون کی بھی ضرورت پڑی جن سے مسلمانون کو اور اسلام کو تقویت پہونچے، اور تقویت پہونچی بھی، جب نو بیبیان ہو گئین، اور اسلام کا دائرہ بھی وسیع ہوا، مسلمانون کا حال بھی درست ہوا تو آئندہ نکاح کرنا ہی ممنوع ہوا۔

عورت کا اپنے کو ہبہ کر دینا ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسول کو مزید رخصت دی گئی تھی، حالانکہ یہ دشواریون کا پہاڑ ڈالا گیا تھا جسکو اوٹھا لینا قوت نبوت ہی کا کام تھا، کیونکہ اوائل اسلام مین جسوقت مصیبتون کی گھٹائین چھا رہی تھین، ایسی عورتین ہو سکتی تھین اور ہوتی تھین جن کے بیٹے جنکے شوہر جہاد مین شریک ہوئے، اور سب کے سب

شہید ہوئے۔ جنھون نے اپنے سب کو ہی قربان کر دیا، اون کے پاس اب اپنی ذات کے سوا رہا کیا تھا۔ اون کیلئے اب چارہ کار سوائے اسکے کیا ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی ذات ہی کو رسول کے حوالہ کر دین، اونھون نے اپنے ہی کو ہبہ اور قربان کیا (اے اللہ ایسے ایمان کی ایک چھینٹ پھر سے برسا دے) ایسی عورتونکو اگر آپ دوسرون کے حوالہ فرماتے، تو اوسوقت وہ تنگی کا زمانہ تھا کہ مسلمانون پر اپنا ہی پیٹ پالنا مشکل تھا، بی بی کا نفقہ چلنا تو مشکل تر تھا۔ ایسی عورتونکے ساتھ کونسا سلوک انکے زخم دل کا اندمال کر سکتا تھا بجز اسکے کہ اونکو بی بی اور مسلمانون کی مان بنا کر دونون جہان مین اونکی عزت افزائی کی جائے، جو خدا نے ان وھبت نفسھا للنبی فرما کر اون کی عزت بڑھائی اور اون کی قدر و منزلت کی۔ اسی لئے ہبہ کی حالت مین رسول کی رضا کی قید لگائی گئی کہ ان اراد النبی ان یستنکحھا تاکہ نفقہ کا بوجھ ناقابل برداشت نہ ہو جائے۔ اب سوچو کہ یہ مزید رخصت ہے یا سر پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔ نفس پرستی کی تو کہین پر سے باس تک نہین آتی۔

قانون فطرت کے مطابق نکاح کی ہدایت خدا نے فرما دی، جذبات فطریہ کے مطابق اور اونکو بے راہ روی سے روکنے کے قوانین بھی اوس نے دیدئے۔ مگر جس طرح انسان صورت مین نیرنگ ہے، سیرت مین بھی نیرنگ ہے۔ آنکھ ناک سب کو ہین، مگر صورت مختلف۔ حواس و عقل سب کو ہین، مگر سیرت مختلف۔ پھر اگر یہ ظاہری اور باطنی اختلاف زن و شو مین ہمدردی و اتفاق، یکرنگی و ہمرنگی نہ پیدا کرے، اور رگڑے جھگڑے ڈال کر تمدن کے لہلہاتے ہوئے چمن کا ناس کر ڈالے، تو کیا وہ گھرانہ تباہی کے حال مین چھوڑ دیا جائے کہ وہ جہنم مین پڑا جلا کرے۔ تو خدا نے اس کی راہین بھی کھولدی ہین اور طلاق و خلع کے متعلق احکام و ہدایات دیکر عورت و مرد دونون کے لئے

راہ نجات نکال دی ہے۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

طلاق وخلع وایلا وظہار

کتاب الطلاق دین اللہ نہین ہے۔ طلاق کے متعلق مفصل احکام قرآن مجید مین ہین۔ توجتنا کچھ ہے وہی دین اللہ ہے۔

مسئلہ طلاق بھی اک قدیمی مسئلہ ہے۔ چونکہ یہ دینی اور اسلامی ہی، اسلئے طلاق کی اصطلاح بھی کوئی نئی اصطلاح نہین۔ موجودہ توریت مین بھی طلاق کی نسبت حکم وہدایت موجود ہی چونکہ صلوٰۃ کی طرح یہ بھی محرف ہوگیا، اس لئے خدا نے اوس کا فیصلہ کردیا۔ اور چونکہ اسلام آخری مین بھی اس مسئلہ کے متعلق خفیف سا اختلاف پیدا ہوگیا ہے، اسلئے مجھے بھی قرآن مجید سے اس کا فیصلہ دکھا دینا چاہئے۔

طلاق کوئی محمود چیز نہین بلکہ یہ مجبوری کی چیز ہے، اگر بیوی سے بنتی ہی نہین، اور دنیا جہنم ہو رہی ہے، ایسی حالت مین طلاق سے راہ نجات نکالی جاسکتی ہے۔ اسی لئے اس حکم طلاق مین خدا نے فرمایا ہے، ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے تو اللہ اوس کے لئے راہ نجات پیدا ہی کردیتا ہے۔ (الطلاق ۲)

سورہ طلاق کا پہلا رکوع پڑھ جاؤ۔ بلحاظ طوالت ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہین۔ خدا نے فرمایا کہ اے نبی مسلمانون سے کہدو کہ جب تم عورتون کو طلاق دینی چاہو، تو اونکی عدت کے شروع مین طلاق دو، اور عدت شمار کرتے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار

ہے۔ اونکو طلاق کے بعد گھرون سے نہ نکالو، نہ خود بھی وہ نکلین، مگر یہ کہ وہ کوئی صریح بے حیائی کا کام کر بیٹھین یہ اللہ کی حدین ہین، جو حدود اللہ سے تجاوز کرے تو بیشک اوس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تم نہین جانتے شاید طلاق کے بعد کوئی بات خدا پیدا کردے۔ جب عورتین اپنی عدت کو پہونچین تو یا تو اونکو خوبی کیساتھ رکھ لو (یعنی رجوع کرلو) یا انکو خوبی کے ساتھ جدا ہی کردو اور دو معتبر شخص کو گواہ کرلو (جیسے انعقاد نکاح کے وقت گواہ کی ضرورت ہے ویسی ہی عقد توڑنے کے وقت بھی) اور گواہی خدا کیلئے قایم کرو، یہ اوس شخص کو نصیحت کیجاتی ہی جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو خدا سے ڈرتا رہیگا تو خدا اوس کے لئے نجات کی راہ نکال دیگا، اور اوسکو وہ وہان سے رزق پہونچا ئیگا جہان سے اوسکو گمان بھی نہو۔ اور جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہی تو خدا اوسکو کافی ہے، بیشک اللہ اوس کام پورا کرنیوالا ہی۔ اور اللہ نے ہر چیز کا اک اندازہ ٹھرا رکھا ہے۔ اور تمہاری مطلقہ بیبیون مین سے جو حیض سے ناامید ہوگئین اگر تمکو اس کا شبہہ ہو تو اونکی عدت تین مہینے ہین۔ اور اونکی عدت بھی جنکو حیض کی نوبت نہین آئی۔ اور جنکو حمل ہو اونکی عدت وضع حمل ہی۔ اور اللہ سے جو ڈرتا رہتا ہے تو اللہ اوس کے کام مین آسانی پیدا کردیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اوس نے تمہاری طرف نازل فرمایا۔ اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا، اللہ اوس کی برائیان دور کردیگا، اور اوسکا اجر عظیم دیگا۔ مطلقہ عورتون کو رہنے کے لئے گھر دو، جہان تم خود رہو، اپنے مقدور کے موافق۔ اور اونکو ایذا نہ دو کہ لگو تم اون پر تنگی کرنے۔ اگر وہ حاملہ ہون تو تا وضع حمل اونکا خرچ اوٹھاتے رہو۔ پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائین تو اونکو اونکی اجرت دو۔ اور آپسکی صلاح سے دستور کے موافق اجرت منقح کرلو۔ اور اگر آپسمین ضد کرو تو اور کوئی عورت بچہ کو دودھ پلائے۔ چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ کرے، اور جو تنگ روزی ہو وہ اوسی کے مطابق جو خدا نے اوسے دے رکھا ہی۔ خدا کسی کو اوس سے زیادہ جو اوس نے اوسکو دے رکھا ہی تکلیف نہیں

دیتا۔ عنقریب خدا تنگدستی کے بعد فراخ حالی پیدا کردیگا۔ (الطلاق ۱) ذرا اخلاق فطرت کے اسرار کو خیال کرو، اوس نے فرمایا کہ "شروع عدت مین طلاق دو" یہ کیون؟ اسی لئے کہ حیض کے بعد ہیجان کا وقت ہوتا ہے، اوس وقت عورت راضی کر لیگی۔ اوس نے فرمایا "مُطلقہ عورتون کو رہنے کے لئے گھر دو اور گھر سے نہ تم نکالو نہ وہ خود نکلین" یہ کیون؟ اسلئے جیسا کہ اوس نے فرمایا لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ تم کیا جانو شاید اسکے بعد خدا کوئی بات پیدا کردے۔ یعنی اون کا گھر مین رہنا دونون کے پہلے ربط وضبط کا پھر محرک ہو، اور کھونیکے بعد چیز کی قدر بڑھ جاتی ہے، اس لئے رجوع کرنیکے مواقعات حاصل رہین۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح نکاح کے وقت شاہدین عادلین ضروری ہین، اوسی طرح طلاق کے وقت بھی شاہدین عادلین ضروری ہین۔ واشھدوا ذوی عدل منکم۔ ان ہدایات سے خدا کی مرضی صاف صاف کھلی ہوئی ہے، کہ طلاق اک مجبوری کی چیز ہے، گھر وندا بنانیکی نہین۔

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء، ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یؤمن باللہ والیوم الاخر، وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ، واللہ عزیز حکیم ۵ مطلقہ عورتین اپنے آپکو تین حیض روکے رہین۔ اور انکو اپنا حمل چھپانا جائز نہین اگر وہ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتی ہین۔ اور اس مدت مین ان کے شوہر زیادہ حقدار ہین کہ رجوع کرلین اگر اصلاح کی نیت ہو۔ مردون پر عورتون کا حق ویسا ہی ہے جیسا عورتون پر مردون کا حق ہے۔ ہان مردون کو عورتون پر فوقیت ہے۔ اور اللہ عزیز وحکیم ہے۔ (بقرہ ۲۸)

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن

بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا۔ جب عورتوں کو تمنے طلاق دیدی، اور اونکی عدت پوری ہوگئی تو یا رجوع کرلو یا خوبی کیساتھ اونکو رخصت ہی کردو۔ اونکو ستانیکے لئے روک نہ رکھو کہ لگو اون پر زیادتیاں کرنے۔ (البقرہ ۲۹۱)

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف۔ جب تم اپنی بی بی کو طلاق دیدو، اور عدت پوری ہوجائے، تو اونہیں اس بات سے روکو نہیں کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں، جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہوجائیں۔ (البقرہ ۲۹۱)

سورہ بقرہ کی ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہو کہ عدت کے اندر مرد طلاق سے رجوع کرلے تو وہ اس کا حقدار ہے، اگر نیت بخیر ہو، بعد عدت اونکو روکے نہیں، یا رجوع کرے، یا رخصت ہی کردے۔ یعنی بعد عدت رجوع کرنا عورت کی رضا سے ہوگا اگر وہ جانا ہی چاہے تو روک نہیں سکتے تیسری آیت نے واضح کردیا کہ بعد عدت اگر وہ کسی سے نکاح کرنا چاہے تو روک نہیں سکتے۔ عدت میں اور بعد عدت رجوع کرنیکا فرق ظاہر ہوگیا۔

الطلاق مرتن فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ہ ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئًا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ ط فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ط تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون ہ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ ط فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ وتلک حدود اللہ یبینھا لقوم یعلمون ہ طلاق دو ہی مرتبہ ہے، تو یا بھلائی کے ساتھ رجوع کرلے، یا بسلوک رخصت کردے۔ اور تمکو یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تمنے اونکو دیا ہے اوسمیں سے کچھ بھی لو مگر اوسوقت کہ دونوں

خائف ہون کہ حدود اللہ قایم نہ رکھ سکین گے۔ اگر تمکو اس کا خوف ہو تو اس صورت مین کچھ مضایقہ نہین کہ عورت کچھ بدلا دیدے۔ یہ حدود اللہ ہین تو ان سے تجاوز نکرو جو تجاوز کریگا وہ ظالم ہے۔ پھر اگر اوس نے طلاق دیدی یعنی تیسری مرتبہ تو اب وہ عورت حلال نہو گی جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ پھر اگر اوس دوسرے شوہر نے طلاق دیدی، تو اب اسمین کوئی مضایقہ نہین کہ پہلا شوہر رجوع کرلے، اگر دونون یہ گمان کرتے ہون کہ حدود اللہ قایم رکھ سکین گے۔ یہ اللہ کے باندھے ہوئے حدود ہین، جنکو وہ سمجھدار کے لئے کھول کر بیان فرماتا ہے۔ (بقرہ ۲۹)

طلاق دو مرتبہ ہے کہ اس مین وہ رجوع کر سکتا ہے۔ ایک مرتبہ طلاق دی پھر رجوع کرلیا، پھر نوبت طلاق کی پہونچی، پھر رجوع کرلیا، تو یہ کر سکتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ اوسنے طلاق دی، تو اب وہ رجوع نہین کر سکتا، جب تک وہ دوسرے مرد کی مطلقہ نہولے۔ یہی قرین انصاف ہے جو تین دفعہ طلاق دے چکا وہ اعتماد کے قابل نہ رہا کہ رجوع کریگا تو بحسن سلوک نباہ بھی لیگا۔ اس سے اسکی بھی بندش مقصود ہے کہ بیک وقت تو چار بیویان جائز ہین اب اگر کوئی آٹھ بیویان کرے اور پھیر بدلکر چار کو ہمیشہ مطلقہ رکھے تو یہ عورتون پر صریح ظلم ہے۔ اسلئے خدا نے اسکی بندش کردی کہ تیسرے طلاق کے بعد مرد رجوع ہی نہین کر سکتا۔

مرتان کے معنی دو مرتبہ طلاق کے ہین۔ اس کے یہ معنی نہین کہ ایک دفعہ طلقت کہو تو ایک طلاق، دو دفعہ کہو تو دو، اور تین دفعہ کہو تو تین ہو جایگی۔ یا ایک جلسہ مین طلقت کہو تو ایک طلاق، دو جلسون مین کہو تو دو، اور تین جلسون مین کہو تو تین طلاق ہو جایگی۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ ہم تین طلاق دیتے ہین یا پچاس طلاق دیتے ہین تو طلاق ایک ہی

مرتبہ ہوگی۔ رجوع کرلے اور پھر طلاق دے تو دوم مرتبہ طلاق ہوئی پھر رجوع کیا اور پھر طلاق دی تو یہ تیسر مرتبہ ہوئی نہ طلاق کے واسطے خدا نے الفاظ ہی مقرر کردئے ہین۔ نہ اسکے لئے عربی فارسی اردو کی کوئی قید ہے۔ کسی زبان مین طلاق دی جائے مگر نیت طلاق کی ہو اور وہ نیت کسی لفظ سے ظاہر ہو تو طلاق ہو جائیگی۔ اسی طرح رجوع کرنیمین نیت اصلاح کی ہونا ضرور ہے۔ یہ نہین کہ طلاق دیتے رہو اور رجوع کرتے رہو۔ اور یون عورتون پر ظلم کرتے رہو تاکہ وہ مردون سے محروم کردی جائین۔ نہ یہ کہ آٹھ بیبیاں کرو کہ پھیر بدل کر چار تو بیبیاں رہین اور چار مطلقہ۔ اسی لئے خدا نے رجوع کرنیمین اصلاح کی قید بھی لگائی کہ نیت اصلاح کی ہو۔ اسی لئے اوس نے تیسری مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کرنا ممنوع کردیا۔ جب تک وہ دوسرے کی مطلقہ نہ ہولے۔

لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ و متعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعًا بالمعروف حقا علی المحسنین ۵ وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف مافرضتم الا ان یعفون او یعفوا الذی بیدہٖ النکاح ط وان تعفوا اقرب للتقوی ط ولا تنسوا الفضل بینکم ان اللہ بما تعملون بصیر ۵

بے ہاتھ لگائے اور مہر مقرر کئے ہوئے تم عورتون کو طلاق دو تو کوئی گناہ نہین۔ لیکن اونکو کچھ خرچ دیدو۔ تونگر کو تونگر کی طرح اور غریب کو غریب کی طرح دستور کے مطابق کچھ خرچ دینا چاہے نیکی کرنیوالون پر یہ حق ہے۔ اور اگر ہاتھ لگانے سے پہلے تمنے ایسی عورتون کو طلاق دیا جنکا مہر مقرر کرچکے ہو تو اوس کا نصف دینا ہوگا۔ سوا اوس صورت کے کہ وہ عورتین یا جن کے ہاتھ مین عقد نکاح تھا معاف کردین۔ اور اگر تم پورا دے ڈالو تو یہ پرہیزگاری کے زیادہ

قریب ہی۔ ایک دوسرے پر احسان کرنا بھول نہ جاؤ تمہارے اعمال کو اللہ ضرور دیکھتا ہی
(بقرہ ۳۱)

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلا ۵ مومنو!
جب تم مسلمان عورتون سے نکاح کرو، پھر اونکو قبل چھونے کے طلاق دو، تو تمہارا اون عورتون پر یہ حق نہین ہی کہ تم اون سے عدت کی گنتی پوری کراؤ، تو اونکو کچھ دیدو، اور خوش اسلوبی سے رخصت کردو۔ (احزاب ۶)

طلاق کے متعلق اور احکام و ہدایات بھی قرآن مجید مین ہون گے تو قرآن مجید ہی موجود ہے اور وہ احکام و ہدایات ربانی کے لئے بہت کافی اور مفصل ہی۔ اتنی تفصیل پر بھی جو بیان کی گئی قرآن مجید کو مجمل کہنا ظلم ہی۔ بس جو کچھ خدا نے فرمایا یہی دین اللہ ہے اور فاحکم بینھم بما انزل اللہ

خلع - لا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ ط فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ط تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولٓئک ھم الظلمون ۵ تم جو عورتون کو دے چکے ہو اوسمین سے تمکو کچھ بھی واپس لینا جائز نہین! مگر یہ کہ زن وشو کو اس کا خوف ہو کہ خدا نے زن وشو کے حقوق و سلوک کی جو حدین ٹھرادی ہین اون پر قایم نہ رہ سکین گے، تو اس صورت مین عورت اپنا پیچھا چھوڑانے کے عوض کچھ دے نکلے تو اس مین دونون پر کچھ گناہ نہین۔ یہ حدود اللہ ہین تو ان سے تجاوز نکرو۔ جو حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہین وہی ظالم ہین۔ (بقرہ ۲۹)

خلع شوہر کو کچھ دے کر شوہر سے طلاق لینا ہے۔ خدا نے مردون کے لئے یہ راہ کھول دی تھی کہ اگر مرد کے لئے بی بی کے سبب سے اوسکی دنیا جہنم ہو جائے تو وہ طلاق سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اوسی طرح اگر مرد کے سبب سے عورت کی دنیا جہنم ہو جائے تو خدا نے عورت کے لئے بھی یہ راہ کھولدی ہے کہ وہ کچھ مال دیکر خلع سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ خدا تو سب کا ہی خدا ہے جیسا مرد کا ویسا ہی عورت کا۔

خلاق فطرت کی نگہداشت فطرت کو دیکھو کہ چونکہ عورتین فطرتی کمزوریون کے سبب مغلوب الغیظ اور جلّی ہوتی ہین نازک مزاج اور زودرنج ہوتی ہین۔ کینہ رکھنے والی اور مال کی حریص ہوتی ہین چونکہ حاصل کرنا نہین بلکہ لینا ہی جانتی ہین۔ اسلئے خلع مین عورت کو کچھ مال گانٹھ سے نکالنا پڑتا ہے۔ اگر مرد خلع پر راضی نہ ہو، وہ مال کی مناسب مقدار قبول نہ کرے، اگر امام یا اسلامی قاضی نہ ہو تا تو یہ مقدمہ از روے دفعہ قانون الٰہی فان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا الخ کے ثالثی مین جائیگا۔ ایک آدمی مرد کے کنبہ کا اور ایک عورت کے کنبہ کا ملکر فیصلہ کر دین گے۔ یا تو دونون مین صلح کرادین گے یا خلع کرادین گے۔

ایلا - الذین یولون من نساءھم تربص اربعۃ اشھر فان فاء و فان اللہ غفور رحیم ٥ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم۔ جو لوگ اپنی بیبیون کے پاس جانیکی قسم کھا بیٹھین، اونکو چار مہینے کی مہلت ہے، اس مدت مین اگر رجوع کر لین تو اللہ غفور و رحیم ہے (یہ غلطی معاف کر دیگا) اور اگر طلاق ہی کی ٹھان لین تو اللہ سمیع وعلیم ہے (اون کا طلاق دینا بھی منظور۔ خدا نے سن لیا) (بقرہ ۲۵۱) بس ایلا اسی قدر ہے اسکو سوالات سے اک کتاب بنانیکی ضرورت نہین۔

ظہار - ماجعل ازواجکم الّٰئی تظہرون منہن امہتکم وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل - نہ خدا نے تمہاری بیبیون کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری مان بنایا اور نہ تمہارے لئے پالکون کو تمہارے بیٹے - یہ تمہاری مُنہ بولی باتین ہین - اللہ تو حق بات فرماتا ہی اور لوگون کو سیدھا راستہ دکھاتا ہی (احزاب ۱) یہ پورا رکوع دیکھ لو قرآن مجید موجود ہی - یہان پر نقل کرنا ناحق کی طوالت ہی - ظہار کی اصطلاح عمل متواتر اور تاریخ مذہبی سے یہ پائی جاتی ہی کہ لوگون مین یہ رسم تھی کہ وہ غصہ مین بیوی کو کہتے کہ تیری پیٹھ میری مان کی پیٹھ کی جگہ ہی، یا کسی عضو کو کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دیتے یعنی تو میری مان کی جگہ ہی، اور اسکو طلاق سمجھتے تھے - خدا نے فرمایا کہ یہ طلاق نہین، کسی کو مان کہنے سے وہ مان نہین ہو جاتی نہ کسی کو بیٹا کہنے سے وہ بیٹا ہو جاتا - اسلئے جس طرح مُنہ بولے بیٹے کی بی بی داخل محرمات نہین ہوتی، اوسی طرح مان کہنے سے بی بی مان ہو کر حرام نہین ہو جائیگی - ہان ایسا کہنا مان کیساتھ بے ادبی اور خلاف تہذیب ضرور ہی مستوجب سزا - تو اسکے بعد کی آیت مین خدا نے فرمادیا کہ ایسا کہنے والا قبل بی بی کے پاس جانیکے ایک بردہ آزاد کرے - یہ نہو سکے تو لگاتار دو مہینے روزے رکھے - یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلائے - یہ حدود اللہ ہین تو انکو نہ توڑو - خلاف تہذیب باتون کی سزا دیکھلو، اور رسالا بہنوئی کی تفریح اور گالی گلوج سے احتیاط کرو - یہ خلاف تہذیب ہے، غیر مذہبون کی رسم -

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　　محمد رسول اللہ　　　والقرآن کلام اللہ

سرقہ

خدا نے فرمایا۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم ۵ فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم ۵ چور مرد ہو یا عورت اوس کے دونون ہاتھ کاٹ ڈالو۔ سزا دو بمقابلہ اوس جرم کے جس کے وہ مرتکب ہوئے۔ یہ سزا خدا کی طرف سے ہے۔ اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اور جس نے چوری کرنیکے بعد توبہ کرلی اور وہ توبہ کو نباہ بھی لے گیا تو اللہ ہی توبہ قبول کرنیوالا اور غفور و رحیم ہے۔ (مائدہ ۵ع ۶) یہ حکم مجمل قرار دیا گیا کیونکہ یہ تو بتلایا ہی نہین کہ کتنے مال کی چوری مین یہ سزا ہے۔ دوسرے یہ بھی نہ بتایا کہ دایان ہاتھ کاٹا جائے یا بایان۔ تیسرے یہ بھی نہین معلوم ہوا کہ فاقطعوا کا مخاطب کون ہے۔ تو اسکی تفسیر و تفصیل کی گئی حدیث کی کتاب اور اجماع امت سے۔ یون یہ آیت اختلافون کی رزمگاہ اور طبع آزمائیون کی تماشاہ مین ڈالی گئی پھر اسکی نمایش بھی دیکھنے ہی کی ہے۔ مین اورون کی رائین اور مباحث لکھکر کتاب کی حجم کیون بڑھاؤن۔ امامون کی رائے لکھدینی چاہتا ہون۔ ہمارے امام اعظم رح کے نزدیک دس درم کی چوری مین ہاتھ کٹینگے۔ حضرت امام شافعی رح کے نزدیک ربع دینار مین۔ حضرت امام مالک رح کے نزدیک تین درم مین۔ سب نے حدیثین بیان کین۔ اور اپنی حدیث کو صحیح اور دوسرے کی حدیث کو غیر صحیح مانا۔ اور سب نے قرآن کو حدیث سے متواتر کو غیر متواتر سے پابند و محدود کیا۔ قرآن تو مجمل ٹھہرا۔ اور حدیث ایک دوسرے کے نزدیک غیر صحیح۔ تو بتاؤ کہ حکم خداوندی کی تعمیل کس طرح ہو۔ معلوم نہین کہ خدا نے ایسا مجمل قرآن نازل ہی کیون کیا تھا۔ امامون نے بھی غیر صحیح حدیثون سے سند لی۔ اور نہ اجمال قرآن قطعی طور پر منکشف نہو سکا تو اب

پناہ کہاں رہی۔

میری سمجھ مین ایسا تو ہی نہین کہ جب سے اسلام آیا چوری بھی آئی۔ پہلے سرقہ کو کوئی جانتا نہ تھا یہ سکھایا اسلام نے۔ بلکہ سرقہ وغیرہ جرائم تو ہمیشہ سے ہوتے آئے اسلئے لوگ سرقہ وغیرہ کی اصطلاح سے واقف تھے۔ جب واقف تھے تو خدا نے سرقہ کی سزا بتادی۔ اسمین اجمال کیا ہوا۔ ایک خرما کی چوری چوری نہین ہی غلطی ہے۔ جب ایسی مقدار ہو کہ اوسکو زبان زد عام مین سرقہ کہا جائے تو سرقہ کی نسبت خدا کے تین احکام ہین۔

۱۔ انتہائی سزا یہ ہی کہ چور کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ فاقطعوا ایدیھما یہ سزا بعوض مال نہین بعوض جرم ہے

۲۔ درمیانی سزا یہ ہی کہ جزا دو چور کو مقابلہ اوس کے جو اوس نے جرم کیا (جانی وھم) جزاءً بما کسبا

۳۔ ابتدائی سزا یہ ہی کہ جس نے توبہ کی اور توبہ کو نباہ لے گیا تو اوس کا گناہ معاف۔ فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ۔

چونکہ چوری اک سخت جرم اور سخت ظلم ہی جو مفسد امن اور مہلک جان و مال ہی اسلئے خدا وند عالم نے بنظر تہدید انتہائی سزا سے ابتدا فرمائی کہ خوف سزا غالب رہی۔ ابتداءً توبہ پیش کرنا ہی جسکو آخر مین فرمایا۔ توبہ اقرار گناہ ہی اور اقرار گناہ سے مال کے ملجانیکی بھی توقع ہی تو اولاً مال ملجانیکے بعد ناکامی اور توہین اقرار باعث ہوسکتی ہی کہ وہ توبہ کو نباہ لے جائے اور اقرار گناہ اور توہین خود اک سزا بھی ہوگئی۔ لیکن اگر وہ پھر مرتکب سرقہ ہوا یا توبہ ہی نہ کرے، تو اوسکے لئے درمیانی سزا ہے۔ یعنی جیسا جرم ویسی سزا۔ جزاءً بما کسبا جزاءً نصب ہے یعنی جانی وھما جزاءً بما کسبا۔ با بمعنی مقابلہ بھی آتی ہی۔ یعنی سزا کردو اون کی بمقابلہ یا مطابق اون کے کرتوت کے۔ اسکو قاضی اور حاکم کی رائے پر چھوڑا، وہ جرم کے مطابق سزا دیگا۔ ممکن ہے کہین وہ کوڑے مارے ابینت لگائے۔ جیل مین بھیجے۔ اونگی

دو اونگلی ہی کاٹنے کا حکم دے۔ جیسا جرم ویسی سزا۔ اگر مال کے ساتھ اوس نے جان کو نقصان پہونچایا، یا جسم کو بیکار کیا، تو قاضی اوسی کے مطابق سزا دیگا۔ اگر پھر چوری کرے تو انتہائی سزا بعوض جرم سرقہ ہاتھ کاٹ ڈالنا ہے۔ السارق مین الف لام بمعنی الذی ہے یعنی الذی سرق۔ جس نے چوری کی۔ اور ید ہاتھ کے جزو و کل سب کو بولا جاتا ہے تو اسکو بھی قاضی کی راے پر چھوڑا کہ وہ انگلی ہی کاٹے، پہونچون تک کاٹے، کہنیون تک کاٹے، مونڈھون تک کاٹے۔ جب تصریح نہ کی تو اسکے معنی ہین کہ اوسکو مجاز کیا۔ ہر مجاز فعل کو یا مصطلح الفاظ کو مجمل کہدینا کہ حکم معلوم ہی نہوا صحیح نہین ہے۔

المختصر چوری کی سزا ابتداءً توبہ پیش کرنا ہے۔ توبہ اوس کے اصلاح حال کیلیے کافی ہوگا اور مدعی کا مال بھی ملجائیگا۔ دوسری دفعہ جیسا جرم ویسی سزا۔ تیسری دفعہ پھر وہ چوری کرے تو جرم اور اوسپر اصرار وہ بھی جرم حق العباد تو اوس کے ہاتھ کاٹو۔ وہ اصرار کرتا جاے تم ہاتھ کاٹتے جاؤ یہانتک کہ دونون ہاتھ کاٹ ڈالو — جو جسم سڑ جائے اوسے کاٹ دو تاکہ اوسکی سمیت سارے جسم کو نہ تباہ کرے۔ اسی طرح چور دست درازیان کرتا ہو تو اوسکے ہاتھ کاٹتے جاؤ تاکہ اوس کے پاس چوری کا آلہ ہی نہ رہے۔ اور دلی توبہ نہین تو مجبوری توبہ اوسکو نصیب ہو۔ وہ اپنے کو نہ بچائے تو خلق اللہ تو اوسکی آفت سے محفوظ رہے۔ اس سے بہتر عدل و انصاف کا اور کونسا قانون ہوسکتا ہے۔

چوری کا جرم آجکل کے قانون سے نہ انسداد پذیر ہوا نہ ہوگا۔ مال دنیا مین الیسا مرغوب و محبوب ہے کہ دنیا کے سارے جنجال تو اسی کے کرشمے۔ اسی کے چلتے آدمی عزت و آبرو دین و مذہب سب کچھ کھو بیٹھتا ہے، خصوصاً اس مادی روشنی کے زمانہ مین۔ اگر مال مفت مین تھوڑے جوکھم سے ہاتھ آجائے، تو اس کا چسکا چھٹنے کا نہین، جیسے سائلون کے سوال کی عادت۔ اسلیے یہ حکم تشدد کا

نہین بلکہ اس سے زیادہ انصاف کا احتدال کا مصلح تمدن، فساد مٹانیوالا دوسرا کونسا قانون ہوسکتا ہے؟ کیا یہ جیل آجکل جہان کی بود و باش جو، جیسے کمینون کیلیے جو جیل کے کھانیکو سسرالی ضیافت سمجھتے ہین اور جس سے نہ چوری کا انسداد ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ قانون فلاسفی کی حمایت مین مجرم پر رحم تو ہونا ہو مگر اتنا کہ وہ فریادی پر ظلم ہوجاتا ہو جو مظلوم بنکر آیا ہے۔ ؎

ترحم بر پلنگ تیز دندان ستمگاری بود بر گوسفندان

خدا نے فرمایا نکالاً من اللہ۔ یہ سزا خدا کی طرف سے ہے یعنی اس معاملہ مین سرکار خداوندی مدعی ہو۔ صاحب مال مدعی ہو نہو۔ اسلیئے صاحب مال اپنا مال معاف کرسکتا ہو مگر اس مقدمہ مین وہ صلح کا مجاز نہین ہوسکتا۔ کیونکہ چور پر رعایت کرنے سے خلق اللہ خطرہ مین رہیگی۔

چوری کا انسداد کمسے کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ "جاگ کے سوؤ" کی صدا نیند، راحت اور امن و سکون مین فتور نہ ڈالے۔

چوری کے مسئلہ مین چونکہ نہایت شد و مد سے سختی اور وحشیانہ پن کا اعتراض کیا جاتا ہے اسلئے چند سطرین یہ لکھین تاکہ واضح ہو کہ نہ تو عدل و انصاف کا اس سے بہتر کوئی قانون ہوسکتا ہے اور نہ قرآن مجید یا احکام الہی کو مجمل کہکر ناکارہ کرنا صحیح ہوسکتا ہے، اور نہ قرآن مجید کو حدیث کی کتاب یا اجماع کے الفاظ سے محدود کرنیکا کوئی مجاز ہوسکتا ہے۔ بندہ کو بندگی لازم ہے نہ حکم مین اصلاح۔

فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

زنا

لا تقربوا الزنا انه کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ زنا کے نزدیک نہ جاؤ یہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے (بنی اسرائیل ۱۷) اسے بھی مجمل کہدو کہ زنا کو خدا نے بتایا ہی نہین۔ تو زنا تمہاری ہی بول چال کا لفظ تو ہے۔ عربی ہی زبان کا لفظ ہے کسی اور زبان کا نہین۔ پھر جو کوئی اس فعل کا مرتکب ہو اوسکی سزا کرو۔ اوس نے اوسکی سزا بتادی ہے۔

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشہد عذابہما طایفۃ من المومنین زانی اور زانیہ کو سو سو درّے مارو۔ اور دین اللہ مین اون پر نرمی نہ برتو اگر تمکو خدا اور آخرت پر ایمان ہے (یعنی قیامت مین خدا تم سے اسکی نسبت بازپرس کریگا) اور چاہئے کہ اونکی سزا کے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود ہو (نور ۱۸) اسے بھی مجمل کہدو تا کہ طبع آزمائیون کے موقع ہاتھ آئین کہ اولاً زنا معلوم نہین کہ کونسی چڑیا ہے۔ پھر درّہ نہ بتایا گیا کہ کیسا ہو، نہ یہ بتایا گیا کہ کس ڈگری کی طاقت سے وہ مارا جائے۔ یہ اجمال کہنا نہین، یہ تو اندھیر ہے۔ لوگ زنا کو جانتے ہین۔ کہا گیا زانی کو سو درّے لگاؤ۔ درّہ بھی لوگ جانتے ہین اور مارنا بھی۔ کہا گیا لا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ۔ یعنی رحم کرکے نہین بلکہ سزا اوگا مارو جس سے سزا محسوس کی جائے، طاقت کی ڈگری بھی بتادی۔

اب لوگون نے قرآن پر اصلاح دی، اور لگے خدا کی غلطیان چننے، اور محصن و غیر محصن مین اور محصنہ و غیر محصنہ مین فرق نکالنے غیر محصن کو کوڑے کی سزا تجویز کی، اور محصن کیلیے سنگسار کرنا۔ خدا تو ایک حکم فاجلدوا فرمائے، اونہون نے دوسرا حکم سنگسار کا بھی نکالا جاے چونکہ سنگسار کا حکم فاحکم بینہم بما انزل اللہ کے خلاف ہے جو نکہ سنگسار کا حکم فاستمسک بالذی

اوحی الیک کے خلاف ہے، اسلئے سنگسار کا حکم ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہین ہوسکتا

ایسی حدیث جو پائی جاتی ہے، وہ آپکی نہین - درّے کی جگہ پر سنگسار کروگے تو خدا کا حکم اوٹھ جائیگا

عدول حکمی ہوگی، اور حدود اللہ ٹوٹ جاینگے - سنگسار کا حکم قرآن مجید مین کہین نہین ہے - اور

آنحضرت علیہ الصلواۃ والسّلام احکام دین بما انزل اللہ دیا کرتے تھے -

اگر الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموا ھما کو خدا کا کلام منزل مانو، اور رجم کا حکم

اس آیت مفروضہ سے نکالو تو یہ ظلم ہے کیونکہ یہ خدا کے کلام کی کوئی آیت نہین چونکہ وانالہ

لحفظون کے خلاف ہے - اسکے سوا شیخ کے معنی محصن کے نہین ہین -

اس فرمان کی طرف بھی خیال کرو - فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف

ماعلی المحصنت من العذاب (النساء) یعنی مملوکہ زانیہ کی سزا خدا نے نصف سزائے

محصنات فرمایا، اور رجم نصف نہین ہوسکتا - دوسرے خدا نے سارے گناہون کو بتا دیا سب کی

سزائین فرمادین - زنا کو بھی منع فرمایا، اسکی سزا بھی درّے لگانا تجویز فرمادی - پھر یہ بھی

تاکید فرمادی کہ درّے مسلمانون کی اک جماعت کے سامنے لگائے جاینگے - یہ بھی فرمادیا کہ

درّے لگانے مین رحم نہ کیا جائے - ساری باتین جزئیات تک تو مشرح بیان ہون اور محصن

ومحصنہ کے لئے رجم کا حکم ہی رہجائے، اور ایسا مہتم بالشان حکم -

الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک

وحرم ذلک علی المومنین - زانی زانیہ اور مشرکہ ہی سے نکاح کرے اور زانیہ سے

زانی اور مشرک ہی نکاح کرے - مسلمانون کے لئے ایسے تعلقات حرام ہین (نور) کیونکہ

الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون

للطیبت - گندی عورتین گندے مردون کے لئے اور گندے مرد گندی عورتون کیلئے ہین -

نیکوکار عورتین نیکوکار مردون کیلئے اور نیکوکار مرد نیکوکار عورتون کیلئے ہین۔ یہ اصول ہے جو موجب برکات تمدن ہے۔ ورنہ دودہ مین ترشی ڈال دو تو دودہ پھٹ جائیگا۔ ایسا ملاپ تو اجتماع ضدین ہے۔

کسی پاک دامن کو زنا سے متہم کرنا تو زنا سے بھی بدتر ہے، اور لوگ اس مین بے باک ہوگئے ہین، اور اسکو جرم ہی نہین سمجھتے۔ خدا فرماتا ہی۔ والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا اولٓئک ھم الفسقون ۵ جو لوگ پاکدامن عورتون پر زنا کی تہمت لگائین اور چار گواہ نہ لاسکین تو اونہین اسّی دُرّے مارو، اور اونکی گواہی کبھی قبول نکرو، یہی لوگ تو فاسق ہین۔ (نور ۱) یہ کوئی معمولی جرم نہین۔ سارے معاملات مین تو دو گواہ طلب ہون اور ثبوت تہمت کے لئے چار گواہ۔ زنا کی سزا سو دُرّے اور اتہام زنا کی سزا اسّی دُرّے۔ بیس دُرّے کم تو ہوئے، مگر وہ ہمیشہ کے لئے مردود شہادت قرار دیا گیا۔ جو اک سخت ترین سزا ہے۔

اس کے سوا زنا کی تہمت لگانیوالے پر خدا نے لعنت بھی کی ہی۔ ان الذین یرمون المحصنٰت الغفلٰت المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم۔ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ۵ پاک دامن بے خبر مومن عورتون پر جو اتہام لگاتے ہین اون پر دنیا اور آخرت مین لعنت ہے، اون پر بڑا سخت عذاب اوسدن ہوگا جسدن اونکی زبانین اور اونکے ہاتھ پاؤن اون کے خلاف اون کے اعمال کی گواہی دین گے (نور ۳) مگر افسوس ہی کہ لوگ نہ خدا کی لعنت سے ڈرتے ہین اور نہ اوس کے عذاب سے، اور متہم کرنے مین بے باک ہی نہین، اونکو مزہ آتا ہی۔ یہی روشنی اس روشن نما تاریک

زمانہ کی۔

والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھدٰت باللہ انہ لمن الصٰدقین ۵ والخامسۃ ان لعنت اللہ علیہ ان کان من الکذبین ۵ ویدرؤا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھدٰت باللہ انہ لمن الکذبین ۵ والخامسۃ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصٰدقین ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ تواب حکیم ۵ جو لوگ اپنی بیبیون پر تہمت زنا لگائین، اور اون کے سوا دوسرے گواہ نہ ہون، تو ہر ایسے شخص کے لئے شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ سچا ہے اور پانچوین دفعہ کہے "جھوٹ بولتا ہون تو مجھپر اللہ کی لعنت ہے" اور عورت پر سے حکم سزا اس طرح ٹل سکتا ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ "یہ مرد جھوٹا ہے" اور پانچوین مرتبہ کہے کہ "وہ سچا ہو تو مجھپر خدا کا غضب پڑے"۔ اگر تمپر اللہ کا فضل اور اوسکی رحمت نہ ہوتی، اور یہ احکام تمہارے لئے نہ بیان کئے جاتے تو معلوم نہین تمہاری خانہ داریون مین کیا کیا فسادات ہوتے، اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا اور واقف مصالح ہے (نور ۱۱) ہر شخص اپنے گھر مین آتا جاتا رہتا ہے، فرض کرو کہ اوسنے اپنی بی بی کو مرتکب بدکاری پایا۔ تو دنیا کے سارے قوانین کے رو سے اوسے گواہ لانا چاہئے مگر وہ عورت بازار مین بیٹھی تو ہے نہین کہ گواہ مل سکین، وہ تو ایسے امن مین ہے کہ گواہ مل نہین سکتے، پھر یا تو جھوٹے گواہ بناؤ یا اوسکو اجازت دو کہ وہ شوہر کے سر پر بدکاری کرے، خدا نے اس کا راستہ ایسے سخت قسمون سے بتلایا جو اک طرح کا مباہلہ ہے، اور گویا خدا کی لعنت اور غضب کے سامنے مقدمہ پیش ہوتا ہے، اور اسی راہ سے اثبات جرم اور برات دونون کی راہ نکالی گئی ہے۔ ایسا باریک بین خدا جو ایسے جزئیات کو بھی دیکھسکتا ہے وہ سنگسار کا

حکم بھول جائے یا کوئی حکم ایسا مجمل دے جسکی تفصیل ہی نہو سکے غیر ممکن اور محالات سے ہے۔

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ   محمد رسول اللہ   والقرآن کلام اللہ

احکام مالی

مال کی بھی عجیب نیرنگیاں ہیں ؎ جان میطلبی سخن دران نیست ٭ زر میطلبی سخن درین است مال ہی کی محبت کا نام دنیا ہے اور حب الدنیا راس کل خطیئۃ بہت صحیح کلیہ ہے۔ مال کی محبت کے کیا کچھ کرشمے دنیا میں پھیلے ہوئے نہیں ہیں۔ سارے خون خرابے دیکھو تو قریب قریب کل ملک مال ہی کی بدولت ہیں۔ رشوت اچوری ڈاکہ، رہزنی، مقدمات، جھوٹی گواہی، دغابازی، فریب، وغیرہ وغیرہ سارا کچھ فساد محبت مال ہی کی بدولت ہوتا رہتا ہے۔ مذہب، حیا، اخوت، شرافت، کیا کچھ مال پر قربان نہیں کیا جاتا۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بڑے کام کی چیز بھی ہے، کہ سارے کام کا دارومدار اسی پر ہے نہو تو سارے کام بند۔ یہ اگر برائی کی جڑ ہے، تو بہت کچھ بھلائی کی بنیاد بھی ہے۔ خدا کی دی ہوئی قوتوں میں ایک قوت یہ بھی ہے۔ جیسے ہاتھ پاؤں، کان آنکھ، دل دماغ کہ اگر ان سے اچھے کام لو تو یہ ساری نیکیوں کا باعث ہیں، اور برے کام لو تو ان کے نہ ہونے سے نہ ہونا بہتر۔ میری سمجھ میں بلاشبہ مال بہتیری نیکیوں کی جڑ ہے، مگر مال کی محبت بہتیرے فساد کی جڑ۔ اسلئے مال بری چیز نہیں، مال کی محبت بری چیز ہے۔ مال حاصل کرو، اور اونکو بہترین مصارف میں صرف کرو، جو خدا نے بتا دیے ہیں، تو اس سے عاقبت خرید سکتے ہو، اور بہترین عبادت یعنی بہتیرے خیر جاریہ کی بنیاد ڈال سکتے ہو۔ اور مال کی محبت تو سراسر ظلم ہے، کیونکہ محبت منعم حقیقی کا

حصہ ہے، اسکو بے جگہ صرف کروگے تو اسی کا نام تو ظلم ہے۔ اسی لئے محبت مال پر
غلبہ حاصل کرنا جہاد مالی مفروضہ خداوندی ہے۔ اور جہاد مالی جہاد جانی پر مقدم ہے۔
ہر جگہ خدا نے فرمایا ہے۔ یجاھدون فی سبیل باموالھم وانفسھم۔ جہاد مالی
کو جہاد جانی پر مقدم کیا ہے۔ اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ مال کی محبت جہاد جانی کو کامیاب
ہونے نہ دیگی، اور ہمت و جان بازی میں رخنے ڈالیگی۔ دوسرے جہاد جانی کے لئے خرچۂ
جنگ مقدم بھی ہے۔

جہاد کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ تو جس جہاد میں جان سے معاملہ پڑے، اور قتل و
خون ریزی کا بازار گرم ہو، اوسے میں جہاد کہوں گا۔ اور جس جہاد میں صفات مذمومہ جیسے
دشمن سے مقابلہ ہو، یا صرف مال سے معاملہ پڑے، اوسے میں مجاہدہ کہونگا۔ تو جہاد کیلئے
مجاہدہ مقدم ہے، اور مجاہدین کو غیر مجاہدین پر بہر حال فضیلت ہے۔ فضل اللہ المجاھدین
باموالھم وانفسھم علی القٰعدین درجہ (النساء ۱۳)

مجاہدہ و جہاد کی آیتیں تو قرآن مجید میں اتنی ہیں کہ اس کتاب میں اونکی سمائی نہیں
ہو سکتی۔ اور ایسا بھی نہیں روا ہوگا کہ میں اسکے متعلق کوئی آیت بھی نہ دون، ایک ہی
آیت سہی۔ خدا فرماتا ہے۔ الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ
باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ ط واولٰئک ھم الفائزون ہ
یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنٰت لھم۔ جو ایمان لائے
ہجرت کی، اور راہ خدا میں جان و مال سے کوشش کی یعنی مجاہدہ و جہاد کیا،
تو خدا کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ اور یہی فائز المرام ہیں۔ خدا انکو اپنی رحمت،
اپنی رضامندی، اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔ (توبہ ع۳) خدا کی راہ میں

مال خرچ کرنا مجاہدہ اور مالی جہاد ہے - اور جس نے خدا کی ہدایتون سے مُنہ پھیرا اعراض کیا، مال جمع کیا، اور سینت رکھا، تو جہنم کی آگ تو اوسیکو پکارتی ہے - تدعوا من ادبر و تولّٰی وجمع فاوعیٰ (معارج ۱۲)

غرض مجاہدہ وجہاد مالی کے متعلق خدا نے احکام وہدایات اقتضائے فطری کے مطابق مصلح تمدن، دنیا و دین کے اعلیٰ ترین فوائد کی نگہداشت کے ساتھ دیدئے ہین جنکی تفصیل مفصلہ ذیل سرخیون مین واضح کی جاتی ہے -

فأمنوا بالله ورسوله والنور الذی انزلنا

لا اله الا الله　　محمد رسول الله　　والقرآن کلام الله

تعریف اسراف - بخل - اور سخاوت

مال بیجا صرف کرنا، اور لایعنی اوڑا دینا، جس سے نہ دین کا بھلا ہو نہ دنیا کا، وہ اسراف ہے - اور صرف کرنیکی جگہ نہ صرف کرنا، اور اہل حقوق کا باقی دار رہنا، اور سینت رکھنا بخل ہے - اور بجا صرف کرنا، مال کا اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ اوٹھانا، اور ادائے حقوق کی نگہداشت کیساتھ صرف کرنا سخاوت ہے اور زراعت آخرت - لوگون نے مسرف کا نام سخی رکھا ہے، اور سخی کا نام منتظم یعنی اک طرح کا بخیل - مگر بخیل کو بخیل سب کہتے ہین، اور لایق ملامت بھی سمجھتے ہین - مین ان تینون کو تفصیل وار بیان کرون گا، جو خدا نے بیان کیا ہے اوسکے بعد مصارف مال بیان کرون گا جو خدائے ذوالجلال نے تعلیم فرمایا ہے -

اسراف

مال نعمت ایزدی ہے - وہ یہ نہین چاہتا کہ تم اوسے برباد وضائع کرکے اوسکی نعمت کی

بے قدری کرو اکہ یہ ناشکری الگ ہوگی، اور وہ نعمت تمسے الگ چھین جائیگی - وہ یہ بھی نہین چاہتا کہ مال کے بندے بنکر اوسکی بندگی سے نکل جاؤ، اور اوسے سینت کر مار خزانہ بن بیٹھو، تو جیسے سانپ کے سب دشمن اتمھارے بھی سب دشمن - اوس نے مال کی نعمت دی، تو حقوق بھی لازم کردئے ہین، اور ادائے حقوق کے جذبات بھی فطرت مین رکھ دئے ہین - تو ان جذبات کو فطرت کے خلاف بے جا صرف کرو، اور یون ودیعت فطری کو پامال کرو، تو حساب کے دن جمع خرچ کی میزان ہی نہ دیکھی جائیگی، بلکہ ہر ایک مد کا جائزہ بھی لیا جائیگا -

خدا فرماتا ہے - لا تبذر تبذیرا ہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین و کان الشیطن لربہ کفورا ہ دولت بکھیر کر اوڑانہ دو، بے شک مسرف شیطان کے بھائی ہین اور شیطان خدا کا بڑا ہی ناشکرا ہے (بنی اسرائیل ۳) مال و دولت جسکو خدا نے خیر او فضل کے ساتھ قرآن مین فرمایا ہے کیونکہ یہ اتنے کار خیر کا آلہ ہے کہ سراسر خیر ہے، اور اتنی نیکیاں اس سے حاصل ہوسکتی ہین کہ یہ تمام تر فضل خداوندی ہی، اوسکو اگر تم بے جگہ صرف کرو تو کیا یہ ظلم نہوگا، ظلم آخر کہتے ہی کسے ہین - اور شیطان کے بھائی بنکر نافرمانی کا طوق گلے مین ڈال لو، اور اوسکی نعمت کو بیجا صرف کرو، تو کیا یہ کفران نعمت خدا کی ناشکری اور اوس کے حکم کی ناقدری نہوگی، آخر ناشکری کہتے ہی کسے ہین - دیکھو ہوشیار رہو - لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ہ اسراف و فضول خرچی نکرو خدا مسرف کو پسند ہی نہین کرتا - (اعراف ۳۱) کیا خدا کا ناپسند کرنا تھوڑی بات ہے - اس حکم کی تاکید سورہ انعام ۱۴۱ مین بھی اوس نے فرمائی ہے کہ مال بیجا نہ اوڑاؤ، مال بیجا اوڑانیوالا خدا کو ناپسند ہے - طرح طرح سے منع کرنا تو اسراف کو حرام ہی کرنا ہی - حرام کرنیکی بہتیری شانین ہین جیسے شراب حرام ہوئی ویسے ہی اسراف بھی خدا کی شان دیکھو کہ مسرف کو خدا تو ناپسند کرے، اور مسلمان خطاب دین اوسکو سخی کا - خدا تو

فرماتے کہ مسرف شیطان کا بھائی ہے اور شیطان خدا کا کافر۔ اور مسلمان اوسکو سخی بناکر اوسکے لیے جنت تیار کراتے ہیں۔ مگر ان کے ہاتھ میں جنت نہ جہنم۔ تقریبوں میں، چاہے خوشی کی ہو یا غم کی، خوب اسراف کرو، اور رنڈیاں نچاؤ، مگر ایکدن تم نچائے جاوگے، اور انکاروں پر سن لو۔ لا تبسطھا کل البسط۔ ہاتھ ایکدم سے کھول نہ دو۔ (بنی اسرائیل ۳) ایسا کروگے تو دست حسرت ملوگے۔ فتقعد ملوما محسورا کہ ہائے سب کھو بیٹھے، اور ہوش نہ کیا۔ کتنے گھر انے اسراف کے ہاتھوں تباہ ہوئے، اور اونکی اولاد دربدر گدا ہے۔ وہ خود بھی کھو گئے، اور اپنی اولاد کو بھی کھو بیٹھے۔ بہتیروں کی تباہی تمنے سنی ہوگی، اور بہتیروں کی تباہی تمنے دیکھی ہوگی۔ افسوس ہے جو دیکھے سنکر بھی ہوش نکرو۔

اسراف سے اس شدید امتناع کا یہ مطلب نہیں، کہ ایک گڑھے سے نکلکر دوسرے گڑھے میں گرو، اور بخیل بن جاؤ۔ بخل تو اور بھی بدتر ہے۔ اسراف تو اسلئے برا ہے کہ اس سے انسان اپنی، اپنے ورثا کی، اور اہل حقوق کی حق تلفی کرتا ہے، اور کفران نعمت۔ اور بخیل اسلئے برا ہے کہ اس سے انسان نہ صرف اپنی نہ صرف اپنے ورثا اور اہل حقوق کی حق تلفی کرتا ہے، اور کفران نعمت، بلکہ خدا و رسول، قوم و ملک سب کی ہی حق تلفی کرتا ہے۔ اور نہ منعم ہی کی بلکہ نعمت کی بھی ناقدری کرتا ہے۔ اور شرافت، حیا، اور غیرت سب کو کھوکر بزدل اور پست ہمت ہو جاتا ہے۔ وہ ایسے درخت کے مانند ہوتا ہے جسمیں نہ پھول ہوں، نہ پھل لگیں، نہ اوسکے سوکھے پتے ہی کسی کام کے، نہ اوسکی چھال ہی کسی مصرف کی۔ نہ وہ سایہ دار ہی کہ اوس کے سایہ میں مسافر آرام پائیں۔ جلانیکے سوا کسی کام کا نہیں۔ اور ورثا کا اس انتظار میں ناک میں دم کہ یہ چلتے بنیں تو ہم بھاگ اوڑائیں۔ اور اوس دنیا کا حال تو اور نازک۔ فضول خرچ اپنا نقصان کرتا ہے۔ مگر اوس سے دوسروں کو بے فائدہ پہونچے

ہوئے فائدہ پہونچ جاتا ہے۔ اور بخیل اپنا تو نقصان کرتا ہی ہے اور اوس سے کسی کو فائدہ بھی نہیں پہونچتا۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

بخل

لا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۵ نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہی رکھو اور نہ اوسکو ایکدم سے کھول ہی دو کہ بیٹھ رہو ملامت زدہ اور حسرت خوردہ (بنی اسرائیل ۳) بخل کے سبب دنیا تمکو ملامت کریگی اور اسراف کے سبب تم دست حسرت ملوگے۔

بخل تو نفس کا فطرتی کھونٹ ہے۔ احضرت الانفس الشح (النساء ۱۹) اس لئے نفس تزکیہ طلب ہے۔ تزکیہ نفس کرو۔ قد افلح من زکیھا۔ فلاح اوس نے پائی جس نے تزکیہ نفس کیا۔ اگر یہ بخل جو نفس کا فطرتی کھونٹ ہے اصلاح پذیر نہ ہوا تو فلاح نہیں۔

بخیلو! خدا کے فرمان سنو۔ لا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ۔ وہ جو اللہ کے دئے ہوئے مال میں جو اوس نے اپنے فضل سے دیا ہے بخل کرتے ہیں یہ سمجھیں کہ یہ بخل اون کے حق میں بہتر ہے نہیں بلکہ یہ اون کے حق میں برا ہے عنقریب قیامت کے دن اون کا مال اون کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائیگا۔ (آل عمران ۱۸) یقیناً یہ طوق تو مرتے ہی وقت اون کے گلے میں پڑ جائیگا جب اپنے مال کو حسرتوں کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے

اور اوسکی محبت کی خاموش مگر دھکتی آگ مین جلتے ہوئے، وہ اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہون گے۔ جس مال کیلئے وہ جان دیتے رہے وہ ساتھ نہ جائیگا، اور اوسکی حسرت اور قلق جان کا گاہک ہوجائیگا اور جان کا جنجال۔ ایسی کٹھن محبت اور اوسکا ایسا دردناک جہنم وہ ساتھ لیجائینگے جسکی آگ کبھی ٹھنڈی ہونے کی نہین۔ دنیا مین تو حواس پردے ڈالتے رہتے ہین اور کہ بڑی سی بڑی مصیبت بھی بھولی بسری ہوجاتی ہے، اب روح کیساتھ پردہ ڈالنے والے حواس کہان، وہ تو یہین چھوٹے۔

بخیل کو کون پسند کرتا ہے، انسان تو انسان خدا بھی تو پسند نہین کرتا۔ ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین عذاباً مھیناہ بیشک اللہ اونکو پسند نہین کرتا جو اتراتے اور شیخی مارتے پھرتے ہین، یہ وہ لوگ ہین جو خود بھی بخل کرتے ہین اور لوگون کو بھی بخل پر اوبھارتے ہین، اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل سے اونکو دیا ہے اوسکو چھپاتے ہین (یہ کفران نعمت ہے) تو ایسے کافرون کیلئے ہمنے ذلت کا عذاب مہیا کر رکھا ہے (النساء ع۶) یہ ذلت تو اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے جو اوس دنیا مین کاٹے کھائیگی۔

اے لوگو، یاد رکھو۔ الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ہ جو سونا چاندی جمع کر رکھتے ہین، اور اوسکو خدا کی راہ مین خرچ نہین کرتے، تو اونکو عذاب دردناک کی بشارت دیدو۔ جسدن وہ آتش جہنم مین تپایا جائیگا پھر اوس سے اونکی پیشانی، گردن، اور پیٹھ داغی جائیگی، اور اون سے کہا جائیگا کہ یہ وہی ہے جو تمنے اپنے نفس کیلئے جمع کیا تھا، تو اب اپنے

مخزونہ کا مزا چکھو (توبہ ۵) اس دنیا مین بھی جس قوم مین بخیلون کی تعداد غالب ہو جائے وہ غائب ہو جائیگی۔ خدا فرماتا ہے۔ فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم ہ انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو ط وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم ہ ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا ویخرج اضغانکم ہا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ ط واللہ الغنی وانتم الفقراء ء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم ہ تم بودے نہ بنو اور نہ طلبگار صلح ہو اتم ہی غالب رہوگے، خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے کامون مین وہ کھاٹا اور نقصان نہونے دیگا۔ حیات دنیاوی پر بھولنا نہین، یہ تو اک کھیل تماشا ہے۔ اگر ایمان پر قایم رہو اور پرہیزگار رہو، تو وہ تمہارا سب مال نہین مانگتا ہے۔ اگر وہ تمسے سب مال مانگے اور تنگ کرے، تو تم لگو بخل کرنے، اور اللہ تمہاری کدورتین ظاہر کردے۔ سنو وہ تم ہی ہو کہ خدا کی راہ مین خرچ کرنیکو بلائے جاتے ہو، تو بعض بخل کرتے ہین، اور جو بخل کرتا ہے وہ خدا سے نہین اپنے ہی سے بخل کرتا ہے اللہ تو غنی ہے، اور تم محتاج۔ اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئیگا جو تمہاری جیسی نہوگی (محمد ۴) قومون کے گرنے اور مٹنے کے رازون مین ایک یہ بھی ہے اور لاحب مال وجاہ کی تسلیط ہوتی ہے۔ اس سے حاجتمند رشوت خوار اور غیرت فروش ہو جاتے ہین اور دولتمند بخیل اور قوم فروش۔ بخل قومی ترقی کی راہ مین روڑے اٹکاتا اور قومی خزانہ سے بے راہ کر دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ قوم تباہ ہو جاتی اور دوسری قوم جسمین ہمت وایثار ہو اوسکی جگہ لے لیتی ہے اسی کو خدا نے فرمایا کہ اگر تم بخل کروگے تو وہ دوسری قوم اوٹھا کھڑی کریگا جو تمہارے جیسی نہوگی۔

بخیلو! مال وخزانے، دولت وثروت جسپر تم مرتے تھے یہ تو تمہارے ساتھ جانے سے رہی،
کیونکہ یہ تو خدا نے امتحاناً تمہین دے رکھا تھا، وہ اب جسے دے، اور جس کا امتحان لے، تمہاری
اولاد کو دے، یا مختار وکیل، اٹرنی اور بیرسٹر، یا عملگان کچہری، یا حکامان رشوت خوار کو
دے، مگر تمسے تو یہ سب چھن گئے، اور اسکے فرایض تمہاری گردن پر رہ گئے یہی سخت
گزوالی طوق ہے جو تمہین پہنائی جائیگی۔ اور یہی مال کی محبت ہے جس سے تمہاری
روح کو پھانسی دی جائیگی۔ اوسوقت نہ تمہاری کوئی فریاد سنی جائیگی، اور نہ تمہارا کوئی
حامی ہوگا۔

آدمی مال وخزانہ کے غرور مین چکنی چپڑی باتین بناتا ہے، اور مال کے بھروسے خدا سے
امید و واسطہ نہین رکھتے اوسکی ہان مین ہان ملاتے ہین، وہ اسسے بدمست ہو جاتا، اور اپنی
رفتار کا آپ ثنا گو رہتا ہے۔ اوسکو جب بخل و امساک کی برائیان سمجھاؤ، تو ساری عمر کا
جوڑ جمع کرکے کہنے لگتا ہے کہ ہمنے تو ڈھیروں خرچ کر دیا، اور روزی کتنا ہی دھری پاؤ آدھ پاؤ
جو روزانہ کھاتا ہے، جب اعتراضون کی بوچھار ہوتی ہے، تو مغرورانہ جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم جمع
تو کرتے ہین اپنا مال، نہ اوس مین کسی کا حق، نہ اوسپر کسی کا قابو۔ کیا مسرف بنجاؤن اور تہی دست
اونکو نہین سمجھاتے جو مال بیجا لٹاتے ہین۔ یہ مقابلہ مین پیش بھی کرتا ہے تو مسرف کو، مسرف
کیطرح یہ بھی ایک طرف کھنچ گیا، اور خدا کو بھول بیٹھا، تو خدا فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان
فی کبد ہ ایحسب ان لن یقدر علیہ احد ہ یقول اھلکت مالا لبدا ہ ایحسب ان لم
یرہ احد ہ الم نجعل له عینین ولسانا وشفتین وھدینٰه النجدین ہ فلا اقتحم
العقبه وما ادرٰاک ما العقبه ط فک رقبة او اطعٰم فی یوم ذی مسغبة یتیما
ذا مقربة او مسکینا ذا متربه ط ثم کان من الذین اٰمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة

ہمنے آدمی کو پیدا کیا ہے۔ کہ سدا مشقت مین رہے۔ کیا اوس کا یہ خیال ہے کہ اوسپر کسی کا بس نہ چلیگا۔ کہتا ہے کہ ہمنے ڈھیرون مال خرچ کر دیا۔ کیا اوس کا یہ خیال ہے کہ اسے کسی نے دیکھا نہین۔ کیا ہمنے اوسکو دو آنکھین، زبان، اور دو ہونٹ نہین دئے، اور اوسکو بھلائی برائی کی دونون راہین نہ دکھادین، مگر اوس سے یہ نہو سکا کہ گھاٹی مین داخل ہو۔ تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ مصیبتون سے گردنون کو چھوڑانا، یا فاقہ مستی کے دن رشتہ دار، یتیم، یا محتاج خاک اوفتادہ کو کھانا کھلانا، بعد ازان اون لوگون مین ہونا جو ایمان لائے، اور ایک دوسرے کو صبر کی اور شفقت کر نیکی نصیحت کرتے ہین (البلد) مگر مالدارون کی ملا توجہ کرے، یہ روشن زمانہ ہے، اس زمانہ مین انکو روپیہ جمع کرنے، سود ہی روپیہ بڑھانے، یتیمون، بیواؤن، اور بیکسون کے بھی خون چوسنے سے فرصت نہین۔ وہ کرین کیا کہ زمانہ کی ہوا ہی ہے، بیوقوف سمجھے جائین اگر بے اپنا نفع کئے ہوئے کسی کی گردن مصیبت سے چھوڑائین۔ ابتو رشتہ اور قرابت کیا ہے ماں بیٹے اور بھائی بہن مین سود کی تلوار چلتی ہو۔ یہ اپنے پرائے سب سے مستغنی ہین، مگر ایکدن انکی یہ روشن رنگ لائے بغیر نہ رہیگی۔ واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی۔ جسنے بخل کیا اب پرواہ رہا، حق کو جھوٹ جانا تو ہم اوسکو عسرت ذلت کے حال کو پہونچائینگے اور جب وہ گڈھے مین گرے گا تو اوس کا مال اوسکو کچھ کام نہ آئیگا۔ (اللیل) صرف یہی نہین کہ بزودیا بدیر اوسکی دنیاوی ہی سزا ہو گی، بلکہ اس جرم مین جرمانہ اور قید دونون ہے م ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ وما ادراک ما الحطمہ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ ۵ ہر عیب چین اور غیبت کرنیوالے کی خرابی ہو جسنے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا، اوس کا خیال ہے کہ اوس کا مال اوسکو ہمیشہ زندہ رکھیگا۔ ہرگز نہین وہ ضرور حطمہ مین پھینکا جائیگا۔ تم کیا سمجھے

کہ حطمہ ہے کیا چیز؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلون کو جھانک لیتی ہے (الھمزۃ)
جو لوگ مال جمع کرتے ہین اور حقوق نفس، والدین، اقربا، پڑوس، اور حقوق قوم وملک نہین ادا کرتے وہ بخیل ہین، اونکو کسی جہان مین فلاح نہین، وہ ہر ایک کے مجرم ہین، یہانتک کہ اپنے آپ کے دشمن۔ بخل کی نسبت قرآن مجید مین بہتیرا کچھ ہے کہانتک لکھا جائے۔ اور کیون لکھا جائے کیونکہ غرور اور حب مال کا مریض دق اور سل سے کم نہین جسکی صحت خدا کرے تو آسان ہی اور نہ مشکل قریب بہ محال ہو۔ یہ سمجھائے سے نہین سمجھنے کا تو پھر سمجھانا بھی فضول ہے مین نے صرف خدا کی چند آیتین تبلیغ کردین کہ وہ ہدایات ربانی سے واقف ہوجائین، اور اپنے نفع ونقصان کو سمجھین، اگر خدا توفیق دے۔

خدا نے فرمایا کہ اسراف نکرو، اور مال جمع کرکے بخل بھی نکرو، تو اوس نے اعتدال ومیانہ روی کی ترازو بھی دیدی ہے، کہ اسراف سے نہ کوئی پلڑا ہلکا ہو، نہ بخل سے کوئی پلڑا جھک جائے، بلکہ دونون پلڑے برابر رہین ۔ وزنوا بالقسطاس المستقیم ۵

فاٰمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ | محمد رسول اللہ | والقراٰن کلام اللہ

سخاوت یعنی میانہ روی

لا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا

نہ اپنی گردن سے اپنا ہاتھ بندھا رکھو، اور نہ ایکدم سے کھول ہی دو کہ بیٹھ رہو ملامت زدہ اور حسرت خوردہ (بنی اسرائیل ۳۱) یعنی نہ بخل کو راہ دو نہ اسراف کو، نہ افراط کی چال چلو نہ تفریط کی بلکہ میانہ روی سے گذران کرو۔

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ہ عباد الرحمن وہ ہین کہ جب وہ خرچ کریں تو نہ اسراف کریں نہ بخل بلکہ اون کا خرچ میانہ اور معتدل ہو (الفرقان) تو لے خدا کے بندو! شادی و غمی اور اپنی روزانہ زندگی مین اپنے اخراجات کا جائزہ لو۔ اگر وہ بین الاعتدال نہ ہوں تو جوابدہی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اسلام کی راہ تو صراط مستقیم کی ہے۔ نہ اس مین افراط نہ تفریط۔ ساری ہدایات اعتدال اور میانہ روی ہی کے ہین۔ سورہ حج کے چوتھے اور پانچوین رکوع مین خدا نے فرمایا ہے۔ فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر ہ اور۔ فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر۔ خدا کی دی ہوئی روزی مین سے خود بھی کھاؤ، اور مصیبت زدہ محتاجون کو بھی کھلاؤ۔ اور دوسری آیت مین اوس نے فرمایا۔ خدا کی دی ہوئی روزی مین سے خود بھی کھاؤ اور نہ سوال کرنیوالے، اور سوال کرنیوالے محتاجون کو بھی کھلاؤ۔ خدا نے حق نفس کو مقدم کیا کہ یہی فطرت کا اقتضا ہے۔ اسی کے ساتھ دوسرون کے احتیاج کے جانب بھی متوجہ کیا۔

مگر محتاجون کو دینے کے معنی یہ ہین کہ وہ واقعی محتاج ہوں۔ سائلان پیشہ ور مراد نہین جو بھیک مانگتے پھرتے ہین اور اون مین سے بعض روپیہ سود پر لگاتے ہین اور ہٹے کٹے توانا ہین، کمائی کو کہو تو کوسوں بھاگین۔ مگر محتاجون کا احتیاج رفع کرنا بہترین عبادت ہے۔ خدا نے فرمایا۔ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری ہ وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی ہ ان علینا للھدی ہ وان لنا للاخرۃ والاولی ہ فانذرتکم نارا تلظی لا یصلہا الا الاشقی الذی کذب وتولی ہ وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی ہ ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ہ ولسوف یرضی ہ جس نے (کار خیر مین) دیا اور دینے مین پرہیزگاری برتی،

اور سچ جانا اچھی بات کو، تو مقام یسر و آسانی کی راہ ہم اوسپر آسان کردینگے - اور جس نے بخل کیا اور (حقوق سے) بے پروا رہا، اور اچھی بات کو جھوٹ جانا، تو آہستہ آہستہ ہم اوسکو مقام عسر و تنگی تک پہونچا ئینگے - اور جب وہ جہنم مین ڈالا جائیگا تو اوسکا مال اوسکو کچھ کام نہ آئیگا - ہمارے ذمہ راہ دکھادینا ہے، اور دنیا اور آخرت ہمارے ہی ہاتھ مین ہے، تو ہمنے تم لوگون کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے کہ اوس مین وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی، اور پرہیزگار اوس سے بچالیا جائیگا جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ نفس کی پاکی حاصل کرے، اور اوسپر کسی کا احسان نہین کہ وہ بدلا اوتارتا ہے، بلکہ وہ اپنے پروردگار عالی شان کی رضاجوئی کے لئے دیتا ہے - اور وہ بہت جلد راضی ہوگا (اللیل) مال کسطرح خرچ کرو خدا نے بتادیا ہے، اور اپنی رضا سے اوس نے آگاہ کردیا ہے جو اسکے بعد کی سرخیون مین بیان ہوگا، تو مال اوسکی رضاجوئی مین صرف کرو، یہی سخاوت اور میانہ روی ہے - کرکے دیکھ لو، میانہ روی گھر الگ بھرے گی، اور قومی فنڈ الگ معمور کریگی، جس سے تم الگ مطمئین الحال رہوگے، اور قومی ترقیون کی راہین الگ کشادہ ہوجائینگی - اور تمہاری دعا ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ قبول ہوجائیگی -

میانہ روی کے یہ معنی نہین کہ رسوم دیرینہ کے لایعنی اخراجات کی جگہ نئی روشنی کے تباہ کن اخراجات سے دوسرے ملک و قوم کے خزانے بھرو، اور ایسی تباہ کن آرائیشون کو موجب ترقی سمجھو تو اس اسراف سے تو وہ اسراف بہتر جس سے قوم منتفع ہو اور دولت پھیر پھر کر ملک ہی مین رہے -

میری غرض توانا و تندرست اچست و چالاک، سائلان پیشہ ور سے نہین، انکو دینا تو قوم کی عادت بگاڑنی، اور روپیہ کو بے جگہ صرف کرنا ہے جو ظلم ہے - مگر یہ کونسا

انصاف ہو کہ اپنے لایعنی بھڑک اور تکلیف دہ تکلفات مین اور یوروپین روپ بھرنے مین تو ہزارون اوٹھاؤ، اور قومی کام مین کوڑی نہ دو۔ اپنی قوم تباہ ہو تمکو غرض نہین اپنی بے نوا قوم کا غریب و مفلس سوال کرے، تو اوسکو ڈانٹ دو، جھڑک کر نکال دو، اور اما السائل فلا تنھر کو بھول جاؤ، حالانکہ تمکو چاہیے تھا کہ مستحق کو پوشیدہ یا علانیہ جو دے سکو دیدو۔ اور غیر مستحق کو اگر وہ بالیقین غیر مستحق ہو تو سمجھا دو کہ وہ مستحق کی راہ نہ مارے۔
و اما تعرضن عنھم ابتغاء رحمة من ربك ترجوھا فقل لھم قولا میسورا۔
اگر روپیہ آنیکے توقع مین سائلون سے اعراض کرو تو اون سے نرمی سے کہدو۔ (بنی اسرائیل) کیونکہ تمہین کیا خبر کہ واقعی وہ کسی مصیبت کا مبتلا ہے یا نہین۔ آجکل بخیلون یا نئے تعلیم یافتونکو جو فضول خرچیون مین باؤلے ہو رہے ہین جلال جو آتا ہے تو سائلون پر، اندھون، لنگڑے لولون اور کوڑھیون پر۔ دربان کی غفلت سے دیکھ پایا، اور غصہ کا بھوت سر چڑھا۔ لال پیلے ہو گئے۔ دربان پر آفت آئی، اور سائل نکال دیا گیا۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ واقعی یہ قابل رحم ہے یا نہین۔ مگر اسپیچون مین ان سے چکنی چپڑی باتین سن لو۔ سب طرح کے چندے یہ مانگین جن مین نام و نمود کی توقع ہو۔ مگر ان مجبورون اور بیکسون پر رحم کھا کر نہ انکے لیے چندہ ہی کرین، نہ اپنے گانٹھ ہی سے کچھ نکالین، کیونکہ ایڈریس کے خول کے لیے، اسپیچ بنانیکے لیے، اور ایسے ہی کامون کے لیے بڑی مقدار خرچ کر چکے ہین، اور انگریزی دوکان کی بل الگ سر پر ہے۔ تو ایسے بیکسون، مجبورون، اور یتیمون کا اللہ والی ہے، اور ایسی قوم کا خدا ہی حافظ۔

خدا نے اسراف و بخل سے روکا، اور میانہ روی کی تعلیم دی، اسی کا نام سخاوت ہے۔ اور میانہ روی کو بتا بھی دیا، اور اوسکی راہین بھی کھول دین، مثلاً۔ صدقہ،

زکواۃ، نفقہ، قرض حسنہ، یہ سب مجاہدہ مالی کے طریقے خدا نے بتا دیے ہین۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ   محمد رسول اللہ   والقرآن کلام اللہ

صدقہ

صدقہ اصطلاحًا جو تاریخ مذہب (حدیث) سے واضح ہوتا ہے وہ ہر نیک کام کو کہتے ہین جو دوسرون کے لئے کیا جائے۔ مثلاً راہ سے کانٹے الگ کر دینا کہ رہرو زحمت سے بچین صدقہ ہے، کسی کا دل خوش کرنا، اخلاق سے پیش آنا یہ سب صدقہ ہے۔ اسلئے مجاہدہ مالی کی ساری قسمین صدقہ مین داخل ہین، زکواۃ ہو تو، نفقہ ہو تو، قرض حسنہ ہو تو۔ زکواۃ و صدقہ مین عام و خاص مطلق کی نسبت ہے۔ زکواۃ صدقہ مین داخل ہے لیکن صدقہ زکواۃ مین داخل نہین۔ اسلئے صدقہ کی حدیثین جو زکواۃ کی نسبت سمجھی گئی ہین اور باب الزکواۃ مین بیان کی گئی ہین وہ صحیح نہین ہین۔

صدقہ مالی محبوب و معبود کے نام پر مال قربان کرنا ہے جس سے خلق اللہ کو فائدہ پہونچتا ہے اور اپنے نفس کا تزکیہ۔ ساتھ اس کے گناہ و خطا سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔ خدا نے فرمایا۔ واخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحاً واخر سیئاً عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم ٥ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم ٥ الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہٖ ویاخذ الصدقٰت وان اللہ ھو التواب الرحیم ٥

کچھ اور لوگ ہین جنہون نے اپنے گناہون کا اقرار کیا، اور عمل صالح و عمل غیر صالح کی آمیزش
کی، شاید اللہ اونکو معاف کرے کیونکہ اللہ غفور و رحیم ہے - تو اون کے مال مین صدقہ
لو کہ اونکو پاک صاف بناؤ - اور اونکو دعا دو کہ تمہاری دعا اون کے لئے موجب تسکین ہے
اور اللہ تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے - کیا اونہون نے نہ جانا کہ اپنے بندے سے خدا ہی
توبہ اور صدقہ قبول کرتا ہے، اور اللہ تو توبہ کا قبول کرنیوالا اور رحیم ہے (توبہ ۱۳) یہ
آیت تدبر کرنیکی ہے، اس سے مفصلہ ذیل باتین معلوم ہوتی ہین -

(۱) صدقہ مالی سے گناہ دُھل جاتا، اور تزکیہ و تصفیہ نصیب ہوتا ہے - اسی لئے گناہون
اور خطاؤن پہ فدیہ کی راہ خدا نے کھولدی ہے مثلاً حج کے متعلق ففدیة من صیام
او صدقة او نسك - یا صوم کے متعلق فدیة طعام مسکین -

(۲) جب گناہون کے عوض کوئی صدقہ دے تو حاکم کو قبول کر کے بیت المال مین داخل
کر لینا چاہئے جیسے زکوٰۃ کا مال -

(۳) خدا جس طرح توبہ قبول کرتا ہے، صدقہ بھی قبول کرتا ہے - دل سے توبہ کرنا قلبی توبہ ہے،
اور گناہ کے عوض صدقہ دینا عملی توبہ ہے - خدا کے صدقہ قبول کرنیکے یہ معنی نہین کہ مال وزر
خدا کے خزانہ مین چلا جاتا ہے، یا وہ قربانی کا جانور خدا کے باغ مین چرا کرتا ہے - کیونکہ مال بہر
حال خدا ہی کے خزانہ مین ہے، اور جانور بہرحال خدا ہی کے باغ مین چرا کرتا ہے - بلکہ اسکے معنی
یہ ہین - لن ینال اللہ لحومها ولا دماءها ولکن یناله التقوی منکم - خدا تک نہ ان
قربانیون کا گوشت پہونچتا ہے، نہ ان کا خون ہی، ہان تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے (حج ۱۴)
یہ نہ سمجھو کہ صدقہ مالی سے تمہارا مال گھٹتا ہے، نہین نہین بلکہ وہ تو بڑھتا ہے، کیونکہ
صدقہ کے مصارف قومی خدمات ہین اور رفاہ قومی اپھر جو مال شخصی ہاتھ سے قومی خزانہ

مین گیا، تو شخصی ہاتھ تو شخصی حیات تک، اور قومی خزانہ قومی حیات تک، اور یہ بدیہی ہے کہ قومی حیات کے مقابلہ مین شخصی حیات اوس بچہ کی سی حیات ہے جو پیدا ہوا اور سانس لیکر مر گیا۔

مین نے بیان کیا ہے کہ صدقہ ہر نیک کام کو کہتے ہین، تو اب اس آیت کو خیال کرو۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین ۚ واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ۚ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس ۚ اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون ۝ نیکی یہی نہین ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا کرو (یعنی ظاہری نماز ادا کر لیا کرو جسکو ٹکر لگانا بولتے ہین جسمین خدا کے دھیان سے کچھ واسطہ ہی نہین، یا عادتاً ہو یا ریاکی) بلکہ نیکی اوسکی ہے جو ایمان لایا اللہ، آخرت، فرشتون، کتابون، اور نبیون پر۔ اور مال صرف کیا خدا کی محبت مین قرابتمندون، یتیمون، مسکینون، مسافرون، اور سائلون مین، اور گردن مصیبت سے آزاد کرانے مین۔ اور درست کرتا رہا نماز (جسکو نماز کہا جا سکتا ہے) اور دیتا رہا زکوٰۃ، اور ایفا کرتا رہا وعدہ، اور صبر کرتا رہا تنگیون، تکلیفون، اور لڑائیون مین۔ یہی لوگ سچے نیکو کار ہین اور یہی لوگ پرہیزگار ہین۔ (بقرہ ۲۲)

اسی "بر" کو مین نے صدقہ کہا ہے، اور اصطلاحاً صدقہ کا یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت مین زکوٰۃ کو خدا نے الگ فرما دیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مصارف جو خدا نے فرمایا یہ زکوٰۃ کے نہین، صدقہ کے ہین۔ دوسرے زکوٰۃ تو خدائی سالانہ خراج ہے جو دولتمندون سے لیا جا اور

مستحقین کو دیا جاتا ہے۔ اور صدقہ سالانہ خراج نہیں، اسمین "علی حبہ" کی قید ہے۔ یہ خدا کی محبت میں ہر روز اور ہر حال مین دیا جا سکتا ہے۔ یہ دائمی خراج ہے۔

تو صدقہ مال کے مستحق، قرابتمند، یتیم، مسکین، مسافر، سائل، اور مصیبت زدے ہین۔ صدقہ کھلا کھلا دو جب بھی بہتر کہ اس سے دوسرون کا حوصلہ بڑھے گا۔ اور چھپا کر دو تو یہ اس سے بھی بہتر کہ اس سے لینے والے کی آنکھ نہ جھپیگی۔ ایسے صدقے سے تمہاری برائیان تمسے دور ہو جائینگی۔ ان تبدوا الصدقت فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم سیاتکم (بقرہ ع ۳۷)

زکواۃ دی، فرض سے ہلکے ہوئے۔ مگر صدقہ احسان رکھنے اور اذیت دینے سے ضایع بھی ہو جاتا ہے تو صدقہ کو احسان رکھکر یا اذیت دے کر ضایع نکرو۔ لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی (بقرہ ع ۳۶) آجکل بہت جگہ یہ دستور ہے کہ ہفتہ مین ایکدن، یا مہینہ میں ایکدن صدقہ کیا جاتا اور فقرا کو کھانا بٹتا ہے۔ ایک آدمی ہجوم روکنے کو ڈنڈے رسید کیا کرتا ہے۔ ڈومنیین اور مزدورنین کمانیوالیان تو سب سے مستحق لینے والی ٹھہرین اور اندھے، لنگڑے، ناکارے آخر مین بچا کھچا کچھ پالین تو پالین۔ یہ صدقہ ہوا۔ وجہ کیا کہ قوم مین نہ فقرا خانہ نہ یتیم خانہ نہ مسافر خانہ۔ اسلئے صدقہ کا کوئی نظم ہی نہین کہین یتیم خانہ ہے بھی تو اوس فنڈ کا روپیہ یتیمون کی زندگی خوش بنانے مین صرف نہین ہوتا وہ عمارتون کی تعمیر مین اور دکھاوے کے کامون مین صرف ہوتا ہے کہ حکام دیکھین اور پبلک خدمت کے عوض کوئی خطاب دین۔ اگر یتیم خانون مین اس وضع کا نظم ہوتا کہ یتیم بچے علم دین اور کوئی ایک دستکاری حاصل کرکے مختلف ممالک اور سارے دنیا مین پھیل جائین دستکاری سے اوقات بسر کرین، اور تبلیغ اسلام و اشاعت دین کی خدمت انجام دین تو اسلام کا دوسرا دن ہو جاتا۔ بچیون کی بھی اسیطرح کی تعلیم ہوتی

اور انہین بین ازدواج کیا جاتا - تو انکو ساری دنیا مین پھیلنے کیلئے کسی کی محبت فراہم نہوتی

اے لوگو! حقوق کا خیال رکھو - وفی اموالھم حق للسائل والمحروم - حقوق کی

تفصیل منہاج الحق مین اخلاق کی سرخی مین دیکھو - انسان تو ادائے حقوق

وفرائض کی خدائی مشین ہے اگر یہ بگڑی تو تجارت اخروی کے کارخانے بند ہوجائینگے

اور تم سراسر گھاٹے مین رہوگے - اسلئے مشین کا کوئی کل پرزہ بگڑنے ندو - اور احکام

مالی کی جو قومی حق ہے خلاف ورزی نکرو - مین نے کردی ہے خبر تمکو خبردار رہو -

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

زکواۃ

قرآن مجید مین صلواۃ کے ساتھ ساتھ زکواۃ کو بھی خدانے قریب قریب برابر کا فرض

کیا ہے - بقرہ - نساء - مائدہ - توبہ - مریم - انبیا - حج - نور - نمل - احزاب - بینہ

ان ساری سورتون مین کئی کئی جگہ خدانے صلواۃ وزکواۃ دونون کو ساتھ ساتھ فرض کیا ہے

کیونکہ صلواۃ روحانی اور جسمانی عبادت ہے، اور زکواۃ مالی - پھر جیسا کہ چند جگہ صلواۃ کی

فرضیت بلاشمول زکواۃ بیان ہوئی ہے اوسیطرح چند جگہ زکواۃ کی فرضیت بھی بلاشمول صلواۃ بیان ہوئی

ہے - قرآن مجید مین صلواۃ وزکواۃ دونونکا یکسان حال ہے - قوم نے بھی جسطرح صلواۃ کی فرضیت کو

مجمل مانکر ظنیات مین داخل کیا ہے، اوسطرح زکواۃ کی فرضیت کو بھی مجمل مانکر ظنیات مین داخل کیا ہے!

صلواۃ کیطرح زکواۃ کو بھی فرشتون کی اصطلاح مانکر مجمل تسلیم کیا ہے - اسلئے جتنے اعتراض و تشکیک،

اور اونکے جتنے جواب صلواۃ کی نسبت صلواۃ کے بیان مین بیان ہوئے ہین سب بلا

کم وکاست زکواۃ کی نسبت بھی سمجھ لینا چاہیئے۔

جس طرح صلواۃ اگلون پہ فرض تھی، اوسیطرح زکواۃ بھی۔ جس طرح صلواۃ ازلی ہے، اوسیطرح زکواۃ بھی۔ تو جس طرح صلواۃ ہم پہ فرض ہوئی، اوسی طرح زکواۃ بھی صلواۃ مصطلح قوم فرض ہوئی، زکواۃ بھی مصطلح قوم ہی فرض ہوئی۔ قوم صلواۃ کو جانتی تھی تو زکواۃ کو بھی۔ جسطرح قوم نے یہ غلغلہ بلند نہ کیا کہ ما الصلواۃ، اوسی طرح قوم نے یہ صدا بلند نہ کی کہ ما الزکواۃ۔ زکواۃ کی فرضیت بھی قطعی ہے، ظنیات پر مبنی نہین۔ زکواۃ کی اصطلاح بھی کوئی فرشتون کی اصطلاح نہین، جسکو واضح کرنیکا کوئی فرشتہ مجاز ہو۔ عربی زبان کا لفظ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے، فرشتون سے بڑھکر اس اصطلاح کو واضح کرنیکے آپ مستحق تھے۔ اور سارے عرب اس اصطلاح سے واقف تھے کیونکہ یہ اونہین کی زبان کا لفظ ہے۔ اسی لئے لوگ مسلمان ہوتے آئے۔ اسلام لائے، حکم سنا، تعمیل کی۔ کسی نے بھی آجتک یہ اعتراض نہ کیا کہ قرآن مجید تو کسی اصطلاح مین اوترا ہے۔ اور خدا نے بھی فرمایا تو یہی کہ کذلک انزلنٰہ قرانا عربیا (ہمنے قرآن عربی زبان مین نازل کیا ہے۔ (یوسف ۱) ایک خاص نمبر مین اسکو واضح کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب علیہم السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ واوحینا الیہم فعل الخیرات واقام الصلواۃ وایتاء الزکواۃ۔ ہمنے ان سب کے جانب کارنیک کرنے (یعنی صدقہ دینے) اور نماز قایم رکھنے، اور زکواۃ دیتے رہنے کی وحی بھیجی تھی (انبیاء ع۵) اس سے واضح ہوا کہ زکواۃ ازلی فرض ہے جو سب پیغمبرون پر تھی اسلئے یہ کہنا صحیح نہوگا کہ خیرات کا لفظ تو ہماری اصطلاح مین کہا گیا کہ ہندوستانی عورتین بھی خیر خیرات کا لفظ بولتی اور سمجھتی ہین، مگر صلواۃ زکواۃ سمجھ سے پرے ہے کہ اہل

زبان عرب بھی جو حکم کے صریح مخاطب تھے اوسکے سمجھنے سے معذور تھے۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام کی شان مین خدا نے فرمایا۔ وکان یامر اھلہ بالصلواۃ والزکواۃ۔ وہ اپنے گھر والون کو صلواۃ و زکواۃ کا حکم دیتے رہتے (مریم ۵۵) زکواۃ کی اصطلاح کسوقت سے علی التواتر چلی آرہی ہے قرآن مجید نے واضح کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو خدا نے فرمایا تھا۔ فسأکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکواۃ۔ دونون جہان مین متقیون اور زکواۃ دینے والون کے لیے بھلائی لکھ دونگا (اعراف ۱۵۶) اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ "نبی امی پر ایمان لانیوالے توریت میں اس حکم کو لکھا ہوا پاتے ہین کا یعنی وہ ابتک اس محرف توریت مین بھی رہگیا۔ قوم اگر عمل نہو تو خدا کا حکم نہ اوٹھ جائیگا۔ حکم تو ازلی و ابدی ہے، وہ تو مٹنے کا نہین، اسلئے صلواۃ و زکواۃ کی اصطلاح بھی نہین مٹنے کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی زبانی خدا نے فرمایا۔ واوصٰنی بالصلواۃ والزکواۃ مادمت حیا۔ خدا نے صلواۃ و زکواۃ کا ہمکو تازیست حکم دیا ہے۔ (مریم ۳۱) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکواۃ ایک دفعہ کا خرچ نہین ہے کہ ایک دفعہ دیدیا اور چھٹی ہوئی، بلکہ اسکو تازیست سالانہ ادا کرتے رہنا ہے۔ عیسائیون نے اگر زکواۃ کا محکمہ ابالش کر دیا، تو اس سے وہ خدا کی جواب دہی سے بری نہو گئے۔ اسی طرح مسلمان بھی کمیٹیون مین اور رفاہ کے چندون مین ہزار دیتے رہین، وہ فعل خیرات او صدقہ مین داخل ہوگا اور موجب ثواب و برکات بھی اگر نیت صحیح ہوگی مگر اس سے وہ زکواۃ کی جواب دہی سے بری نہو جائین گے، اور زکواۃ مفروضہ سے وہ سبکدوش نہون گے۔

خداوند عالم نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا۔ قال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلواۃ و

واقیتم الزکواۃ - ہم تمہارے ساتھ ہین اگر تم نماز قایم رکھو اور زکواۃ دیتے رہو۔ (مائدہ ۱۲) تو ہماری طرح بنی اسرائیل بھی حیران ہوے ہون گے کہ صلواۃ و زکواۃ تو ایک چیستان ہے، اسکی تعمیل کیونکر ہو سکتی ہے - پھر ان کے یہان بھی صحائف کی کتابین بالضرور ہونگی چیستان کی واضح کرنیوالی، اور اس مجمل حکم کی تفسیر کرنیوالی ورنہ بنی اسرائیل نے آخر کیونکر ان حکمون کی تعمیل کی ہوگی -

الغرض صلواۃ کی طرح زکواۃ بھی ازلی فرض ہے - اور وہی ایک طرح کی زکواۃ جب بھی فرض تھی اور اب بھی فرض ہے - لفظ ایک ہے تو تفرقہ کرنیکا کسی کو کیا حق ہے - خدا کی شہادت جس طرح صلواۃ کی نسبت مین نے بیان کی تھی، زکواۃ نسبت بھی بیان کردی - وکفی باللہ شہیدا

قوم زکواۃ سے واقف تھی، اسی لئے قرآن مجید مین جہان جہان لفظ زکواۃ آیا ہے، تمام الف لام کے ساتھ آیا ہے، یعنی زکواۃ معلوم القوم ہے - اگر یہ نہ سمجھا جائے تو زکواۃ کی بھی لفظی ہی فرضیت ثابت ہوگی، اور طرز زکواۃ ظنی ہو جائیگی - اور ظن مستوجب فرضیت نہین - ان الظن لا یغنی من الحق شیئا - اسلام مین ایمان و یقین مطلوب ہے - غیر قطعی سے جو ثابت ہو وہ دین اللہ نہین ہے -

زکواۃ مصطلح قوم تو تھی، مگر تحقیق طلب یہ ہے، کہ زکواۃ کی اصطلاح تھی کیا اور وہ کس مفہوم مین سمجھی جاتی تھی - اگر ہم اس تحقیق مین ناکام بھی ہون تو اس سے میرا جہل ثابت ہوگا اور اصطلاح کی واقفیت سے مجبوری، مگر اس سے قرآن مجید خدا کے دعوی کے خلاف مجمل نہو جائیگا -

مین نے قرآن مجید سے دکھایا کہ زکواۃ ازلی فرض ہے، اسلئے اصطلاح سے قوم واقف تھی - خدا نے زکواۃ کا حکم دیا، قوم سمجھی، اور اسپر عمل پیرا ہوئی - اسلئے زکواۃ کی اصطلاح

عمل متواتر سے منکشف ہوگی۔ عمل متواتر میں جہانتک اتفاق ہوگا اوس سے اصطلاح زکواۃ واضح ہوگی//اور جہان اختلاف ہوگا وہ عمل مجاز کی صورت تسلیم ہوگی۔ کیونکہ افعال مجاز کے سوا فرض قطعی میں اختلاف ہو نہیں سکتا۔

عمل متواتر سے واضح ہوتا ہے کہ زکواۃ اک سالانہ خدائی خراج ہے جو بحکم رب العلمین امیروں سے لیا جاتا اور مستحقون کو دیا جاتا ہو (فرقہ نیشنلسٹ کو اپنے غیر معتدل اور غلاف فطرت خیال کو اعتدال پر لاکر اسکی حمایت مین کھڑا ہونا چاہیے کہ اوسکی مانگی مراد حقیقت مین اسی راہ سے ملسکتی ہے جو خلاق فطرت کی بنائی ہوئی ہو) یہ خراج ازلی و ابدی ہو۔ ظلماً نہین ہو بلکہ نفعاً للغربا ہے اور فاضل از ضرورت مین۔ اگر کوئی عاقل بالغ مقروض نہو تو تجارت اور پیداوار کی مخصوص چیزون مین مقدار معین پر اک مقدار معین مستحقین کیلیے نکال دینا اوس پر لازم ہے۔ یہی زکواۃ ہے اور مفروضۂ خداوندی۔

خلاق فطرت نے کہانتک فطرت کی نگہداشت کی ہے اسکو بھی دیکھتے جاؤ۔ مصرفی چیزون مین زکواۃ نہین/نہ مجبور و مقروض پر زکواۃ ہو۔ زکواۃ مال تجارت مین ہو اور پیداوار مین جیسے نفقہ۔ نفقہ کی نسبت خدا نے فرمایا۔ یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ مومنو! کمائی مین سے اور پیداوار مین سے جو ہمنے تمکو عنایت کیا ہے عمدہ چیزین دیا کرو/اور خراب چیز دینے کی نیت بھی نہ کرنا کہ اگر وہ تمہین دیجاتین تو اوسکے لینے مین تم چشم پوشی کرتے۔ (البقرہ ۳۷) مقدار معین پر مقدار معین زکواۃ حسب ذیل ہے۔

مثلاً۔ از قسم حیوان۔ اونٹ/بیل/اور بکرے مین۔

از قسم نباتات - پھل اور اجناس ہین -

از قسم معدنیات - سونے اور چاندی ہین -

اونٹ اگر پانچ سے فاضل ہون - گائے بیل اگر تیس سے فاضل ہون - بھیڑ بکرے اگر چالیس سے فاضل ہون تو ایک بھیڑ یا ایک بکرا زکواۃ ہے -

پھل اور اجناس مین عشر یعنی دسوان حصہ - اٰتوحقہ یوم حصادہٖ - کٹنے ہی کے دن اوس کا حق نکال دو -

سونا مسکوک ہو یا غیر مسکوک اگر ۲۰ مثقال سے فاضل ہو - اور چاندی بھی غیر مسکوک ہو یا مسکوک اگر دوسو درم سے فاضل ہو تو چالیسوان حصہ سال مین ایک دفعہ زکواۃ کا دینا ہوگا -

بس اصطلاحاً زکواۃ اسی کو کہتے ہین - یہ اصطلاح کی تحقیق عمل متواتر سے بھی ہوتی ہے اور تاریخ مذہب یعنی حدیث سے بھی -

لیکن چونکہ یہ میری تحقیق ہے یعنی اک انسانی تحقیق ہے جسمین غلطی ہوسکتی ہے تو اسکی تحقیق مصطلحات سے، محاورات عرب سے، مذہبی تاریخ یعنی حدیث سے، یا اعمال قوم سے جسطرح چاہو کر سکتے ہو - مگر وہ ماخذ اوستاد کی جگہ ہماری جہالت اور لاعلمی دور کر نیوالے ہو سکتے ہین ما داخل دین ہو کر دین اللہ نہین ہو سکتے، نہ قرآن مجید کی قطعیت چھین سکتے ہین - نہ اصطلاح کی لاعلمی سے تمکو قرآن مجید کو مجمل کہنے کا حق ہو سکتا ہے - اگر میری تحقیق سے اتفاق ہو تو تم آپ تحقیق کر دو، اور اوس تحقیق کو اختلاف آرا سمجھو، جیسے اختلافات صحابہ - جسکی تحقیق جسکے لئے تشفی بخش ہو وہی اوس کا ایمان ہے - ایمان تو تصدیق بالقلب ہی کا نام ہے - اپنے ایمان کے خلاف کسی دوسرے کی پیروی کرنی تو نفاق ہے - تحقیق کو مین منع نہین

کرتا، مگر تحقیق اصطلاح سے چشم پوشی کرکے خدا کے لئے قرآن کو مجمل لکھو کہ یہ قرآن مجید کے
خلاف ہے۔ ورنہ یہ کیسا ظلم ہوگا کہ خدا اپنی خاص اصطلاح میں زکواۃ کا حکم دے اور
اوسکی تفصیل بھی یہ چھوڑے اور یہ فرمائے کہ ہمنے حکم مجمل دیا اسکی تفصیل تم پر چھوڑی
اور نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تبلیغ کیساتھ اوسکی تفصیل کی تبلیغ نفرماتے کہ
حکم قابل تعمیل ہو، اور یہ چھوڑجائیں علماء متاخرین کے لئے۔ اور قرآن مجید بالکل ہی مجمل
تبلیغ کیا جائے جسکی اطاعت نہو سکے، اور مطلوب ہو ایسے قرآن کی اطاعت کہ اتبعوا
ما انزل الیکم قرآن مجید کی اتباع کرو۔ اور پرسش اعمال کے دن بہانے ہوسکے کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم جنکی شان میں ہے عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف
الرحیم وہ اولٹے خدا سے فریادی ہوں وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا
ھذا القرآن مھجورا اے خدا میری قوم نے قرآن چھوڑ دیا تھا اور بندوں سے
اعمال قرآن کا عذر نہ سنا جائے اور وہ جہنم میں جھونکا جائے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا
فویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔ جہنم ہے
مشرکوں کے لئے، مشرک وہ ہیں جو زکواۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی کافر ہیں۔
(حم السجدہ ۱۸ع) زکواۃ نہ دینے والا مشرک اسلئے ہوا کہ اوس نے خدا کی محبت میں
شرک کیا کہ محبت اللہ کا حق ہے اور اوس نے مال سے محبت کی۔ حاجت روا تھا خدا، اوس نے
مال کو حاجت روا سمجھا۔ آخرت کا کافر اسلئے ہوا کہ پرسش اعمال کا اوس نے یقین نہ کیا
دوسرے نتیجہ کار کو اوس نے نہ سوچا کہ زکواۃ نہ دینے سے قومی خزانہ خالی ہوجاتا اور
قومی کام بند ہوجاتے ہیں۔ پھر جب کشتی ڈوبی تو کشتی کے سوار کس طرح بچ سکتے ہیں
مگر زکواۃ نہ دینے والے نے سمجھا کہ کشتی ڈوبے، قوم تباہ ہو، میرا مال بچے

بچا لیگا، جیسے حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹے نے سمجھا تھا کہ پہاڑ ہمکو طوفان نوح سے بچا لیگا۔ اسنے نتیجہ کار کو نہ مانا اور آخر کافر ہوا۔

زکواۃ نہ دینے والا مشرک و کافر کہا گیا، اور بعد اسلام کفر و شرک ارتداد ہے۔ اور مرتد کی سزا قتل و جہاد ہے۔ اسی اصول پر حضرت خلیفہ اول نے اولاً زکواۃ کا مطالبہ کیا۔ بہتیروں نے زکواۃ دینے سے انکار کیا۔ وہ مرتد سمجھے گئے اور اسوجہ سے خلیفہ اول نے اون پر جہاد کیا۔ فی زماننا زکواۃ کے نافرمان مسلمان جو اس نافرمانی پر مصر ہین وہ بھی اسکے مستحق ہو گئے ہین کہ اون پر جہاد کیا جائے۔

وہ فرقہ جسکی نسبت خدا اور رسول سے ٹوٹ گئی ہے، اور اسکو قرآن مجید سے ہدایت طلبی مین کچھ مزہ نہین آتا وہ ہمہ تن اپنے احبار و رہبان کی دلدادہ اور اپنے مجتہدوں کو رسول سے بڑھکر درجہ دئے ہوئے ہے وہ خلیفہ اول پر دریدہ دہنی سے معترض ہے کہ یہ اونکا مسلمانون پر جہاد کیسا؟ اوس کے نزدیک جو آیت اوپر بیان ہوئی وہ خدا کا کلام ہی نہین، اور اوس کے نزدیک ارتداد کوئی جرم ہی نہین۔ عجیب فرقہ کو بھی قرآن سے سروکار نہ رہا اسلئے اوسکو بھی ان روایتون کی ضرورت پڑی کہ خدا نے خلیفہ اول کا دل مسلمانون پر جہاد کے لئے کھول دیا تھا، اور آخر آخر خلیفہ دوم کا دل بھی اس جہاد کے لئے کھول دیا گیا، اور یہ بھی خلیفہ اول کے ہم زبان ہو گئے۔ اور یہ روایتین کتاب حدیث مین داخل ہو کر حدیث ہو گئین، اور حدیث کا عام مفہوم سمجھا گیا کہ قول و فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو نہو مگر حدیث کی کتاب مین ہو تو وہ بلا شک و شبہ قول و فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حالانکہ یہ حدیث رسول کی نہین ہو سکتی کیونکہ خلیفہ اول کا جہاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا فعل ہے۔ اس کے سوا بوجھ یا بلا بوجھ کسیکا

دل کھلنے یا نہ کھلنے سے کوئی اسلامی مسئلہ یا خدا کا کوئی حکم اور وہ بھی جہاد کا سا مستحکم بالشان اور وہ بھی مسلمانوں پر جائز یا ناجائز نہیں ہوسکتا۔ دین میں جائز یا ناجائز وہی ہے جسکو خدا جائز یا ناجائز کرے۔ اسلئے خلیفہ اول کا وہ جہاد دل کھلنے یا نہ کھلنے سے نہ تھا بلکہ وہ خدائم عالم کی اوس آیت کی جو اوپر بیان ہوئی جان دے کر تعمیل تھی اور وہ مسلمانوں پر نہیں بلکہ وہ مشرکون اور مرتدون پر جہاد تھا جب وہ قرآن مجید کے اسدرجہ متبع تھے جب اونہون نے کہا تھا حسبنا کتاب اللہ جیسا کہ نبی نے فرمایا تھا علیکم بکتاب اللہ

مصارف زکوٰۃ کی نسبت ارشاد خداوندی ہے۔ انما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ (توبہ ٹ) فریضۃ من اللہ نے کھول دیا کہ یہ مصارف صدقہ مفروضہ کے بیان ہو رہے ہین، اور صدقہ مفروضہ جسکے نہ ادا کرنے سے آدمی خدائی مجرم ہوتا ہے وہ زکوٰۃ ہی ہے۔ غرض زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان ہوئے۔ فقرا، مساکین، اعمال زکوٰۃ، تالیف قلوب، مصیبتون سے آزاد کرانا، مقروض کا قرض ادا کرنا، فی سبیل اللہ یعنی قومی اور رفاہ کے کام، اور مسافر، انہین زکوٰۃ کا مال صرف ہونا چاہیے۔

زکوٰۃ اک مذہبی اور خدائی خراج ہے، یہ قومی خزانہ ہے، یہ ہر طرح کی ترقیون کا آلہ ہے، یہ پاک باطنی حاصل کرنیکا بہترین ذریعہ ہے، یہ خدا کا دلایا ہوا غریبون کا حق ہے، یہ رفاہ دینی و دنیاوی کا ٹکس ہے جو شہنشاہ حقیقی نے باندھ دیا ہے، جو شاہی ٹکس نہ دے وہ باغی و سرکش ہے، گردن زدنی ہے، جہاد کئے جانیکا مستحق ہے، اور جو شاہی خراج ادا کرتا ہے، اور قانون شاہی کا پابند ہے، وہ وفادار رعایا ہے، اونکے جان و مال کا بادشاہ محافظ ہے، یہ معنی ہین کہ مال مزکی کا نقصان نہیں ہوتا

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

نفقہ

جس طرح صلواۃ و زکواۃ کیلئے خداوند عالم نے سخت سے سخت تاکید کی ہے، اوسیطرح نفقہ کیلئے
بھی اوس نے کچھ کم تاکید نہین کی ہے، مگر قوم نے اسکو کوئی علیحدہ حکم نہین سمجھا۔ صلواۃ و زکواۃ کو تو دعاء
اور پاکی کے لغوی معنی مین نہین لیا اور اون کے مصطلح معنی لیکر اونکو حکم مفروضہ خداوندی سمجھا۔
برخلاف اسکے نفقہ کو لغوی معنی مین سمجھا، اور ہر جگہ انفقوا کے معنی لیا کہ خرچ کرو، اسلئے ہر خرچ
کرنا حکم نفقہ کی تعمیل سمجھی گئی۔ حالانکہ صرف خرچ کرنا حکم نفقہ کی تعمیل نہین ہے۔ رنڈی، شراب،
اور عیش و عیاشی کے اخراجات کو کیا نفقہ مین داخل کیا جائیگا ہرگز نہین۔ اور جو لوگ نفقہ کو
مصطلح معنی مین سمجھتے ہین، وہ مراد لینے کے عادی ہین، اونھون نے نفقہ سے بی بی کا کھانا کپڑا
مراد لیا ہے، اور اب تو نفقہ بمعنی نان و نفقہ ہی مستعمل ہے۔ حالانکہ احکام مالی کے متعلق زکواۃ
اک متعین خراج ہے، اور نفقہ غیر متعین خراج۔ زکواۃ کا چند شرطون کے ساتھ چند چیزون مین
بمقدار معینہ سالانہ خراج کے طور پر طوعاً و کرہاً ادا کیا جانا لازم ہے، اور نفقہ مین نہ شرط ہے
نہ کسی چیز کی تعیین۔ نہ مقدار ہی معین ہے، نہ اسمین سال و ماہ کی قید۔ بلکہ جس طرح زکواۃ
طہارت و تزکیۂ نفس کیلئے ہے کہ تطھرھم و تزکیھم بھا (توبہ ۱۳) اوسیطرح نفقہ
علی حبہ ہے خدا کی محبت مین دیا جاتا ہے، وہ تقرباً الی اللہ یا ابتغاءً لمرضات اللہ
ہے جو موجب ہے تقرب الٰہی کا۔ زکواۃ کیلئے ایک محدود مقدرت شرط ہے، اور نفقہ تنگی مین
بھی بہ اقتضائے حال دینا ہدایت خداوندی ہے۔ مصارف بھی زکواۃ و نفقہ کے

الگ الگ تفرقہ کے ساتھ بیان کئے گئے ہین - یہ فرق زکواۃ و نفقہ مین اور خداوند عالم کے دونون حکمون مین ہے -

نفقہ مامور اور صریحی فرض ہے - یا ایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنٰکم - مومنو! ہمنے جو تمکو روزی دی ہے اوسمین سے نفقہ کیا کرو (البقرہ ۳۴/۲۵۴) نفقہ کے حکم سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے - (البقرہ ۳۶/۲۶۱ و ۳۶/۲۶۲ و ۳۷/۲۶۷ و ۳۷/۲۷۳ و ۳۸/۲۷۴ و آل عمران ۲/۱۰ و ۱۰/۹۲ و ۱۴/۱۳۴ × نساء ۶/۳۹ × انفال ۱/۴ و ۸/۶۰ و ۵/۷۲ × التوبہ ۷/۵۳ × الرعد ۳/۲۲ × ابراھیم ۵/۳۱ × الحج ۵/۳۵ × السجدہ ۲/۱۶ × السبا ۵/۳۹ × فاطر ۴/۲۹ × الشوریٰ ۴/۳۸ × الحدید ۱/۷ × المنٰفقون ۲/۱۰ + التغابن ۲/۱۶ × الطلاق ۱/۷) ان آیتون کو دیکھو اور انمین تدبر و تفکر کرو، اور ہدایات ربانی سے دل و دماغ کو روشن کرو - اتنی آیتون کو لکھنا مزید طوالت کا باعث تھا، اسلئے مین نے فہرست لکھدی کہ دیکھنے والے دیکھین اور سوچین -

حکم نفقہ تو اتنی جگہ مگر مسلمانون نے اسکو لغوی معنی مین لیکر بخل کے مخالف سمجھا، اور اس سے اسراف کی راہ کھولی - تو اس سے اس حکم کے فوائد اور اسکی ودیعتون سے محروم ہوگئے - وہ یہ نہ سمجھے کہ اوس حکیم و علیم نے جس طرح ایک دوسرے کے اغراض ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کر دئے ہین، اوسی طرح ایکدوسرے کے حقوق بھی ایکدوسرے کے ساتھ منضم کر دئے ہین - دولتمند دولت لئے ہوئے پیدا نہین ہوئے، سلسلۂ اسباب و علل سے خدا نے اونکو دولت دی، تو غریبون کیلئے بھی قومی فنڈ یعنی بیت المال صدقہ، زکواۃ، نفقہ، اور قرض حسنہ وغیرہ کے سلسلے قایم کرکے انکی خبر بھی لی، تاکہ غربا احتیاج سے مغلوب ہوکر اور مساوات دولت کے دعویدار ہوکر حدود اللہ کو نہ توڑین، دنیا مین خون خرابہ نکرین، مایوس ہوکر ٹیمس دریا مین اپنے کو نہ ڈبائین، اور اپنے حقوق پاکر اونکے ممنون ہون - فی الحقیقت

زکواۃ اور نفقہ قومی ترقیون کی بنیاد ہی، بلکہ نفقہ مین ایثار کی اک صفت زیادہ ہی- غرض زکواۃ و نفقہ وہ قومی منڈ ہی جس سے قومی ترقیون کے سارے چشمے نکلتے اور پھر اوسی مین گر کر نہر کو دریا اور دریا کو سمندر بناتے ہین- یہی وہ راس المال ہی جس سے دینی و دنیوی دونون تجارتون کی راہین کھلتی اور دونون تجارت کی منڈیون کو گرم کرتی ہین- مگر افسوس کہ مسلمانون کی یہ دونون منڈیان اونکی کرتوتون کے سبب سونی پڑی ہین-

نفقہ کے متعلق خداوند عالم نے طرح طرح سے حکم دیا، طرح طرح سے سمجھایا، اور مالہ وما علیہ کچھ نہ چھوڑا جو کھول کر بتا نہ دیا، مگر افسوس کہ قوم نے قرآن مجید سے آنکھین پھیر لی ہین-

نفقہ کی نسبت فرماتا ہی- لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتٰہ اللہ لا یکلف اللہ نفساً الا ما اتٰھا سیجعل اللہ بعد عسر یسراہ چاہئے کہ ذی مقدرت اپنی مقدرت کے موافق نفقہ کرے، اور تنگ حال اوسی مین سے جو خدا نے اوسے دے رکھا ہو، خدا نے جو کچھ دیا ہی اوسی مین تو وہ مکلف کرتا ہی (وہ تکلیف مالا یطاق کچھ تھوڑے دیتا ہی) اگر تنگدستی سے ڈرو تو خدا بہت جلد تنگدستی کے بعد صورت آسایش پیدا کردیگا (طلاق ۱) لا یکلف اللہ صاف نفقہ کی فرضیت کو بتا رہا ہی- خدا نے نفقہ کا حکم دیکر انسان کو مکلف کیا ہی- تو اسکو بھی زکواۃ کی طرح کا اک فرض سمجھو مامور خداوندی-

اپنی روزی مین سے جو کرسکو وہ پوشیدہ یا علانیہ نفقہ کیا کرو- انفقوا مما رزقنٰکم سراً و علانیۃ (رعد ۳) اون مصارف مین نفقہ کیا کرو جو آئندہ بیان ہون گے-

بقرہ کا چھتیسوان اور سینتیسوان رکوع نفقہ کے آداب و ہدایات کے متعلق ہین بلحاظ اختصار مین ترجمہ ہی پر اکتفا کرتا ہون-

"یہ نہ سمجھو کہ نفقہ سے تمہارا کچھ گھٹ جاتا ہی، بلکہ نفقہ فی سبیل اللہ کی مثال تو اوس دانہ

جیسی ہی جس سے سات بالین اوگین، اور ہر بال مین سو سو دانے ہون۔ جو لوگ نفقہ
فی سبیل اللہ کرتے ہین اور نہ اوس کا احسان جتاتے اور نہ اوسکے بعد ستاتے ہین وہ خدا کے
یہان ماجور ہین۔ اوس صدقہ سے جسکے ساتھ اذیت لگی ہو نرم باتین اور درگذر کرنا کہین
بہتر ہے۔ تو مسلمانو! احسان جتاکر اور اذیت دیکر اپنے صدقہ کو باطل نکرو۔ اور اون کے
سے نہوجاؤ جو ریاکاری سے نفقہ کرتے اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان نہین رکھتے ہین
(جو حال جمعراتی خیرات کرنیوالون یا کسی کے مرے مین خیرات تقسیم کرنیوالون کا ہوتا ہی کہ
زیادہ تر پیشہ ور فقیرون کو کھانا تقسیم کیا جاتا اور ڈنڈون سے اونکی خبر لیجاتی ہی۔ اور
یہ دکھاوے کی رسمی اور محض ریاکارانہ خیرات ہوتی ہی) مومنو! اپنی کمائی مین سے اور
اپنے پیداوار مین سے اچھا مال نفقہ کیا کرو۔ یہ نہ کرنا کہ خراب چیز نفقہ کرو جسکو تم بھی بغیر
چشم پوشی کیے لینا گوارا نکرو (اسکی ہدایت چوتھے پارہ کے شروع مین بھی آئی ہی کہ لن تنالوا
البرحتی تنفقوا مما تحبون ٥ ہرگز تم نیکی کے درجہ کو نہ پہونچوگے جب تک اپنی پسندیدہ
چیز نفقہ نکرو۔ سڑا گلا، باسی بگڑا ہوا کھانا، پھٹے چٹے، ردی بیکار کپڑے، ٹوٹے پھوٹے
بے مصرف ردی چیزین کسیکو دینا صدقہ یا نفقہ نہین نہ اوسکا کچھ ثواب ہی۔ ثواب ملیگا بھی
تو ویسا ہی سڑا گلا پھٹا چٹا ہوگا۔ یا سڑا تخم اوگے ہی نہین) تو اچھی چیزین نفقہ کیا کرو
شیطان تمکو تنگدستی سے ڈراتا ہے۔ اور خدا تم سے مغفرت اور برکت کا وعدہ فرماتا
ہے۔ جو کچھ تم نفقہ کروگے وہ تمکو پورا پورا پہونچا دیا جائیگا۔ تم گھاٹے مین نہ ہوگے،،
،، اون فقرا کو نفقہ دو جو اللہ کی راہ مین گھرے ہوئے ہین۔ اسکی قدرت نہین رکھتے
کہ ملک مین چل پھر سکین۔ بے سوالی کی وجہ سے انجان اونہین غنی سمجھتا ہی مگر تم اونکو
اونکی صورت سے پہچان جاؤگے۔ یہ لوگون سے لگ لپٹ کر نہین مانگتے،، یہ تو خدا کا فرمان

ہو اگر قوم اونہین کو دینا نیکی اور موجب ثواب سمجھتی ہے جو فقر کا پیشہ کرتے اور طلب سوال کے ڈنڈے رسید کرتے ہین اور خدا کی خدائی ہاتھ مین لئے بددعاؤن سے ڈراتے رہتے ہین۔

متقین کی تعریف خدانے کی ہے- الذین ینفقون فی السراء والضراء الخ جو تونگری اور تنگدستی دونون حال مین نفقہ کرتے ہین (ال عمران ۱۳۴) نفقہ اتقا کا مالی ثبوت ہے اور ایمان و محبت مفروضۂ خداوندی کی بین دلیل-

مومن کی تعریف خدانے کی ہے الذین یقیمون الصلواۃ ومما رزقنھم ینفقون اولئک ھم المومنون حقا- وہ جو نماز پڑھتے اور خدا کی دی ہوئی روزی مین سے نفقہ کرتے ہین یہی توسچے مومن ہین (انفال ۴) نماز و روزہ روحانی وجسمانی مجاہدہ اور دلیل ایمان ہے- اور زکواۃ ونفقہ روحانی اور مالی مجاہدہ اور دلیل ایمان ہے دلیل نے دعوی ثابت کیا تو اس فیصلہ کا مستحق ہوا- اولئک ھم المومنون حقا زکواۃ تزکیہ کیلئے ہے، اور نفقہ تقرب کیلئے- ویتخذ ماینفق قربت عند اللہ وصلوات الرسول ط الا انھا قربۃ لھم سید خلھم اللہ فی رحمتہ - وہ جو نفقہ کرتے ہین تو سمجھتے ہین اسکو تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اور رسول کی دعاؤن کا وسیلہ، تو جان لو کہ بے شبہ یہ نفقہ اون کیلئے باعث تقرب ہے- عنقریب خدا اونکو اپنی رحمت مین داخل کریگا (توبہ ۱۰۰) بے شبہ نفقہ جو تقربًا الی اللہ ہو وہ تقرب کا باعث ہے نفقہ تو کرو مگر نفقہ مین کل کا کل لٹا نہ دو، یہ بھی اوسکی رضا کے خلاف ہوگا- اوس نے تو فرما دیا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ مقدرت جتنے کی اجازت دے اوتنا ہی نفقہ کرو- اوس کے سوا بھی عباد الرحمن کی تعریف مین اوس نے فرمایا- الذین اذا انفقوا

لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ہ جو نفقہ کرتے ہین تو اوسمین نہ اسراف کرتے ہین اور نہ تنگی کرتے ہین بلکہ اونکا نفقہ میانہ اور معتدل ہوتا ہے ۔ (الفرقان)

صلواۃ و زکواۃ کی طرح تاکید پر تاکید کے ساتھ خدا نے نفقہ کا حکم دیا تو اوس کے انعام سے بھی باخبر کردیا ۔ فالذین آمنوا وانفقوا لھم اجرا کبیرا ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے نفقہ بھی دیا تو اون کے لئے بہت بڑا اجر ہے (حدید ۱) اگر ایک طرف نفقہ کا انعام ہے تو دوسری طرف اوس کے نافرمانون کی سزا بھی ہے ۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۔ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہین اور خدا کی راہ مین نفقہ نہین کرتے اونکو عذاب دردناک کی بشارت دیدو (توبہ ۵) اگر نفقہ محکوم نہوتا تو اوسپر عذاب کی تہدید نہوتی ۔

نفقہ کے احکام سے مطلع ہوئے تو اوس کے مصارف بھی سمجھ لو ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفقہ صرف خرچ کرنیکے لغوی معنی مین نہین مستعمل ہوا ہے بلکہ زکواۃ کی طرح یہ اک خاص فنڈ ہے اور اس لئے اسکے بھی مخصوص اخراجات ہین جنکو خدا نے فرمادیا ہے ۔

یسئلونک ماذا ینفقون ۔ قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم ہ اے رسول تم سے لوگ پوچھتے ہین کہ کیا نفقہ کرین تو اون سے کہدو کہ جو کچھ اچھے مال ہین نفقہ کرو تو وہ ہونا چاہئے والدین ، اقربا ، یتیم ، مساکین ، اور مسافرون کیلئے ، اور جو نیکیان تم کروگے خدا اوس سے باخبر ہے ۔ (بقرہ ۲۶)

یسئلونک ماذا ینفقون ۵ قل العفو کذالک یبین اللہ لکم الآیٰت لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ - تمسے لوگ پوچھتے ہین کہ کیا نفقہ کرین تو کہدو کہ جو بچ رہے اوس مین سے - ایسا ہی اللہ اپنی آیتون کو بیان کرتا ہے کہ تم دین و دنیا کے بارے مین فکر کرو (بقرہ ۲۷) دین و دنیا کے بارے مین فکر کرنیکے معنی یہ ہین کہ ایسا نہو کہ نفقہ ہی نکرو کہ دین مین گھاٹا اوٹھاؤ اور ایسا بھی نہین کہ کل کا کل لٹا کر خود محتاج بن بیٹھو کہ دنیا مین گھاٹا اوٹھاؤ - بلکہ فاضل از احتیاج مین میانہ روی کی نگہداشت کے ساتھ نفقہ کیا کرو - یعنی لا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ علیک ولا تبغ الفساد فی الارض - خدانے جو حصہ تمہارا دنیا سے لگا دیا ہے اوسکو بھول نہ جاؤ - اور احسان کرو جیسا کہ خدانے تمپر احسان کیا ہے - (اوس نے تمہارے احتیاج کو دیکھکر بے مانگے تمہین نعمتین دی ہین، یون ہی تم بھی دوسرون کی ضرورت و احتیاج کو دیکھکر بے مانگے دیا کرو -) ورنہ اسکی خلاف ورزی سے دنیا مین فساد پھیلتا ہے تو دنیا مین فساد نہ پھیلاؤ خدا مفسدونکو پسند نہین کرتا - (قصص ۸) اگر احتیاج والونکی خبر نہ لوگے تو وہ چوری، ڈاکہ، اور خون خرابہ پر تل جائینگے اور اس سے فساد پھیلیگا - دوسرے پیشہ ور گداگرون کو تاڑی شراب افیون گانجا یا سود پر لگانے کیلئے نہ دو کہ یہ بھی فساد پھیلانا ہے - ہر برے کام کی اعانت فساد پھیلانا ہے - اسلئے سمجھ بوجھکر دو، اور یاد رکھو لا تنسوا الفضل بینکم آپس مین دے دلا کر بھلائی کرنیکو نہ بھولو (بقرہ ۳۱)

المختصر صدقہ مین تو ہر نیک کام داخل ہے جو کسی کے ساتھ کیا جائے، اپنا ہو، پرایا ہو، غیر قوم ہو، کوئی بھی ہو، اور کسی طرح کی بھی نیکی ہو - زکوٰۃ کے آٹھ مصارف اوپر زکوٰۃ کے بیان مین بیان ہو چکے - اور نفقہ کے پانچ مصارف خدانے فرمائے یعنی والدین، اقربا،

یتیم، مساکین، مسافر۔

صدقہ، زکواۃ، نفقہ، تینوں کے احکام بیان ہوئے اور تینوں کے مصارف بھی۔ مگر کسی میں بھی خدا نے سیدون کو منہا نہ کیا، تو ہرگز حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدون پر صدقہ و زکواۃ و نفقہ حرام نہ کیا۔ یون احتراز کیا ہو کہ اجر رسالت نہ سمجھا جائے، مگر خود احتراز کرنا اور بات ہے اور حرام کرنا اور بات ہے۔ اولاً آپنے خدا کے حرام کئے ہوئے سے فاضل کچھ بھی حرام نہ کیا کیونکہ اس کے آپ مجاز نہ تھے۔ حرام کرنیکا حق خدا نے اپنے ہاتھ مین رکھا کسی رسول کو مجاز نہ کیا۔ یہ بیان اوپر گذر چکا اور خدا کی یہ آیت بھی دی جا چکی۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ یہ بحث مفصل اوپر گذر چکی ہے۔ دوسرے صدقہ یا زکواۃ اور نفقہ کا مال گناہون کا میل ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے لئے اپنی اولاد اور بنی ہاشم کے لئے جائز نہ سمجھتے اور برا جانتے وہ ہرگز آل محمد یعنی محمد والون کیلئے بھی جائز نہ سمجھتے خدا کے یہان اعمال دیکھے جائین گے سارا قرآن مجید اسی کا حامی ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعمال ہی دیکھا۔ خدا نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ خدا کے نزدیک جو متقی تر وہ مکرم تر۔ اسمین ذات اور نسل کی کوئی قید نہین۔ آپنے بھی حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے کرکے اس کا عملی ثبوت دیا کہ جو متقی تر وہ مکرم تر، نسل و خاندان کا امتیاز ایک تفرقہ انداز شئے ہے۔ آپنے قبائل کی تقسیم توڑ دی، اور ذات بھات کے تفرقے مٹا کر مساوات قایم کیا، جو اصول تمدن کی بنیاد ہے۔ اور اعلان جاری کیا انما المومنون اخوۃ۔ سارے ایمان والے آپسمین بھائی ہین۔ اس اصول کو کما حقہ برتا اور اسکی عملی تعلیم بھی دی۔ اور سب کو اسلام کے اک رشتہ اخوت مین جوڑ دیا۔ اور منادی کر دی فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون۔ قیامت کے دن نسب کام نہ آئیگا نہ نسب سے سوال ہی ہوگا۔ مگر قوم نے الطائحون علی

رسول سے منسوب کردیا کہ یہ حدیث ہے - اگرچہ اس قول کے حدیث تسلیم کرلینے سے
ایک حد تک اور سیدون کی طرح مجکو بھی گناہ کی رخصت ملجاتی ہے، اور بلا لحاظ
اعمال کے نجات کی طرف سے اطمینان تام ہوجاتا ہے، اور اپنا ایمان بین الخوف
والرجا کی جگہ سراسر رجا، ہوجاتا ہے مگر قرآن مجید کے خلاف کیونکر اس حدیث کو فرمودۂ
رسول سمجھون اور مطمئین ہوجاؤن - کل امرأ بما کسب راھین کی آیت چین لینے نہین
دیتی - فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ کی آیت
کروٹ بدلنے نہین دیتی - جزا دینے والا کسی کو بھی تو منہا نہین کرتا -

ذات بہات کی دیکھ بھال نہ مغفرت کیلئے ہے نہ صدقہ وزکواۃ و نفقہ کیلئے - خدا نے
مستحق مدد کی مدد کی ہے چاہے وہ کوئی ہو - سیدون کی کیا خطا کہ وہ اس مدد سے نکال
باہر کئے جائین - مصائب کے چھرے اون پر ذبح ہون مگر قومی فنڈ کا دروازہ اون کے لئے بند ہو
خدا جیسا سب کا ویسا سیدون کا بھی - خدا اگر ان کے لئے قومی فنڈ کا دروازہ بند کئے ہوتا
تو بالضرور وہ اور کوئی دروازہ کھول دیتا - ذات کا خیال اک فرضی اور غرور کا پیدا کیا
ہوا ہے جس کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے - مگر قوم نے اوسپر عمارتین اوٹھائین -

سندوستان مین ہندؤن کی صحبت سے اس خیال نے اور زور پکڑا ہے، اور ایسی
قوت حاصل کی ہے جس سے سمجھ دار اور بے سمجھ سب زیر ہین - اسی نے شادی بیاہ کا دائرہ
محدود کیا اور اسلامی اخوت کو خاک سیاہ کیا (اے خدا اس جرم کا مین بھی مرتکب ہون
معاف کر، میری اصلاح کر اور بخشدے) اسلام انسان کو ایمان وعمل کی ہدایت سے انسان
کامل بناتا اور نجات ابدی کا وعدہ کرتا ہے - اگر کوئی سید مبتلائے گناہ و شرک ہو، اور
ایک حبشی غلام ایمان دار اور صالح ہو تو اسلام اوسی غلام کا طرفدار ہے، اور خدا

ورسول بھی اوسی کا حامی۔ ولعبد مومن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔ غرض اس اصول کو یاد رکھو۔ خدا کے نزدیک متقی ترمکرم تر ہے۔ متقی سید ہو، شیخ ہو، مغل ہو، پٹھان ہو، موچی ہو، کلی ہو، نومسلم راجپوت، ڈوم، چمار، کوئی ہو، اگر اوس کے اعمال ہمسے اچھے ہین تو وہ میرے جوتے نہ اوٹھائے، اوسکے جوتے میری آنکھون پر۔ سیادت کے مغرورو! خدا اعمال دیکھتا ہے تم بھی اپنے اعمال ہی دیکھو۔ جو نبی کی اولاد نبی کی روش پر نہین جسکا اسلام حامی نہین وہ اولاد نوح کی طرح عمل غیر صالح ہے۔ یہن یہود و نصاری کیطرح اسکا مدعی نہین۔ قالت الیھود والنصری نحن ابناء اللہ واحباءہ ط قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق۔ یہود و نصاری کہتے ہین کہ ہم خدا کے بیٹے اور خدا کے پیارے ہین، تو اون سے تم کہو کہ پھر کیون خدا تمہارے گناہون پر تمکو سزا دیتا ہے، ایسا نہین ہے بلکہ اوس کی مخلوق مین تم بھی اک بشر ہو۔

اس مضمون پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر مین موضوع سے باہر ہوا جارہا ہون میری غرض یہ ہے کہ صدقہ زکواۃ اور نفقہ سے سیدون کو مستثنے کرنا اونکی تعریف کر کے اونکو بیوقوف بنانا ہے۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

قرض حسن

خداوند عالم نے بقرہ کے ۳۶ و ۳۷ وین رکوع مین پہلے نفقہ کو بیان فرمایا ہے، جس کو مین نے بیان کیا۔ اوس کے بعد ۳۸ وین رکوع مین ربوا کو بیان کیا ہے۔ پھر ۳۹ وین رکوع مین قرض کو

بیان کیا ہی۔ مجھے بھی قرض کو ربوا کے بعد بیان کرنا تھا مگر مین قرض کو ربوا کے پہلے اسلئے بیان کرنا چاہتا ہون کہ اس طرز بیان سے مسئلہ ربوا زیادہ واضع ہوجائیگا۔

خدا نے حاجتمندون کی مصیبتون کا طرح طرح سے خیال کیا ہی۔ صدقہ، زکواۃ، اور نفقہ سے جس جس طرح اوس نے حاجتمندون کی خبر لی ہی وہ بیان کی گئی۔ و فی الرقاب فرما کر قرضداروں کی گردنین بھی اس سے ہلکی کی گئین۔ مگر زکواۃ کے آٹھ مصارف مین سے یہ ایک مصرف ہے، یہ ایک مد صرف بلحاظ قوم کے بالکل ناکافی ہے۔ کیونکہ قرض ایسی چیز ہے کہ اسے لازمۂ حیات سمجھو۔ اس سے نہ امیر بچ سکتا ہے، نہ غریب، نہ فقیر نہ بادشاہ، نہ زمیندار نہ تاجر۔ اسلئے خداوند عالم نے قرض دینے کی طرح طرح سے ترغیب دی، اور اسکی ضرورت تھی۔ اگر قرض کا دروازہ بند کیا جائے تو کتنے زندہ درگور ہو جائین، اور کتنی لاشین بے کفن و دفن پڑی رہجائین۔ چونکہ قرض بشدت لازمۂ حیات ہے اسیلئے خدا نے ترغیب و ہدایت کی، اور جب اوس نے ہدایت کی تو دین کو ترکہ پر مقدم کرکے زر قرضہ کی حفاظت بھی کی۔ یعنی حیات تک قرض دار خود ذمہ دار ہے، اور بعد ممات ترکہ پر دین کو مقدم کرکے خدا ذمہ دار ہوا ہے۔ اوسکو ذمہ دار ہونا بھی تھا کیونکہ وہ قرض دینے کی ہدایت اس شد و مد سے کرتا ہے کہ خدا کو قرض دو قرض حسن۔ خدا کو قرض دینے کے معنی خدا کے بندون کو قرض دینا ہے۔

اوس نے فرمایا۔ اقیموا الصلواۃ و اٰتوا الزکواۃ و اقرضوا اللہ قرضاً حسنا۔ نماز پڑھا کرو، زکواۃ دیا کرو، اور خدا یعنی خدا کے بندون کو قرض دیا کرو قرض حسن (مزمل)
قرض حسن کے معنی یہ ہین کہ قرض پر کسی طرح کا نفع نہ حاصل کرو۔ نماز و زکواۃ کے ساتھ ایک حکم قرض کا دینا بھی ہی جس قرض پر نفع نہ لیا جائے، اور تشدد نہو، بلکہ اوسکو آسانی تک کی مہلت دی جائے، یہ مفروضہ خداوندی ہے۔

زکواۃ و نفقہ جو دیا جاتا ہے اوس سے مالک مال کو تعلق نہین رہتا، نہ وہ واپس ہوتا، نہ وصول کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ بحکم خداوندی نکالا جاتا ہے، اسلئے یہ تعمیل حکم ہے کسی پر احسان نہین، اسی لئے احسان رکھنے سے نفقہ باطل ہوجاتا ہے، اور اسی لئے ایسا مال جسکا نفع مالک مال کو اس دنیامین بظاہر نہین معلوم ہوتا کم نکلتا ہے، اور خلق اللہ کی احتیاج کہین زیادہ، اسلئے قاضی الحاجات نے قرض حسن کی راہ نکالی کہ صاحب مال کا مال بھی رہ جائے اور مخلوق کی حاجت روائی بھی ہوا کرے۔

قرض حسن کی راہ کھول کر خدا نے قومی ترقی کی شاخین بھی تمام دنیامین پھیلا دی ہین مگر سود کے چھرے نے ان شاخون کو کاٹ ڈالا اور اتنا کہ درخت ہی کھوکھل ہوگیا۔ اگر تجار کو ایسے روپے ملا کرین جو تجارت سود کے زور پر ہوگی اور مہاجن کے بھروسے پر وہ اسکے سامنے بالیقین ماند پڑجائیگی۔ اسی لئے خدا نے فرمایا۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم۔ ایسا کون ہے جو خدا کے بندون کو قرض حسن دے، خدا اوسکو دونا دیگا اور اوسے معزز اجر بھی ملیگا (الحدید پ٢٧) تاکیداً پھر بھی فرمایا۔ ان المصدقین والمصدقات واقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعف لھم ولھم اجر کریم۔ بے شک صدقہ کرنیوالے اور صدقہ کرنیوالیان اور جنہون نے اللہ کے بندون کو قرض حسن دیا، تو وہ اون کے لئے دونا کیا جائیگا اور اونکو عشرت کا ثواب ملیگا۔ (الحدید پ٢٧) خدا کے یہان بھی معزز، خلق اللہ مین بھی معزز، اور جس پر قرض دیکر احسان کیا اوس کے نزدیک معزز تر۔

لوگون نے اقرضوا اللہ سے خدا ہی کو مقروض بنایا ہے مگر وہ نہ مقروض ہوتا، نہ مجبور ہوتا، نہ ایسی باتین اوس کے شایان شان ہین۔

جس طرح اسلام کے سارے احکام صلواۃ و زکواۃ، صوم و حج وغیرہ ازلی ہین، اوسیطرح

قرض دینے کا حکم بھی۔ یہ بھی کوئی نیا اور انوکھا حکم نہیں ہے۔ خدا نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔
قال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ و اٰتیتم الزکوٰۃ و اٰمنتم برسلی و عزرتموھم و اقرضتم اللہ قرضاً حسناً لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت الخ۔ خدا نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہوگے، اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤگے، اور اونکی مدد کرتے رہوگے، اور خدا کے بندوں کو قرض حسن دیتے رہوگے توضرور ہم تم سے تمہارے گناہ اور برائیاں دور کردینگے اور تمکو جنت مین داخل کرینگے۔ (المائدہ ۳) لیکن بنی اسرائیل نے کیا کیا؟ جس طرح اور حکمونکی نافرمانی کی، اسیطرح اسکی بھی۔ قرض بھی دیا تو اوسپر نفع حاصل کیا، جو ربوا اور حرام تھا جسکی امتناع خدا نے فرمادی تھی۔ جسکا بیان ربوا کے بیان مین خود آئیگا۔

اے لوگو! قرض دیا کرو اور قرض حسن، کہ اخوت و ہمدردی کی پود ثمر لائے، اور احسان کی بارش سے تمہاری آخرت کی کھیتی لہلہا اوٹھے۔ اوس نے فرمایا من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ اضعافاً کثیرۃ واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون۔ کون ہے جو اللہ کے بندون کو قرض حسن دے کہ اللہ اوس کے لئے اوسکا مال کئی گنا بڑھائیگا۔ اللہ ہی تنگی اور فراخی بخشتا ہے، اور اسی کیطرف تو تمہاری بازگشت ہے (بقرہ ۲۴۵) ایکدن اوس کے حضور مین جانا ہے وہ سوال کریگا کہ میرا بندہ ایسے شدید احتیاج سے مجبور اور نالان تھا تمنے میری خلافت کیسی انجام دی کہ صدقہ و نفقہ دیکر نہ سہی قرض حسن ہی دیکر سہی باوجودیکہ تم اوسکی مدد کرسکتے تھے کیون تمنے مدد نہ کی، اور اسلامی ہمدردی کا کیون خون کیا؟ جو کچھ تمہارے پاس تھا یہ تو مین نے ہی دیا تھا، اور مین نے ہی حاجت روائی خلق کیلئے قرض حسن دینے کا فرمان بھی بھیجا تھا پھر یہ نافرمانی کیسی۔ کیا تم سے ہم نے نہ کہا تھا

ان تقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعفہ لکم ویغفر لکم۔ اگر تم خدا کے بندونکو قرض حسن دوگے تو خدا تمہارے لئے اوسکو دوچند کر دیگا اور تم کو بخش بھی دیگا۔ (التغابن ۲۸)

خدا نے احتیاج وتنگدستی کا خیال کرکے قرض حسن کی راہ کھولی تو دائن کے مال کی بھی پوری نگہداشت کی، کہ حاجتمند کا کام بھی نکلے، اور صاحب مال کا مال بھی محفوظ رہے۔ بقرہ کا اونچالیسواں رکوع اسی بیان مین ہے۔ قرآن مجید اوٹھا کر دیکھ لو، مین بلحاظ طوالت نقل نہین کرتا مگر کیقدر ترجمہ لکھ دینا ضرور ہے۔

" اے ایمان والو! جب قرض کا لین دین میعاد معینہ تک کیلئے کرو تو اوسکو لکھ لیا کرو، اور ضرور ہے کہ لکھنے والا عدل وانصاف سے لکھے۔ جو لکھنا جانتا ہو وہ کتابت سے انکار نکرے اور مضمون بتائے مدیون، اور خدا سے ڈرتا رہے، اور اوس مین کاٹ چھانٹ نکرے، اگر مدیون کم عقل یا کمزور ہو، یا خود لکھوا نہ سکتا ہو تو اوس کا مختار عدل وانصاف سے لکھوا تا جائے، اور اوسپر دو مردون کی گواہی بنوا لیا کرو، کہ یہ نہو تو ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سہی، جنکو تم پسند کرو، تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو اوسکو دوسری یاد دلائے۔ اور گواہ جب گواہی کو بلائے جائین تو انکار نکرین۔ میعادی معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اوسکے لکھ لینے مین کاہلی نکرو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ کارروائی ہے، اور گواہی کیلئے نہایت انسب۔ کم سے کم تمکو شبہ تو نہ واقع ہوگا۔ ہان اگر سودا دم نقد ہو دست بدست تو لکھو نہ لکھو، اور سودا کرنے مین گواہ تو کر لیا کرو۔ اور گواہ یا کاتب کو کوئی نقصان نہ پہونچایا جائے، ایسا کرنا گناہ ہے۔ اللہ سے ڈرو، وہ تمکو سکھاتا ہے، اور وہ ہر چیز کا دانائے حال ہے۔ اگر تم سفر مین قرض لو اور کاتب نہ ملے، تو کچھ گروی ہونی چاہئے، جسپر قبضہ بھی ہو۔ اگر کوئی ایکدوسرے پر اعتماد کرے تو جسپر اعتماد کیا گیا ہے

اوسکو چاہیئے کہ دوسرے کی امانت ادا کرے، اور خدا سے ڈرے اور شہادت نہ چھپائے
چھپائیگا تو اوسکا دل گنہگار ہوگا۔ اور اللہ تو تمہارے حال کا کماحقہ دانا ہے،،
اے لوگو! جہاد مالی کی ساری قسموں میں خدائی اصول کو بھولنا نہ چاہیئے یعنی صدقہ،
نفقہ، زکواۃ، قرض حسن جو کچھہ دو وہ ریاکاری سے نہیں نیک نیتی سے دو، کیونکہ ہر کام
کی بنا نیت پر ہے۔ من یرد ثواب الدنیا نوتہ منہا ومن یرد ثواب الاخرۃ نوتہ
منہا۔ جیسی نیت ویسی برکت، جیسا تخم ویسا پھل۔ اسی طرح دوسرا اصول بھی نہ بھولو
کہ جو کچھہ دو لوجہ اللہ دو، یہ نیت نکرو کہ اس احسان سے تمکو فائدہ پہونچیگا۔ لا تمنن
تستکثر یعنی بایں نیت نہ احسان کرو کہ تمہاری بڑھتی ہوگی (مدثر)
خدا نے قرض حسن دینے کی کسقدر تاکید فرمائی ہے اور اپنے ساتھ منسوب کر کے
قرض دیکر اوسپر منافع اور سود لیکر حاجتمند مدیون کے خون چوسنے کو نہیں فرمایا
کہ یہ ربوا ہے۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　　　محمد رسول اللہ　　　والقرآن کلام اللہ

ربوا

ربوا کی حرمت بھی قرآن مجید سے صریحاً ثابت ہے۔ خدا نے فرمایا۔ احل اللہ البیع
وحرم الربوا۔ خدا نے بیع کو حلال کیا، اور ربوا کو حرام (بقرہ ۳۸) اس کی حرمت مین
تو کلام ہو نہیں سکتا، صریح آیت موجود ہے۔ رہا یہ کہ ربوا تھا کونسا معاملہ جو حرام ہوا۔
ربوا کوئی خاص خدائی اصطلاح تو ہے نہیں، قومی اصطلاح ہے۔ یہ معاملہ قوم میں

جاری تھا، اور اسکی حرمت سارے ادیان مین تھی، اسلئے یہ کوئی نیا اور انوکھا لفظ نہین۔ قوم اس اصطلاح سے واقف تھی، ربوا کہا گیا، وہ سمجھ گئی، یہ سوال پیدا ہی نہوا کہ ما الربوا۔ نہ مخالفون ہی نے اس کا غلغلہ بلند کیا کہ بے معنی لفظ بھی بولا جائے، اور اسکو خدا کا حکم کہا جائے، تعجب اور حیرت ہے۔

دین اسلام ازلی تو اوس کا حکم بھی ازلی۔ سارے احکام سب دینون مین ایک ہی تھے، تو ربوا کی امتناع بھی ہر دین مین تھی۔ خدا نے فرمایا فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللّٰہ کثیراً واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ (نسا ۶ ل۲۳) اس آیت کے آخر ٹکڑہ سے میرا مطلب ہے۔ خدا نے یہود کا ظلم گنا ہے، اوسمین فرمایا ہے۔ واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ ایک ظلم اونکا سود خواری بھی تھا جس سے وہ منع کئے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ربوا کی حرمت پہلے سے آرہی ہے۔ اسلئے یہ لفظ مصطلح ہے، کوئی انوکھا لفظ نہین جس سے قوم ناواقف ہو۔ اور جب قوم واقف تھی تو اجمال نہین حکم صریح اور واضح ہے۔

الذین یاکلون الربوا۔ جو خدا نے فرمایا یہ بھی بتا رہا ہے کہ لوگ ربوا کھاتے تھے جب تو حرام کیا گیا۔ ورنہ ربوا معلوم نہ تھا تو حرام کیا کیا گیا، صرف لفظ۔ خدا نے فرمایا ذروا ما بقی من الربوا۔ جو سود باقی رہگیا ہو وہ چھوڑ دو۔ (بقرہ ل۳۸) جب قوم ربوا سے واقف ہی نہ تھی تو وہ چھوڑتی کیا، اور اوسکے چھوڑ دینے کا حکم کیسا۔ اور واقف تھی تو اجمال کہان رہا۔ جیسے خدا نے زنا، سرقہ، جھوٹ، غیبت، ظلم، صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ کی نسبت احکام صادر کیا، اور انگریزی قانون کے مطابق تعریف کسی ایک اصطلاح کی بھی بیان نفرمائی، کیونکہ قرآن مجید مصطلحات کی کتاب نہین بلکہ مصطلحات قوم مین نازل ہوا ہے

اوسیطرح خدا نے ربوا کو بھی بیان فرمایا کیونکہ قوم اس لفظ اور اس معاملہ سے کماحقہ واقف ہے۔

ایسے حال مین خلیفہ دویم کی وہ حدیث کسطرح صحیح ہوسکتی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، اور ربوا کا معاملہ نہ پوچھنے کے سبب ناصاف اور مجمل رہگیا حالانکہ ناصاف کیا رہا۔ ربوا کا معاملہ جو قوم مین جاری تھا، اور جسے ہرکوئی سمجھتا تھا، اور جسے بوجہ افراد قوم مین سے ہونے کے خود خلیفہ دویم نے بھی سمجھا ہوگا، وہ حرام ہوا۔ نہ اوس سے زیادہ، نہ اوس سے کم۔ پھر ناصاف کیا رہا۔ خدائی احکام ہرگز ناصاف نہین ہوتے۔ اسلئے وہ حدیث صحیح نہین ہوسکتی، فرمودہ خلیفہ نہین ہوسکتی۔

ربوا کی نسبت جو حدیثین بیان کیجاتی ہین، بعض کی تو صحت مین کلام ہی۔ جنکی صحت مین کلام نہین وہ پانچ ہین، جو حقیقت مین ربوا کو نہین بیان کرتین۔ ان پانچون حدیثون کا مطلب گویا ایک ہی ہے۔ مثلاً " جو بعوض جو۔ گیہون بعوض گیہون۔ سونا بعوض سونا۔ چاندی بعوض چاندی نہ بیچو، کیونکہ اسمین جو زیادتی ہوگی وہ ربوا ہے "۔ اس مین آپنے ربوا کی تعریف یا تفسیر نہین فرمائی، بلکہ بلفظ لاتبایعوا فرمایا یعنی یہ حدیث بیع کی نسبت ہے ربوا کی نسبت نہین۔ دوسرے بیع جنس بالجنس بالکل مساوی تو ہو ہی نہین سکتا یہ تو فعل لغو ہوگا اسلئے آپنے اودھار بیع کی نسبت فرمایا ہی یعنی اودھار بیع جنس بالجنس اگر فضل و زیادتی کے ساتھ ہوگی تو وہ ربوا کی علت حرمت لاتظلمون ولا تظلمون کے حد کے اندر داخل ہو کر بیع فاسد ہوجائیگی۔

پھر یہ بات بھی سمجھنے کی ہی کہ اگر یہ حدیثین ربوا کو بیان کرتی ہین، تو خلیفہ دویم والی حدیث صحیح نہین ٹھرتی۔ اگر وہ صحیح ٹھرتی ہے تو یہ حدیثین ربوا کے اجمال کی کھولنے والی

نہین ٹہرتی ہین۔

مفسر حدیثین اجمال کی کھولنے والی نہین اور قرآن ٹھرا مجمل، تو کسقدر جہ افسوس کا مقام ہوگا کہ جرم تو ایسا جسکا مجرم محاربہ بخدا و رسول کیلئے للکارا جائے، اور وہ جہنم مین جھونکا جائے۔ اور اسکو جرم بتایا ہی نہ جائے کہ وہ کس ایسے جرم کا مجرم ہوا ہے جسکی یہ سزا ہے، جو سزا کافرون کی ہے۔ یہ خدائی سلطنت اور خدائی راج ہے، یا اندھی نگری چوپٹ راج ہے۔ خدائی احکام ایسے ناصاف نہین ہوسکتے۔ کسی محاورہ کی تحقیق سے اگر عجز ہو، تو اوسکا باعث لاعلمی ٹھرسکتی ہے، مگر اس سے خدا کا کلام مجمل نہو جائیگا۔ معاملۂ ربوا کی تحقیق کرو، قرآن مجید کو مجمل کیون کہو۔

اصطلاح ربوا بھی اک قدیمی اصطلاح ہے۔ توریت۔ کتاب خروج صفحہ ۲۲-۲۵ "اگر تو نے شعبی فقیر کو قرض دیا جو تیرے پاس ہو تو اوس سے سود خوار ہی کا معاملہ کرو، اور اوسپر ربوا نہ چڑہا" یعنی ربوا قرض پر منافع حاصل کرنا تھا۔

کتاب تثنیہ مین ہے۔ اپنے بھائی کو ربوا کی شرط پر قرض نہ دے

یعنی ربوا قرض پر منافع حاصل کرنا تھا۔

انجیل۔ لوقا۔ ورس ۳۵-۱ اپنے دشمنون سے محبت کرو، احسان کرو، اونکو قرض دو۔ درانحالیکہ اور کسی قسم کی زائد امید نہ رکھو، تو تمہارا اجر بڑا ہوگا، اور تم خدا کے بیٹے ہو گے" یعنی قرض پر نفع نکرو۔ خدا کی قدرت کہ محرف کتابون مین بھی مصطلح الفاظ کچھ نہ کچھ رہ ہی گئے۔

توریت مین کئی جگہ ربوا کی ممانعت آئی ہے مثلاً۔ لا تقارض بالربوا۔ ربوا پر قرض ندو۔ خدا کی شان۔ توریت و انجیل مین حکم امتناعی رہتے ہوئے بھی یہ دونون قومین

ربوا خواری مین کامل اور مسلمانون کی اوستاد نکلین - خیر اونکا کیا اون کے ساتھ
میری غرض صرف اتنی ہے کہ توریت و انجیل سے قدیمی اصطلاح تو معلوم ہوئی کہ
معاملۂ قرضہ مین جو منافع حاصل کیا جاتا تھا وہ ربوا کھلاتا تھا، اور وہی ممنوع ہوا -
موجودہ توریت و انجیل سے صحیح تر تاریخ مذہبی یعنی حدیث مین بھی موجود ہے کہ حضرت
ابن ابی اسامہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے براین عبارت روایت کی ہے کہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن قرض جرّ نفعًا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس
قرض سے جس مین نفع جاری ہو منع فرمایا - ایک اور حدیث ہے - کل قرض جرّ منفعۃ
فھو ربوا - ربوا کی تعریف آپنے فرمادی کہ کل قرض جسمین نفع جاری ہو وہ ربوا ہے -
کیا اس سے ربوا کی اصطلاح نہین واضح ہوتی -

ابن جریر نے طبری مین بروایت مجاھد - نیز روایت قتادہ - روایت ابن زید -
نیز تفسیر نیشاپوری - تفسیر امام رازی - اور حجۃ اللہ البالغہ مین سب نے ایام جاہلیت کا
ربوا جو عرب مین مروج تھا یہ لکھا ہے کہ لوگ ایکدوسرے سے میعاد معینہ پر قرض لیتے تھے
اور میعاد گذر جانے پر مدیون سے مطالبہ کرتے تھے کہ یا تو روپیہ دیدو یا راس المال سے
زیادہ دینا قبول کرو تو مہلت دے لو - یا مدیون کہتا کہ تم میری میعاد بڑھادو مین تمہارا مال
بڑھادیتا ہون - یہی زیادتی جو زر قرضہ پر ہوتی تھی، اور یہی اضافہ جو راس المال پر ہوتا تھا
ربوا کہا جاتا تھا -

توریت و انجیل حدیث و تفسیر سب نے اصطلاح ربوا کو بلا اختلاف واضح کردیا کہ ربوا
زر قرضہ پر منافع حاصل کرنا تھا - تو یہی حرام ہوا - اس مین اجمال کیا ہوا -
اب قرآن مجید کی طرف توجہ کرو - مین ربوا کے متعلق کل آیتون کو تو لکھونگا ہی تاکہ

تدبر و تفکر مین سہولت ہو، اور حکم احکم الحاکمین منکشف ہوجائے۔ مگر ربوا کے قبل اور بعد کی آیتون پر بھی توجہ کرو، تو اشارۃ النص سے ربوا کی اصطلاح قرآن مجید سے بھی وہی واضح ہوگی جو اوپر بیان ہوئی۔

سورہ بقرہ کے ملـ۳۶ و ملـ۳۷ و ملـ۳۸ و ملـ۳۹ یہ چارون رکوع قابل توجہ ہین۔ رکوع ملـ۳۶ و ملـ۳۷ مین صدقہ و نفقہ کے متعلق ترغیب و ہدایات ہین۔ رکوع ملـ۳۸ ربوا کے متعلق ہے۔ اور رکوع ملـ۳۹ قرض کے متعلق۔ صدقہ و نفقہ کا بیان ہوچکا۔ قرض کی ضرورت بھی دکھائی گئی، اور اوس کا بیان بھی ہوچکا، اگر قرض اوسیوقت نفع بخش و دافع مصیبت و آلام ہوسکتا ہے جب اوس پر نفع اور سود نہ چڑھایا جائے، ورنہ وہ خون آشام اور تباہ کن ہوگا۔ اسی لئے خدا نے رکوع ملـ۳۸ مین قرض کی ہدایت کے پہلے قرض پر منافع حاصل کرنیکو نہایت سختی سے منع فرمایا ہے کہ یہ سود ہے اس سے بچو اور اس سے بچکر قرض دیا کرو۔ پھر زر قرضہ کی حفاظت اور وثیقہ قرض کے متعلق ہدایتین فرمائی ہین۔ جو بیان ہوچکین۔

معاملہ قرض مین ایک نیکی نہین نیکیان مضمر ہین۔ راس المال قایم کا قایم، اور دوسرونکا نفع۔ حفاظت مال سے سبکدوشی ہوئی، اور قومی بھلائی حقیقتاً ادا ہوئے، اور حق ہمدردی ادا ہوا۔ اپنا کچھ گیا نہین، اور مدیون پر احسان۔ دوسرون کے دلمین اپنی محبت پیدا ہوئی، اور اپنے کو تقرب خداوندی۔ اسی لئے قرض دینے کا اجر بھی بڑا ہے۔ اور گھر بیٹھے حج اکبر۔ دل بدست آور کہ حج اکبر ست۔ پھر کوئی قرض پر سود ٹھرائے، تو ظاہرا اوسوقت کام تو نکلا مدیون کا مگر درحقیقت یہ ظلم ہوا اوس کا۔ بظاہر تو رفاہ ہوا، مگر درپردہ یہ خون آشامی ہوئی۔ یہ ظلم ربوا ہے۔ یہ ربوا حرام ہونیکے

لائق ہے۔ اسلئے حرام ہوا۔ اور حرمت کی علت بھی خدا کے بتادی لا تظلمون ولا تظلمون۔ نہ تم کسی کا گھاٹا کرو، نہ تمہارا کوئی گھاٹا کرے (بقرہ ۲۸۱) زر قرضہ پر نفع لینا نہ اہل مال کو جائز کہ یہ ظلم ہوگا۔ اور نہ راس المال کو ہضم کرنا یا کم کرنا مدیون کو جائز کہ یہ بھی ظلم ہوگا۔ جو دائن پر ظلم ہو وہ بھی حرام، جو مدیون پر ظلم ہو وہ بھی حرام۔ اسلئے مدیون کو بغیر مجبوری وعدہ خلافی کرنی جس سے دائن کا نقصان ہو ظلم ہوگا اور حرام

قرآن مجید مین ربوا کے متعلق مفصلہ ذیل آیتین ہین۔

۱ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطٰن من المس ط ذلك بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل الله البیع وحرم الربوا ط فمن جاءه موعظة من ربه فانتهٰی فله ما سلف وامره الی الله ط ومن عاد فاولئك اصحٰب النار هم فیها خٰلدون ٥ جو لوگ سود کھاتے ہین وہ قیامت کے دن اوس شخص کے مانند کھڑے ہون گے جسکو شیطان نے اپنے جھپیٹ سے خبط الحواس کر دیا ہو۔ اور یہ حال اس سبب سے ہوگا کہ وہ کہتے تھے کہ بیع مثل ربوا کے ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ خدا نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربوا کو حرام۔ تو جس کسی کو خدا کی ہدایت پہونچ گئی اور وہ ربوا سے رک رہا، تو مرگذشتہ صلواۃ اوس کا حکم خدا کے حوالہ ہے، اور جو کوئی پھر سود کھائیگا تو وہ اہل جہنم ہے، اور وہ ہمیشہ کیلئے جہنم مین رہیگا۔ (البقرہ ۲۷۹) اللہ اللہ یہ حقوق عباد کی نگہداشت ہے کہ سود خواری کی سزا ہمیشہ جہنم مین رہنا کافر کی سزا قرار پائی ہے۔ اس آیت سے مفصلہ ذیل باتین معلوم ہوتی ہین۔

(۱) یاکلون الربوا سے واضح ہوتا ہے کہ حکم ربوا مدیون کے متعلق نہین۔ مدیون تو کچھ نفع کھاتا نہین۔ البتہ دائن راس المال سے فاضل کھاتا ہے۔ تو یہ آیت دائن کے

متعلق ہوئی کہ وہ سود نہ کھائے۔ مدیون تو غرض اور ضرورت کا یا اولا قرض کا خواہان ہوگا ہی، یہ تو دائن کو لازم ہے کہ وہ مدیون مجبور پہ سود کی تلوار نہ چلائے کہ مرے پر سو درّے۔

(۲) ربوا کے لغوی معنی زیادتی اور نفع کے ہین، تو ہر نفع حرام نہین، بیع کا نفع حلال ہے، اور زر قرضہ پر نفع ربوا اور حرام۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا۔

(۳) ربوا کو ممنوع فرما کر خدا نے فرمایا۔ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ۔ تو خدا کی موعظت مجمل ناقابل تعمیل نہین ہوسکتی۔ ایسی موعظت جو سمجھ سے باہر ہو رحمت نہین زحمت ہے۔ اسلئے مسئلہ ربوا مجمل اور ناصاف نہین ہوسکتا۔

(۴) پہلے جو سود کھا چکے وہ معاف، اب سے جو سود کھائیگا وہ جہنمی ہے خلود فی النار کا مستحق اگر قرآن کو مجمل مانو، اور بالخصوص ربوا کو مجمل تو تعجب کا مقام ہوگا کہ خدائے عادل ورحیم سود کو تو بتائے نہین، اور سود خوار کو جہنم مین جھونک دے۔

۱۲۔ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقت واللہ لا یحب کل کفار اثیم ٥ خدا ربوا کو گھٹاتا اور صدقہ کو بڑھاتا ہے، اور خدا ناشکرے گنہگار کو پسند نہین کرتا (البقرہ ۲۱)

اس آیت سے مفصلہ ذیل باتین معلوم ہوتی ہین۔

(۱) ظاہرا ربوا مین بڑھتی ہے، مگر اسکو خدا گھٹاتا ہے۔ اور ظاہرا صدقہ مین گھاٹا ہے مگر خدا اسکو بڑھاتا ہے۔

(۲) سود کھانا گناہ، اور خدا کی دی ہوئی دولت کی ناشکری ہے، تو ایسا ناشکرا خدا کو پسند نہین۔ اسی کفران نعمت کے سبب اوپر کی آیت مین سود خوار کو خلود فی النار کا مستحق ٹھہرایا ہے اسے مین واضح کر دینا چاہتا ہون کہ خدا کس طرح ربوا کو گھٹاتا اور صدقہ کو بڑھاتا ہے

حالانکہ بظاہر، ربوا مین فاضل مال آتا اور صدقہ مین مال ہاتھ سے جاتا ہے۔ حقیقت مین افزایش اور بڑھتی ہاتھ سے نکلنے ہی مین ہے۔ کسان تخم نہ ڈالے، تاجر گانٹھ سے روپے نہ نکالے، تو نہ زراعت ہو نہ تجارت، کاروبار عالم ہی درہم و برہم ہوجائے۔ مال مخزونہ جو نکلے نہین وہ بجز امیدون کا سبز باغ دکھانیکے اور کس کام کا۔ اوس سے اور مٹی سے فرق نہین۔ خزانہ سے نکلا، تو عالم کی آرائشگی کا باعث ہوا۔ اسلئے مال وزر کے لئے چلتا پھرتا ہی رہنا فائدہ بخش ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ زر و مال جیسے کام مین لگایا جائیگا، ویسا پھول پھل لائیگا۔ اب دیکھو۔ صدقہ کیا ہے، مال لوجہ اللہ نکالنا۔ اور ربوا کیا ہے، قرض دیکر معاوضۂ احسان مین مال بلا عوض للنفس لینا۔ اوس مین رحم و ایثار ہے، اور اس مین ظلم۔ صدقہ سے جسمین زکواۃ، النفقہ، قرض حسن، سب داخل ہین قوم مستفیض ہوتی ہے۔ اور قومی نفع بلاشبہ مستقل، روز افزون، فیض بخش و فیض رسان، اور موجب برکات ہے۔ اور ربوا سے اپنا نفس متمتع ہوتا ہے۔ اور نفس کا تمتع جو عدل کے خلاف ہو، جس مین امساک کی صورت، بخل کی ظلمت، ظلم کا رنگ، ہوس کی افزونی ہو، وہ شرافت کھونیوالا، غیرت ڈبونیوالا، اندر کا غلام، اور زرپرست بناکر، ہرطرح اور ہر پہلو سے اپنا، اپنی اولاد کا، اقران کا، پڑوس کا، قوم کا، ملک کا، اور خدا اور رسول کا حق تلف کراکر، اور حق تلفی پر بے حیا بناکر سب کا ہی مجرم بنادیتا ہے اسلئے خلاق فطرت نے فرمادیا۔ یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقٰت۔ دیکھ لو اخلاق و تمدن کا کہانتک خون ہوا۔ بھائی بھائی سے، بیٹا مان باپ سے سود لینے لگا، کہ قرض بے سود کوئی کیون دے، اور مان باپ کو بے سود دیکر بھائی بہنون کا نفع کوئی کیون کرے۔ کیا ایسی چال سے خاندان تباہ و برباد نہین ہوتا۔ بینکون پر خیال نکرو۔ یورپ کے بینک تو

تجارتی اصول پر کھلے ہین، وہ روپے لیتے ہین، تجارت مین لگاتے ہین، اور مزید منافع حاصل کرتے ہین، روپے جمع کرنیوالون کو منقح منافع دیتے ہین۔ تاجر بھی اپنے مزید تمول کے موقعہ پر اوس سے روپیہ لینا اور فائدہ اوٹھاتا ہے۔ اسکے سوا بینکون کے ذریعہ سے اور بھی سہولتین پیدا کی گئی ہین۔ لیکن مہاجنون کی کوٹھیان جو قرض دینے اور سود کھانیکے لیے قایم ہوتی ہین، کوئی بھی کامیاب نہ ہوئین کتنے گھرانون کو تباہ کرکے میری آنکھون کے سامنے کتنی کوٹھیان تباہ ہوگئین۔ بجائے اسکے کہ ان کوٹھیون سے وہ امیر الامرا ہوتے، اون کا دوالہ ہی نکل گیا۔

۱۳ٰ وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکواۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون ہ جو تم سود لگاتے ہو کہ لوگون کے مال مین بڑھتی اور ترقی ہو تو خدا کے نزدیک وہ نہین بڑھتا۔ ہان جو تم زکوۃ لوجہ اللہ دیتے ہو تو یہ البتہ دوگنے ہوتے ہین (روم ۴ع) ربوا سے قومی ترقی نہین ہوتی، ہان زکواۃ وصدقہ اور نفقہ کا قومی فنڈ البتہ قومی ضرورتون کا کفیل، اور قومی مشکلون کا مشکل کشا ہے۔ زکواۃ ونفقہ کے فنڈ کا روپیہ کسی مدیون نے واپس نہ بھی کیا، تو عدول حکمی ہوگی، خدا اور قوم کے نزدیک وہ برا ہوگا، مگر اس سے قومی ترقی مین رکاوٹ نہوگی، نہ قومی خزانہ خالی ہوجائیگا۔

۱۴ٰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ہ وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون ہ مومنو! خدا سے ڈرو اور جو سود باقی رہگیا ہو وہ چھوڑدو

اگر تمکو ایمان ہی۔ اور ایسا نکرو تو خدا ورسول سے لڑنیکے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر توبہ کرو تو تمہارا راس لمال ہی ہی زیادہ نہین۔ نہ تم کسی کا نقصان کرو نہ تمہارا کوئی نقصان کرے۔ اور اگر مدیون تمہارا عزیب و مفلس ہی تو اوسے سہولت تک کی مہلت دو کہ وہ بہ آسانی ادا کرسکے۔ اور اگر چھوڑ ہی دو تو کیا کہنا یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو (بقرہ ۳۸)

اس آیت سے مفصلہ ذیل باتین معلوم ہوتی ہین۔

(۱) ربوا حرام ہوا تو ابتک جسکا سود کسی کے ذمہ باقی رہگیا ہو وہ چھوڑ دے اور پھر کبھی سود نہ کھائے

(۲) کوئی کسیکو قرض دے تو زر قرضہ اوسکا راس لمال ہے، اوسی کا وہ مستحق ہی اوس سے زیادہ کا نہین

(۳) ربوا کی حرمت کی علت خدا نے بتا دی لا تظلمون ولا تظلمون نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ یہی اصول ہی جسپر حرمت ربوا کی بنیاد ہے۔ اس اصول کو اصول اخلاق پر بھی جانچو تو پتہ لگیگا کہ خدا کے اصول کی کڑیان قانون فطرت کی ایک مسلسل کڑی ہی۔ اصول اخلاق جو خدا نے تعلیم کیا ہی وہ مینے منہاج الحق مین اخلاق کی زیر سرخی بیان کیا ہی کہ وہ نعمائے الہیہ کا صحیح استعمال ہی۔ لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ خداوند عالم نعمائے الہیہ کے جائز و ناجائز استعمال کا سوال کریگا۔ نعمتون مین سب ہی داخل ہین۔ ہماری طرح طرح قوتین ہون تو۔ مال و دولت ہو تو۔ غرض نہین نعمتون مین ہمارے سارے صفات بھی داخل ہین، جنمین صفت عدل و رحم بھی ہی، جسکی پناہ مین دنیا چل رہی ہی، اگرچہ نفسانی خواہشون مین آکے خلاف ورزی بھی کرجاتی ہی۔ تو جسطرح جان کے بدلے جان، مال کے بدلے مال، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت عدل و انصاف کا حکم ہی، اوسیطرح عدل و انصاف یہی ہی کہ جسقدر مال قرض دو اوسیقدر واپس لو، اوس سے زیادہ نہ لو۔ مجبور ہو کر تو اوسنے قرض لیا مجبور پر اور جبر کیسا۔ ہان رحم کا یہ اقتضا ہوسکتا ہی کہ کچھ لو ہی نہین اور مجبور کو معاف ہی کردو۔ ضرورت کے باوجود مدیون کو قرض

دیکر زیادہ لینا سراسر خلاف عدل اور بیرحمی ہی۔ اصول ربوا اور اصول اخلاق دونوں کے خلاف۔
عدل کا اقتضا مساوات کا ہی اور رحم کا اقتضا معافی کا۔ یہی اصول دنیا کے ہر کام مین جاری و ساری ہے

(۴) اگر تمہارا مدیون غریب و مفلس ہو تو اوسے فراخی تک کی مہلت دو۔ اور اوسکی مجبوریوں کو
رحم کھاکر چھوڑ ہی دو تو کیا کہنا۔ خدا تو مدیون پر رحم کھاکر مہربانیان کر رہا ہی اور دائن چاہتا
ہی۔ راس المال سے زیادہ لیکر ظلم کرنا یہ کب روا ہو سکتا ہے۔

(۵) یہ آیت ربوا کے متعلق ہے تو اس سے بھی واضح ہوتا ہی کہ ربوا معاملہ قرض مین
ہوتا تھا جیسا کہ اصطلاح ربوا کی تحقیق اوپر بیان ہوئی۔

(۶) یہ کہنا بھی صحیح نہین ہے کہ ربوا غریبون ہی سے لینا حرام ہی امیرون سے نہین کیونکہ خدا کا کوئی حکم
بھی امیر و غریب کے تفرقہ کے ساتھ نہین آیا۔ ربوا حرام قطعی ہی چاہے مدیون امیر ہو یا غریب با
عام طور پر ربوا حرام کر کے خدا فرماتا ہی۔ وان کان ذو عسرۃ اگر مدیون تنگ حال ہو تو اوسکو
فراخی تک کی مہلت دو وغیرہ وغیرہ۔ اگر ربوا غریبون ہی سے حرام ہوتا تو خدا وان کان ذو عسرۃ نفرماتا۔

۵ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم
تفلحون۔ ایمان والو سود در سود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ (آل عمران ۱۴)
سود کو اصل مین ملاکر اوسکا بھی سود لینا اضعافا مضاعفہ سود در سود ہی۔ لوگ سود کھاتے تھے
اور سود در سود بھی کھاتے تھے۔ خدا نے اسے بھی مخصوص کر کے حرام کیا۔ کیونکہ سود گناہ ہے تو سود
در سود گناہ عظیم ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ خدا نے جہان جہان سود حرام کیا تمام اوس سے مراد
سود در سود ہے۔ صریح آیتون مین بھی مراد لینے کی ایک ہی کہی یعنی سود در سود حرام ہوا اور سود حلال ہو گیا
اسی طرح حلال کیا ہوگا یہودیون نے جو بجرم ربوا مستحق عذاب ٹھہرے

جو کچھ مین نے لکھا اوس کا خلاصہ حسب ذیل ہے

ربوا معاملہ قرض مین ہوتا ہے - زرقرضہ راس المال ہے اوس کا لینا جائز- اور اسپر نفع ربوا ہے - اور ربوا حرام - یہ سارے امتناعی احکام یعنی حرمت ربوا اور اوسکی سزا سب ظالم دائن کیلئے آئے ہین جو راس المال سے فاضل لیکر مدیون پر ظلم کرتا ہے- اور مدیون تو ظالم نہین، وہ تو مظلوم ہے، وہ سود خوار نہین، سود خوار جہنمی ہے- ربوا کی حلت حرمت بیان ہوئی لا تظلمون ولا تظلمون، نہ تم کسیکا گھاٹا کرو نہ تمہارا کوئی گھاٹا کرے- مدیون مفلس اور تنگی مین ہو تو اوسکو فراخی تک کی مہلت دو، اور معاف ہی کردو تو سبحان اللہ- سود در سود نہ کھاؤ کہ یہ بھی حرام ہے-

دیکھو احکام خداوندی سے واقف ہونیکے بعد قرض پر نفع لیکر سود خوار نہ بنا- اور خدا کا الٹیمیٹم فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ کو بھول نہ جانا- اور یہ خیال نکرنا کہ ہم کسی کو قرض کیون دین کیا خدا نے نہین فرمایا واقرضوا اللہ- یہ سمجھنا کہ ہم کسی پر احسان کیون کرین کیا خدا نے نہین فرمایا- لا تنسوا الفضل بینکم- آپس مین ایک دوسرے پر احسان کرنا نہ بھولو (بقرہ ۱۱) پھر احسان بھی خودغرضی سے نکرنا لا تمنن تستکثر- یہ این نیت احسان نکرو کہ زیادہ معاوضہ چاہو- (مدثر)

احکام قرآنی جو بیان ہوئے وہ صاف اور واضح ہین- نہ مجمل ہین، نہ ناکافی ہین، نہ ناقص ہین، نہ محتاج تفسیر- تو ان احکام کو نہ گھٹاؤ نہ بڑھاؤ کیونکہ اسکے تم مجاز نہین ہو-

اب معاملات کی نت نئی صورتون کو احکامات پر تول لو، پرکھ لو، نہ نفسانیت سے ناجائز کو جائز کرو، نہ توریح کا نام لیکر جائز کو ناجائز کرو اور اپنے کو مزکی جتاؤ- خدا کے خالص بندے ہوکر اوسکے حکم کو پیش نظر رکھو، پھر ایمان جو فیصلہ کرے اوسپر عمل کرو- مین ہر معاملہ کی نسبت اپنی رائے لکھون تو وہ شخصی رائے ہوگی جسکی پابندی کسیکو لازم نہین، وہ اک

انسان کی رائے ہوگی جو خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ مگر چونکہ بہتیرے معاملات لوگون نے ربوا مین داخل کیا ہے اور اسکو تورع اور احتیاط سمجھا ہے، جس سے جائز ناجائز ہو جاتا ہے، یا آجکل کے جدت پسند ربوا کے جواز کی فکر مین لگے ہوئے ہین، اور یہ دونون روش خدا کے صریح فرمان کے مقابلہ مین صحیح نہین ہے۔ اسلئے چند مشہور معاملات کی نسبت مین کچھ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہون۔ مین مسلمانون کیطرف سے کچھ مفتی تو ہون نہین جو فتوی دون مگر جب خدا کے احکام صریح اور صاف ہین تو فتوی کی ضرورت بھی نہین

تمسکی روپیہ قرض دینا جسپر کچھ بھی نفع ٹہرایا گیا ہو، صریح ربوا اور قطعی حرام ہے۔ اور مدیون پر ظلم۔ رہن رکھکر بھی قرض بالمنافع دینا قطعی ربوا اور حرام ہے۔

معاملات تجارت مین روپیہ فی الحقیقت قرض نہین دیا جاتا، گرچہ وہ قرض بولا بھی جائے، بولنے سے حرام و حلال نہین ہوتا۔ بلکہ وہ تجارت کی ایک گونہ شرکت ہے، اور جو سود مقرر ہوتا ہے گرچہ وہ بلفظ سود ہو، مگر وہ سود نہین ہے، بلکہ وہ نفع تجارت ہے جو منقح ہوتا ہے، اور قرآن مجید مین منقح نفع تجارت کہین ممنوع اور حرام نہین ہے۔ اور ممنوع کیون ہو، اسلئے کہ اگر ایسا کوئی جو تجارتی حساب و کتاب سے ناواقف ہو، یا کوئی بیوہ بے کس عورت، یا کوئی یتیم تجارت مین شریک ہو، اور وہ تجارتی حساب سمجھنے کے نااہل ہو، اگر وہ نفع تجارت منقح و مشخص کر لے مثلاً سو روپے مین عصہ یا عا منقح منافع ہم لیا کرینگے اور فاضل نفع یا گھاٹا تمہارا، تو یہ کسی آیت کے رو سے ناجائز اور حرام نہین، اور حرام کرنیکا حق خدا ہی کو ہے۔ اسلئے تجارتی کاروبار مین قرض نہین ہے تو اسمین ربوا بھی نہین مثلاً بینک یا لایف انشیورنس کمپنی یا کوئی کمپنی ہمسے قرض مانگنے نہین آتی انہم زبردستی قرض دیئے جاتے ہین، تو اگر بینک مین فکسڈ ڈیپوزٹ ہمنے روپیہ جمع کیا، یا کسی کمپنی میں

روپیہ لگایا، یہ معاملہ قرض نہوا، وہ تجارت مین روپیہ لگاتی اور نفع کرتی ہی، اگر اوسنے ہمارے روپے کا منافع مقرر کردیا تو یہ منقح نفع تجارت ہی اسود کیون ہونے لگا، کس اصول پر، یہ تو ربوا کی علت حرمت مین بھی نہین آتا۔ ایسے معاملات مین کسی کا کھاٹا نہین، بلکہ دونون کا نفع ہوتا ہے۔

ہنڈوی جو تجارتی ہوتی ہی اس کا سود تو روپیہ پہونچا دینے کی مزدوری ہی، اوسکے لیے لفظ سود مستعمل ہے۔ ہان قرض کے کاروبار جو بذریعہ ہنڈوی یا ہینڈ نوٹ کے ہوتے ہین اس کا منافع منافع قرض اور ربوا ہے۔ ناجائز ہے۔

تفصیل کی ضرورت نہین، معاملات کی بہتری شاخین ہین، اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ معاملہ قرض پر نفع لینا ربوا ہے اور حرام۔ ہر معاملہ کو اسی اصول پر پرکھو، مگر کج بحثی سے نہین ایمان کے ساتھ، نہ ہر معاملہ روپے کا قرض ہی، نہ ہر نفع ربوا ہے، نہ مدیون پر ظلم ہونا چاہیے، نہ دائن پر۔

قرآن مجید مین مدیون، یا گواہ، یا وثیقہ نویس، خدا نے کسی کو جہنم مین نہین جھونکا۔ اب تم جھونکو تو زانی کرایہ دار کے مالک کو، اوسکے کوچبان اور سائیس کو، اور اوسکے معالج اور دوا فروش کو بھی جہنم مین جھونکو۔ تو یہ تمہارا غرور ہوگا۔ جسکو خدا نے اپنے کلام مین جہنمی نہ کہا ہو، اور جسکو وہ جہنم مین نہ بھیجے وہ کسی شفیق کے جہنم مین بھیجنے سے جہنم مین نہ جائیگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے تو جہنم مین نہ بھیجا اسکی کوئی آیت نہین، مگر انکو رسول نے جہنم مین بھیجا ہے کیونکہ حدیث مین ہی، تو یہ حدیث صحیح نہوگی کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شفیع ہین جہنم مین بھیجنے والے نہین۔

بعض علمانے غیر مسلم سے دار الحرب مین سود لینا جائز کیا ہے۔ مینے قرآن مجید مین اسکا کھوج لگایا تو دار الاسلام اور دار الحرب کے جھگڑے تو مجھے قرآن مجید مین نہ ملے، ہان

غیر مسلم سے جواز ربوا کا کچھ پتہ لگا۔ ممکن ہے کہ اسی بنا پر اونہوں نے یہ فتویٰ دیا ہو۔ یعنی حرمت ربوا اون کے لئے ہے جو سود کھاتا ہو، اور غیر مسلم اس کا پابند نہیں ہو سکتا، وہ قرض بالمنافع دیگا اور سود کھایگا ہی۔ اور محتاج اور ضرورت کا مارا مدیون جسکو سود دی لینے کی امتناع نہیں ہو وہ لیگا ہی کیونکہ خدائے مدیون کیلئے کوئی امتناع نہیں فرمائی چونکہ وہ ضرورت کا زخمی ہے۔ تو جہان مسلم اور غیر مسلم دونوں ہون۔ تو غیر مسلم ہتھیار بند ہوگا اور مسلم نہتھا۔ اسلئے ان علمانے ناگزیر مجبوریوں کو دیکھکر غیر مسلم سے سود لینا بہ این دلیل جائز کیا ہوگا جو خدانے فرمایا۔ فان اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ اگر وہ تمپر حد سے تجاوز کرے تو تم بھی ویسے ہی اوسپر حد سے تجاوز کرو جیسا اوسنے تجاوز کیا + غیر مسلم نے خلاف حکم خداوندی جو ناجائز اور تباہ کن تلوار اوٹھائی تو اوسکا جواب بھی ویسے ہی تلوار سے دو۔ والحرمات قصاص۔ ترکی بترکی۔ جیسے ماہ حرام یا حرم مین کوئی مقاتلہ کرے، تو باوجود امتناع کے ماہ حرام ہی مین یا حرم کے اندر ہی مقاتلہ کا جواب تمکو بحکم خداوندی دینا چاہئے۔ بس انہین اصولوں پر، اور انہین آیات و احکام کی بنا پر اون علمائے کفار و مشرکین کو سود دینا جائز کیا ہوگا۔ اگر ایسا ہی تو یہ سود کا جواز نہین بلکہ حملہ کا جواب ہے، اور ظلم کا بدلہ۔ مسلمانو! قوم یہود صرف اسوجہ سے مغضوب نہ ہوئی کہ اوسنے حرام کو حلال کیا تھا، بلکہ اوسکا جرم یہ بھی تھا کہ اوسنے حلال کو بھی حرام کیا تھا۔ خداوند عالم نے یہود کا تجاوز عن الحد ہونا بتایا ہے تاکہ تم ویسے نہ ہو۔ اسلئے ہمکو چاہئے کہ بلا شرکت نفس خدا کے خالص بندے ہوکر اوسکے احکام کو سمجھین، اور اونکی تعمیل بلا چون و چرا کرین۔ نہ حرام کو حلال کرکے آزادی دکھائین، اور نہ حلال کو حرام کرکے تورع جتائین، تورع تو حرام

وممنوعات سے بچنے ہی کا نام ہے۔ بندہ کو بندگی چاہیے نہ حد بندی توڑنا۔ تفقہ دین مین سمجھ پیدا کرنیکا نام ہے، نہ حلال کو حرام کرنیکا۔ کسی چیز کو حرام کرنیکا خدا کے سوا کوئی مستحق ومجاز نہین۔ تو خدا کی قایم کردہ حد بندی کو نہ توڑو۔ نہ ربوا کو حلال کرو، نہ معاملات جائز کو ربوا کہکے حرام۔ واللہ علی ما اقول شہید۔ وکفی باللہ شہیدا۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الہ الا اللہ　محمد رسول اللہ　والقرآن کلام اللہ

وصیت

وصیت کی نسبت خدا نے فرمایا کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب کسیکے آگے موت آکھڑی ہو تو اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو والدین اور اقربا کے لئے بھلائی کیساتھ وصیت کر جائے۔ یہ پرہیزگارون پر حق ہے۔ (البقرہ ۱۸۰)

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ جو لوگ تم مین بیویان چھوڑ کے مرنے لگین تو وہ اپنی بیوی کیلئے ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کی اور اون کے ساتھ اچھا سلوک کرنیکی وصیت کر جائین (البقرہ ۲۴۰) تاکہ اون کو موقع ملے کہ وہ بہ اطمینان اپنا دوسرا سر دھرا تلاش کر سکین، تاکہ اونکو موقعہ ملے کہ وہ اپنا جائز ترکہ حاصل کر سکین، اور تاکہ یکایک وہ بے خان مان نہو جائین۔

یا ایھا الذین آمنوا شہادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت الخ آخر رکوع تک

وصیت کی گواہی کے متعلق ہے۔ سارا رکوع لکھنے مین طوالت ہو گی، قرآن مجید ہر کسی کے
پاس موجود ہے وہ دیکھ لے۔ مگر ترجمہ کسیقدر لکھ دینا ضرور ہے ((مومنو! جب کسی کے
سامنے موت آ کھڑی ہو تو وصیت کرتے وقت دو معتبر شخصون کی گواہی ضرور ہے اگر
تم سفر مین ہو اور تم پر موت کی مصیبت آپڑے تو تمہارے سوا دو غیر شخص گواہ ہون
اگر تمکو شک ہو تو نماز کے بعد ان دونون کو کھڑا کرو کہ وہ اللہ کی قسم کھائین۔ اسطرح
کہ ہم اپنی قسم مال پر نہین بیچتے ہین اگرچہ وہ ہمارا قرابت دار ہی کیون نہو، اور ہم
اللہ کی گواہی نہین چھپاتے، ایسا کرین تو بیشک ہم گنہگار ہین۔ پھر اگر خبر ہو جائے
کہ یہ دونون حق کو چھپا کر گنہگار ہوئے تو اور دو شخص قریبی رشتہ دارون مین سے
جن کا حق دبایا گیا ہے ان کی جگہ پر کھڑے ہون، اور وہ خدا کی قسم کھائین کہ ہماری
گواہی زیادہ معتبر ہے پہلون کی گواہی سے اور ہمنے کچھ زیادہ نہین کیا۔ ایسا کرین تو ہم
بے شک ظالم ہین۔ ایسا کرنے سے امید ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دین۔ یا اس سے
ڈرین کہ ان کی قسمون سے ہماری قسمین رد کر دی جائین (مائدہ ۱۴ ع ۱۴) اذا حضر
احدکم الموت کے معنی یہ ہین کہ جب موت کا خیال ہو یا تیقن ہو جائے، پیری کے سبب سے
بیماری کے سبب سے، یا ہیضہ و طاعون کی گرم بازاری کے سبب سے، یا خدا کی قدرتون اور
بے نیازیون کو دیکھکر یا اس عالم فانی کی دگرگونی اور نیرنگیون کو، یا کسی سبب سے
سہی جب موت کا خیال پیدا ہو تو اوسکو چاہیئے کہ اگر وہ کچھ مال رکھتا ہو تو اقربا
اور والدین کے حق مین وصیت کر جائے۔ اور بیوی کے لئے حسن سلوک اور ایک
سال تک گھر مین رہنے دینے کی فاضل وصیت۔
اس سے واضح ہوتا ہے کہ وصیت کسی کار خیر کیلئے نہین ہے۔ کار خیر جو کرنا چاہو کر جاؤ

تمہارا عمل تمہارے ساتھ۔ دوسرون کے سر کیون تھوپ جاؤ، وہ کرے نہ کرے، اور
کرے بھی تو ریاکارانہ یا فاسقانہ بنا کر اوسے بے اجر کردے، نیکی برباد گناہ لازم۔ بلکہ
وصیت تو ورثا کیلئے ہے، جیسے وراثت ورثا کیلئے۔ مگر وصیت اور وراثت مین فرق
یہ ہے کہ موصی حصص وراثت کا پابند نہین، جس وارث کو ضرورت ہو اور جس
انداز کی ضرورت ہو، یا جسکو جتنا کچھ دینے کی مصلحت ہو اوسکو اوتنا دینے کی وصیت
کرجائے۔ وصیت نہ کرسکا یا وصیت سے کچھ بچ رہا تو وراثت کیلئے حصص مفروض ہین
وصیت کا حکم جو اس شدومد سے دیا گیا کہ کتب علیکم اور حقا علی المتقین۔ اور
اوس کی شہادت کے متعلق اتنا کچھ نظم کیا گیا تو یہ کچھ لغو اور بیکار نہ تھا۔ مگر قوم نے
اس کے راز کو نہ سمجھا، اور ان ساری آیتون کو وراثت کی آیت سے منسوخ کردیا اور انکی لیکن
وراثت کی تینون آیتون مین تینون جگہ بعد وصیة ہے، یعنی ناسخ آیتین منسوخ آیتونکی
موئد اور موکد ہین۔ خدا نے تو وصیت کو ترکہ پر مقدم کیا ہے اور قوم نے حدود اللہ
کو توڑکر دو حصہ حکم کا اوڑھا دیا ہے کہ وصیت ثلث مین ہے۔ اور یون آیات وصیت
کو بیکار کردیا۔ معلوم نہین خدا کو اتنا کچھ کلام بیکار ہی کردینا تھا تو فرمایا ہی کیون تھا،
کس مصلحت سے، اور کس پولسی سے، کونسی شدید ضرورت اور مجبوری آپڑی تھی کہ چند دنون
کے لئے وصیت کا حکم دیا گیا، اور اس مہتم بالشان صورت سے کہ کتب علیکم اور حقا علی
المتقین، اور پھر کیون ایک لفظ ثلث کا نہ بڑھا دیا کہ وصیت ثلث مین جاری ہوگی
تاکہ متواتر غیر متواتر کا محتاج نہ ہو، اور اپنے احکام مین ناقص نہین کامل ہو۔ اس ناسخ
و منسوخ کے خیال نے تھوڑی آفت نہین ڈھائی، خدا جانے کتنی آیتون کی حق تلفی کی،
اور کتنی آیتون کی عدول حکمی۔ کیا وصیت کو ثلث مین محدود کرنا جسکو خدا نے نہ کیا

اوسکے حکم سے عدول نہین ہے، اور عدول کہتے ہی کسے ہین۔

وصیت کا حکم وراثت سے نہین اوٹھ سکتا، یہ دونون دو حکم ہین۔ وصیت کا حکم مالک مال کو ہے، اور وراثت کا حکم وارثون کو۔ وصیت یہ ہے کہ مال مملوکہ والدین اور اقربا کے حق مین اوس طرح تقسیم کرو جس طرح تقسیم کرنا اقتضاے وقت سمجھو، اور وراثت یہ ہے کہ مال متروکہ والدین اور اقربا کے حق مین اوس طرح تقسیم کیا جائے جس طرح خدا نے مالک کا تقسیم نامہ نہ پاکر تقسیم کر دیا ہے۔ وصیت مالک مال کا حیات مین حکم ہے۔ اور وراثت مالکِ مال کے مرنے کے بعد وصیت نہ کر جاتے یا وصیت سے فاضل مال بچ رہنے کی صورت مین خدا کا حکم ہے۔ وصیت مین حصص کی پابندی نہین، اور وراثت مین حصص مفروض ہین۔ دو طرح کے احکام کو ناسخ و منسوخ قرار دینا ایک حکم کو اوٹھا دینا ہے۔ ہان تعمیل دونون کی بعد ممات مالک مال کے ہوتی ہے۔ تعمیل کبھی ہو، مگر دونون دو حکم اور دو ہدایت ہے، اسلئے وصیت کی آیت کو وراثت سے منسوخ کرنا سراسر ظلم اور بے انصافی ہے۔

انسان اپنی حیات تک اپنی چیزون کا مالک ہے۔ خلفا نے کل یا آدھا تھوڑا یا بہت راہ خدا مین لٹا دیا تو کس نے روکا۔ جیتے جی بیٹا باپ کے مال کا سہیم و شریک نہین ہو جاتا۔ ہر شخص اپنے مال کا مالک مستقل ہے۔ خدا کی کوئی آیت اس حق کی چھیننے والی نہین ہے ہان جب موت آ کھڑی ہوا اور یقین آ گیا کہ مرینگا۔ اور اوسکو اولاد بھی ہو جو کمزور و ناتوان ہو محتاج مدد ہو تو اوس وقت حقوق اولاد رکھتے ہوئے یہ جائز نہو گا کہ کل کا کل لٹا دو جو اوسکو ضرر رسان ہو، خدا نے اوس کمزور مخلوق کا خیال کر کے فرمایا۔ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافا خافوا علیھم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا۵ ان الذین

یأکلون اموال الیتٰمی ظلمًا انما یأکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرا
جو لوگ اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑ مرین جن سے وہ اندیشہ مند ہون تو چاہیے کہ وہ ڈرین
اور خدا کا خوف کرین اور عدل و انصاف کی بات زبان سے نکالین۔ بلاشبہ جو لوگ یتیم کا مال
ظلمًا کھاتے ہین وہ آگ ہی نگلتے ہین اور جہنم مین جائینگے (النساء) نہ تو یہ جائز کہ اولاد کے ہوتے تم سب لٹا دو
اور اپنی کمزور اولاد کو محروم کر دو کہ وہ محتاج ہوجائے اور مارے مارے پھرے اور نہ کسیکو یہ جائز کہ یتیم کے مال کو
نقصان پہونچائے۔ اس سے سمجھو کہ خدا ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و رحیم ہے۔

اسی لئے خدا نے وصیت کا حکم دیا کہ ہر شخص مرتے وقت اپنے مال کو والدین اور اقربا کے
حق مین وصیت کر جائے۔ بالمعروف یعنی بہ نیت بھلائی۔ بھلائی کے معنی یہ کہ جس جس کو جتنا
کچھ دینے کی ضرورت ہو اوتنا کچھ اونہین دینے کی وصیت کر جائے۔

خدا نے فرمایا۔ اٰباءکم وابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ باپ اور
بیٹے مین کون بلحاظ نفع کے قریب تر ہے تم نہین جانتے۔ سچ ہے، باپ بیٹے پر سو جان سے
قربان ہوتا ہے، اور بیٹا تغافل کیش۔ بیٹے کے مقابلہ مین والدین کی شان محبی ہے اور
والدین کے مقابلہ مین بیٹے کی شان محبوبی۔ کون ہے جو ہمیشہ کیلئے والدین سے فیضیاب نہین،
اور کتنے ہین جو بیٹے سے فیضیاب ہین۔ اسی لئے حقوق کی ادائگی کی ساری صورتون
مین خدا نے خصوصیت کے ساتھ والدین ہی کو فرمایا ہے۔ نفقہ ہو تو، وصیت ہو تو،
وراثت ہو تو، تمام خصوصیت ہے۔ مرتے وقت والدین کی پیری اور مجبوریون اور
حقوق پرورش و تعلیم و تربیت کا خیال کر کے ضرور ہے کہ وصیت مین پہلے والدین
کا خیال کرے، اس لئے خدا نے پہلے والدین ہی کو فرمایا کیونکہ پیری آئی، آنکھین گئین
دانت ٹوٹے، قویٰ نے جواب دیا، پیری و صد عیب سو مرض نے آگھیرا اور سر پر سوطرح کے

بوجھ آپڑے۔ پھر اولاد بعض جوان ہوتی ہے، اپنے پاؤن چلنے والی تعلیم وتعلم، شادی بیاہ سے فارغ۔ بعض تعلیم وتربیت کی محتاج، بعض پرورش تک کی محتاج، بعض شیرخوار، بعض بے مان کی یتیم۔ جتنا چھوٹا اوتنا احتیاج مین بڑی۔ اسلئے خدا نے وصیت کی راہ کھولی کہ مرنیوالا ان باتون کو خیال کرکے جسکو جتنا کچھ دینے دلانیکی ضرورت ہو اوتنا دے دلا جائے۔ اگر سب کو مساوی بانٹ دیا جاتا تو بے ضرورت کو بے ضرورت ملجاتا اور محتاج کی ضرورت رفع نہ ہوتی۔ یہ ضرورت ہے وصیت کی۔

خداوند عالم جو بوڑھون، مجبورون، یتیمون کا والی ہے اوس نے وصیت کا حکم دیا اور کسطرح وصیت کرنی چاہئیے اوسکے مال وما علیہ سے مطلع کردیا۔ اوس نے ضعیف والدین کا خیال کیا، تو گھر در اولاد کا بھی۔ مجبورون کی مجبوریون کا خیال رکھکے اوس نے مجبورون کی رکھوالی کی۔ اور وصیت کا حکم دے کر کہ جو زیادہ مجبور ہو، اوس کا زیادہ خیال کیا جائے، تمدن کی بنا مستحکم کی۔ اوس کا شکر بندون نے یہ ادا کیا، کہ حکم کو کم وبیش کرکے ثلث مین وصیت جاری کی۔ کیا یہ محدود کردینے سے خدا کی حدبندی نہ ٹوٹی۔ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کوئی حدیث ہو نہین سکتی جو خدا کی حدبندی کو توڑنیوالی ہو۔ آپنے خدائی قانون نافذ کیا ہے اوسکی اصلاح نہین کی ہے۔

پھر اگر کوئی وصیت نہ کرسکا تو مجبور ماخوذ نہین ہوتا۔ مثلاً یکایک مرگیا۔ یا وصیت کا ارادہ ہی کرتا رہا اور ارادہ پورا نہ کرسکا۔ یا وصیت کی بھی تو وصیت سے مال بچ رہا۔ تو وراثت کا قانون خدا نے ان صورتون کے لئے دیدیا ہے۔

اصل شئے وصیت ہے۔ اور وراثت بحالت مجبوری، وصیت نہ ہونے، یا وصیت سے مال کچھ بچ رہنے کی صورت مین ہے۔ پھر اگر کوئی وقف علی الاولاد

کر جائے، یا کوئی کمپنی اولاد کی کھول جائے کہ اصل مال تقسیم نہو، اور منافع تقسیم ہوتا رہے، تو اپنے مال کا مالک و مجاز ہے، اوسکا ایسا کرنا جائز ہوگا۔ قرآن مجید نے اوسکا حق ملکیت کسیطرح چھینا نہیں ہے، اوس کی آزادی کو محدود نہیں کیا، پھر دوسرا کون ہے جو خدا کے دئے ہوئے اور مجاز کردہ اختیارات کو چھینے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وصیت غیر مضار ہونی چاہیئے کہ کسی کو نقصان نہ پہونچے، کیونکہ نقصان پہونچانا ظلم ہوجائیگا اور ظلم حرام۔ مثلاً یہ وصیت جائز نہ ہوگی کہ مجبور اولادون کو محروم کرکے ایک بڑے بیٹے کے لئے کل مال کی وصیت کر جاؤ، کہ ریاست اور گدی قایم رہے، اور باقی اولاد محتاج ہوکر در در گدا ہو، بعض محتاج پرورش ہی مرجائے، یا جاہل رہکر جیل آباد کرے، یہ وصیت غیر مضار نہوگی، ایسا کرنے سے عدل و انصاف کا، رحم و کرم کا، خون ہوجائیگا، اور وصیت کی راہ جو مجبورون ہی کے خیال سے کھولی گئی ہے، وہ بیکار ہوجائیگی، اور ضرر رسان۔

خدا نے وصیت فرض کی، اور پھر ورثا پر اسکی تعمیل فرض کی، کہ پہلے وصیت کرلو پھر ترکہ تقسیم کرو۔ بندونکو اس کی تعمیل چاہیئے نہ اسکی حد بندی کرنی۔ جس نے وصیت بالمعروف کی، اوس نے حکم وصیت کی تعمیل کی اور خدا کو راضی کیا۔ خدا نے بھی اپنے حکم سے ورثا سے تعمیل کرا کے مرنے والے کی دلجوئی کی اور مطمئین کیا۔ صدقے اوسکی مہربانیوں کے جو قدم قدم پر سایہ فگن اور بے غایت و بے حد ہے۔ تلک حدود اللہ۔ یہ حدود اللہ ہین، ان کے توڑنے کا یا کم و بیش کرنے کا کوئی بھی مجاز من اللہ نہیں۔

اے انسان! دنیا و ما فیہا سب اوسی کی ملک ہے، تو خلیفۃ اللہ ہے تو حیات مستعار ہی تک، تجھے اختیار مستعار دیا گیا ہے کہ اپنی حیات تک اپنے مال مین جیسے چاہے تصرف کرے، صدقہ دیکر، نفقہ دیکر، زکواۃ دیکر، قرض حسنہ دیکر، اہل حقوق اور مستحقین کو دے دلاکر

قوم کے حقوق، اور وصیت کر کے والدین اور اقربا کے حقوق ادا کر کے اور خرچ دینا میں فائز المرام اور بامراد ہو۔ پھر جو مال ان سب سے بچ رہا تو وہ تو خدا ہی کی ملک ہے واسطے رہا۔ یہ تو خدا کا احسان بالائے احسان ہو کہ اوس نے اپنے مال کو تیرا مال کہا، اور تیرے مرنے کے بعد بھی تیرے ہی ورثا کو دلایا۔ اور اوس کے لئے قانون بنا دیا۔ تو اے لوگو! اوس کے قانون کے مطابق تقسیم کردو اور جس جس کو اوسنے دلایا اونکو دیدو۔ افسوس ہے کہ تم اوسے مورث کا مال اور مورث کا دیا سمجھتے ہو اور خدائے یکتا جو حقیقی دینے والا ہے اوس کا دیا نہین سمجھتے۔ وہ نہ دیتا اور اپنے قانون ترکہ سے نہ دلاتا، تو تمہین خاک نہ ملتا۔

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ

وراثت

وراثت کے متعلق تین امور تنقیح طلب ہین۔ کس کس کا ترکہ، کس کس کو ملے، اور کتنا کتنا ملے۔ وراثت کے متعلق خدا نے دو لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ایک اولوالقربیٰ اور دوسرا اقربون۔ دو لفظ ہین تو معنی بھی دو ہین، اور دونون کے استحقاق بھی دو طرح کے ہین۔ مین اولوالقربیٰ کا ترجمہ قرابتمند کرتا ہون، اور اقربون کا اقربا۔ قرابتمند یا اولوالقربیٰ سے مطلب دور کے رشتہ دار ہین، اور اقربون یا اقربا سے مطلب نزدیک کے رشتہ دار۔

اولوالقربیٰ اور اقربون کی آیتین ذیل مین دی جاتی ہین۔

ملا واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین فارزقوا ھم منہ - اگر تقسیم ترکہ کے وقت کوئی قرابتمند (یعنی دور کا رشتہ دار) حاضر ہو اور یتیم ومساکین بھی تو اون کو ہاتھ اوٹھا کر کچھ دیدو (النساء ملا) یتیم ومساکین کے ساتھ خدا نے قرابتمند کو فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دور کے قرابتمند ایسے ہون جو کچھ پانیکے مستحق سمجھے جائین تو اون کو ہاتھ اوٹھا کر کچھ دیدو جو اخلاقاً مروت کی شان ہے، اور اون سے خوش اخلاقی کی باتین کرکے رخصت کردو، وقولوا لھم قولاً معروفا۔

ملا ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون ما متروکہ والدین و اقربا مین ہمنے کل مال کے لئے ورثا مقرر کردیا ہے - (النساء ۵) اوسنے ورثا بنایا ہے ذوی الفروض کو، تو ذوی الفروض کل مال کے مالک ہون گے - ذوی الارحام مین ترکہ تقسیم نہوگا، دور کے قرابتمند ہاتھ اوٹھائی پانیکے مستحق ہوسکتے ہین، ترکے کے نہین - اسکی ترکیب یون بھی ہوسکتی ہے - لکل الوالدین والاقربون جعلنا ورثا مما ترکوا یعنی متروکہ والدین واقربا مین ہمنے والدین اور اقربا کو وارث بنایا۔

ذوی الفروض جنکو خدا نے ترکہ دلایا ہے وہ خصوصیت کے ساتھ تو والدین ہین پھر اولاد، اور زن وشو، اور بھائی بہن - اصطلاحاً اب مین دادا نانا اور پردادا پرنانا داخل ہین اور ماں مین دادی نانی پردادی پرنانی اور بیٹی مین ناتی نتنی داخل ہین جیسا کہ حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم کی حرمت مین مگر یہ اصطلاح مجازاً ہے اسلئے یہ بھی مجازاً ترکہ پائین گے اور ذوی الفروض مین داخل ہون گے - مجازاً پانیکے معنی یہ ہین کہ میت کا باپ مرگیا تو باپ کا ترکہ دادا کو ملیگا، اور ان کے نہوتے

پردادا کو اور علی ہذا القرآن نے کسی کو محجوب نہین کیا - اسی طرح کوئی بیٹا مر گیا تو اوس کا ترکہ پوتا پوتی کو اور ان کے نہوتے پروتا پروتی کو ملیگا اور علی ہذا القرآن نے کسیکو محجوب نہین کیا - معلوم نہین حجب کا خیال کس آیت کے روسے دین مین اضافہ ہو گیا ہے

اس آیت سے واضح ہوا ہوگا کہ والدین اور اقربا یعنی ذوی الفروض کا ترکہ والدین اور اقربا یعنی ذوی الفروض پائین گے - اور کل کا کل پائین گے - ان کے سوا کوئی دوسرا مستحق ہی نہین - دوسرے کو دینا ذوی الفروض کی حق تلفی ہے -

اب تنقیح طلب صرف یہ رہگیا کہ ذوی الفروض کتنے کتنے حصے کے مستحق ہین سب مساوی تو ہین نہین - کیونکہ یہی اقربا بوجہ قرب قرابت کے اولو الارحام ہین - واولو الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله - اور اولو الارحام کتاب اللہ مین بعض بعض سے اولی ہین - (انفال ۱۰) سب وہان بائیس پنجسیری نہین ہے "کتاب اللہ" نے واضح کر دیا کہ یہ اقربا اور ذوی الفروض کے شان مین ہے جنکو ترکہ دلایا ہے - دور کے قرابتمند کے شان مین نہین ہے، کیونکہ کتاب اللہ مین انکا ترکہ نہین ہے - یہی ذوی الفروض قریب ترین قرابت مین، مامور ہین وصیت مین محکوم ہین وراثت مین مستحق ہین اولو الارحام کے لقب کے، اور مامور ہین صلہ رحم مین، اور یہی اقتضا ہے خدا کے قانون فطرت کا بھی -

ہر چند زن و شو مین خونی قرابت نہین مگر فطرتی قرابت اور خدا کی قائم کی ہوئی قرابت ہے اور اسلئے قوی تر قرابت ہے، جسکی قوت بدیہی ہے محتاج دلیل نہین - ذوی الفروض اوپر بیان ہوئے ان مین سے کوئی مرا تو اوس کے وارث ذوی الفروض

ہین - تو اگر ذوی الفروض مین سے کوئی ایک ہی وارث ہے تو وہ کل لیگا ترکہ تقسیم ہی نہوگا - تقسیم تو اوسوقت ہے جب کئی مستحق ہون ، اگر ذوی الفروض ہین سے ایک کے سوا دوسرا ہے نہین - تو کل کا مالک وہی ہوگا -

اور اگر ایک ہی طرح کے کئی وارث مساوی حقوق کے ہون مثلاً دو بیٹے دو بیٹیان ، اولاد نہ ہوتے دو بھائی یا دو بہنین جب بھی اوپر کی آیت کی رو سے یعنی ذوی الفروض ہونیکی حیثیت سے ترکہ مساوی بٹ جائیگا کیونکہ وارث بھی دو اور دونون مساوی حقدار - ترجیح بلا مرجح ہو نہین سکتی - یہی دونون کل کے وارث ہونگے -

اگر بیٹے کے ساتھ بیٹی بھی وارث ہے تو اوس کا اصول خدا نے بتا دیا ہے للذکر مثل حظ الانثیین - مرد کا عورت کے حصہ کے دونا ہوگا - ان ساری صورتون مین ترکہ پورا تقسیم ہوجاتا ہے لیکن اگر اولاد کے ساتھ والدین بھی ہون تو خدا نے وراثت حسب ذیل آیت کے رو سے تقسیم کی ہے -

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ط فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ط وان کانت واحدۃ فلھا النصف ط ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد ط فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابوٰہ فلامہ الثلث ط فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ط اباءکم و ابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا ط فریضۃ من اللہ

خدا تمکو اولاد کے بارے مین حکم دیتا ہے کہ مرد کا عورتکے دونا حصہ ہے ، اگر عورتین دو یا دو سے زیادہ ہون تو اونکا متروکہ مین دو ثلث ہے ، اور ایک ہو تو نصف - اور والدین مین ہر ایک کا

چھٹواں حصہ ہے اگر اولاد ہو، اور اگر اولاد نہو اور والدین ہی وارث ہوں تو ماں کا ایک ثلث ہے باقی باپ کا۔ اور اگر بھائی بہن ہوں (بھائی بہن کا ترکہ کلالہ مین بیان ہوگا) تو ماں کا حصہ کم ہوکر چھٹوان حصہ ہوجائیگا۔ بعد تعمیل وصیت اور بعد ادائے دین۔ تمہارے باپ اور بیٹے مین کون از روے نفع کے تمہارے قریب تر ہے تم نہین جانتے یہ خدا کا فرض ہے (النساء ۲) اس آیت مین والدین کا ترکہ بیان ہوا ہے اور والدین کے ہوتے اولاد کا۔ اور والدین کا ترکہ جو بیان ہوا ہے وہ اولاد کے ہوتے اور نہ ہوتے بھی اور بھائی بہن کے ہوتے اور نہ ہوتے بھی۔

۱ والدین کے ہوتے بیٹا بیٹی دونوں وارث ہوں تو والدین کا چھٹوان چھٹوان حصہ دیکر جو بچے اوسکو بیٹا بیٹی کو للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر بیٹی کا دونا بیٹے کو بانٹ دو۔ اگر ایک ہی بیٹا ہے تو وہ نصف کا دونا کل کا مالک ہوگا بعد والدین کو دے لینے کے۔

۲ اگر والدین کے یا ان مین سے کسی ایک کے ہوتے بیٹی یا بیٹیاں وارث ہوں تو والدین کا چھٹوان چھٹوان حصہ نکال دو پھر ایک بیٹی ہے تو اوسکا نصف ہے اور زیادہ ہین تو اونکا دو ثلث ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیٹیاں اور والدین ہین تو والدین کا ثلث ہوا اور بیٹیوں کا دو ثلث۔ لیکن اگر ایک بیٹی یا والدین مین کوئی ایک ہی ہو تو اس صورت مین کچھ ترکہ بچیگا۔ تو جو ترکہ بچے اوس کا اصول آئندہ بیان ہوگا۔

۳ اگر اولاد کے ہوتے والدین وارث ہین تو ان مین سے ہر ایک کا متروکہ مین چھٹوان حصہ ہے
۴ اور اگر اولاد نہین ہین اور والدین ہی وارث ہین تو ماں کا ایک ثلث ہے اور باقی باپ کا کیونکہ وارث بھی دو ہین وورثہ ابوہ اور ایک کا ثلث ہے تو باقی باپ کا ہوا۔ یہ دوسرے اصول کے مطابق بھی ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین۔ مرد کا عورت کے دونا۔

ف اگر اولاد نہو مگر والدین کے ساتھ بھائی بہن وارث ہون تو مان کا اصلی حصہ جو اولاد کے ہوتے چھٹوان حصہ تھا وہی رہے گا ، اور اگر باپ بھی ہو تو اوس کا مان کے دونا ہوگا ، اور بقیہ بھائی بہن کا ۔

ف بھائی بہن کو خدا نے کلالہ کی صورت مین وارث بنایا ہی تو اسکا بیان کلالہ کی آیت مین کیا جائیگا

والدین اور اولاد دونون وارث ہون تو والدین کا اور اولاد کا کتنا کتنا ہوگا وہ بتایا گیا اسمین ایک صورت مین ترکہ کچھ بچ جاتا ہی جب والدین کیساتھ یا ان مین سے کسی ایک ساتھ بیٹی یا بیٹیان وارث ہون ۔ تو مابقیہ ترکہ کا بیان آگے آئیگا ۔

زن و شو کی وراثت کے متعلق ہی ۔ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ط فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بھا او دین ط ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ط فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بھا او دین ط جو ترکہ تمہاری بیبیان چھوڑ مرین اگر اونکی اولاد نہین ہے تو متروکہ مین تمہارا آدھا ہے اور اگر اولاد ہے تو تمہارا متروکہ مین چوتھائی ہے مگر بعد تعمیل وصیت اور بعد ادائے دین ۔ اور تم کچھ ترکہ چھوڑ مرو اور تمہاری اولاد نہو تو بیبیون کا متروکہ مین چوتھائی ہی اور اولاد ہونیکی صورت مین آٹھوان حصہ ہی بعد تعمیل وصیت اور بعد ادائے دین والدین اور زن و شو کا حصہ دے لو تو اور ورثا کو تقسیم کر دو ۔

بھائی بہن کا ترکہ خدا نے کلالہ کی صورت مین دلایا ہی اور کلالہ کو اوس نے خود بیان فرمایا ہی ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ۔ کلالہ وہ میت ہی جسکو اولاد نہو ۔ تو اسکی دو صورتیں ہی اگر بھائی بہن کیساتھ والدین ہون تو والدین کا ترکہ اوپر بیان ہوا یعنی مان کا چھٹوان حصہ اور باپ کا اسکے دونا یعنی ایک ثلث اور باقی بھائی بہن کا ہوگا ۔ تو والدین کے ہوتے جو بھائی بہن ہو

یا والدین کے نہ ہوتے جو بھائی بہن کا ہو اوسکو کلالہ کی آیتون کے مطابق بانٹ دو۔
کلالہ کے متعلق دو آیتین ہین اور دونون مین حصص مختلف ہین۔ تو بھائی بہن بھی دو طرح کے ہوتے ہین ایک تو سگے بھائی بہن، مان باپ دونون طرف سے۔ اور دوسرے سوتیلے یا مان کی طرف سے یا باپ کیطرف سے۔ اور کلالہ کی دونون آیتون مین سے ایک مین اولاد کی طرح سے ترکہ تقسیم کیا گیا ہے اور دوسرے مین علی التساوی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو ترکہ اولاد کی طرح تقسیم ہوا ہے وہ بلحاظ اقربیت ومماثلت حقیقی بھائی بہن کا ترکہ بیان ہوا ہے۔ اور جو علی التساوی ہے وہ سوتیلے بھائی بہن کا۔
حقیقی بھائی بہن کا ترکہ۔ یستفتونک ط قل الله یفتیکم فی الکلالة ط ان امرؤ هلك لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك ط وهو یرثها ان لم یکن لها ولد ط فان کانتا اثنتین فلهما الثلثن مما ترك ط وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین۔ لوگ تمسے فتوی مانگتے ہین تو کہدو کہ الله تمکو کلالہ کے بارے مین حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرے جسکی اولاد نہو، اور اوسکی صرف ایک بہن ہو تو بہن کو متروکہ کا آدھا ملیگا اور بہن کلالہ ہو تو وہ بھائی اوس بہن کا وارث ہوگا اگر اولاد نہو (حصہ بیان نہ کیا اسلیے بھائی کل ترکہ کا وارث ہوگا) اور اگر دو بہنین ہون تو اونکو متروکہ کی دو تہائی ملیگی۔ اور اگر بھائی بہن دونون وارث ہون تو مرد کا حصہ عورت کے دونا ہوگا۔ (النساء ۲۴) والدین کے ہوتے جو اولاد کا ترکہ ہے وہی اولاد کے نہوتے حقیقی بھائی بہن کا ترکہ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اولاد کے ہوتے مان باپ کا ششم ششم حصہ ہے۔ اور بھائی بہن کے ہوتے مان کا ششم حصہ ہے اور باپ کا دونا یعنی ثلث۔ جیساکہ اوپر والدین کے ترکہ مین بیان ہوا۔
سوتیلے بھائی بہن مان کیطرف سے ہون یا باپ کیطرف سے، اونکی نسبت خدا نے فرمایا وان کان رجل یورث کللة او امراة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس فان کانوا اکثر من ذلك فهم شرکاء فی الثلث من بعد وصیة یوصی بها او دین غیر مضار وصیة من الله

اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اوسکی اولاد نہو لیکن اوسکے بھائی یا بہن ہوں تو اگر ایک ایک ہوں تو ہر ایک کا ششم حصہ ہی اور اگر زیادہ ہوں تو ثلث میں سب شریک مگر بعد وصیت اور بعد ادا دین کے جو بغرض ضرر رسانی نہ کی گئی ہو یہ فرمان الہی ہی۔ (النساء ۲) اس رکوع مین سارے احکام ترکہ کے ہین۔ سب کے آخر مین خدا فرماتا ہی وصیۃ من اللہ اسکے معنی یہ ہین کہ مورث کو وصیت کر جانا لازم تھا اوس پر فرض تھا وہ نہ کر سکا، یا مال وصیت سے بچ رہا تو یہ خدا کی طرف سے وصیت ہے۔ وصیت ضروری اور ترکہ پر مقدم ہے۔ اسکو منسوخ کرنا یا ثالث مین محدود کرنا سراسر ظلم اور قرآن مجید کے خلاف ہی۔ اور قرآن مجید کے خلاف کوئی حدیث صحیح نہین ہو سکتی نہ کوئی تفقہ صحیح ہو سکتا ہی۔ خدا نے ورثا کو بیان کر دیا، اونکے حصص کو بھی بیان کر دیا۔ پھر اس تقسیم سے جو بچ رہے وہ پھر اونہین حصص کے مطابق اونہین ورثا پر رد کرو۔ کیونکہ اولاً ورثا ہی کو خدا نے اونہین کو دلایا۔ دوسرے خدا نے فرمایا۔

للرجال نصیب مما ترک والدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا۔ مردون کا حصہ ہی جو چھوڑا والدین اور اقربا نے، اور عورتون کا حصہ ہی جو چھوڑا والدین اور اقربا نے، تھوڑا مال ہو یا بہت، حصہ مقررہ کے مطابق (النساء ع۱)

اس آیت مین چند باتین قابل لحاظ ہین۔

یہ آیت ترکہ کے متعلق نہین بلکہ رد کے متعلق ہی۔ اسی لئے خدا نے موالی کا لفظ فرمایا نہ حظ کا لفظ فرمایا بلکہ نصیب کا لفظ فرمایا۔ اور اسی لئے نصیبا مفروضا فرمایا کہ حصص مفروضہ کے مطابق تا بقیہ مین مردون اور عورتون کا حصہ ہے۔ اسلئے مما ترک الوالدان والاقربون کا ترجمہ ہونا چاہئے اوسمین سے جو چھوڑا والدین اور اقربا نے یعنی جو ان ترکہ کے لینے سے بچ رہا، تو اوسمین سے بھی پھر اونھین مردون اور عورتون کا حصہ ہی۔ ذوی الفروض سوا کسیکو خدا نے دلایا ہی نہین ہی اسلئے دوسرا کوئی پانے کا مستحق بھی نہین۔

اگر اس رد سے بھی بچ رہا تو تیسرے قسم کے بھائی بھی ہین اخوانکم فی الدین خدا کے قایم کئے ہوئے دینی

بھائی- ان کان لہ اخوۃ مین بہ دوری ہی سہی داخل تو ہین، تو وہ اونکو ملیگا یعنی قومی مصارف مین جائیگا- ذوی الارحام اگر ذوی الفروض ہی کو کہو تو ذوی الفروض کو تو خدا نے کتاب اللہ مین ترکہ دلایا ہی ہی اگر ذوی الفروض سے فاضل کسی اور کو کہو تو کسی اور کو خدا نے ترکہ دلایا نہین- پھر جسکو خدا نہ دلاوے اوسکو کون دے اور کیون دے- اور دے کر حدود اللہ کو کیون توڑے ذلک حدود اللہ- وراثت کی تقسیم بعد تعمیل وصیت اور بعد ادائے دین ہے- بعد وصیۃ کے معنی نسخ وصیۃ کے نہین ہین نہ اضافہ علی القرآن کر کے ثلث مین محدود کر سکتے ہین- وراثت کا قانون وصیت کا ناسخ نہین ہی بلکہ موید اور موکد ہے جب خدا نے وصیت کی ہر آیت مین تاکیداً بعد وصیۃ فرمایا ہی تو خدا کی ہدایت کو ہوا پر اوڑا نہ دو-

فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم- قرآن مجید سے حکم دیا کرو اور لوگون کی خواہشون پر نہ چلو (مائدہ ۷) جسطرح خدا نے وراثت تقسیم کی ہی اور وصیت کو مقدم کیا ہی اور ثلث سے محدود نہ کیا تم خدا کے بندے ہو کر خدائی نکرو اور طبع آزمائیون سے بچو- فاستمسک بالذی اوحی الیک- تمسک وحی خداوندی سے پکڑو- اور وحی کیا گیا ہی قرآن ہی- واوحی الی ھذا القرآن- قرآن کے سوا کسی سے تمسک پکڑنا جائز نہین- خدا کی سطوت کے آگے سر جھکاؤ نہ علما کے- خدا کے علم کے آگے گردن نیچی کرو نہ علما کے- ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ولا یأمرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون- تو اے لوگوا اللہ والے بنو اللہ والے- اور اس آیت پر غور وفکر کر کے خدا کے مطلب کو سمجھو-

قرآن مجید کے ساتھ سراجیہ نہین اوتری- نہ احکامات ربانی علما کے شاخسانون کے محتاج ہین- قرآن کے خلاف مین کوئی حدیث پیش کرو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ خلاف قرآن ہو سکتی نہ متجاوز عن الحد ہو سکتی ہی- یہ تو محال ہی-

ترکہ کی تقسیم جو میری سمجھ مین آئی وہ مینے لکھدی- اگر مینے غلطی کی ہی تو اوسکی صحت کرو مگر قرآن مجید ہی سے

اگر ناقص ہی تو اوسے تمام کرو اگر قرآن مجید ہی سے۔ اس کا تمکو حق ہی۔ مگر قرآن مجید پر اضافہ کیون کرو، اس کا تو حق ہی نہین۔

عصبہ کی قسمین، عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ، انکا سلسلہ پھر انکے شرایط۔ اور ذوی الارحام کا ترکہ پھر انکا سلسلہ جو کہین ٹوٹے ہی نہین باوا آدم تک پہونچے یہ تو ترکہ کو درگاہ کی ریوڑیان بنانا ہے۔

یہ سب قرآن مجید سے تو نہین نکلتے۔ قرآن مجید مین ان تقسیمون کا کہین وجود ہی نہین۔

ان پیچدار سلسلون سے تقسیم وراثت ایسی مشکل بنادی گئی ہی کہ ہر عالم بھی ترکہ کی تقسیم پر قادر نہین۔ ساری عمر ریاضی پڑھو، اور بی۔ ال پاس کرلو یعنی محمدن لا مین امتحان دے لو۔ پھر وکیل ہوکر وراثت کے مقدمات کچھ دن لینے کے بعد ترکہ کی تقسیم پر قادر ہو سکتے ہو۔ خدا کا قانون جو ساری دنیا کیلئے ہو وہ ایسا مشکل نہین ہو سکتا جسے محکوم علیہ سمجھ نہ سکے۔

خدا نے نبی بھیجا تو امی فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ و کلمتہ۔ ایمان لاؤ اللہ اور اوسکے رسول امی پر ایسا رسول جو ایمان لاتا ہی اللہ اور اوسکے سب کلامون پر (اعراف ۱۵۹) اور بھیجا بھی تو امیون مین۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً۔ وہ خدا ہی ہی جس نے ان پڑھون مین رسول بھیجا۔ تو یہ ان پڑھ عرب جو ریاضی دان نہ تھے وہ معلوم نہین کہ ترکہ کی تقسیم کس کتاب کے رو سے کرتے تھے۔ کہین وہ سراجیہ ملتی جو صحابہ کا دستور العمل تھی۔ وہ صحابہ جو اتبعوا ما انزل الیکم کو خوب سمجھتے تھے۔ حاشا وہ قرآن مجید کے خلاف تقسیم ترکہ نہ کرتے تھے۔ وہ خدا کی اس ہدایت سے واقف تھے۔ والذین یمسکون بالکتاب واقاموا الصلوٰۃ انا لا نضیع اجر المصلحین ۵ جو لوگ تمسک بالقرآن کرتے ہین اور نماز پڑھتے ہین وہ مصلح ہین اور خدا مصلح کا اجر ضایع نہین کرتا۔ (اعراف ۱۷۰)

عورت یا مرد جو وہ حاصل کرے اوسکا وہ مالک ہی۔ تو ترکہ اوسی مین تقسیم ہوتا ہی جس کا آدمی مالک ہوتا ہی۔ اس سے واضح ہوا کہ سلطنت مین ترکہ نہین کیونکہ وہ فوج اور قوم کا محصولہ ہوتا ہے

اسلئے وہ قومی مال ہے۔ جو کچھ افسر یا فوج یا بادشاہ کو خصوصیت کے ساتھ بھی ملے چونکہ وہ فوجی سطوت اور من حیث بادشاہت ملا ہے اسلئے وہ قومی چیز ہے شخصی نہین۔ باغ فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وراثتاً نہین ملا نہ بلا قومی سطوت کے ذاتی مکسوبہ و محصولہ تھا اسلئے وہ ذاتی مال اور ذاتی محصولہ نہ تھا۔ قوم کا تھا قوم کے ہاتھ مین رہا۔ حضرت بی بی رضی اللہ عنہا نے ہرگز اوس باغ کا دعویٰ نہ کیا ہوگا چونکہ وہ قومی مال تھا۔ ایسی روایتین دنیاداروں کی ہوسنا کون کی گڑھی ہوئی ہین۔ چونکہ یہ روایت حضرت بی بی رضی اللہ عنہا کی شان سے بہت گری ہوئی ہے اسلئے درایت اسکی صحت تسلیم نہین کرتی۔ رسول کی بیٹی قومی مال کی دعویدار نہین ہوسکتین یہ اون پر اتہام ہے، نعوذ باللہ منہا۔

اے خدا تیرا ہزار ہزار شکر اگرچہ ہم بگڑے اور ابھی اسکی حد نہین ہوئی، مگر قرآن مجید تیری ہدایت، تیرا نور، تیرا کلام، تیرے رسول کی رسالت، تیری حفاظت کی بدولت جوں کا توں ابتک ہمارے پاس موجود ہے۔ اسلئے ہم ہزار بگڑین، پھر سنورین گے۔ ہزار گرین، پھر اوٹھین گے۔ نہ ہماری توبہ کا دروازہ بند نہ تیری استجابت کا دروازہ۔ نہ ہمارے ایمان کی آنکھین اندھی، نہ تیری ہدایت کا نور دھندھلا۔ اس کرم خداوندی کے قربان اور اس رحمت ایزدی کے صدقے۔

فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا

لا الٰہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

مناجات

اے خدا تیرا اسلام تو مسلمانون جیسن، اور مسلمان نازک حال ہین۔ انکا دین بدحال اور انکی دنیا بیچین

تیرے پیارے نبی کی امت افسوسناک حال مین ہے۔ افسوس افسوس یہ تیرے مسلمان تیرے ہوکر تجھے بھول گئے تیرے رسول کی رسالت کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور تیرا پاک و منزہ کلام جو تجھ سے نازل ہوکر ہمارے مقدس معصوم، سرتاج آقا، خاتم انبیا کے سینہ مین تیئس برسون تک متدرج نازل رہا وہ انہین لوگون ہی کے ہاتھون چہارم چہلم، فاتحہ خوانی ثواب رسانی عملیات، جھاڑ پھونک، وصال محبوبہ اتوسیع رزق، فتحیابی مقدمات۔ تسخیر حکام۔ اور وردو وظائف کیلیے تجویز ہو کر طاق غفلت پر رکھا گیا اور حیثیت ہدایت بیکار و مجمل سمجھا گیا اور من حیث تعمیل ناتمام و نامکمل۔ کوئی اوس کا نگران نہین۔ گھر کے لوگ اغیار کے شادیانے مین شریک ہین، یا ماسوا کے بزم عشرت کے تماشائی۔ اے خدا یہ تو غافل ہین مگر تو غافل نہین، یہ قصور وار ہین تو معافی تیرے ہاتھ ہے۔ اے خدا ہم انکے تبدل حالت کے امیدوار ہین انکی چال بدل دے کہ ان کا حال بدل جائے۔ یہ تیرے ہی نام لینے والے ہین تو انکو مشرکون اور کافرون کے پاؤن تلے نہ روند۔ کیونکہ انکے ساتھ تیرا اسلام بھی روندا جائیگا۔ انکی خبر لے، انکو اپنے چہرہ کے نور مین پناہ دے۔ نور رسالت سے انکو ڈھانپ لے، اور انکو اپنی مبارک محبت کے زمزم سے دھوکہ انکا رنگ بدل جائے تاکہ فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات کی تجلی سے دنیا چکا چوند مین پڑ جائے۔ تیرا حکم کلمح البصر ہے اور تیرا ارادہ کن فیکون۔

اے خدا تجھ پر ایمان لانیوالے تیرے مسلمان اگر مبتلاے شرک فی النبوت، شرک فی الحکم، شرک فی الاستعانت، شرک فی العبادت، شرک فی القدرت، شرک فی العلم الغیب، اور شرک فی الصفات ہوئے، تو یہ شرک خفی کی نیرنگیان اخلاص کی بے راہروی سے انہین آئی یہ حقیقت مین شرک نہین چوک اور غلطی ہے۔ تو اسے کون معاف کرے، تیرے سوا معاف کرنیوالا ہی کون وہ کون سا دن آئیگا کہ تیرے رحم و کرم کی گھٹائین جھوم جھوم کر اوٹھینگی اور تیرے نام لینے والون پر تیرے مسلمانون پر اومنڈ اومنڈ کر برسینگی۔ اے خدا! اب تو مسلمان اس حال کو پہونچ گئے کہ

ان پر اغیار بھی آنسو بہانے کھڑے ہین اور تو ارحم الراحمین ہے تو انکو اپنی گود مین اوٹھا لے
اپنے چہرہ کے نور مین پناہ دے، انکی بگڑی سنوار دے، انکو توفیق توبہ دے، شرک کی نجاست سے
پاک کر، ایمان سے معطر کر، اخلاص سے منور کر، رضا و تسلیم کی خلوت مین انکی آرام گاہ بنا، نہ اپنا موا جہہ
ان سے پھیر نہ انکا مواجبہ اپنی طرف سے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان کا ایمان ہو اور
انکا عمل ہو تا کہ ان مین جان آئے، ان مین ہمت آئے اور صفات کے موتیون کا ہار انکے
گلے مین پڑ جائے، اور قرون اولی کی طرح انکی دنیا بھی دین ہو کر چمکے۔

اے خدا میری مناجات بھی ادعونی استجب لکم کی تعمیل ہے یا ملاقات کی کہین۔ ورنہ مین کیا
اور میری فریاد کیا، میرا مانگنا کیا، تیرے علم سے کچھ اوجھل ہو تو کوئی تجھے مطلع کرے۔ علیم تو خبیر تو۔
کہین تو دور ہو تو دعا کی درخواست بھیجی جائے واللہ بکل شیٔ محیط۔ قریب تو اتنا کہ حبل الورید سے
بھی قریب تر۔ رحم مین کمی ہو تو کوئی رحم دلائے مگر تو ارحم الراحمین ہے۔ یہ کہنا کہ یون کر اور یون کر
یہ بھی بیکار یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔ پھر کہنے سننے کو کیا رہا۔ ہان تجھسے باتین کرنے مین
جو لطف آتا ہے وہ موجب ہوتا ہے پاکی اور قرب کا، اسلئے اتنا اور کہونگا کہ اے خدا میری ازلی تمنا
ہے کہ پرسش اعمال کے دن ہمارا نامۂ اعمال قرآن مجید ہی نکلے، اوسکی شریعت کامل بھی اور اوسکی روحانیت
اتم بھی۔ اپنی بساط سے باہر آرزو لیکر آیا ہون لیکن اے خدا! مجھے نہ دیکھ اپنے کو دیکھ، تو وہ کر جو
تیری خدائی کے شایان ہو، اور تیری عظمت و جلالت کے سزاوار تیرے فضل و کرم کے شایان ہو
اور تیرے رحم و عطیات کے سزاوار۔ تا کہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی فریاد مین میرا نام نہو جسکو تمت خود
بدولت کی یہ فریاد ہوگی وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ۵۱

تمت

پٹنہ پرنٹنگ پریس بانکی پور مین چھپا